النحو في الكلام كالملح في الطعام

ایضاح المطالب

مولانا مولوی مشیت اللہ صاحب دیوبندی

شرح اردو

کافیہ

علامہ شیخ جمال الدین بن حاجب متوفی ۶۴۶ھ

مکتبۃ الحسن

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

مولانا مولوی مشیت اللہ صاحب دیوبندی

شرح اردو

کافیہ

علامہ شیخ جمال الدین ابن حاجب متوفی ۶۴۶ھ

مکتبۃ الحسن

33- حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

7241355

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الحمد للہ علی نعماء الوافیۃ والآئہ العافیۃ الکافیۃ والصلوٰۃ والسلام علی من بعث بالادلۃ الشافیۃ والمعجزۃ الباہرۃ وعلی آلہ واصحابہ الذین ہم للاہتداء کالنجوم الزاہرۃ اما بعد نحو کا اطلاق عموماً زبان کے قواعد پر آتا ہے اہل زبان کو اپنی زبان کے قواعد سیکھنے کی ضرورت نہیں وہ اپنی مادری زبان بدون قواعد کی مدد کے سیکھ لیتا ہے صرف دوسری قوموں کو اس کی ضرورت پیش آتی ہے وہ غیر مادری زبان حاصل کرنے کے لئے اس کے لئے اس کے قواعد کے محتاج ہیں یہی وجہ ہے کہ جب تک عربی خالص عربوں کی زبان رہی اور عجمی لوگ عرب میں داخل نہ ہوئے نحو کی ضرورت پیش نہ آئی مگر جب اسلامی فتوحات کی وجہ سے عجمیوں نے عربی زبان کو بولنا شروع کیا اور قواعد کی غلطی کے مرتکب ہوئے تو نحو کی ضرورت محسوس ہوئی سب سے پہلے جس شخص نے نحو کے قواعد مرتب کئے وہ ابوالاسود دئلی ہیں یہ تابعین اور جانثاران علی میں سے تھے اور بصرہ میں رہا کرتے تھے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ مسائل نحوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سیکھے تھے اگر یہ روایت صحیح ہے تو نحو کے واضع دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں نہ کہ ابوالاسود علم نحو کی باقاعدہ تہذیب وتکمیل خلیل ابن احمد نحوی نے ہارون رشید کے زمانہ میں کی۔ اس کے بعد بے شمار کتابیں علم نحو میں لکھی گئیں مگر علامہ ابن حاجب کی کتاب کافیہ کو جو شہرت اور مقبولیت عامہ حاصل ہوئی وہ کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوئی مشرق ومغرب کے مدارس ومکاتب صدیوں سے اس کی تعلیم وتعلم سے گونج رہے ہیں اور سالہا سال سے اس کا درس و تدریس جاری ہے حواشی اور شروح بھی مختصر ومطول عربی اور فارسی میں جس قدر اس کتاب پر لکھے گئے کسی دوسری کتاب پر نہیں لکھے گئے اردو زبان میں اس کی بعض شروح ہیں۔ لیکن وہ کافیہ کی حیثیت کو سامنے رکھنے کے بعد ناتمام اور ناقص ہیں کافیہ کی خصوصیات اور امتیازی چیزوں کا ان میں اصلا بیان نہیں بنا بریں بعض دوستوں نے اصرار فرمایا کہ کافیہ کی ایک مفید اور مکمل شرح اردو زبان میں لکھی جائے تاکہ طلبہ کو اس کے مطالب کے سمجھنے اور محفوظ رکھنے میں دقت نہ ہو اور کافیہ کی دشواریاں بھی ختم ہو جائیں مجھے اپنے ضروری مشاغل کی وجہ سے فرصت نہ تھی عدیم الفرصتی ہمیشہ وقت کو ٹالتی رہی مگر جب تقاضا حد سے گزر گیا تو مجبوراً تھوڑا سا وقت اس کام کے لئے نکالنا پڑا اور عربی و فارسی کی معتبر مختلف حواشی وشروح سے اردو زبان میں ایک مفید اور مستند شرح لکھنے کا ارادہ کیا السعی منی والاتمام من اللہ۔ خدا نے چاہا تو یہ ناچیز مساعی طلبہ مدارس عربیہ کے لئے نفع بخش اور مفید ثابت ہوں گی امید کہ اہل کرم حضرات عیب جوئی اور نکتہ چینی سے درگزر فرما کر اس عاجز کو دعائے خیر میں یاد رکھیں گے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر فن کے شروع کرنے سے پہلے بصیرت کے لئے تین امروں کا جاننا ضروری ہے ایک اس کی تعریف کا۔ دوسرے اس کی غرض وغایت کا کہ اس پر کیا فائدے مرتب ہوتے ہیں تیسرے اس کے موضوع کا یعنی اس امر کا کہ جس کے عوارض ذاتیہ سے اس میں بحث کی جاتی ہے پس علم نحو کے شروع کرنے والے کو بھی بصیرت کے لئے سب سے پہلے ان تین امروں کا جاننا ضروری ہے۔ ایک اس کی تعریف کا وہ علم باصول یعرف بہا احوال اواخر الکلم من حیث الاعراب والبناء دوسرے اس کی غرض وغایت کا کہ اس کے جاننے کے بعد آدمی آخر کلمہ کے اعراب وبنا کی غلطی سے محفوظ رہتا ہے تیسرے اس کے موضوع کی معرفت اور وہ کلمہ وکلام من حیث الاعراب والبناء ہے۔ مصنف نے اپنی اس کتاب کو علم نحو کے موضوع سے شروع کیا ہے تاکہ موضوع کی معرفت اس کے عوارض واحوال سے پیشتر ہو جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے کلمہ کی تعریف کی اور کہا الکلمۃ لفظ الخ اور چونکہ مصنف نے ابتدا کتاب میں اللہ کی حمد کو ذکر نہیں کیا ہے اس لئے بادی النظر میں مصنف پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ انہوں نے حدیث تحمید کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فہو اقطع کے خلاف کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اول تو حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس ابتدا کے لئے کتابت شرط ہے بلکہ وہ عام ہے کہ کتابت سے ہو یا تلفظ سے پس کچھ مستبعد نہیں ہے کہ مصنف نے ابتدا کرتے وقت زبان سے الفاظ حمد ادا کر لئے ہوں اور صرف تلفظ پر اکتفا کیا ہو دوسرے تسمیہ کے ضمن میں تحمید بھی ادا ہو جاتی ہے تحمید کے لئے الفاظ تحمید شرط نہیں ہیں۔ تیسرے احتمال ہے کہ مصنف نے کسر نفسی کے طور پر اللہ کی حمد کو درج نہ کیا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ یہ حکم تو مہتم بالشان کے لئے ہے اور میری یہ کتاب مہتم بالشان ہی نہیں کہ تسمیہ کے بعد اللہ کی حمد اس میں درج کی جائے۔

کی ہوتی ہے افراد کی نہیں ہوتی۔ پس یہ لام اگر غیر جنسی ہوگا تو چونکہ اس وقت اس کے مدخول سے افراد مراد ہونگے کلاً یا بعضاً لہٰذا ماہیت کی تعریف نہ ہوگی افراد کی ہو جائیگی اور یہ ناجائز ہے اور وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہے کہ تعریف سے مقصود معرف بالفتح کا استحضار ہوتا ہے اور اس کے افراد غیر متناہی ہوتے ہیں زمانہ متناہی میں ان کا استحضار نہیں ہو سکتا بخلاف ماہیت کے کہ وہ متناہی ہے زمانہ متناہی میں اس کا استحضار ہوتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے افراد کی نہیں ہوتی۔ لیکن یہ ایک منطقی قاعدہ ہے نحوی نہیں ہے لہٰذا ان نحات پر حجت نہیں ہو سکتا جو کہ الکلمۃ میں لام کو عہد خارجی کا لیتے ہیں کیونکہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تعریف للافراد جائز ہے نیز یہاں پر کلمہ سے مراد وہ کلمہ ہے جو نحویوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے اور اس کے افراد غیر متناہی نہیں کہ تعریف للافراد ناجائز ہو بلکہ وہ تین قسموں اسم فعل حرف میں منحصر ہے پس الکلمۃ میں الف ولام عہد خارجی لینے میں کوئی اشکال نہیں مبحث دوم الکلمۃ لغت میں بمعنے سخن یا فائدہ (کذا فی الصراح) کلمہ اور کلام کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان کا اشتقاق کلم بسکون لام سے ہے جس کے معنے زخمی کرنے کے ہیں اس لئے کہ نفس میں کلمہ اور کلام کی تاثیر ایسی ہی ہے جیسا کہ زخم کی ہوتی ہے بلکہ بعض کلمات کی تاثیر تو اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے کما قیل ؎

جراحات السنان لہا التیام
ولا یلتام ما جرح اللسان

پھر لفظ کلم میں اختلاف ہے کہ یہ جمع ہے یا اسم جنس بعض کہتے ہیں کہ یہ اسم جنس ہے اور ان کی دلیل قولہ تعالیٰ الیہ یصعد الکلم الطیب ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ اگر وہ جمع ہوتا تو اس کی صفت طیب نہ آتی بلکہ طیبۃ تار کے ساتھ آتی اور جو لوگ کہ اس کو جمع کہتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ تین سے کم پر اس کا اطلاق نہیں آتا اور اگر اسم جنس ہوتا تو ایک پر بھی اسکا اطلاق ہو سکتا تھا اور وہ اس آیت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ کلم کی صفت کو مذکر لانے کی وجہ یہ ہے کہ جو جمع ایسی ہو کہ اس کے درمیان اور اس کے مفرد کے درمیان تا سے فرق ہوتا ہو تو اس کی صفت میں تذکیر وتانیث برابر ہے نیز احتمال ہے کہ طیب کلم کی صفت نہ ہو بلکہ اس کا موصوف محذوف ہو ای بعض الکلم الطیب پس اس آیت سے جنسیت کلم پر استدلال صحیح نہیں مبحث سوم تار الکلمۃ میں وحدت کیلئے ہے لیکن جب ہم اس تا کو وحدت کے لئے لیں گے تو یہ اعتراض وارد ہوگا کہ جنسیت الکلمۃ میں کثرت اور عہد کو چاہتی ہے اور وحدت اس کے منافی ہے لہٰذا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ الکلمۃ میں جنسیت بھی ہو اور وحدت بھی۔ دونوں میں منافات ہے پس اگر لام جنسیت کیلئے رہوگا تو تار وحدت کیلئے نہ ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ وحدت کی تین قسمیں ہیں شخصی۔ نوعی۔ جنسی ان تینوں میں سے صرف وحدت شخصی عموم اور کثرت کے منافی ہے اور وہ یہاں مراد نہیں۔ پس لام کو جنسی اور تار کو وحدت کیلئے لینے میں کوئی منافات نہیں اور جب الکلمۃ میں تار کو وحدت کے لئے لیں گے۔ تو تخصیص کلمہ نحویہ کی صحیح ہو جائیگی اور کلمہ لغوی اور کلمہ شہادت وغیرہ سے احتراز ہو جائیگا اور یہ معنی ہونگے کہ جنس کلمہ اور اس کی ماہیت نحویوں کے نزدیک یہ ہے لفظ وضع الخ ۱۲۔

اَلْکَلِمَۃُ [۱]

مبتدا ۱۲

[۱] قولہ الکلمۃ الخ یعنی کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو اور معنی مفرد وہ ہیں کہ اس معنی کے لفظ کا جز اس کے جز پر دلالت نہ کرے۔ جاننا چاہیئے کہ الکلمۃ میں تین جز ہیں ایک حرف تعریف دوسرا مادہ لفظ ک ل م تیسرے تاء ہم چاہتے ہیں کہ ان تینوں جزوں کو علیحدہ علیحدہ تین بحثوں میں ذکر کریں (مبحث اول) الف ولام کی دو قسمیں ہیں اسمی وحرفی۔ اسمی وہ ہے کہ جو اسم فاعل واسم مفعول پر داخل ہوتا ہے۔ اور معنی میں الذی کے ہوتا ہے اس کا صلہ وہ اسم فاعل واسم مفعول ہوتا ہے جس پر وہ داخل ہوتا ہے یہاں الکلمۃ میں الف ولام اسمی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ کلمہ جس پر الف ولام داخل ہے نہ تو اسم فاعل ہے اور نہ اسم مفعول حالانکہ الف لام اسمی کے لئے ضروری ہے کہ اسکا مدخول اسم فاعل واسم مفعول ہو پس معلوم ہوا کہ یہ لام لام حرفی ہے۔ پھر لام حرفی کی چار قسمیں ہیں۔ جنسی۔ استغراقی۔ عہد خارجی۔ عہد ذہنی اور وجہ یہ ہے کہ مدخول لام سے یا تو ماہیت مراد ہوگی یا افراد مراد ہوں گے اول کو لام جنسی کہتے ہیں۔ جیسے الرجل خیر من المرأۃ۔ یعنی ماہیت رجل ماہیت مرأۃ سے بہتر ہے اور یہ معنی نہیں کہ افراد رجل۔ افراد مرأۃ سے بہتر ہیں۔ اور دوسری صورت میں جب مدخول لام سے افراد مراد ہوں۔ تو دو حال سے خالی نہیں ہے تمام افراد مراد ہونگے یا بعض افراد اول کو لام استغراقی کہتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا۔ یہاں پر الانسان میں الف ولام استغراقی ہے اس لئے کہ اس لام کو اگر استغراق کے لئے نہ لیا جائیگا تو استثناء صحیح نہ ہوگا۔ نہ متصل اور نہ منقطع۔ کیونکہ استثناء متصل میں مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ میں دخول یقینی ہوتا ہے استثناء منقطع میں مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ سے خروج قطعی ہوتا ہے اور یہ دخول اور خروج یقینی طور پر جب ہی سے ہو سکتا ہے کہ مستثنیٰ منہ میں مدخول لام سے تمام افراد مراد ہوں اور وہ بدون استغراق واحاطہ تمام افراد کے ممکن نہیں پس لامحالہ آیت مذکورہ میں بقرینہ استثناء لام استغراقی ہوگا اور جب مدخول لام سے بعض افراد مراد ہوں تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں وہ بعض افراد خارج میں معین ہونگے یا غیر معین اول کو الف ولام عہد خارجی کہتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ فعصیٰ فرعون الرسول یعنی فرعون نے اس رسول معین کی نافرمانی کی جس کا ذکر سابقاً آیت انا ارسلنا الیٰ فرعون رسولا میں آچکا ہے اور ثانی کو الف ولام عہد ذہنی کہتے ہیں۔ جیسے قولہ تعالیٰ واخاف ان یاکلہ الذئب یہاں ذئب مذکور سے خارج میں کوئی فرد معین مراد نہیں ہے معہود ذہنی حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اس کے ساتھ نکرہ کا سا معاملہ کیا جاتا ہے کما فی قول الشاعر ؎ ولقد امر علی اللئیم یسبنی فمضیت ثمۃ قلت لا یعنینی اب اس تفصیل کے بعد اس امر کی تحقیق ضروری ہے کہ الکلمۃ میں لام حرفی کی ان قسموں میں سے کونسی قسم ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ لام لام جنسی ہے استغراقی اور عہد خارجی کا نہیں اس لئے قاعدہ ہے کہ تعریف ماہیت

ترکیب فعل ہونے کے وجہ سے چونکہ الفاظ نہیں اسلئے حروف ہجا سے خارج ہے اسمیں داخل نہیں اس لئے اس کو معنی نہیں کہیں گے نیز معنی کے لئے ضروری ہے کہ بوقت اطلاق لفظ سمجھے جائیں غرض ترکیب جو بوقت اطلاق حروف ہجا مثلاً الف۔ با تا ثا نہیں سمجھی جاتی ہے اسلئے اسکو معنی نہیں کہتے علاوہ ازیں اگر غرض ترکیب کو حروف ہجا کے معنی تسلیم کیجائے گا۔ تو لازم آئیگا کہ باہم حروف ہجا ایک دوسرے کے مرادف ہوجائیں اور تا کا مثلاً سین پر اطلاق کرنا صحیح ہو جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہ شان ترادف کی ہے کہ اس میں معنی ایک اور الفاظ متعدد ہوتے ہیں اور لازم باطل ہے پس غرض ترکیب کو حروف ہجا کے معنی قرار دینا بھی باطل ہے (فائدہ) جاننا چاہیئے کہ جب حروف کو ان کے اسما کے ساتھ شمار کیا جائیگا مثلاً کہیں الیا و ولام والمیم وغیرہ تو ان کو حروف ہجا کہیں گے اور جب وہ کسی کلمہ کا جز ہوں تو ان کو حروف مبانی کہیں گے جیسے با ضرب زید میں اور جب ان کے کوئی اور معنی ہوں تو ان کو حروف معانی کہیں گے جیسے با مررت بزید میں ۱۲ ١٢ قولہ مفرد اس میں رفع۔ نصب جر تینوں اعراب جاری ہوسکتے ہیں مرفوع ہونے کی حالت میں یہ لفظ کی صفت ثانیہ ہے اور اس وقت مفرد کے معنی ہونگے کہ لفظ مفرد وہ ہے کہ اس کا جز معنی کے جز پر دلالت نہ کرے لیکن اس صورت میں مصنف پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وہ لفظ کی پہلی صفت کو جملہ فعلیہ ماضی اور دوسری کو مفرد لائے ہیں دونوں کو ایک طرز پر نہیں لائے اسمیں کیا نکتہ ہے جواب یہ ہے کہ لفظ کی پہلی صفت کو جملہ فعلیہ ماضی اور دوسری کو مفرد لانے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وضع پہلے اور معنی کا مفرد اور مرکب ہونا بعد کو ہوتا ہے اور مجرور ہونے کی حالت میں مفرد معنی کی صفت ہے اور اس وقت مفرد کے یہ معنی ہیں کہ معنی مفرد وہ ہے کہ اس کے جز پر لفظ کا جز دلالت نہ کرے لیکن اس صورت میں بھی مصنف پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو معنی صفت افراد کے ساتھ پہلے سے متصف تھے ان کیلئے وضع ہوئی حیں سے معنی کا مفرد ہونا پہلے اور افراد و ترکیب بعد میں معلوم ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ یہاں معنی کا مفرد وضع سے پہلے مجازاً کہا گیا ہے جیسا کہ طالب علم کو مجازاً مولوی کہدیتے ہیں نصب کی صورت میں دو احتمال ہیں یا تو یہ ضمیر وضع سے حال واقع ہوگا یا المعنی سے جو کہ درحقیقت مفعول بہ ہے بواسطہ حرف جر کے اور یہ صورت بھی اشکال سے خالی نہیں اسلئے کہ حالت نصبی میں رسم خط میں الف لکھا جاتا ہے اور عامل ذوالحال اور حال کا زمانہ ایک ہوتا ہے اور یہاں ان دو امروں میں سے ایک بھی موجود نہیں نہ تو رسم خط میں الف ہے اور نہ عامل ذوالحال اور حال کا زمانہ ایک ہے جواب یہ ہے کہ رسم خط میں الف اس وقت لکھا جاتا ہے جب کہ نصب کے سوا اس میں اور کوئی احتمال نہ ہو اور یہاں نصب کے علاوہ دو احتمال اور ہیں نیز عامل ذوالحال اور حال میں مقارنت بھی ہوسکتی ہے اور تقدم و تاخر بھی مقارنت زمانی ہوگی اور تقدم تاخر ذاتی دونوں میں کوئی

نہیں ہوسکتی اس طرح ہوسکتا ہے کہ وضع اور افراد دونوں کا زمانہ ایک بھی ہو اور وضع افراد پر مقدم بھی ہو لہذا اب کوئی اشکال نہیں کیونکہ اس وقت حال ذوالحال کا زمانہ بھی ایک ہوگیا اور وضع کا افراد پر تقدم باقی رہا کلمہ کی تعریف میں مفرد کی قید لگانے سے قائمۃ اور بصریۃ خارج ہوگئے اس لئے کہ قائم معنی قیام اور تا تانیث پر دلالت کرتی ہے اسیطرح بصرہ سے ایک شہر اور یاء سے نسبت سمجھی جاتی ہے اور تا تانیث کرتی ہے

لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ

موصوف خبر ۱۲ ...... صفت ۱۲

١ قولہ لفظ الخ لفظ کے معنی لغت میں کسی چیز کے پھینکنے اور ڈالنے کے ہیں یقال اکلت التمرۃ ولفظت النواۃ یعنی میں نے چھوہارے کو کھایا اور گٹھلی کو پھینک دیا اور اصطلاح نحاۃ میں لفظ مایتلفظ بہ الانسان من حرف فصاعداً کو کہتے ہیں یعنی جس کو انسان تلفظ کرسکے وہ لفظ ہے خواہ ایک حرف ہو یا زیادہ۔ پس اس صورت میں تلفظ کی یہ تعریف محذوف اور ضمیر کو بھی شامل ہوگی اس لئے کہ انسان ان دونوں کا تلفظ بھی کرسکتا ہے محذوف کا تلفظ تو ظاہر ہے کہ انسان کرسکتا ہے اور ضمیر مستتر کا تلفظ اس صورت میں ہوگا جب کہ اس کو ضمیر بارز مثلاً انت ہو وغیرہ سے تعبیر کیا جائے پھر انسان کا یہ تلفظ عام ہے کہ ابتداءً اس سے سرزد ہو یا کسی دوسرے کا کلام ہو جس کو انسان تلفظ کرے اس وقت الفاظ الہیہ اور جنیہ کو بھی شامل ہوگا۔ کلمہ کی تعریف میں لفظ بمنزلہ الاشتراک ہے کہ مہمل اور موضوع اور مفرد مرکب سب کو شامل ہے اور باقی قیدیں اسمیں احترازی اور مابہ الامتیاز کے درجہ میں ہیں ترکیب الکلمۃ مبتدا اور لفظ اپنے صفت وضع سے مل کر خبر ہے لیکن اسی ترکیب پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مبتدا اور خبر کے مابین تذکیر اور تانیث میں مطابقت ہونی چاہیے اور یہاں مبتدا مونث اور خبر مذکر ہے جواب یہ ہے کہ مبتدا اور خبر کے مابین مطابقت اس وقت ضروری ہوتی ہے جب کہ خبر مشتق ہو اور اسمیں کوئی ایسی ضمیر ہو جو کہ مبتدا کی طرف راجع ہے نیز وہ خبر تذکیر و تانیث میں برابر ہو اور یہاں پر خبر اگرچہ تذکیر و تانیث میں برابر نہیں مگر نہ تو وہ مشتق ہے اور نہ اسمیں کوئی ایسی ضمیر ہے جو مبتدا کی طرف راجع ہو پس اس وقت مبتدا اور خبر کے درمیان مطابقت ضروری نہ ہوئی ۱۲

٢ قولہ وضع الخ وضع لغت میں بمعنی نہادن اور اصطلاح میں ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ اس طرح برخاص کرنے کو کہتے ہیں کہ جب شی اول یعنی مخصص کا احساس یا اطلاق کیا جائے تو شی ثانی یعنی مخصص لہ سمجھی جائے کلمہ کی تعریف میں اس قید سے مہملات جیسے جسق اور وہ الفاظ جو بالطبع دلالت کرتے ہیں جیسے اح اح خارج ہوگئے اسلئے کہ وضع اور تخصیص ان میں نہیں پائی جاتی اور ابھی تک اسمیں الفاظ موضوع مفرد اور مرکبہ کلامیہ اور غیر کلامیہ سب داخل ہیں ۱۲ ٣ قولہ معنی یہ باعتبار لغت یا تو بروزن مفعل اسم مکان ہے بمعنی جائے قصد یا مصدر میمی ہے معنی میں مفعول کے اور یا یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے دراصل معنوی تھا بقاعدہ سید و لدیا واو سے بدل گیا اور مناسبت یا کی وجہ سے ضمہ نون کو کسرہ سے بدل لیا پھر خلاف قیاس ایک یا کو حذف کردیا اور کسرہ نون کو فتحہ سے بدل لیا پھر یا کو الف سے اور الف کو التقائے ساکنین کی وجہ سے گرادیا معنی ہوا۔ المعنی کی قید سے حروف ہجا یا تا ثا وغیرہ خارج ہوگئے اسلئے کہ ان کی وضع غرض ترکیب کیلئے ہے معنی کیلئے نہیں اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ غرض ترکیب حروف سے مقصودہ ہوتی ہے اور جو شی کسی سے مقصود ہوتی ہے وہ معنی ہے لہذا غرض ترکیب کو معنی سے خارج کرنا درست نہیں جواب یہ ہے کہ معنی اصطلاح میں وہ ہیں جو کہ لفظ سے قصد کئے جائیں اور لفظ میں داخل ہوں۔ غرض

وخل وماء یعنی سکنجبین سرکہ اور شہد اور پانی کا مجموعہ ہے اس صورت میں عطف پہلے اور حکم بعد میں ہوتا ہے دوسرے تقسیم کل الی الجزئیات۔ جیسے الانسان زید و عمرو بکر اس صورت میں حکم پہلے اور عطف بعد میں ہوتا ہے اور مقسم کا اطلاق اسکے اقسام میں سے انفرادًا ہر قسم پر کیا جاتا ہے اور چونکہ یہاں تقسیم کی یہ دوسری صورت یعنی تقسیم کل الی الجزئیات ہے لہذا حکم عطف پر مقدم ہے۔ عطف حکم پر مقدم نہیں کہ مجموعہ پر حکم کا ترتب ہو اور اس کا وجود خارج میں ضروری سمجھا جائے ۱۲ ۲ قولہ لانہا اما ان تدل الخ کلمہ کے اقسام ثلثہ میں منحصر ہونے کی دلیل ہے اور چونکہ ما بین النفی والاثبات دائر ہے اسلئے اسے دلیل حصر کہتے ہیں لیکن یہاں پر ایک سوال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دلیل دعویٰ کی فرع ہے اور دعویٰ حصر کا کیا نہیں گیا لہذا بدون دعوے کے دلیل لغو ہے جواب یہ ہے کہ مصنف نے کلمہ کی تین قسمیں بیان کرکے جب سکوت اختیار کیا تو چونکہ محل بیان میں سکوت بیان ہوتا ہے اس لئے معلوم ہوا کہ کلمہ اقسام ثلثہ میں منحصر ہے ورنہ اگر کوئی اور قسم ہوتی تو محل تقسیم میں اس کا بھی اظہار کیا جاتا یا یہ کہا جائے کہ دلیل حصر سے پیشتر عبارت مقدر ہے ای انحصرت الکلمۃ فی ہذا الاقسام الثلاثۃ پھر اس دلیل حصر پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ان حرف مشبہ بالفعل مبتدا اور خبر پر داخل ہوتا ہے اول کو اسم ان اور ثانی کو خبر ان کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ خبر مبتداء کی مبتدا پر محمول ہوتی ہے پس ان کی خبر بھی ان کے اسم پر محمول ہوگی لیکن یہاں ایسا نہیں اس لئے کہ ان کا اسم ضمیر متصل ہے اور ان تدل خبر ہے جو کہ بتاویل مصدر ہے مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہو سکتا اور جواب یہ ہے کہ ان تدل ان کی خبر نہیں ہے بلکہ وہ محذوف ہے ای لانہا من شانہا ان تدل پس اس وقت مصدر کا حمل ذات پر لازم نہیں آتا پھر اگر کوئی یہ کہے کہ دلیل کی شق ثانی ان لا تدل میں جیسا کہ مطلق دلالت کی نفی ہوتی ہے وضع کی بھی ہو جاتی ہے اس لئے کہ وضع خاص اور دلالت عام ہے اس لئے کہ وہ بدون وضع کے دوال اربعہ یعنی خطوط عقود نصب شارات میں پائی جاتی ہے اور قاعدہ ہے کہ انتفائے عام انتفائے خاص کو مستلزم ہوتا ہے پس جب مطلق دلالت کی نفی ہوگی تو وضع کی بھی ہو جائیگی اور جب وضع کی نفی ہوگی تو کلمہ کی بھی ہو جائیگی اس لئے کہ کلمہ کی تعریف میں وضع ماخوذ ہے پھر جب کلمہ کی نفی ہو گئی تو اب مصنف اپنے قول الثانی الحرف میں کس چیز کی تقسیم کرتا ہے اور جواب یہ ہے کہ اگرچہ مطلق دلالت وضع سے عام ہے لیکن ان لا تدل میں جس دلالت کی نفی ہے وہ مطلق دلالت نہیں بلکہ اخص ہے یعنی دلالت فی نفسہا پس اس صورت میں دلالت فی نفسہا کی نفی ہو کر مطلق دلالت کی نفی نہ ہوگی اور جب مطلق دلالت کی نفی نہ ہوئی تو وضع کی بھی نہ ہوگی اور کلمہ کی تقسیم صحیح ہو جائے گی ۱۲ ۔

وَهِيَ[۱] اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِاَنَّهَا[۲] اِمَّا اَنْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا اَوْ لَا اَلثَّانِي الْحَرْفُ وَالْاَوَّلُ اِمَّا اَنْ يَّقْتَرِنَ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ اَوْ لَا اَلثَّانِي الْاِسْمُ

مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — ای من صفتہا ۱۲ — مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — ای ماضی وحال و مستقبل ۱۲

۱ قولہ وہی اسم و فعل و حرف ہی ضمیر کلمہ کیطرف راجع ہے اور یہ کلمہ کی تعریف کے بعد اس کی تقسیم کا بیان ہے کہ تین قسموں اسم فعل حرف میں منحصر ہے اب اگر کوئی کہے کہ ہی مبتدا ہے اور اسم و فعل و حرف اس کی خبر ہے اور قاعدہ ہے کہ جب اسمائے اشارہ اور ضمیر مبتدا ہوں تو تذکیر و تانیث میں رعایت خبر کی ہوتی ہے نہ کہ مرجع اور مشار الیہ کی پس رعایت خبر سے اس ضمیر کو مذکر لانا چاہیئے تھا ای ہو اسم و فعل و حرف مونث کیوں لائے۔ جواب یہ ہے کہ ہی مبتدا کی خبر محذوف ہے ای ہی منقسمۃ الی اسم و فعل و حرف اور وہ چونکہ مونث ہے لہذا ضمیر کو مونث لانے میں خبر کی رعایت ہوئی نہ کہ مرجع کی پھر اگر کوئی کہے کہ حذف خبر کا قرینہ بتایا جائے تو کہا جائیگا کہ مصنف نے چونکہ اولاً کلمہ کی تعریف کی اور اس کے بعد تقسیم کو شروع کیا لہذا معلوم ہوا کہ یہ جملہ تقسیم کلمہ میں ہے اور لفظ منقسمۃ خبر محذوف ہے فائدہ ہر تقسیم میں تین چیزیں ضروری ہیں ایک مقسم دوسرے قسم تیسرے قسیم ہر اخص تحت العام کو اس عام کی قسم اور اس عام کو جس کے تحت میں وہ خاص ہے مقسم کہتے ہیں اور جتنی قسمیں کہ اس عام کی تحت ہیں وہ سب ایک دوسرے کی قسیم کہلاتی ہیں جیسا کہ یہاں پر کلمہ مقسم اور اسم و فعل و حرف اس کی قسمیں اور ہر قسم ان اقسام میں سے ایک دوسرے کی قسیم ہے پھر اس تقسیم پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ ہی اسم و فعل و حرف میں واو عاطفہ ہے اور وہ مطلق جمع کے لئے آتا ہے اور یہ معنی ہیں کہ کلمہ اسم و حرف و فعل کا مجموعہ ہے تو چونکہ یہ مجموعہ خارج میں موجود نہیں ہے لہذا کلمہ کا خارج میں معدوم ہونا اور تقسیم کا عبث ہونا لازم آتا ہے جواب یہ ہے کہ یہاں پر حکم علف پر مقدم ہے عطف حکم پر مقدم نہیں اور یہ معنی ہیں کہ کلمہ اسم ہے کلمہ فعل ہے کلمہ حرف ہے پس اس صورت میں جب کہ ہر جزو پر علیحدہ علیحدہ حکم ہے تو اب کوئی اعتراض نہیں مقسم اپنے اقسام کے ضمن میں پایا جائیگا لہذا کلمہ کا خارج میں معدوم ہونا اور تقسیم کا عبث ہونا لازم نہ آئیگا پھر اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ یہاں حکم عطف پر مقدم ہے عطف حکم پر مقدم نہیں تو کہا جائیگا کہ تقسیم دو طرح پر ہوتی ہے ایک تقسیم کل الی الاجزا جیسے السکنجبین خل و

پس اب محسوس ادعائی ہونے کی حیثیت سے اس کی طرف اشارہ درست ہوگیا۔ باقی اس جگہ اشارہ بعید لانے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ عبارت لطافت اور متانت کے اعتبار سے فصاحت اور بلاغت میں انتہا کو پہنچ گئی ہے اس لئے اس کا یہ بعد رتبی بمنزلہ بعد مسافت کے ہو کر صلاحیت رکھتا ہے کہ اس کی طرف اشارہ کے لئے بجائے ہذا کے ذلک کا لفظ استعمال کیا جائے پس یہی وجہ ہے کہ مصنف نے وقد علم بذلک کہا اور وقد علم بہذا نہ کہا ۱۲

۲ قولہ الکلام الخ جب مصنف کلمہ کی تعریف اور اس کی تقسیم سے فارغ ہو گئے تو اب یہاں سے کلام کو بیان کرتے ہیں کہ کلام اصطلاح نحاۃ میں وہ لفظ ہے کہ جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ متضمن ہے اسناد ایک کلمہ کو دوسرے کی طرف اس طرح پر نسبت کرنے کو کہتے ہیں کہ مخاطب کو پورا پورا فائدہ حاصل ہو اس تعریف میں ما موصولہ ما بہ الاشتراک ہے جو مہملات اور کلمات مفردہ اور مرکبات کلامیہ اور غیر کلامیہ سب کو شامل ہے اور تضمن الخ بمنزلہ فصل کے ہے کہ اس سے مہملات جیسے جسق اور کلمات مفردہ جیسے زید عمرو بکر وغیرہ خارج ہو گئے اور بالاسناد کی قید سے مرکبات غیر کلامیہ جیسے غلام زید وغیرہ نکل گئے صرف مرکبات کلامیہ اس میں باقی رہے خواہ خبریہ ہوں جیسے زیدٌ قائمٌ یا انشائیہ ہوں جیسے اضرب۔ اب اگر کوئی کہے کہ کلام کی تعریف میں متضمن اسم فاعل اور متضمن اسم مفعول دونوں ایک ہیں اس لئے کہ کلام وہ ہے کہ جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ متضمن ہو اور کلمتین عین کلام ہیں جیسا کہ مدلول کلام سے ہوتا ہے کہ وہ کلمتین کے سوا اور کوئی شئی نہیں۔ مثلاً زید قائم کلام ہے کہ دو کلموں کو اسناد کیساتھ متضمن ہے اور جن دو کلموں کو متضمن ہے وہ بھی یہی دو کلمے زید اور قائم ہیں پس اس وقت متضمن اسم فاعل اور متضمن اسم مفعول دونوں ایک ہو گئے حالانکہ وہ دونوں جدا جدا ہیں۔ جواب یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے متضمن اسم فاعل دو کلمے ہیئت اجتماعیہ کی ساتھ ہیں اور متضمن اسم مفعول بدون ہیئت اجتماعیہ کے انفراداً دو کلمے ہیں یا یہ کہا جائے کہ متضمن اسم فاعل تو مع اسناد کے دو کلمے ہیں اور متضمن اسم مفعول بدون اسناد کے دو کلمے ہیں۔ پس متضمن بالکسر اور متضمن بالفتح ایک نہ ہوئے ۱۲ الخ

وَالْاَوَّلُ الْفِعْلُ وَقَدْ عُلِمَ[۱] بِذٰلِكَ حَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ

(کی بدلیل حصر ۱۲ — مفعول مالم یسم فاعلہ ۱۲)

مِنْهَا اَلْكَلَامُ[۲] مَا تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْاِسْنَادِ

(یعنی اقسام الثلثۃ ۱۲ — مبتدا — خبر ۱۲)

۱ قولہ وقد علم الخ یعنی دلیل حصر سے کلمہ کی تین قسموں اسم و فعل و حرف میں سے ہر ایک کی تعریف معلوم ہو گئی اس لئے کہ دلیل حصر میں اِمّا اور او کے ساتھ تردید کی گئی ہے اور ہر تردید میں دو شقوں کو بیان کیا ہے پس تردید اول کی شق ثانی سے حرف کی تعریف سمجھی جاتی ہے کہ حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے ذاتی معنی پر دلالت نہ کرے بلکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہو اور تردید اول کی شق اول اور تردید ثانی کی شق اول سے فعل کی تعریف سمجھی جاتی ہے کہ فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرے اور باعتبار وضع کے تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں پایا جائے۔ پس یہ مقام مصنف کی کمال ذہنیت پر دلالت کرتا ہے کہ اس مختصر عبارت میں طبائع انسانی کو بتایا کہ تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ذکی، متوسط، غبی۔ ذکی تو دلیل حصر سے اسم فعل حرف کی تعریف معلوم کر سکتے ہیں اور متوسط اس تنبیہ پر متنبہ ہو سکتے ہیں اور غبی کے لئے ضرورت ہے کہ ہر ایک کی تعریف کو بصراحت بیان کیا جائے۔ چنانچہ آیندہ چل کر مصنف نے اسم فعل حرف میں سے ہر ایک کی تعریف کو بصراحت بیان کیا اور اگر کوئی کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مصنف نے قد علم کہا اور قد عُرِف نہ کہا حالانکہ دونوں میں ترادف ہے جواب یہ ہے کہ دونوں میں ترادف نہیں علم اور معرفت میں فرق ہے معرفت ادراک جزئیات اور علم ادراک کلیات مرکبات ہے اور دلیل حصر میں چونکہ اِمّا اور او کے ساتھ تردید کی گئی ہے لہٰذا وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہونے کی حیثیت سے مرکبات تصدیقی سے ہے اور اس کے مناسب علم ہے نہ کہ عرف جیسا کہ اوپر گذرا کہ ادراک مرکب علم ہے معرفت نہیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ ذلک اسم اشارہ مشار الیہ محسوس بعید کے لئے وضع کیا گیا ہے اور دلیل حصر جس کی طرف ذلک سے اشارہ ہے وہ نہ تو محسوس ہے اور نہ بعید ہے بلکہ معقولات میں سے ہے اور عنقریب اس کا ذکر ہو چکا ہے پھر اس کی وجہ کیا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف ذلک سے اشارہ کیا جواب یہ ہے کہ محسوس کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی دوسرے ادعائی۔ محسوس حقیقی وہ ہے کہ مدرک بالحس ہو اور محسوس ہو اور محسوس ادعائی وہ ہے کہ باوجودیکہ مدرک بالحس نہیں۔ مگر کثرت وضوح اور فرط ظہور کی وجہ سے اس درجہ میں ہے کہ اس کی نسبت یہ دعویٰ کرتا کہ وہ محسوس کی طرح پر ہے صحیح ہو۔ پس دلیل حصر بھی اسی قسم کی ہے کہ اگرچہ وہ محسوس نہیں مگر مثل محسوس منزود ہے۔

کیوں دلالت نہیں کرتا سواس کی وجہ یہ ہے کہ فعل معنی مصدری ۔ اقتران ۔ بالزمان ۔ نسبت الی فاعل تین چیزوں سے مرکب ہے جن میں سے صرف معنی مصدری مستقل اور باقی سب غیر مستقل ہیں اور چونکہ مستقل اور غیر مستقل سے جو مرکب ہوتا ہے وہ غیر مستقل ہوتا ہے اس لئے فعل کے مجموعہ معنی مطابقی غیر مستقل ہوئے ۔ پس فعل چونکہ معنی مستقل پر مطابقۃ دلالت نہیں کرتا لہٰذا وہ تعریف اسم میں ما دل علیٰ معنی فی نفسہ کی قید سے خارج ہوگیا ۔ اب اس کے اخراج کیلئے کسی دوسری قید کا لگانا یقیناً عبث ہوگا ۔ جواب یہ ہے کہ تعریف اسم میں گو پہلی قید سے فعل التزاماً خارج ہوتا ہے مگر چونکہ تعریفات میں دلالت التزامی اور تضمنی کا اعتبار نہیں اس لئے قید ثانی کا اضافہ کرنا پڑا ۔ کہ فعل سے بصراحت احتراز ہو جائے (رفائدہ) اور جو مذکور ہوا ہے کہ مستقل اور غیر مستقل کا مجموعہ غیر مستقل ہوتا ہے یہ حکم ہر مستقل اور غیر مستقل کے مجموعہ کا نہیں ۔ بلکہ اس مرکب کا ہے جس کی ترکیب کسی ایسے غیر مستقل سے ہو جو امر خارج اور اجنبی کا محتاج ہو ۔ پس یہ اعتراض کہ کلام کا ایک جز اسناد ہے اور وہ غیر مستقل ہے لہٰذا مستقل اور غیر مستقل سے مل کر کلام بھی غیر مستقل ہو جائے گا صحیح نہیں اسلئے کہ کلام میں اسناد کی احتیاج کسی امر اجنبی کیطرف نہیں ہے بلکہ مسند اور مسند الیہ کیطرف ہے ۔ جن سے اسناد انتزاع کی جاتی ہے بخلاف فعل کے کہ اس کا ایک جز یعنی نسبت الی فاعل امر اجنبی یعنی فاعل کا محتاج ہے پس فعل کے مجموعہ معنی مطابقی مستقل اور غیر مستقل سے مل کر غیر مستقل ہوئے اور کلام غیر مستقل نہ ہوگا ۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ دلیل حصر میں تو مصنف نے فی نفسہا کہا ۔ ضمیر مونث کی لائے اور یہاں تعریف اسم میں فی نفسہ کہا ضمیر مذکر کی لائے حالانکہ دونوں جگہ ضمیر سے مراد کلمہ ہے ۔ تو جواب یہ ہے کہ یہاں ضمیر کو مذکر لانے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ فی نفسہ کی ضمیر جیسا کہ ما موصولہ کیطرف راجع ہے اور اس سے مراد کلمہ ہے اسی طرح معنی کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور یہ اعتراض کہ فی نفسہ کی ضمیر معنی کی طرف عائد کرنے میں ظرفیۃ الشیٔ لنفسہ لازم آتی ہے باطل ہے کیونکہ اس وقت فی نفسہ کے معنی اعتبار یہی جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں ۔ الدار فی نفسہا ثمن کذا ۔ یعنی گھر کی قیمت باعتبار مجرد گھر ہونے کے بدون لحاظ امر آخر کے یہ ہے پس اعتبار سے تعریف اسم فی نفسہ کے یہ معنی ہوں گے ۔ کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر اپنے اعتبار سے بدون لحاظ امر آخر کے دلالت کرے اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں نہ پایا جاوے ۱۲

✧ ✧ ✧ ✧ ✧ ✧ ✧ ✧

ولا یتأتّی ذٰلک الّا فی اسمین او اسمٍ وفعلٍ [۱] الاسم [۲] ما

دلّ علیٰ معنًی فی نفسه غیر مقترنٍ باحد الازمنة الثلٰثة

[۱] قولہ ولا یتأتی ذلک الخ یہ درحقیقت ایک شبہ کا ازالہ ہے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ چونکہ کلام دو کلموں سے مرکب ہوتا ہے اور کلمہ کی تین قسمیں ہیں ۔ اسم ۔ فعل ۔ حرف لہٰذا باقتضائے عقل کلام کی چھ صورتیں ہیں یا تو دو اسموں سے مرکب ہوگا یا دو فعلوں سے یا دو حرفوں سے یا ایک اسم اور ایک فعل سے یا ایک فعل اور حرف سے یا ایک اسم اور ایک حرف سے کما قیل ؎ اسم اسم و فعل فعل و حرف حرف اسم فعل و فعل حرف و اسم حرف پس مصنف اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ کلام کے حاصل ہونے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں یا تو ضمن میں دو اسموں کے حاصل ہوگا کہ ان میں ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ ہو جائیگا اور یا ضمن میں ایک اسم اور ایک فعل کے حاصل ہوگا کہ فعل مسند اور اسم مسند الیہ ہو جائیگا ۔ باقی نہیں اور چار صورتیں یعنی دو فعل یا دو حرف یا ایک اسم اور ایک حرف یا ایک فعل اور ایک حرف سے کلام کا مرکب ہونا یہ صحیح نہیں اس لئے کہ کلام میں مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے اور ان چار صورتوں میں کسی صورت میں مسند ہے اور مسند الیہ نہیں اور کسی میں مسند الیہ ہے مسند نہیں کسی صورت میں دونوں میں سے ایک بھی نہیں پایا جاتا ۱۲ [۲] قولہ الاسم ما دل الخ یعنی اسم وہ ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس کے ساتھ نہ سمجھا جاوے ۔ تعریف اسم میں ماول بمنزلہ جنس کے ہے اور اس سے مراد کلمہ ہے کیونکہ وہ مقسم ہے اور مقسم تعریفات اقسام میں معتبر ہوتا ہے پس تمام کلمے اس میں داخل ہیں اور فی نفسہا الخ بمنزلہ فصل کے ہے اس سے حرف خارج ہوگیا اور غیر مقترن کی قید بھی احترازی ہے کہ اس سے فعل خارج ہو جاتا ہے اب یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ تعریف اسم میں دل علی معنی فی نفسہ کی قید سے جیسا کہ حرف سے احتراز ہے فعل بھی اس قید سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں دلالت مطلق ہے اور مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے لہٰذا بقاعدہ المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل اس دلالت سے دلالت مطابقی مراد ہوگی جو کہ دلالت کا فرد کامل ہے اور یہ معنی ہوں گے ۔ کہ اسم وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل پر مطابقۃ دلالت کرے اور یہ فعل چونکہ معنی مستقل پر مطابقۃ دلالت نہیں کرتا لہٰذا وہ دل علی معنی فی نفسہ کی قید سے خارج ہوگیا پس اب اسکے اخراج کیلئے تعریفات اسم میں کسی دوسری قید کا لگانا یقیناً عبث ہوگا ۔ رہا یہ امر کہ فعل معنی مستقل پر مطابقۃ

اسم کا خاصہ ہے پس ضروری ہے کہ اس کا اثر بھی اسم کی ساتھ مختص ہو ورنہ اثر کا بدون موثر کے ہونا لازم آئیگا اور یہ بدیہی البطلان ہے اب رہا امر کہ دخول جر اسم کا خاصہ کیوں ہے سو اس کی دلیل یہ ہے کہ حرف جر اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ وہ معنی فعل کو اسم کیطرف پہنچائے لہذا مناسب یہ ہے کہ اسم پر داخل ہو اور معنی فعل کو اس کی طرف پہنچائے اور اگر کوئی یہ کہے کہ دعوی تو یہ تھا کہ مطلق جر اسم کا خاصہ ہے اور دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو جر کہ حرف جر لفظی اور تقدیری کا اثر ہے وہ اسم کا خاصہ ہے اور وہ جو حرف جر کا اثر نہیں جیسے حسن الوجہ میں اسکا مختص بالاسم ہونا اس دلیل سے ثابت نہیں ہوتا اس کیلئے دوسری دلیل درکار ہے پس دعوی اور دلیل میں مطابقت نہیں ہوئی جواب یہ ہے کہ بلاشبہ اس دلیل سے اس جر کا مختص بالاسم ہونا معلوم ہوتا ہے جو کہ حرف جو لفظی اور تقدیری کا اثر ہے اور وہ جر جو اضافت لفظی میں ہوتا ہے اس کے اختصاص کیلئے یہ دلیل کافی نہیں بلکہ دوسرے دلیل ہے وہ یہ کہ اضافت لفظی اضافت معنوی کی فرع ہے پس نامناسب ہوگا کہ اصل جس کے ساتھ مختص ہو فرع اس کے غیر یعنی فعل کے مختص ہو یا دونوں عام ہو کر پائی جائے ۱۲

ومن خواصه[۱] دخول اللام[۲] والجر[۳] والتنوين[۴] والاسناد اليه[۵] والاضافة

اے الاسم ۱۲ — اے لام التعریف ۱۲ — اے مسندا الیہ لوحدہ ۱۲

[۱] قولہ ومن خواصہ الخ یہ تعریف اسم کے بعد اس کے خواص کا بیان ہے خواص جمع خاصہ کی ہے اور وہ وہ ہے جو ایک شی کے سوا دوسری شی میں نہ پایا جائے۔ خاصہ کی دو قسمیں ہیں۔ شاملہ اور غیر شاملہ شاملہ وہ ہے جو تمام افراد مختص بہا میں پایا جائے جیسے کتابت بالقوہ کہ انسان کا خاصہ ہے اور اس کے تمام افراد میں پایا جاتا ہے اور غیر شاملہ وہ ہے کہ مختص بہا کے تمام افراد میں نہ پایا جائے بلکہ بعض ہی پایا جائے۔ جیسے کتابت بالفعل کہ انسان کا خاصہ ہے اور اسکے تمام افراد میں نہیں پایا جاتا۔ اب یہاں مصنف کے قول ومن خواصہ پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے۔ تقریر اعتراض کی یہ ہے کہ اس جگہ اجتماع ضدین لازم آتا ہے اس لئے کہ خواص خاصہ کی جمع ہے جو بصیغہ جمع کثرت خاصوں کے زیادہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اور تبعیضیہ ہے جس سے خاصوں کا قلیل ہونا سمجھ میں آتا ہے پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اسم کے خاصے سے کثرت سے بھی ہوں اور قلیل بھی۔ ان دونوں میں منافات ہے جواب یہ ہے کہ یہاں اجتماع ضدین لازم نہیں آتا اس لئے کہ خاصہ کی جمع کثرت لانے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسم کے خاصے کثرت سے ہیں اور من تبعیضیہ لاکر یہ بتانا مقصود ہے کہ یہاں اسم کے بعض خاصے ذکر کئے جائیں گے اسم کے خاصوں میں سے ایک لام تعریف کا داخل ہونا ہے اس لئے کہ لام تعریف معنی مستقل مطابقی کے تعین پر دلالت کرتا ہے اور یہ معنی اسم کے سوا کسی اور میں نہیں پائے جاتے کیونکہ حرف کے معنی تو سرے سے مستقل ہی نہیں اور فعل اگرچہ معنی مستقل پر دلالت کرتا ہے لیکن وہ معنی مطابقی نہیں بلکہ تضمنی ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ فعل باعتبار معنی مصدری کے مستقل ہے نہ کہ باعتبار مجموعہ معنی مطابقی کے۔ پھر یہاں پر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مصنف نے دخول اللام کہا اور دخول اللام والالف نہ کہا۔ کیونکہ اس سے اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میرے نزدیک سیبویہ کا مذہب مختار ہے کہ حرف تعریف دراصل لام ہے ہمزہ کو بوجہ محال ہونے ابتدا بالسکون کے اس پر داخل کیا گیا ہے بخلاف خلیل ابن احمد کے وہ حرف تعریف مجموعہ الف لام کو کہتا ہے اور بخلاف مبرد کے کہ اس کے نزدیک حرف تعریف صرف ہمزہ ہے اور لام کو اس میں ہمزہ استفہام اور ہمزہ تعریف کے مابین فرق کرنیکے لئے لایا گیا ہے اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ تینوں مذہبوں میں سے مذہب سیبویہ کے اختیار کرنیکی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ الف درج کلام میں گر جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرف تعریف صرف الف نہیں اور نہ مجموعہ الف ولام ہے ورنہ الف درج کلام میں نہ گرتا کہ اس سے مذہب خلیل پر ترجیح بلا مرجح اور مذہب مبرد پر اصل کا محذوف ہونا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے پس ثابت ہوگیا کہ اصل تعریف میں لام ہے جو ہر حال میں باقی رہتا ہے ۱۲ [۲] قولہ یعنی جر بھی اسم کا خاصہ ہے اس لئے کہ وہ اثر ہے حرف جر کا مجرور بہ لفظاً ہو جیسے مررت بزید یا مجرور بہ تقدیراً جیسے غلام زید میں اور حرف جر کا داخل ہونا خواہ حرف جر لفظاً ہو یا تقدیراً

[۳] قولہ والتنوین یعنی خواص اسم میں سے دخول تنوین ہے اس لئے کہ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہے

اقسام التنوین

- تمکن
- تنکیر
- عوض
- مقابلہ
- ترنم

ان میں سے تنوین ترنم فعل میں پائی جاتی ہے جیسے قول الشاعر ہے وقولی ان اصبت لقد اصابن اور باقی چار قسمیں اسم کے ساتھ مختص ہیں اسلئے کہ خود تمکن، تنکیر، عوض، مقابلہ جن کے لئے تنوین آتی ہے خواص اسم میں سے ہیں پس لامحالہ تنوین بھی خصائص اسم سے ہوگی اور چونکہ قاعدہ ہے للاکثر حکم الکل لہذا مصنف نے مطلق تنوین کو خواص اسم میں سے شمار کیا اور یہ خیال نہیں کیا کہ اقسام تنوین سے ترنم فعل میں پائی جاتی ہے ۱۲ [۴] قولہ والاسناد الیہ یہ مرفوع ہے اور اس کا عطف دخول اللام پر ہے اور یہ معنی ہیں کہ اسم کے خواص میں سے مسند الیہ ہونا ہے اس لئے کہ واضع نے فعل کو مسند کے لئے وضع کیا ہے پس اگر فعل مسند الیہ ہوگا تو خلاف وضع لازم آئیگا لہذا معلوم ہوا کہ مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے ۱۲ [۵] قولہ والاضافة یہ بھی مرفوع ہے اور یہ معنی ہیں کہ بتقدیر حرف جر مضاف ہونا اسم کا خاصہ ہے اس لئے کہ اضافت کو تعریف۔ تخصیص اور تخفیف لازم ہے اور یہ تینوں اسم کے ساتھ مختص ہیں پس اگر اضافت غیر اسم کا خاصہ ہو تو لازم اضافت کا غیر اسم میں ہونا پایا جائے گا اور یہ محال ہے یا مضاف الیہ ہونا بھی خواص اسم میں سے ہے اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ فقط مضاف ہونا اسم کا خاصہ ہے اس لئے کہ فعل مضاف الیہ ہوتا ہے جیسے قولہ تعالی یوم ینفع الصادقین صدقہم اور بعض دونوں کو اسم کا خاصہ بتاتے ہیں اور جن مثالوں میں فعل مضاف الیہ ہے ان کو بتاویل مصدر کرتے ہیں ای یوم نفع الصادقین ✦ ✦

ترکیب اس کے عامل کیساتھ متحقق ہو پس غلام زید میں غلام کی ترکیب چونکہ اسکے عامل کے ساتھ متحقق نہیں لہٰذا وہ تعریف معرب سے خارج ہے باقی رہا یہ امر کہ کلام مصنف سے تو تعریف معرب میں ترکیب مع الغیر کا پتہ چلتا ہے اس میں یہ قید نہیں کہ اس کی ترکیب عامل کی ساتھ متحقق ہو لہٰذا اپنی جانب سے اس قید کا اضافہ کرنا باطل ہے اور یہ توجیہ الکلام بما لا یرضی بہ القائل ہے جواب یہ ہے کہ ترکیب مع العامل کی قید معرب کی تعریف میں ہم نے اپنی طرف سے نہیں لگائی بلکہ خود مصنف کے کلام سے سمجھی جاتی ہے اسی لئے کہ تعریف معرب میں مصنف نے مطلق ترکیب کو ذکر کیا ہے اور قاعدہ ہے کہ مطلق سے عند الاطلاق اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے اور ترکیب کا فرد کامل یہی ہے کہ وہ اپنے عامل کیساتھ متحقق ہو لہٰذا یہ قید خود مصنف کے کلام سے مستفاد ہوتی ہے یہ نہیں کہ توجیہ الکلام بما لا یرضی بہ القائل ہو۔ اس کے بعد تعریف معرب پر ایک مشہور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مصنف نے تعریفات معرب میں الذی لم یشبہ مبنی الاصل فرمایا ہے اور چونکہ مشابہت اشتراک فی الکیف کو کہتے ہیں لہٰذا جو اسم کہ مبنی اصل کے ساتھ کیف میں شریک نہیں۔ صرف کمیت میں شریک ہے معرب ہوگا۔ حالانکہ وہ مبنی ہے مثلاً کاف خطاب اسمی کاف خطاب حرفی کے ساتھ صرف کمیت میں شریک ہے کیف میں شریک نہیں لہٰذا وہ معرب ہوگا۔ حالانکہ مبنی ہے جواب یہ ہے کہ یہاں لم یشبہ بمعنی لم یناسب ہے اور چونکہ مناسبت مشابہت سے عام ہے لہٰذا وہ اشتراک فی الکیف والکم دونوں کو شامل ہوگی اور اگر کوئی یہ کہے کہ جب مناسبت مشابہت سے عام ہے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ معرب کا کوئی فرد نہ پایا جائے اس لئے کہ کوئی اسم ایسا نہیں جس کی مبنی اصل کے ساتھ کسی حیثیت سے مناسبت نہ ہو کہ کم از کم ایک اسم کو دوسرے اسم کے ساتھ کلمہ ہونے اور موضوع ہونے اور ملفوظ ہونے میں مناسبت اور اشتراک ہے پس اگر اسم معرب کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کو مبنی اصل کے ساتھ مناسبت نہ ہو تو اس وقت معرب کا وجود نہ ہوگا اور جتنے اسم ہیں سب مبنی میں منحصر ہو جائیں گے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں مناسبت عام نہیں بلکہ وہ مناسبت مراد ہے جو کہ منع صرف میں موثر ہوتی ہے اور اس کی متعدد صورتیں ہیں جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہے۔

وهو معربٌ ومبنيٌّ فالمعربُ المركبُ الذي لم يُشبه مبنيَّ الاصلِ

[1] قولہ وہو معرب الخ یہاں سے مصنف نے اسم کی تعریف اور اس کے خواص بیان کرنے کے بعد اس کی تقسیم کو شروع کیا کہ اسم کی دو قسمیں ہیں معرب اور مبنی معرب یا تو اسم ظرف کا صیغہ ہے اعراب بمعنی اظہار سے پس معرب کو معرب اسلئے کہتے ہیں کہ وہ اظہار معانی کا محل ہے یا وہ اسم مفعول کا صیغہ ہے اعراب بمعنی ازالہ فساد سے پس اس وقت معرب کو معرب اسلئے کہیں گے کہ اس پر پے در پے آنیوالے معانی کے اظہار سے فساد کا ازالہ ہو گیا اور بعض معنی کا بعض کے ساتھ التباس نہیں ہوا مبنی بناء بمعنی قرار اور عدم تغیر سے ماخوذ ہے مبنی کو مبنی اس لئے کہتے ہیں کہ اسمیں اختلاف عوامل کی وجہ سے کوئی تغیر نہیں ہوتا ایک ہی حال پر رہتا ہے پھر جب یہ معلوم ہو چکا کہ اسم کی دو قسمیں ہیں معرب اور مبنی تو اب یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اسم کے ان دونوں قسموں میں منحصر ہونے کی کیا وجہ ہے چنانچہ اس کی دلیل حصر یہ ہے کہ اسم دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہوگا یا نہ ہوگا اگر اپنے غیر کی ساتھ مرکب نہ ہو تو وہ مبنی ہے اور جب اس کی ترکیب غیر کے ساتھ ہو تو دو حال سے خالی نہیں مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہ ہوگا تو وہ معرب ہے ورنہ مبنی ہے غرض مبنی کی تین صورتیں اور معرب کی ایک حالت ہے وہ یہ کہ اسم اپنے عامل کیساتھ مرکب ہو اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھے لیکن چونکہ بہ نسبت مبنی کے معرب کے افراد زیادہ ہیں اور اس کے مسائل بھی بہ نسبت مبنی کے زیادہ ہیں اس لئے مصنف نے مبنی پر معرب کو مقدم کیا اور کہا فالمعرب المرکب الخ یعنی معرب وہ مرکب ہے جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھے اسم معرب میں مرکب کی قید سے اسماء معدودہ جیسے زید عمرو بکر لباط وغیرہ خارج ہو گئے اسلئے کہ یہ سب ترکیب سے پیشتر مبنی ہیں ان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا اور بعد ترکیب کے معرب ہیں جیسے زید جاءنی زید میں کہ ترکیب کے بعد مرفوع ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ترکیب میں المعرب مبتداء اور المرکب خبر ہے اور قاعدہ ہے کہ خبر مبتداء پر محمول ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر مرکب معرب ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جملہ کو بھی معرب کہا جائے حالانکہ وہ اعراب اور بنا کی ساتھ متصف نہیں ہوتا جواب یہ ہے کہ الف و لام المرکب میں بمعنی الذی اور مرکب اسم مفعول بمعنی رکب ہے اور عبارت کے یہ معنی ہیں کہ معرب وہ ہے کہ جس کی ترکیب اس کے غیر کے ساتھ ہو پس اس وقت جملہ تعریف معرب سے خارج ہو جائیگا اس لئے کہ وہ ہر چند کہ ترکیب سے حاصل ہوتا ہے مگر غیر کے ساتھ اس کی ترکیب نہیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ غلام زید میں غلام پر معرب کی یہ تعریف صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ اپنے غیر کی ساتھ مرکب ہے پس چاہئے کہ اس کو بھی معرب کہیں حالانکہ اس پر اعراب جاری نہیں کرتے پس معلوم ہوا کہ معرب کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں۔ جواب یہ ہے کہ مرکب سے مراد وہ مرکب ہے جس کی

اقسام مناسبت با مبنی اصل

یہ ہے کہ ما اختلف آخرہ بہ میں ما موصولہ ہے اور وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس سے مراد علی الخصوص حروف وحرکات ہیں یا عام مراد ہے اگر حروف حرکات مراد ہیں تو عامل اور معنی مقتضی کا تعریف اعراب سے خارج ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ یہ دونوں از قبیل حروف وحرکات نہیں ہیں اور اعراب کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ از قبیل حروف وحرکات ہو۔ اور جب عام مراد ہو تو عامل اور معنی مقتضی دونوں بہ کی قید سے خارج ہیں اس لئے کہ اس میں باء سببیت کے واسطے ہے اور متبادر سببیت سے سببیت قریبہ ہے پس عامل اور معنی مقتضی چونکہ اختلاف کا سبب بعید ہیں لہذا ان سے احتراز ہو جائیگا ۱۲ ؎۴ قولہ المعتورۃ الخ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور معنی میں یکے بعد دیگرے آنیوالے کے ہے یعنی یہ معرب کا آخر اس وجہ سے مختلف ہوتا ہے کہ وہ اختلاف ان معانی پر جو معرب پر یکے بعد دیگرے آتے ہیں دلالت کرنے وہ معانی یہ ہیں. فاعلیت. مفعولیت اضافت غرض اعراب کی انواع مختلف کی وضع اس لئے ہے کہ ان سے معانی مختلف یعنی فاعلیت اور مفعولیت اور اضافت سمجھے جائیں اب اگر کوئی کہے کہ معتورۃ متعدی ہے اس کے صلہ میں علی نہیں آتا پھر کیا وجہ ہے کہ مصنف اس کے صلہ میں علی لائے ہیں جواب یہ ہے کہ اس مقام میں مصنف نے صنعت تضمین کو اختیار کیا ہے. صنعت تضمین یہ ہے کہ جب کسی جگہ فعل یا شبہ فعل کے ساتھ کوئی ایسا حرف ہو کہ اس فعل یا شبہ فعل کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو سکتا ہو تو وہاں مناسب محل کے کسی مصدر سے ایسا مشتق نکالتے ہیں کہ اس کے واسطے سے اس حرف جر کا تعلق فعل یا شبہ فعل کے ساتھ ہو سکے پس وہ مشتق ترکیب میں اس مذکور سے حال واقع ہوتا ہے اور حرف جر اس کے متعلق واقع ہوتا ہے تاکہ بواسطہ اس حال مقدرہ کے اس کا تعلق مذکور سے صحیح ہو جائے اس لئے کہ حرف جر تو حال کے متعلق ہوگا اور حال ذوالحال کے متعلق ہوگا۔ اور چونکہ متعلق متعلق شئی اس شئی کے متعلق ہوتا ہے لہذا وہ حرف جر بواسطہ حال مقدرہ کے مذکور کے متعلق ہو جائیگا پس یہاں واردۃ کو ورود مصدر سے کہ مناسب محل ہے اخذ کر کے علی کو اس کے متعلق کیا اس کے بعد واردۃ کو معتورۃ سے حال کیا تاکہ تاویل مذکور علی کا تعلق معتورہ سے صحیح ہو جائے ۱۲ ؎۵ قولہ وانواعہ الخ یعنی انواع اعراب کے رفع نصب جر ہیں اب اگر کوئی کہے کہ کیا وجہ ہے مصنف نے یہاں انواعہ کہا اور اقسام یا اسکے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ کہا جواب یہ ہے کہ اس لفظ کے اختیار کرنے میں اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ رفع نصب جر میں سے ہر ایک کے تحت میں افراد متعددہ ہیں چنانچہ رفع کے تحت میں الف واو ضمہ اور نصب کے تحت میں یا الف فتحہ کسرہ اور جر کے تحت میں یا فتحہ کسرہ ہے پس اگر مصنف انواع کے بجائے اقسام یا اس کے مثل کوئی دوسرا لفظ کہتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا جو لفظ انواع سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ انواع جمع نوع کی ہے اور وہ اس کلی کو کہتے ہیں جو افراد متفق الحقائق پر محمول ہوتی ہے پس لفظ انواع کہنے سے معلوم ہوا کہ رفع نصب جر میں سے ہر ایک کے تحت میں افراد عدیدہ ہیں پھر اصطلاح نحاۃ میں اسم معرب کی حرکات رفع نصب جر سے اور اسم مبنی کی حرکات ضم۔ فتح کسرہ سے تعبیر کرتے ہیں یا ضمہ فتحہ کسرہ کا استعمال زیادہ تر حرکات بنائیہ میں ہوتا ہے اور کبھی کبھی حرکات اعرابیہ میں بھی ہو جاتا ہے ؎۶ قولہ فالرفع علم الفاعلیۃ یعنی رفع اسم کے فاعل ہونیکی علامت ہے خواہ فاعل حقیقۃ ہو یا حکماً فاعل حقیقی تو ظاہر ہے کہ کسے کہتے ہیں اور فاعل حکمی مبتداء وخبر اور اسم کان اور خبر لائے نفی جنس اور اسم ما و لا مشابہ بلیس ہے ۱۲ ؎۷ قولہ والنصب علم المفعولیۃ یعنی نصب اسم کے مفعول ہونے کی علامت ہے خواہ مفعول حقیقۃ ہو یا حکماً مفعول حقیقی تو ظاہر ہے کہ کسے کہتے ہیں اور مفعول حکمی تمیز مستثنے وغیرہ ہیں ۱۲ ۔

وحکمہ[1] **ان یختلف آخرہ باختلاف العوامل**[2] **لفظاً او تقدیراً**[3] **والاعراب ما اختلف آخرہ بہ لیدل علی المعانی المعتورۃ**[4] **علیہ وانواعہ**[5] **رفع ونصب وجر فالرفع علم الفاعلیۃ**[6] **والنصب علم المفعولیۃ**[7]

؎۱ قولہ وحکمہ الخ یعنی اسم معرب پر جو اثر مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا آخر اختلاف عوامل سے مختلف ہوتا ہے اب یہاں پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مثلاً ان زیداً اور رئیت زیداً اور انا ضارب زیداً میں زید معرب ہے اور باوجود اختلاف عوامل کے اس کا آخر مختلف نہیں جواب یہ ہے کہ وہ عوامل جن کی وجہ سے معرب کا آخر مختلف ہوتا ہے۔ اپنے عمل میں مختلف ہونے چاہئیں اور یہاں ان مثالوں میں سب ایک اعراب یعنی نصب کے خواہاں ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ ضربت زیداً میں زید معرب ہے اور اس میں یہ حکم معرب کا نہیں پایا جاتا کیونکہ یہاں سرے سے عوامل مختلفہ بالکل ہی داخل نہیں چہ جائیکہ اس کا آخر اختلاف عوامل سے مختلف ہو تو جواب یہ ہے کہ جسطرح خاصہ کی دو قسمیں ہیں شاملہ اور غیر شاملہ اسی طرح حکم معرب کی بھی دو قسمیں ہیں شاملہ اور غیر شاملہ پس یہ حکم جو اوپر مذکور ہوا حکم غیر شاملہ میں سے ہے لہذا اگر تمام افراد معرب میں نہ پایا جائے تو کوئی حرج نہیں ۱۲ ؎۲ قولہ لفظاً او تقدیراً یعنی آخر معرب کا یہ اختلاف کبھی لفظی ہوتا ہے جیسے جاء زید ورئیت زیداً ومررت بزید میں اور کبھی تقدیری ہوتا ہے جیسے جاء موسیٰ ورائیت موسیٰ ومررت بموسیٰ میں موسیٰ معرب ہے اور آخر میں الف ہونے کی وجہ سے تینوں حالتوں میں اس پر اعراب تقدیری ہے ترکیب لفظاً اور تقدیراً یہ یا تو تمیز ہے اختلاف کی نسبت سے جو فاعل کی طرف ہے یا کان محذوف کی خبر ہے ای لفظیاً کان الاختلاف او تقدیریاً۔ یا یہ مفعول مطلق محذوف کا مضاف الیہ ہے ای یختلف اختلاف لفظ او تقدیر پس اختلاف مصدر کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام کیا اور جو اعراب کہ مفعول مطلق کا تھا۔ یعنی نصب وہ مضاف الیہ کو دیدیا گیا اس نصب کو اصطلاح میں نصب بنزع خافض کہتے ہیں ۱۲ ؎۳ قولہ الاعراب الخ یعنی اعراب وہ حروف یا حرکات ہیں جن کے سبب معرب کا آخر مختلف ہوتا ہے اب اگر کوئی کہے کہ اعراب کی یہ تعریف عامل اور معنی مقتضی پر بھی صادق آتی ہے پس چاہئے کہ ان کو بھی اعراب کہا جائے حالانکہ وہ دونوں اعراب نہیں ہیں جواب

ہے کہ عامل کی دو قسمیں ہیں لفظی اور معنوی اور اعراب کی بھی دو قسمیں ہیں لفظی اور تقدیری تاکہ آئندہ تقسیم اعراب میں بصیرت حاصل ہو ۱۲ ۳؎ قولہ فالمفرد المنصرف الخ یہاں مصنف اعراب کی تعریف کے بعد اسکی تقسیم کو شروع کرتے ہیں اعراب کبھی بحرکت ہوتا ہے اور کبھی بحرف اور چونکہ دونوں قسم کے اعراب میں اعراب بحرکت اصل ہے اس لئے اولاً اس کا محل بتایا کہ ہر وہ اسم جو مفرد منصرف ہے جیسے زید اور ہر وہ جمع جو مکسر منصرف ہے جیسے رجال دونوں کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی میں فتح کیساتھ اور حالت جری میں کسرہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے جاءنی زید و رجال و رئیت زیدا و رجالاً و مررت بزید و رجال فائدہ لفظ مفرد چار چیزوں کے مقابلہ میں مستعمل ہوتا ہے کبھی تو مرکب کے مقابلہ میں جیسا کہ اوائل کتاب میں کلمہ کی بحث میں گزرا اور کبھی تثنیہ اور جمع کے مقابلہ میں جیسا کہ یہاں فالمفرد المنصرف میں یہی معنی مراد ہیں اور کبھی اس کا اطلاق ایسے اسم پر آتا ہے جو کہ مضاف اور مشابہ مضاف نہیں ہے جیسا کہ لائے نفی جنس کی بحث میں آئیگا اور کبھی جملہ اور شبہ جملہ کے مقابلہ میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ تمیز کی بحث میں آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ ۴؎ قولہ بالضمۃ الخ یہ باعتبار ترکیب کے فعل محذوف کے متعلق ہے اور رفعاً اس فعل محذوف کی ضمیر مستتر سے حال واقع ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے کہ دلیعربان بالضمۃ حال کونہما مرفوعین ای فی حالۃ الرفع علی ہذا القیاس باقی الفاظ کی ترکیب کو سمجھ لینا چاہیے اب اگر کوئی مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف کو اعراب بالحرکت دینے کی وجہ دریافت کرے تو کہا جائے کہ مفرد منصرف اصل ہے اور اعراب بالحرکت بھی اصل ہے پس مناسب ہے کہ اصل کو اصل اعراب دیا جائے باقی رہا یہ امر کہ مفرد منصرف اصل سو اسکا جواب یہ ہے کہ مفرد تو باعتبار تثنیہ جمع کے اصل ہے اور منصرف غیر منصرف کے اعتبار سے اصل ہے لیکن یہاں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مفرد منصرف اصل ہے اور اس کو اصل اعراب دینا ہی مناسب ہے مگر ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جمع مکسر کا بھی یہی اعراب ہونا چاہیئے کیونکہ وہ اصل نہیں بلکہ مفرد کی فرع ہے پس اس کو اصل اعراب کیوں دیا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ جمع مکسر میں مفرد کا وزن سالم نہیں رہتا اور اس کے افراد کثرت سے مفرد کے ہم وزن ہیں جیسے رجال بروزن کلام اور یہ گویا اس کے لئے ابتداءً ایک بنا مستقبل ہے پس وجوہ مذکورہ بالا کی بنا پر اس کی حیثیت مفرد سے کم نہیں لہذا اسکو مفرد کے تابع کرکے فرعی اعراب دیا جائیگا بلکہ اصل اعراب دیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ گویا کہ وہ اپنی اصل پر ہے ۱۲ ۵؎ قولہ جمع المونث السالم الخ اس میں سالم کی قید سے جمع مکسر منصرف سے احتراز ہے ۱۲ ۶؎ قولہ بالضمۃ والکسرۃ یعنی جمع مونث سالم کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کیساتھ اور حالت نصبی اور جری میں کسرہ کے ساتھ ہوتا ہے پس یہاں نصب جر کے تابع ہے جیسے ہن مسلمات و رئیت

۱؎ وَالْجَرُّ عَلَمُ الْإِضَافَةِ ۲؎ الْعَامِلُ مَا بِهٖ يَتَقَوَّمُ الْمَعْنَى

الْمُقْتَضِيُّ لِلْإِعْرَابِ ۳؎ فَالْمُفْرَدُ الْمُنْصَرِفُ وَالْجَمْعُ الْمُكَسَّرُ

الْمُنْصَرِفُ ۴؎ بِالضَّمَّةِ رَفْعًا وَالْفَتْحَةِ نَصْبًا وَالْكَسْرَةِ

جَرًّا ۵؎ جَمْعُ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمُ ۶؎ بِالضَّمَّةِ وَالْكَسْرَةِ

۱؎ قولہ الجر علم الاضافۃ یعنی جر اسم کے مضاف الیہ ہونیکی علامت ہے یہاں اضافت چونکہ مصدر ہے اس لئے اس میں یا مصدری لاحق کرنیکی ضرورت دیکھی گئی بخلاف لفظ فاعل و لفظ مفعول کے کہ وہ مصدر نہ تھے اس لئے ان میں یا مصدری کو لاحق کیا گیا باقی رہا یہ امر کہ رفع کو فاعل کے ساتھ اور نصب کو مفعول کیساتھ اور جر کو اضافت کیساتھ کیوں خاص کیا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ فاعل کے افراد کم ہیں اور جس کے افراد کم ہوتے ہیں وہ ثقیل نہیں سمجھا جاتا ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اس کو ایسا اعراب دیا جائے جو ثقیل ہو پس رفع فاعل کو دیا جائے کیونکہ فاعل خفیف ہے اور رفع ثقیل ہے اور خفیف ثقیل کو برداشت کرسکتا ہے اور اگر کوئی کہے کہ تمام اعراب میں رفع ثقیل ہونیکی کیا وجہ ہے تو کہا جائیگا کہ رفع کبھی واؤ سے ہوتا ہے جو کہ تمام حروف علت میں ثقیل مانا جاتا ہے اور کبھی ضمہ سے ہوتا ہے جو ماتحت واؤ ہونے کیوجہ سے تمام حرکات میں ثقیل ہے پھر نصب کو مفعول کیساتھ اس وجہ سے خاص کیا کہ مفعول کے افراد کثرت سے ہیں اور کثرت ثقیل ہے اور ثقیل مستحق تخفیف ہے پس نصب مفعول کو دیا جو کہ تمام اعراب میں خفیف ہے اور وجہ یہ ہے کہ نصب کبھی الف سے ہوتا ہے اور وہ تمام حروف علت میں سہل ہے اور کبھی فتحہ سے ہوتا ہے جو کہ اخف الحرکات ہے اب مضاف الیہ کیلئے سوائے جر کے چونکہ اور کوئی علامت نہ تھی لہذا مجبوراً اس کو مضاف الیہ کے لئے خاص کیا گیا ۱۲ ۲؎ العامل ما بہ الخ یعنی عامل وہ ہے جس کے سبب ایسے معنی حاصل ہوں جو کہ مقتضی اعراب ہیں اور وہ معنی فاعلیت مفعولیت اور اضافت کے ہیں جیسے جاء زید میں جاء عامل ہے اور اس کے سبب زید میں معنی فاعلیت کے پیدا ہوگئے اور زید معرب اور دال محل اعراب ہے (فائدہ) اس موقع پر یہ یاد رکھنا بھی ضروری

مسلمات و مررت بمسلمات اب اگر کوئی کہے کہ جمع مونث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے لہذا اس کو اعراب بالفرع دینا چاہیئے تھا اعراب بالحرکت کیوں دیا اور جواب یہ ہے کہ اگرچہ جمع مونث سالم کا اعراب بالحرکت ہے مگر وہ اصل اعراب نہیں بلکہ اعراب بالفرع ہونیکا راز اس میں مضمر ہے کیونکہ اعراب بالحرکت میں اصل یہ ہے کہ تینوں حرکتیں ہی آئیں اور یہاں ایسا نہیں بلکہ تینوں حالتوں میں دو حرکتوں کیساتھ آیا ہے لہذا یہ اعراب اس اعراب کی فرع ہے جو تین حالتوں میں تین حرکتوں کے ساتھ آتا ہے اور اگر کوئی کہے کہ جمع مونث سالم کو جب اعراب بالفرع دینا تھا تو اعراب بالحروف کیوں نہ دیا جو کہ فرعیت میں اتم و اکمل ہے تو کہا جائیگا کہ اعراب بالحروف آنیکی صلاحیت رکھے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کے آخر میں حرف علت ہو پس مونث سالم کے آخر میں چونکہ حرف علت نہیں اس لئے اسمیں اعراب بالحروف آنیکی صلاحیت نہیں اب یہ امر کہ نصب کو جر کے کیوں تابع کیا سو اسکا جواب یہ ہے کہ جمع مذکر سالم کی فرع ہے اور اسمیں نصب جر کے تابع کیا گیا جیسا کہ آئندہ آئیگا لہذا یہاں فرع میں بھی نصب جر کے تابع کیا گیا تاکہ اصل اور فرع میں مطابقت باقی رہے

جمع کے مابین از روئے اعراب کے منافرت تامہ اور وحشت بے اندازہ پیدا ہو جائیگی پس لامحالہ بعض مفرد کو بھی اعراب بالحروف دیا گیا تاکہ منافرت فی الجملہ جاتی رہے اور مابین مفرد اور تثنیہ اور جمع کے الفت قدیمہ باقی رہے دوسرا یہ ہر چند کہ اعراب بالحرکت اصل ہے مگر اعراب بالحرف اس سے اقوی ہے اس لئے کہ وہ حروف علت سے ہوتا ہے اور ایک حرف علت گویا کہ دو حرکتوں کے قائم مقام ہے پس اگر ہر اصل کو اعراب بالحرکت ضعیف اور ہر فرع کو اعراب بحرف قوی دیں تو مزیت فرع کی اصل پر لازم آئے گی اور یہ خلاف اصول ہے لہذا مناسب ہے کہ بعض اصل کو بھی اعراب بحرف دیں تاکہ فی الجملہ قباحت جاتی رہی ہے اور اگر کوئی کہے کہ جب بعض کو اعراب بالحروف دینا تھا تو اس کے لئے چھ اسموں کو کیوں خاص کیا جواب ہے کہ تثنیہ اور جمع میں اعراب بحرف آتا ہے اور ہر ایک کی حالت اعراب تین ہیں پس ہر حالت کے مقابلہ میں ایک مفرد ہونا چاہیے تاکہ تثنیہ اور جمع کے ساتھ مفرد کی مناسبت باقی رہے پھر اگر کوئی کہے کہ ان ہی چھ اسموں کی خصوصیت کیا ہے دوسرے چھ اسموں کو یہ اعراب کیوں نہیں دیا گیا تو جواب ہے کہ بہ نسبت دوسرے اسموں کے ان چھ مفردوں کو تثنیہ اور جمع کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے چنانچہ تثنیہ اور جمع کے مفہوم میں جس طرح پر کہ تعدد ہے ان چھ مفردوں کے مفہوم میں بھی تعدد ہے مثلاً اب من الابن کو کہتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس دیگر اسماؤں کے مفہوم میں بھی تعدد ہے پھر اگر کوئی اعتراض کرے کہ ان چھ اسموں کے علاوہ بھی تو بعض اسماء ایسے ہیں کہ جن کے مفہوم میں تعدد ہے مثلاً زوج من لہ زوجۃ کو کہتے ہیں پس ان کے ترک کرنے کی کیا وجہ ہے جواب یہ ہے کہ یہاں تعدد فی المفہوم کافی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ آخر حرف اعراب بالحرف کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں پس جب کسی اسم کا آخر حرف علت نہ ہونیکے سبب اعراب بالحرف کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اسکو چھوڑ دیا جائیگا اگرچہ اس کے مفہوم میں تعدد ہو اب اگر کوئی کہے کہ ید اور دم یہ دونوں اسم ایسے ہیں کہ ان کے مفہوم میں بھی تعدد ہے اور ان کے آخر میں بھی حرف علت ہے جس کے سبب وہ اعراب بالحرف آنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لہذا ان کو کیوں ترک کیا گیا جواب یہ ہے کہ گو ید اور دم کے آخر میں حرف علت ہے مگر محذوف ہو کر نسیاً منسیاً کے درجہ میں ہے کہ اہل عرب سے اس کا اعادہ نہیں سنا گیا لہذا اس کا اعتبار نہ کیا جائیگا بلکہ دونوں کا حکم مثل ان اسماء کے ہوگا جن کے آخر میں حرف علت نہیں (فائدہ) اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ان چھ اسموں پر اعراب بحرف آنے کیلئے چار شرطیں ہیں (۱) مکبرہ ہونا (۲) موحدہ ہونا (۳) مضاف ہونا (۴) غیر یائے متکلم کیطرف مضاف ہونا مصنف نے ان چار شرطوں میں سے صرف دو شرطوں کو بیان کیا ہے یعنی غیر یا متکلم کیطرف مضاف ہونے کو اور باقی دو دوسری شرطوں یعنی مکبرہ موحدہ ہونے کو بیان نہیں کیا اس لئے کہ یہ دونوں شرطیں مثالوں سے بخوبی سمجھ میں آتی ہیں بخلاف پہلی دو شرطوں کے کہ وہ مثالوں سے واضح نہ تھیں پس ان کو بیان کر دیا اور وجہ ان کے واضح نہ ہونے کی یہ ہے کہ اکثر مثالوں میں کاف خطاب کی طرف اضافت ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اس اضافت سے کیا مراد ہے عام اضافت یا خاص اگر خاص مراد ہے یعنی کاف خطاب کی طرف اضافت تو یہ مقصود مصنف کے خلاف ہے اس لئے کہ مقصود یہ ہے کہ یا متکلم کیطرف مضاف نہ ہو عام از ینکہ وہ اضافت کاف خطاب کیطرف ہو یا اس کے غیر کی طرف اور عام مراد ہے تو یہ بھی خلاف مقصود ہے اس لئے کہ اس وقت یہ مثالیں یا متکلم کیطرف اضافت کو بھی شامل ہوں گی اور یہ خلاف مقصود ہے پس لامحالہ مصنف علام نے ان شرطوں کو کہ مثالوں سے واضح نہ تھیں بیان کر دیا اور کہا تھا مضافۃ الی غیر یا متکلم۔

غیر المنصرف[1] بالضمۃ والفتحۃ ابوک واخوک[2] و حموک وھنوک وفوک وذو مال مضافۃ الی غیر یاء المتکلم بالواو والالف والیاء

[1] قولہ غیر المنصرف بالضمۃ والفتحۃ الخ یعنی اسم غیر منصرف کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کیساتھ اور حالت نصبی اور جری میں فتحہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے جاءنی احمد و رئیت احمد و مررت باحمد اب ممکن ہے کہ یہاں کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ غیر منصرف تو اسم منصرف کی فرع ہے اسکو اعراب بالفرع دینا چاہیئے تھا اعراب بالحرکت کیوں دیا جاتا ہے جواب ہے کہ یہ اعراب جو تین حالتوں میں دو حرکتوں کیساتھ ہوتا ہے اس اعراب کی فرع ہے جو تین حالتوں میں تین حرکتوں کے ساتھ ہوتا ہے لہذا غیر منصرف کو اصل اعراب نہیں دیا گیا بلکہ وہ اعراب دیا گیا جو کہ فرع ہے باقی رہا اعراب بالحرف وہ اس لئے نہیں دیا گیا کہ اسکا آخر حرف علت نہ ہونیکی وجہ سے اعراب بالحرف کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور اعراب بالحرف کے لئے لازم ہے کہ معرب کا آخر اس کی صلاحیت رکھے جیسا کہ ما قبل گزرا اور اگر کوئی کہے کہ غیر منصرف میں جر کو نصب کے کیوں تابع کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آئندہ بحث غیر منصرف میں آئیگا کہ اس کو فعل کے ساتھ مشابہت ہے اور فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے لہذا اس پر بھی کسرہ اور تنوین نہ آئیں گے پس جر کو نصب کے تابع کیا تاکہ اس پر کسرہ نہ آئے ۱۲ [2] قولہ ابوک الخ یہاں سے مصنف اسماء ستہ مکبرہ کے اعراب کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ چھ اسم ایسے ہیں کہ ان کی اضافت جب یائے متکلم کے سوا کسی اور طرف ہو تو ان کا اعراب حالت رفعی میں واؤ کے ساتھ اور حالت نصبی میں الف کے ساتھ اور حالت جری میں یا کے ساتھ ہوتا ہے جیسے جاءنی ابوک و رئیت اباک و مررت بابیک مگر ان اسمائے ستہ کا یہ اعراب اسوقت ہوگا جب کہ وہ مکبرہ ہوں مصغرہ نہ ہوں موحدہ ہوں مثنیٰ اور مجموع نہ ہوں مضاف ہوں غیر مضاف نہ ہوں اور یہ اضافت بھی یا متکلم کے سوا کسی اور کیطرف ہو لیکن اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب یہ چھ اسم مفرد ہیں تو ان کا اعراب بالحرکت ہونا چاہیئے تھا اعراب بالحرف کیوں دیا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ مفرد اور تثنیہ اور جمع کے درمیان اتحاد ذاتی ہے اس لئے کہ تثنیہ اور جمع مفرد ہی سے بنائے جاتے ہیں پس اگر ہر مفرد کو اعراب بالحرکت اور تثنیہ اور جمع کو اعراب بالحروف دیں تو اس صورت میں مفرد اور تثنیہ اور

کے ہیں نہ معنی جمع ہیں اور حقیقۃً معنی جمع اس لئے نہیں کہ جمع معنوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ افراد غیر معین پر دلالت کرے اور عشرون تا تسعون بلا زیادت و نقصان افراد معین پر دلالت کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ عشرون اور اس کے نظائر معنی جمع نہیں ہیں اور جمع حقیقی اسلئے نہیں کہ جمع حقیقی وہ ہے جسکے مفرد میں واؤ نون لاحق کر کے بنایا گیا ہو اور یہاں عشرون اور اس نظائر میں کوئی مفرد نہیں جس کے آخر میں واؤ نون لاحق کر کے بنایا گیا ہو اور اگر کوئی کہے کہ ان سب کا مفرد علیحدہ علیحدہ ہے جسکے آخر میں واؤ نون زیادہ کیا گیا ہے مثلاً عشرون کا مفرد عشر اور ثلاثون کا ثلاثہ ہے اور علی ہذا القیاس دیگر اسماء کہ ان کا بھی اسی طرح ایک مفرد ہے پس ثابت ہو گیا کہ یہ سب جمع حقیقۃً ہیں جواب یہ ہے کہ عشرون کو عشر کی اور ثلاثون کو ثلاثہ کی جمع کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ اقل افراد جمع تین ہیں پس اگر عشرون مثلاً عشر کی جمع ہو تو ضروری ہے کہ اس کا اطلاق تین مقدار عشر سے کم پر نہ کیا جائے اور تین عشر ثلاثون ہوتے ہیں پس عشرون کا اطلاق ثلاثون پر کیا جائیگا اور یہ بدیہی البطلان ہے اور یہی حال عشرون کے دیگر نظائر کا ہے پس لامحالہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ عشرون اور اس کے نظائر جمع حقیقی نہیں اب اگر کوئی یہ کہے کہ تثنیہ اور جمع اور انکے ملحقات میں نصب کو جر کے کیوں تابع کیا گیا ہے تو کہا جائیگا کہ اعراب کل چھ ہیں تین بالحرکت اور تین بالحروف اور مستحقین نو ہیں کیونکہ تین تو مفرد کی حالتیں ہیں اور تین تثنیہ کی اور جمع کی اور ہر حالت کے لئے ایک اعراب کی ضرورت ہے پس مستحقین نو اور اعراب کل چھ ہیں اور ہمیں ان چھ کو نو پر تقسیم کرنا ہے پس سب سے پہلے ہم نے مفرد کو اعراب بالحرکت دیا اس لئے کہ وہ اصل ہے اور اصل کے لئے اعراب بالحرکت جو کہ اصل ہے سزاوار ہے اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ اعراب کل تین اور حالتیں چھ ہیں تین تثنیہ کی اور تین جمع کی پس ضرورت ہے کہ ایسی تقسیم کی جائے کہ یہ تین اعراب تثنیہ اور جمع کی سب حالتوں پر مساوی طور پر تقسیم ہو جائیں پس اول تثنیہ اور جمع کی حالت رفعی پر نظر کی گئی اس لئے کہ وہ تمام حالات میں عمدہ ہے پس الف کو تثنیہ کی حالت رفعی کیلئے خاص کیا اور واؤ کو جمع کی حالت رفعی کے لئے اس لئے کہ تثنیہ میں الف اور جمع میں واؤ فاعل کی علامت ہے اور ایک اعراب اور چار حالتیں باقی ہیں پس ہم نے اس ایک اعراب کو ان چار حالتوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ تثنیہ اور جمع کی حالت جری میں یاء لائے اور نصب کو جر کے تابع کیا اور مابین تثنیہ اور جمع کے اس طرح پر فرق کیا کہ تثنیہ میں یاء کے ماقبل کو مفتوح اور جمع میں یاء کے ماقبل کو مکسور کیا، و ر برعکس نہیں کیا اس لئے کہ جمع ثقیل ہے اور فتحہ بمنزلہ خفیف کے ہے اور اس کے مناسب ثقیل ہے پس جمع میں ماقبل یاء کو کسرہ دیا اس لئے کہ وہ ثقیل ہے اور تثنیہ چونکہ بہ نسبت جمع کے کثیر ہے اور کثرت مورث ثقل ہے لہٰذا اس میں ماقبل یاء کو فتحہ دیا جو کہ اخف الحرکات ہے اس کے بعد نون جمع کو مفتوح اور تثنیہ کو مکسور کیا تاکہ ثقیل کا ایک دم سے خفیف ہونا اور خفیف کا ایک دم سے ثقیل ہونا لازم نہ آئے۔

المثنیٰ[1] (مبتدا ۱۲) وکلا مضافاً الی مضمر واثنان واثنتان بالالف والیاء جمع المذکر[2] (صفت ۱۲) السالم واولو (جمع ذو من غیر لفظه ۱۲) وعشرون واخواتها (ای نظائرها ۱۲) بالواو والیاء

[1] قوله المثنی الخ مثنی اور ملحقات مثنی کا اعراب یہ ہے کہ حالت رفعی میں الف اور حالت نصبی و جری میں یاء ماقبل مفتوح ہوتی ہے ملحقات مثنی یہ ہیں کلا و کلتا بشرطیکہ ضمیر کی طرف مضاف ہوں اور اثنان اور اثنتان اور چونکہ کلا و کلتا کو تثنیہ کے ساتھ معنی مشابہت ہے اور حقیقت کے اعتبار سے وہ مفرد ہیں لہٰذا مصنف نے کلا میں معرب باعراب تثنیہ ہونیکے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ ضمیر کیطرف مضاف ہو اسلئے کہ کلا کو اضافت لازم ہے اور اس میں دو اعتبار ہیں باعتبار معنی کے تثنیہ اور باعتبار لفظ و حقیقت کے وہ مفرد ہے پس جب اسکی اضافت ضمیر کیطرف ہوگی جو کہ اسم ظاہر کی فرع ہے تو اس وقت جانب فرع یعنی معنی کی رعایت ہوگی اور اعراب بالفرع یعنی اعراب بالحروف دیا جائیگا جیسے جاءنی کلاهما و رأیت کلیهما و مررت بکلیهما اور جب اس کی اضافت اسم ظاہر کی طرف ہو تو چونکہ ظاہر بہ نسبت اسم مضمر کے اصل ہے لہٰذا اس صورت میں لفظ کلا کے لفظ کی رعایت ہوگی جو کہ اصل ہے اور اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا جیسے جاءنی کلا الرجلین و رأیت کلا الرجلین پھر یہ حکم کہ ہر چند کہ کلا اور کلتا دونوں کا ہے مگر چونکہ کلتا کلا کا تابع و ملحق ہے اس لئے مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا اور متبوع یعنی کلا کے ذکر پہ اکتفا کی بخلاف اثنان و اثنتان کے کہ وہ دونوں میں دو مستقل وزن ہیں لہٰذا ان دونوں کو ذکر کیا پھر اثنان اور اثنتان گو صورت اور معنی کے اعتبار سے تثنیہ ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے مفرد ہیں اس لئے کہ مثنی حقیقی وہ ہے کہ جس کے مفرد کے آخر میں الف و نون لاحق کیا گیا ہو۔ پس چونکہ ان کا کوئی مفرد نہیں لہٰذا یہ مثنی حقیقی نہیں ہو سکتے بہرحال تثنیہ کی تین قسمیں ہیں حقیقی جیسے رجلان صوری جیسے اثنان و اثنتان معنوی جیسے کلا و کلتا ۱۲ [2] قوله جمع المذکر السالم الخ یعنی جمع مذکر سالم اور اس کے ملحقات کا اعراب حالت رفعی میں واؤ کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ہوتا ہے۔ ملحقات جمع مذکر سالم یہ ہیں اولو اور عشرون تا تسعون ان میں اولو معنی میں جمع کے ہے اور من غیر لفظہ جمع ذو کی بصورت اور حقیقت کے اعتبار سے وہ جمع نہیں اور عشرون تا تسعون صورت میں جمع

میں نہیں ہوتا اور مسلمی میں فقط حالت رفعی میں اعراب تقدیری ہوتا ہے ۱۲ سے قولہ کقاض. قاض سے مراد ہر وہ اسم متمکن ہے جس کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو خواہ وہ یا التقائے ساکنین کیوجہ سے محذوف ہو گئی ہو جیسے قاض یا محذوف نہ ہوئی ہو جیسے القاضی پس ایسے اسم کا اعراب حالت رفعی اور جری میں تقدیری ہوتا ہے اس لئے کہ ضمہ اور کسرہ یاء پر ثقیل ہیں بخلاف حالت نصبی کے کہ اس میں یاء پر فتحہ آتا ہے اور وہ ثقیل نہیں جیسے جاءنی القاضی وقاض ورأیت القاضی وقاضیاً ومررت بالقاضی وقاض ۱۲ سے قولہ ونحو مسلمی اس سے مراد ہر وہ جمع مذکر سالم ہے جو کہ یاء متکلم کیطرف مضاف ہو پس ایسے اسم کا اعراب حالت رفعی میں تقدیری ہوتا ہے نہ کہ حالت نصبی اور جری میں اس لئے کہ حالت رفعی میں یہاں واؤ تھا جو یاء سے بدل گیا جیسے جاءنی مسلمی کہ اصل میں مسلمون ی، تھا نون کو اضافت کیوجہ سے گرا دیا مسلموی ہوا پھر واؤ اور یاء دونوں ایک جگہ جمع ہوئے پہلا ساکن ہے لہٰذا بقاعدہ سید واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا اور ما قبل یاء ضمہ کو کسرہ سے اور حالت جری میں کہ وہ یاء کے ساتھ ہے اور یاء موجود ہے تبدیل نہیں ہوتی جیسے جاءنی مسلمی ورأیت مسلمی ومررت بمسلمی مسلمی حالت نصبی اور جری میں مسلمین ی، تھا نون کو اضافت کیوجہ سے گرا دیا اس کے بعد یاء کا یاء میں ادغام کر دیا اب یہاں پر مصنف کی اس عبارت پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے مثالوں کے بیان کرتے وقت جس طرح غلامی کا عصا پر عطف کیا اس طرح مسلمی کا قاض پر عطف نہ کیا بلکہ یہاں لفظ نحو کو زیادہ کر کے اس کا عطف مجموعہ کقاض پر کیا جس سے اختصار فوت ہو کر اطناب ہو جاتا ہے اور جواب یہ ہے کہ قسم ثانی میں لفظ نحو کو زیادہ کر کے اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ تعذر اعراب فقط اعراب بالحرکت میں ہوتا ہے اور استثقال کبھی اعراب بالحرکت میں ہوتا ہے اور کبھی اعراب بالحرف میں پس اگر مصنف مسلمی کا بدون لفظ نحو کے اضافہ کئے قاض پر عطف کر دیتے ہیں تو یہ اشارہ نہ ہوتا ۱۲ ۵ے قولہ واللفظی فیما عداہ الخ یعنی اس مذکور کے ما سوا میں اعراب لفظی ہوتا ہے پس اس تقدیر پر جب کہ فیما عداہ کی ضمیر کو مذکور کی طرف راجع کیا جائیگا معنی بھی صحیح ہو جائیں گے اور ضمیر اور مرجع میں عدم مطابقت کا اعتراض بھی جاتا رہے گا ۱۲ ۶ے قولہ غیر المنصرف الخ یعنی غیر المنصرف وہ اسم معرب ہے کہ جس میں نو اسباب منع صرف میں سے دو سبب پائے جائیں یا ایک سبب قائم مقام دو سبب کے پایا جائے یہاں غیر منصرف کی تعریف میں ما موصولہ اور اس سے مراد اسم معرب ہے کیونکہ وہ مقسم ہے اور مقسم تعریفات اقسام میں معتبر ہوتا ہے غرض جب کسی اسم معرب میں یا تو اسباب منع صرف میں سے دو سبب پائے جائیں اور ان کی شرائط موجود ہوں یا ایک سبب قائم مقام دو سبب کے پایا جائے تو اس وقت اس پر ایک خاص اثر مرتب ہوگا۔ یعنی کسرہ اور تنوین نہیں آئیں گے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ

والتقدیر[1] فیما تعذر کعصا وغلامی مطلقا[2] او استثقل کقاض[3] رفعا وجرا ونحو مسلمی[4] رفعا واللفظی[5] فیما عداہ غیر المنصرف[6]

لے تقدیر الاعراب ۱۲

مصدر ای اطلاقا او حال عن غلامی ای مطلقا ۱۲

لے قولہ التقدیر الخ یہاں سے مصنف اعراب لفظی و اعراب تقدیری کا بیان کرتے ہیں اعراب تقدیری کی صورتیں کم ہیں اس لئے اولاً اسکا ذکر کیا تاکہ بسہولت اختصار کیساتھ معلوم ہو کہ ما سوا اعراب تقدیری کے اعراب لفظی کی صورتیں ہیں پھر اعراب تقدیری کے دو محل ہیں (۱) اس معرب میں آتا ہے کہ جہاں اعراب لفظی کا آنا متعذر اور محال ہے (۲) اس جگہ آتا ہے کہ جہاں اعراب لفظی کا ظاہر ہونا ثقیل ہو اعراب لفظی کے متعذر اور محال ہونے کی صورت یہ ہے کہ اسم معرب کا آخری حرف جو کہ اعراب کا محل ہے حرکت اعرابی کو قبول نہ کر سکے جیسے عصًا اور غلامی اور اعراب لفظی کے ثقیل ہونے کی یہ صورت ہے کہ اسم معرب کا حرف اخیر اگرچہ حرکت اعرابی کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر زبان پر اس کا تلفظ دشوار ہو جیسا کہ قاض کا اعراب حالت رفعی اور جری میں ثقیل ہے ۲ے قولہ مطلقاً یہ باعتبار ترکیب یا تو مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا ماضی مطلق مطلقاً اور اس وقت مطلقاً مصدر ہے اور یا یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے اور باعتبار ترکیب کے عصًا اور غلامی سے یا صرف غلامی کی حال واقع ہے پس اس جملہ کا تعلق یا تو فقط غلامی کیساتھ ہوگا یا عصا اور غلامی سے . اگر صرف غلامی کے ساتھ ہو تو اس صورت میں مصنف کا مقصد اس سے ان بعض نحات کے مذہب کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ غلامی پر کسرہ حالت جری میں بطور اعراب لفظی کے ہے اور وجہ رد کی یہ ہے کہ کسرہ غلامی پر عامل کے آنے سے پہلے آیا ہے اور بعد زوال عامل کے باقی رہتا ہے لہٰذا وہ حرکت اعرابیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ حرکت اعرابیہ کیلئے ضروری ہے کہ بعد داخل ہونے عامل کے داخل ہو اور بعد زوال عامل کے زائل ہو جائے ورنہ لازم آئیگا کہ مررت بزید میں بعد زوال عامل کے دال کا کسرہ باقی رہے اور اس کا کوئی قائل نہیں اور بر تقدیر ثانی جب کہ اس کا تعلق عصًا اور غلامی دونوں کے ساتھ ہو تو یہ معنی ہونگے کہ عصًا اور غلامی کا تینوں حالتوں میں تقدیری ہوتا ہے بخلاف قاض و مسلمی کے کہ یہاں اعراب تقدیری بعض حالات کے ساتھ مقید ہے مثلاً قاض میں حالت رفعی اور جری میں اعراب تقدیری ہوتا ہے حالت نصبی

مافیہ علتان من تسع او واحدۃ منہا تقوم

مقامہما وھی شعر عدل ووصف وتانیث ومعرفۃ

وعجمۃ ثم جمع ثم ترکیب والنون زائدۃ من قبلہا الف

ووزن الفعل وھذا القول تقریب مثل عمر واحمر و

طلحۃ وزینب وابراھیم ومساجد ومعدیکرب وعمران واحمد

اے قولہ وہی الخ ضمیر ہی علل تسعہ کیطرف راجع ہے اور ترکیب میں مبتدا ہے اور عدل ووصف الخ اسکی خبر ہے اس ترکیب میں عطف حکم پر مقدم ہیں اور یہ معنی ہیں کہ ہی ای العلل التسعۃ مجموع مافی ہذین البیتین حکم عطف پر مقدم نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ تنہا عدل کو علل تسعہ کہا جائے اور یہ بالبداہتہ باطل ہے اور اگر کوئی کہے کہ حروف عاطفہ میں سے ثم ترتیب مع التراخی کے لئے آتا ہے لہذا پہلے شعر میں ثم لانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عجمہ کی نسبت سبب جمع پر مہلت کے ساتھ مقدم ہے جواب یہ ہے کہ یہاں ثم وزن شعری کی محافظت کے لئے لایا گیا ہے اور مجازاً ثم معنی میں واو عاطفہ کے ہے جو کہ مطلق جمع کے لئے ہے ۱۲ ۲ے قولہ والنون الخ یعنی نون منع کرتا ہے صرف کو دراں حالیکہ الف بھی اس سے قبل زائد ہو تو ترکیب النون سے پہلے تمنع فعل مقدر ہے النون اس کا فاعل ہے اور زائدۃ اس سے حال واقع ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے وتمنع النون الصرف حال کونہا زائدۃ من قبلہا الف۔ اس تقدیر پر لفظ من قبلہا ثابت یا کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم اور الف مبتدا مؤخر ہوگا۔ اور جملہ اسمیہ ذو الحال سابق سے محل حال میں واقع ہوگا اور چونکہ اس صورت میں دو حال ایک ذو الحال سے واقع ہیں لہذا یہ احوال مترادفہ ہونگے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جملہ من قبلہا کا ضمیر مستتر سے حال واقع ہے اسوقت دونوں حال احوال متداخلہ سے ہونگے اور یہ معنی ہونگے وتمنع النون الصرف حال کونہا زائدۃ وحال کون الف ثابتا قبلہا لیکن یہ دونوں ترکیبیں ناقص ہیں کیونکہ ان دونوں صورتوں میں الف نون دونوں کی زیادتی نہیں سمجھی جاتی بلکہ صرف نون کا زائد ہونا معلوم ہوتا ہے اور الف کا اس سے پہلے ثابت ہونا پس صحیح ترکیب یہ ہے کہ الف کو زائدۃ کا فاعل کہیں اور من قبلہا کو اس کے متعلق کریں پس اسوقت اس کلام کے یہ معنی ہوں گے وتمنع النون الصرف حال کون الالف زائدۃ من قبلہا یعنی نون منع کرتا ہے صرف کو اس حال میں کہ اس سے پہلے الف زیادہ ہوتا ہے پس اس صورت میں الف ونون دونوں کی زیادتی معلوم ہوگی الف کی تو زیادتی اور صیغے مطابقت کے اور نون کی زیادتی باعتبار محاورہ عرب کے اسلئے کہ اہل عرب کہتے ہیں جاء زید راکبا من قبلہ اخوہ اور محاورہ میں یہ معنی ہوتے ہیں کہ زید اور اس کا بھائی وصف رکوب میں شریک ہیں اور دونوں میں سے سوار ہو کر پہلے زید کا بھائی آیا غرض محاورہ عرب کے موافق اس ترکیب پر الف ونون دونوں کا وصف زیادت میں شریک ہونا اور الف کا نون سے پہلے زائد ہونا سمجھ میں آتا ہے پھر نون سے قبل الف کا زائد ہونا قبلیت مکانی کے ساتھ ہے نہ کہ قبلیت زمانی کے ساتھ ۱۲ ۳ے قولہ ہذا القول الخ باعتبار ترکیب کے ہذا القول مبتدا اور تقریب خبر ہے اور چونکہ خبر کا مبتداء پر حمل ہوتا ہے لہذا اس خبر کا مبتدا پر حمل ہوگا۔ حالانکہ حمل جائز نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں مصدر کا حمل ذات پر لازم آتا ہے جواب یہ ہے کہ یہاں تقریب معنی میں تقریبی کے ہے یاء نسبت کو حذف کر دیا گیا اور یہ حذف علماء کے نزدیک شائع ذائع ہے پس اس وقت کلام کے یہ معنی ہیں کہ منع صرف کے نو اسباب میں سے ہر ایک کو علت کہنا قول تحقیقی نہیں بلکہ تقریبی یعنی مجازی ہے اس لئے کہ حقیقت میں علت وہ ہے جس کے وجود سے معلول موجود ہو جائے اور یہاں ایک سبب سے غیر منصرف کا وجود نہیں ہوتا دوسرے اصل اعتراض کے جواب میں یہ کہنا بھی درست ہے کہ تقریب بمعنی مقرب اسم فاعل ہے پس اس وقت یا تو یہ معنی ہیں کہ منع صرف کے اسباب تسعہ کا بصورت نظم بیان کرنا مقرب الی الحفظ ہے اسلئے کہ نظم عموماً طبائع انسانی کو مرغوب ہوتی ہے یا یہ معنی ہیں کہ منع صرف کے اسباب کو نو بیان کرنا مقرب الی الصواب ہے اس لئے کہ عدد منع صرف میں اختلاف ہے بعض منع صرف کے اسباب گیارہ بتاتے ہیں تو نو وہ جو اوپر مذکور ہوئے اور دو سبب یہ ہیں ایک الفین تانیث کی شباہت جیسے ارطیٰ وغیرہ دوسرے تنکیر کے بعد وصف اصلی کا اعتبار کرنا اور بعض کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف کے کل دو ہیں ایک ترکیب دوسرے حکایت مگر زیادہ تر نحوی اس کے قائل ہیں کہ اسباب منع صرف کے نو ہیں پس اس اختلاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے مصنف نے فرمایا کہ تمام اقوال میں سے علل تسعہ کا قول اقرب الی الصواب ہے اس لئے کہ یہ متوسط قول ہے اور خیر الامور اوسطہا ۱۲ ۴ے قولہ مثل عمر الخ یہ عدل کی مثال ہے کہ عامر سے معدول فرض کیا گیا ہے اور دوسرا سبب اس میں علمیت ہے ۱۲ ۵ے قولہ واحمر یہ وصف کی مثال ہے اور دوسرا سبب اس میں وزن فعل ہے ۶ے قولہ طلحۃ یہ تانیث کی مثال ہے اور دوسرا سبب اس میں علمیت کا ہے ۷ے قولہ زینب یہ معرفہ کی مثال ہے اور دوسرا سبب اسمیں تانیث ہے یہاں طلحہ کے بعد زینب کو معرفہ کی مثال لا کر بطور اشارہ کے مصنف نے بتایا کہ تانیث کی دو قسمیں ہیں لفظی اور معنوی ۱۲ ۸ے قولہ ابراہیم یہ عجمہ کی مثال ہے اور دوسرا سبب اسمیں علمیت کا ہے ۱۲ ۹ے قولہ مساجد یہ جمع کی مثال ہے اور اسمیں ایک سبب قائم مقام دو سبب کے ہے ۱۲ ۱۰ے قولہ معدیکرب یہ ایک شخص کا نام ہے اور ترکیب کی مثال ہے اور دوسرا سبب اسمیں علمیت ہے ۱۲ ۱۱ے قولہ یہ الف نون زائدتان کی مثال ہے اور دوسرا سبب اسمیں علمیت ہے ۱۲ ۱۲ے قولہ احمد یہ وزن فعل کی مثال ہے اور دوسرا سبب اس میں علمیت ہے ۱۲

کر کے معرب بناتے ہیں اور کلام عرب میں عجم کلام عربی کی فرع ہے اس لیے کہ اصل ہر زبان کی یہ ہے کہ اس زبان کے ساتھ دوسری زبان کا لفظ مختلط نہ ہو اور جمع واحد کی فرع ہے اور ترکیب فرع ہے افراد کی اور الف نون مزید میں فرع ہے مزید علیہ کی اور وزن فعل اسم کی فرع ہے اس لئے کہ اصل ہر نوع میں یہ ہے لہذا اس میں دو فرعیں ہیں دو اعتبار سے اس کو فعل کیساتھ مشابہت ہے جس طرح فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے غیر منصرف پر بھی یہ دونوں داخل نہ ہوں گے ۱۲

۲؎ قولہ ویجوز صرفہ الخ یعنی غیر منصرف کو بوجہ ضرورت شعری کے حکم میں منصرف کے کرنا جائز ہے ممتنع نہیں نیز یہ جائز ہے کہ غیر منصرف کو آس پاس والے اسم منصرف کی مناسبت سے منصرف کر دیں۔ ضرورت شعری کی تین قسمیں ہیں اول فساد وزن جس کے یہ معنی ہیں کہ اسم غیر منصرف شعر میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے غیر منصرف پڑھنے میں تقطیع درست نہ ہو اور وزن شعر کا فاسد ہو جائے جیسے ؎ صبت علی مصائب لو انہا صبت علی الایام صرن لیالیا پس یہاں مصائب پر اگر تنوین نہ پڑھیں تو تقطیع درست نہیں ہوتی وزن شعری فاسد ہو جاتا ہے دوسرے ضرورت قافیہ جیسے ؎ سلام علی خیر الانام سید حبیب العالمین محمد بشیر نذیر ہاشمی مکرم عطوف یہدی من لیسمی باحمد پس یہاں احمد کی دال پر اگر فتحہ پڑھیں تو قافیہ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے تیسرے ضعف یعنی سلامت کا نہ رہنا جیسے اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ہو المسک اکررتہ تیضوع پس اس شعر میں اگر نعمان کے نون کو کسرہ نہ دیں تو گو وزن درست ہو جائیگا مگر سلامت باقی نہیں رہے گی تناسب کی مثال سلاسلا واغلالا ہے یہاں سلاسلا کو اغلالا کی مناسبت سے حکم میں منصرف کے کر دیا اور اس پر تنوین داخل ہو گئی اب اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ سلاسلا اور اغلالا میں کیا مناسبت ہے تو کہا جائیگا کہ دونوں میں مناسبت لفظی بھی ہے اور معنوی بھی مناسبت لفظی تو یہ ہے کہ دونوں اکثر جگہ ایک ساتھ مذکور ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا اعتدنا للکافرین سلاسلا واغلالا اور مناسبت معنوی یہ ہے کہ سلاسل جمع سلسلہ کی بمعنی زنجیر اور اغلالا جمع غل کی بمعنی طوق زنجیر اور طوق کے درمیان مناسبت ظاہر ہے ۱۲

وحکمہ[1] ان لا کسرۃ ولا تنوین ویجوز[2] صرفہ

ای حکم منصرف ۱۲

للضرورۃ او للتناسب مثل سلاسلا واغلالا و

ما یقوم[3] مقامھما الجمع والف التانیث

جنس او — اثنان ۱۲ — ای منتہی الجموع — المقصورۃ الممدودۃ ۱۲

۱؎ قولہ وحکمہ الخ یعنی حکم غیر منصرف پر باعتبار وجود دو سبب یا ایک سبب کے جو کہ قائم مقام دو سببوں کے ہے یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے اسلئے کہ غیر منصرف فعل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے لہذا غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آئینگے اب اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جو اسم کہ فعل کیساتھ مشابہت رکھتے ہیں ان کے احوال مختلف ہیں بعض تو عامل اور مبنی ہوتے ہیں اور بعض صرف عامل پس کیا وجہ ہے کہ غیر منصرف باوجود رکھنے فعل سے مشابہ کے مگر وہ نہ عامل ہے اور نہ مبنی جواب یہ ہے کہ اسم کی فعل کیساتھ مشابہت رکھنے کی تین صورتیں ہیں اعلیٰ ادنیٰ متوسط جب اسم کی مشابہت فعل کیساتھ اعلیٰ ہو تو اس وقت اس اسم کو عامل بھی کرتے ہیں اور مبنی بھی جیسے اسماء افعال ہیہات رُوید وغیرہ کہ اقتران بالزمان اور معنی مصدری میں فعل کے مشارک ہیں لہذا اس مشابہت تامہ کی وجہ سے وہ عامل بھی ہیں اور مبنی اور جب اسم کی مشابہت فعل کیساتھ متوسط ہو یعنی وہ فعل کے ساتھ صرف معنی مصدری میں شریک ہو تو وہ اس صورت میں عامل ہوتا ہے جیسے اسم فاعل اسم مفعول مصدر وغیرہ اور جب اسم فعل کے ساتھ ادنیٰ مشابہت رکھتا ہو جس کے معنی ہیں کہ وہ نہ تو اقتران بالزمان میں فعل کے ساتھ شریک ہے اور نہ معنی مصدری میں تو ایسے اسم کو نہ عامل کرتے ہیں اور نہ مبنی بلکہ خصائص فعل میں اسکو فعل کا شریک کر دیتے ہیں جیسے غیر منصرف کہ اس کی مشابہت فعل کے ساتھ مذکورہ بالا دونوں باتوں میں سے کسی بات میں نہیں بلکہ دو فرع ہونے میں وہ فعل کے مشابہ ہے یعنی جسطرح فعل میں دو فرعیں پائی جاتی ہیں کہ ایک تو وہ مصدر سے مشتق ہے اور مشتق مشتق منہ کی فرع ہوتا ہے دوسرے فاعل کا محتاج ہے اور محتاج محتاج الیہ کی فرع ہوتا ہے اسیطرح غیر منصرف میں بھی دو فرعیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب پائے جاتے ہیں اور ہر سبب دوسری شی کی فرع ہے مثلاً عدل معدول عنہ کی فرع ہے اور وصف موصوف کی اور تانیث کو داخل کر کے مونث بناتے ہیں اور تعریف تنکیر کی فرع ہے اس لئے کہ نکرہ پر الف لام زیادہ

۳؎ قولہ وما یقوم مقامھما الخ یعنی وہ سبب جو اکیلا دو سببوں کے قائم مقام ہوتا ہے وہ جمع منتہی الجموع کا وزن اور تا تانیث کے دو الف ممدودہ اور مقصورہ ہیں ان میں سے جمع منتہی الجموع دو سببوں کے قائم مقام اس لئے ہے کہ اس جمع میں تکرار ہوتا ہے کبھی تو حقیقۃً جیسے اکالب واساور کہ اول الذکر اکلب کی جمع اور وہ جمع کلب کی ہے اور موخر الذکر جمع اسورۃ کی ہے اور وہ جمع ہے سوار کی اور کبھی حکماً جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ جمع مونث ہے اس جمع کے ہے کہ جس میں حقیقۃً تکرار پایا جاتا ہے جیسے مساجد بوزن اکالب اور جب ثابت ہو گیا کہ جمع منتہی الجموع میں تکرار پایا جاتا ہے حقیقۃً یا حکماً تو اب وہ اپنے اس تکرار کی وجہ سے قائم مقام دو سبب کے ہو جائیگی باقی رہا تانیث کے دو الف ممدودہ اور الف مقصورہ سو وہ قائم مقام دو سبب کے اس لئے ہیں کہ یہ دونوں ازروئے وضع کے کلمہ کو لازم ہیں یہاں تک کہ اپنے مدخول سے کبھی جدا نہیں ہوتے پس وہ دونوں اس اپنے لزوم کی وجہ سے بمنزلہ تانیث آخر کے ہیں اور گویا ان میں تانیث مکرر ہے لہذا یہ اکیلا سبب قائم مقام دو سببوں کے ہو جائیگا بخلاف تا تانیث کے کہ وہ من حیث الوضع کلمہ کو لازم نہیں اور اگر علمیت کیوجہ سے اس کا لزوم ہو بھی جائے تو یہ لزوم عارضی ہوگا جو لزوم وضعی کا مقابلہ نہیں کر سکتا پس جو حکم کہ لزوم وضعی کا ہے وہ اس کے لئے ثابت نہیں ہو سکتا۔

مادہ اور معنی اصلی باقی رہیں اب قیود کی وجہ سے بہت سے اعتراضات رفع ہوگئے اور عدل کی تعریف جامع اور مانع ہوگئی تشریح مقام کا یہ ہے کہ مصنفؒ نے جب خروج کو صیغہ کیساتھ مقید کیا تو معلوم ہوا کہ تغیر صرف صیغہ میں ہوگا اور مادہ بدستور باقی رہیگا پس اب وہ اسماء تعریف عدل سے خارج ہوجائینگے جن میں مادہ بھی بدل جاتا ہے اور جب صیغہ کو ضمیر کیطرف مضاف کیا تو اس سے مشتقات نکل گئے اسلئے کہ وہ اپنی صورت وھیئت سے نہیں نکالے گئے بلکہ مصدر کی ہیئت سے نکلے ہیں اور چونکہ یہاں صیغہ کو انکی صفۃ اصلیہ کے ساتھ متصف کیا ہے لہذا اس سے مغیرات شاذہ جیسے قوس وانیب خارج ہوگئے اسلئے کہ یہ خلاف قیاس قوس اور ناب کی جمع ہیں اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ انکی جمع اقواس اور ایناب آنی چاہئیے اس لئے کہ جو اسم اجوف واوی یا یائی فعل کے وزن پر ہو اس کی جمع افعال کے وزن پر آتی ہے جیسے قول و عین کی جمع اقوال اور اعیان آتی ہے پس اس قاعدہ کے مطابق قوس اور ناب کی جمع اقواس اور ایناب آنی چاہئیے تھی اقوس اور انیب بروزن افعل خلاف قیاس آئی اور اگر کوئی یہ کہے کہ اقوس اور انیب اقواس اور ایناب آئی پھر بعد میں اقوس اور انیب ہوگئی تو کہا جائیگا کہ اگر ایسا ہوتا تو ان کو مغیرات شاذہ نہ کہتے پھر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جب کوئی اسم اپنی صورت اصلیہ سے خارج ہو تو یہ ضروری ہے کہ وہ ضمن میں دوسری صورت کے پایا جائے تو اب سوال یہ ہے کہ دوسری صورت پہلی صورت کے عین ہوگی یا غیر اگر عین ہو تو خروج متحقق نہ ہوگا پس لامحالہ کہنا پڑیگا کہ یہ صورت پہلی صورت کے مغائر ہونی چاہئیے پھر چونکہ مغائرت کے یہ معنی ہیں کہ صورت اولی جس طرح پر کسی قانون اور قاعدہ کے ماتحت ہے اس طرح صورت ثانیہ قانون اور قاعدہ کے ماتحت نہ ہو پس اسوقت مغیرات قیاسیہ مثلاً میزان اور ایجل تعریف عدل سے خارج ہوجائینگے اسلئے کہ صورت اولی جیسا کہ قاعدہ صرفی کی تحت میں ہے ایسے ہی صورت ثانیہ بھی قاعدہ کے تحت میں ہے ۱۲

فالعدل[۱] خروجه[۲] عن صیغته الاصلیة تحقیقا

۱ قولہ فالعدل الخ یہاں پر فاء عدل اور اخوات عدل کی تفسیر کیلئے ہے پس بعض سبب میں تو نفس مفہوم سبب کی تفسیر ہے جیسے عدل میں اور بعض میں شرط تاثیر سبب کی تفسیر ہے جیسے تانیث بالتاء اور وصف وغیرہ میں پھر جانو کہ عدل کی تعریف مذکور پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ عدل متعدی ہے اور اخراج کا مترادف ہے پس جس طرح پر اخراج متکلم کی صفت ہے عدل بھی اس کی صفت ہوگا حالانکہ جتنے منع صرف کے اسباب ہیں وہ سب اسم کی صفت ہیں جواب یہ ہے کہ یہاں عدل مصدر مبنی للمفعول ہے ای کون الاسم معدولا اور یہ اسم کی صفت ہے متکلم کی نہیں پس اب کوئی اشکال نہیں رہا اور تشریح اس کی یہ ہے کہ مصدر متعدی دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو مبنی للفاعل ہوگا یا مبنی للمفعول اس لئے کہ مصدر معنی حدثی ہے اور وہ بدون انتساب الی الفاعل یا الی المفعول کے متصور نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ حدث ایک امر اضافی انتزاعی ہے جو فاعل کے ساتھ اس اعتبار سے قائم ہے کہ اس سے حادث ہوا ہے اور مفعول کے ساتھ اس حیثیت سے قائم ہے کہ فاعل سے صادر ہوکر اس پر واقع ہوا ہے مثلاً ضرب جب مبنی للفاعل ہوگا تو اس کے معنی کون الشئ ضاربا کے اور جب مبنی للمفعول ہوگا تو اس کے معنی کون الشئ مضروبا کے ہونگے علی ہذا القیاس جب عدل مصدر مبنی للمفعول ہوگا تو اس کے معنی کون الاسم معدولا کے ہونگے اور وہ اسم کی صفت ہوگا نہ کہ متکلم کی اب اگر کوئی کہے کہ اس کی تعریف میں عدل معرف باللام اور خروجہ معرف بالاضافہ ہے اور چونکہ معرف باللام کا معرف باللام پر حمل ضروری ہے لہذا یہاں پر بھی کم از کم حمل ضروری ہوگا حالانکہ اس جگہ خروجہ معرف کا عدل معرف پر حمل نہیں ہوسکتا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عدل متعدی اور خروج لازم ہے لازم کا متعدی پر حمل نہیں ہوسکتا جواب یہ ہے کہ خروج معنی میں کون الاسم مخرجا کے ہے پس حمل صحیح ہوجائیگا اور اگر کوئی کہے کہ خروج لازم ہے اور مخرج متعدی ہے تو لازم کی تفسیر متعدی کیساتھ صحیح نہیں یہ تفسیر الشئ بالمباین ہے جو کہ جائز نہیں ہاں اگر مصنفؒ بجائے خروجہ کے اخراجہ کہتا اور یہ تفسیر کیجاتی کہ کون الاسم مخرجا تو مضائقہ نہ تھا اسوقت تفسیر الشئ بالمثل ہوتی اور جائز تھا جواب یہ ہے کہ خروج کی دو صورتیں ہیں اسلئے کہ خروج اصل میں کون الشئ خارجا ہے اور ظاہر ہے کہ کبھی تو خود بخود شئ اپنے اختیار سے خارج ہوتی ہے اور کبھی دوسری شئی کے اخراج سے اسلئے کہ اخراج بدون خروج کے متحقق نہیں ہوتا پس جب خروج کی دو صورتیں ہیں تو اب خروج بالمعنی الاول اخراج کے مبائن ہے نہ کہ بالمعنی الثانی بلکہ وہ اخراج کو لازم ہے پس خروج کی تفسیر کون الشئ مخرجا باعتبار معنی ثانی کے درست ہے اور اگر کوئی کہے کہ مصنف نے عدل کی تعریف میں خروج عن صیغۃ الاصلیۃ کہا ہے صیغہ صورت کو کہتے ہیں اور اسم مادہ اور صورت دونوں کا نام ہے پس اس کلام سے یہ لازم آتا ہے کہ کل یعنی اسم اپنے ایک جز یعنی صورت سے خارج ہو اور یہ باطل ہے جواب یہ ہے کہ یہاں اسم سے مراد فقط مادہ ہے مادہ اور صورت دونوں کا مجموعہ نہیں کہ کل کا خروج اس کے جزء سے لازم آئے بہرحال معدول وہ ہے کہ اسم اپنے اصلی وزن سے بغیر کسی قانون وقاعدہ صرفی کے تحقیقا یا تقدیرا نکالا گیا ہو بشرطیکہ

۲ قولہ تحقیقا اور تقدیرا اس میں ترکیب کے چند احتمال ہیں یا تو یہ نسبت خروج سے جو ضمیر کیطرف ہے تمیز ہوگا یعنی اس نسبت اضافیہ کے ابہام کو دور کریگا اور یہ معنی ہونگے کہ خروجہ تحقیقی اور تقدیری یا یہ کان محذوف کی خبر ہے ای تحقیقا کان الخروج او تقدیرا یا یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا ای حقق العدل تحقیقا او قدر العدل تقدیرا مصنف کا مقصد اس عبارت سے یہ بیان کرنا ہے کہ عدل کی دو قسمیں ہیں تحقیقی اور تقدیری. عدل تحقیقی وہ ہے کہ جس میں اسم کا خروج ایسے معدول عنہ سے اعتبار کریں کہ جو خارج میں موجود اور متحقق ہے پھر معدول کے خارج میں موجود اور متحقق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ معدول کے غیر منصرف پڑھے جانے کے سوا کوئی اور دلیل معدول عنہ کے وجود پر دلالت کرے اور عدل تقدیری وہ ہے کہ جس میں اسم کا خروج ایسے معدول عنہ سے اعتبار کریں کہ جو مفروض اور مقدر ہے اور معدول عنہ کے مفروض اور مقدر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ معدول کے غیر منصرف پڑھے جانیکے سوا معدول عنہ کے وجود پر کوئی دلیل خارجی دلالت نہ کرے اب اس تقریر کے بعد یہ امر بخوبی ذہن نشین ہوگیا ہوگا کہ عدل تو ہمیشہ فرضی اور تقدیری ہوتا ہے مگر باعتبار معدول عنہ کے کبھی وہ تحقیقی ہوتا ہے اور کبھی تقدیری اگر معدول عنہ محقق اور موجود ہو تو عدل تحقیقی ہے ورنہ تقدیری ۱۲۔

اسم نعت بنی تمیم میں تانیث اور علمیت کے پائے جانے کیوجہ سے معرب غیر منصرف ہے لیکن فی تمیم کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب بنی تمیم کے سوا اس میں کوئی دوسرا مذہب بھی ہے اور تشریح مقام کی یہ ہے کہ فعال کی چار قسمیں ہیں ایک فعال بمعنی امر جیسے نزال یہ مبنی ہے دوسرے بمعنی مصدر معرفہ جیسے فجار بمعنی الفجور تیسرے وہ فعال جو مونث کی لصفت ہے جیسے فساق بمعنی فاسقہ یعنی بدکار عورت اور یہ دونوں چونکہ فعال بمعنی امر کی ساتھ عدل اور وزن میں مشابہ ہیں لہذا مبنی ہیں چوتھے وہ فعال جو اعیان مونثہ کا علم ہے عام ازیں کہ ذوات الراء ہو یا نہ پس جب یہ فعال ذات الراء ہو یعنی اس کے آخر میں راء ہو جیسے حضار (نام ستارہ کا) اور بمار (بلند جگہ) تو یہ اہل حجاز اور اکثر بنی تمیم کے نزدیک مبنی ہے اور اس میں عدل تقدیری ہے کیونکہ اس فعال کی فعال بمعنی امر کی ساتھ صرف وزن میں مشابہت ہے اور اس کے مبنی ہونیکے لئے کافی ہے لہذا مبنی کا دوسرا سبب پیدا کرنے کیلئے اس میں عدل کا اعتبار کیا گیا تاکہ اس کی فعال بمعنی امر کی ساتھ عدل اور وزن میں پوری مشابہت ہو جائے اور جب یہ فعال غیر ذوات الرا ہو تو وہ اہل حجاز کے نزدیک مبنی ہے اور بنی تمیم کے نزدیک معرب غیر منصرف ہے غرض اہل حجاز تو ذوات الراء اور غیر ذوات الراء دونوں کو مبنی کرتے ہیں اور بنی تمیم دونوں میں فرق کرتے ہیں ذوات الراکو مبنی اور غیر ذوات الراء کو معرب غیر منصرف کہتے ہیں بنی تمیم کی دلیل یہ ہے کہ راء چونکہ حرف مکرر ہے۔ لہذا ذوات الراء ثقیل ہیں پس اگر اس کو ہم معرب غیر منصرف کہیں تو حرکات مختلفہ کی ساتھ معرب ہو کر اس کی ثقالت حد سے تجاوز کر جائیگی لہذا ذوات الراء کو مبنی کیا گیا اور اس میں عدل تقدیری کا اعتبار کیا تاکہ ثقالت انتہا کو نہ پہنچ جائے اور مبنی کے ساتھ اس کی مناسبت از روئے عدل و وزن پوری ہو جائے نیز ذوات الراء کے مبنی کرنے میں ایک دوسرا فائدہ بھی متصور ہے وہ یہ کہ جب حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف الف سے پہلے واقع ہوتا ہے تو امالہ اسمیں ممنوع ہوتا ہے لیکن جب راء مکسورۃ الف کے مابعد متصل واقع ہوتی ہے تو اس میں امالہ صحیح ہوتا ہے پس ذوات الراء کو مبنی کیا گیا تاکہ الف کے بعد ہمیشہ راء مکسورہ متحقق ہو کر امالہ صحیح ہو جائے بخلاف غیر ذوات الراء کے کہ اس میں چونکہ بنا کی یہ علتیں نہیں پائی جاتی ہیں لہذا بنی تمیم اس کو مبنی نہیں کہتے بلکہ معرب غیر منصرف کہتے ہیں اور عدل تقدیری کا اعتبار کرتے ہیں اہل حجاز کی جانب سے بنی تمیم پر یہ اعتراض واقع ہوتا ہے کہ غیر ذوات الراء مثلاً قطام میں جب کہ منع صرف کے دو سبب پائے جاتے ہیں تانیث اور علمیت تو عدل کو اس کے سبب منع صرف بننے میں کوئی دخل نہیں پس اس کو قاطمہ سے کس لئے معدول مانتے ہو جواب یہ ہے کہ بنی تمیم قطام میں منع صرف حاصل کرنے کیلئے عدل کا اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے نظائر عصا اور بنار پر حمل کرنے کیلئے عدل تقدیری کا اعتبار کرتے ہیں اب مصنف پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب بنی تمیم کے نزدیک قطام میں اعتبار عدل کا اس کے نظائر پر حمل کرنے کیلئے ہے نہ کہ سبب منع صرف حاصل کرنے کیلئے تو یہاں پر اس کا ذکر کرنا بے محل ہے کیونکہ یہاں تو ان صورتوں کا اظہار کرنا چاہئے جن میں سبب منع صرف حاصل کرنے کیلئے عدل تقدیری کا اعتبار کیا گیا ہے اور جواب یہ ہے کہ مصنف کا مقصد اس سے یہ بیان کرنا ہے کہ عدل تقدیری کی دو صورتیں ہیں کبھی تو سبب منع صرف کے حاصل کرنیکے لئے ہوتا ہے اور کبھی اس کے موازن پر حمل کرنے کے لئے۔

كَثُلٰثَ[1] وَمَثْلَثَ وَاُخَرَ[2] وَجُمَعَ[3] اَوْتَقْدِيْرًا[4] كَعُمَرَ وَبَابِ[5] قَطَامِ فِيْ تَمِيْمٍ

[1] قولہ ثلث ومثلث یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے اہل عرب ان دونوں لفظوں کو غیر منصرف پڑھتے ہیں اور چونکہ غیر منصرف کیلئے دو سبب کا ہونا ضروری ہے اور یہاں صرف ایک سبب یعنی وصف اصلی پایا جاتا ہے لہذا دوسرا سبب اس میں عدل تحقیقی ہے اور وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کے معنی میں تکرار ہے اور تکرار معنی تکرار لفظ پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ ثلث ومثلث جن کے معنی تین تین کے ہیں اصل میں ثلثۃ وثلاثۃ تھے اور اس سے معدول ہو کر ثلث ومثلث بن گئے

[2] قولہ اخر یہ عدل تحقیقی کی دوسری مثال ہے اخر اخری کی جمع ہے اور اخری آخر اسم تفضیل کا مونث ہے اس لئے کہ آخر کے معنی اشد تاخرا کے ہیں یعنی بہت پیچھے ہٹنے والا پھر اسکو معنی غیر کیطرف نقل کیا گیا اور قاعدہ ہے کہ اسم تفضیل یا مونث کا استعمال الف ولام اور اضافت اور کلمہ من سے ہوتا ہے اور چونکہ یہاں ان تینوں میں سے کسی ایک کے ساتھ وہ مستعمل نہیں لہذا معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی ایک سے معدول ہے پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں نہ تو مضاف الیہ مذکور ہے اور نہ مقدر ہے پس مستعمل بالاضافت سے اسکو معدول نہیں کر سکتے باقی رہا یہ امر کہ یہاں مضاف الیہ کیوں مقدر نہیں سو اسکا جواب یہ ہے کہ تقدیر مضاف الیہ کیلئے تین امروں میں سے ایک امر ضروری ہے یا تو عوض میں مضاف الیہ کے مضاف پہ تنوین آگئی ہو جیسے یومئذ اور یا وہ مبنی ہو جیسے قبل اور بعد اور یا تکرار اضافت ہو جیسے یا تیم تیم عدی پس جب کہ اس جگہ نہ تو مضاف پہ عوض میں مضاف الیہ کے تنوین ہے اور نہ وہ مبنی ہے اور نہ تکرار اضافت ہے لہذا معلوم ہوا کہ اس جگہ مضاف الیہ مقدر نہیں اور نہ وہ مذکور ہے اور جب مضاف الیہ کا پتہ نہیں تو ثابت ہو گیا کہ مستعمل بالاضافت سے معدول نہیں بلکہ مستعمل باللام یعنی الآخر یا مستعمل بمن یعنی آخر من سے معدول ہے ۱۲

[3] قولہ جمع یہ جمع ہے جمعاء کی جو مونث ہے اجمع کا اور قاعدہ ہے کہ اگر فعلاء افعل صفت کا مونث ہو تو اسکی جمع بروزن فعل آتی ہے جیسا کہ حمراء کی جمع حمر آتی ہے اور اگر فعلاء اسم ذات ہو تو اسکی جمع فعالی یا فعلاوات کے وزن پر آتی ہے جیسے کہ صحراء کی جمع صحاری یا صحراوات ہے پس اس قاعدہ کے مطابق جمعاء کی جمع بھی یا تو جمع ہوگی یا جماعی یا جمعاوات ہوگی اور چونکہ یہاں ان اوزان میں سے کوئی وزن نہیں لہذا معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی ایک سے معدول ہے ۱۲

[4] قولہ کعمر یہ عدل تقدیری کی مثال ہے اسلئے کہ کلام عرب میں وہ غیر منصرف مستعمل ہوتا ہے اور سوائے علم کے غیر منصرف پڑھے جانے کا اسمیں دوسرا کوئی سبب موجود نہیں پس دوسرا سبب عدل مان لیا گیا ہے مگر چونکہ عدل کا اعتبار وجود اصل یعنی معدول عنہ پر موقوف ہے اور یہاں سوائے غیر منصرف مستعمل ہونیکے اور کوئی دلیل انکے وجود پر نہیں لہذا عمر کو عامر سے معدول فرض کیا گیا ہے ۱۲

[5] قولہ وباب قطام الخ یعنی بنی تمیم کے نزدیک باب قطام میں عدل تقدیری ہے قطام ایک عورت کا نام ہے کذا فی الصراح لفظ باب کو اس مقام پر زیادہ کر کے مصنف اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ قطام سے مراد مجرد لفظ قطام نہیں بلکہ ہر وہ کلمہ ہے جو فعال کے وزن پر ہو اور اعیان مونثہ کا علم ہو اور اسکے آخر میں راء نہ ہو لیس الیسا

اصل دل کی ہے اور فرع ثانی اصل کی نفی کی اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ وصف کیلئے سبب منع صرف بننے میں اصلی ہونا معتبر ہے لہٰذا اربع مررت بنسوۃ اربع میں منصرف ہے کیونکہ یہاں وصف عارضی ہے اصلی نہیں اس لیے کہ اربع عدد معین کیلئے وضع کیا گیا ہے اور تعین وصف کے منافی ہے پس معلوم ہوا کہ اس میں وصفیت اصلیہ نہیں عارضیہ ہے اور وجہ وصفیت کے عارض ہونے کی یہ ہے کہ اس ترکیب میں اربع صفت اور نسوۃ موصوف ہے اور چونکہ قاعدہ ہے کہ صفت وہ ہونی چاہیے کہ جو موصوف پر محمول ہو سکے اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ اربع کے نسوۃ پر حمل کرنے میں عدد اور معدود کا ایک ہونا لازم آئیگا اور یہ باطل ہے لا محالہ لفظ موصوفۃ محذوف ہوگا۔ ای مررت بنسوۃ موصوفۃ باربع لفظ موصوفۃ کو حذف کر کے اربع کو اس کے قائم مقام کیا اور اس اعتبار سے اس میں وصفیت کے معنی پیدا ہو گئے ۱۲ ۵ قولہ وامتنع الخ چونکہ وصف کے لیے غلبہ اسمیت مضر نہیں لہٰذا اسود ارقم جو کہ سانپ کے نام ہیں اور ادہم جو کہ بیڑی کو کہتے ہیں غیر منصرف ہیں کیونکہ ان کی اصل وضع میں معنی وصفیت کے پائے جاتے ہیں اگرچہ کثرت استعمال میں اسمیت کا غلبہ ہے ۶ قولہ وضعف الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ جب یہ معلوم ہو چکا کہ وصف اصلی کا اعتبار ہے اور غلبہ اسمیت کا کچھ مضر نہیں تو اب اگر افعی (سانپ) اور اجدل (شکرہ) اور اخیل (پرندہ مخصوص) کو غیر منصرف کہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ان اسماء میں باعتبار اصل وضع کے معنی وصفیت کے پائے جاتے ہیں اگرچہ بعد میں غلبہ اسمیت کا ہو گیا ہے جواب یہ ہے کہ وصف میں شرط یہ ہے کہ اس کا اصل وضع میں پایا جانا یقینی ہو اور یہاں ان اسماء میں وصف کا اصل وضع پایا جانا یقینی نہیں بلکہ محتمل ہے کہ افعی فوت بمعنی خبث سے اور اجدل جدل بمعنی قوت سے اخیل خال بمعنی تل سے ماخوذ ہو پس اس وصفیت متوہمہ کی وجہ سے ان اسماء کا غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے ۱۲ ۷ قولہ التانیث بالتاء یعنی تانیث بالتاء کے سبب منع صرف بننے میں شرط یہ ہے کہ وہ اسم مونث کسی کا علم ہو خواہ مذکر کا جیسے طلحۃ مرد کا نام ہے یا کسی مونث کا جیسے فاطمہ عورت کا نام ہے اس موقعہ پر تانیث بالتاء کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تانیث کی چند قسمیں ہیں اور جو تانیث تاء کے ساتھ نہ ہو وہ اس حکم سے خارج ہے جیسے تانیث بالف ممدودہ ومقصورہ اور تانیث معنوی۔ تانیث بالتاء میں علمیت کو اس وجہ سے شرط کیا ہے کہ علمیت لفظ کے حق میں وضع ثانی ہے اور کلمہ اس کی وجہ سے تصرفات سے حتی الامکان محفوظ رہتا ہے لہٰذا علمیت کو شرط کیا تاکہ کلمہ کے متغیر ہونے اور تانیث کے زائل ہونے کا احتمال جاتا رہے ۱۲

الوصف شرطہ ان یکون فی الاصل فلا تضرہ الغلبۃ فلذلک صرف اربع فی مررت بنسوۃ اربع وامتنع اسود وارقم للحیۃ وادہم للقید وضعف منع افعی للحیۃ واجدل للصقر واخیل للطائر التانیث

۱ قولہ الوصف الخ یعنی وصف وہ اسم ہے جو ایسی ذات مبہم پر دلالت کرے کہ جس میں بعض صفات کا لحاظ ہے عام ازیں کہ یہ دلالت باعتبار وضع کے ہو یا باعتبار استعمال کے ۱۲ ۲ قولہ شرطہ یعنی وصف کے سبب منع صرف بننے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اصل وضع میں ہو یعنی واضع نے اس کو بلحاظ معنی وصفیت کے وضع کیا ہو وصفیت اس کو عارض نہ ہوئی ہو اور دلیل اس اشتراط کی یہ ہے کہ اصل اسماء میں انصراف ہے یعنی وصف اصلی میں تو یہ قوت ہے کہ وہ اصل یعنی منصرف کو غیر اصل یعنی غیر منصرف کی طرف رد کر دے وصف عارضی میں یہ قوت نہیں لہٰذا وصف اصلی کا اعتبار ہوگا اور وصف عارضی معتبر نہ ہوگا ۱۲ ۳ قولہ فلا تضرہ الغلبۃ الخ یہ جملہ شرط مذکورہ پر تفریع ہے اور یہ معنی ہیں کہ جب یہ معلوم ہو چکا کہ وصف اصلی کا اعتبار ہے تو اب اگر اسمیت کا غلبہ ہو جائے تو وصف کے سبب منع صرف بننے میں کوئی ضرر نہ ہوگا اور غلبہ اسمیت کے یہ معنی ہیں کہ وہ اسم جو معنی وصفی پر دال ہے اپنے بعض افراد کیساتھ اس طرح پر مختص ہو جائے کہ ان بعض افراد پر اس کی دلالت میں قرینہ کی احتیاج نہ ہو جیسے اسود کہ اصل وضع میں ہر سیاہ چیز کو کہتے ہیں اور اب کثرت سے اس کا استعمال سیاہ سانپ میں ہوتا ہے ۱۲ ۴ قولہ فلذلک الخ یہاں فلذلک سے تا دلیل مذکور دو امر کیطرف اشارہ ہے ایک اشتراط اصالت وصفیت اور دوسرے عدم مضرت غلبہ اور یہی وجہ ہے کہ مصنف نے ان دو امروں کی دو فرع ذکر کیں ای صرف اربع وامتنع الخ فرع اول

عہ یعنی اذا کان کذا فلا تضرہ الغلبۃ یعنی اگر وصف اصل مقصود است ۱۲ عہ مار یکہ در وے سیاہی و سفیدی بود ۱۲ عہ بجہت ضعف اصلیت وصف ۱۲ عہ نام مرغیست کہ خالہا دارد ۱۲ عہ لے وصفیکہ در اسباب منع صرف مذکور شد ۱۲ عہ جزا شرط محذوف

عہ مبتدا محذوف الخبر است ای منہا التانیث یا خبر مبتدا محذوف ای بعضہا التانیث بالتاء یا مبتدا است و قولہ شرطہ العلمیۃ خبر ۱۲

موثر ہوگی ایسے ہی اسم جب عجمہ ہوگا تو تانیث معنوی بطور وجوب کے موثر ہوگی اس لئے کہ عموماً اہل لسان پر دوسری قوم کی زبان ثقیل ہوتی ہے اور اس ثقل کیوجہ سے اس میں سبب منع صرف بننے کی قوت پیدا ہو جائے گی بہرحال تانیث معنوی کے وجوب تاثیر کی شرط تانیث بالتاء کی شرط سے زائد ہے اس لئے کہ تانیث معنوی فرع اور تانیث بالتاء اصل ہے پس یہ ضروری نہیں کہ اصل کو جس چیز سے قوت پہنچتی ہے فرع کو بھی اس سے قوت حاصل ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اصل کو پہلے سے ایسی قوت حاصل ہو جو فرع کیلئے نہیں پس بناءً علیہ فرع کی تاثیر کیلئے مزید قوت کی ضرورت ہے اور اس کیلئے وہ شرط کافی نہیں جو کہ اصل کیلئے ہے ۱۲ ؎۲ قولہ فہند یجوز صرفہ الخ یہ ماقبل پر تفریع ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہند میں اگرچہ دو سبب پائے جاتے ہیں علمیت اور تانیث معنوی لیکن چونکہ تانیث معنوی کے وجوب تاثیر کی شرط یہاں مفقود ہے لہذا اسکا غیر منصرف ہونا بھی جائز ہے اور منصرف ہونا بھی ۱۲ ؎۳ قولہ وزینب وسقر الخ یعنی یہ چار اسم زینب سقر ماہ اور جور غیر منصرف ہیں زینب ایک عورت ہے اور اس میں علمیت اور تانیث معنوی مع اپنی شرط وجوب کے پائی جاتی ہیں یعنی زیادت علی الثلاثہ اور سقر دوزخ کے ایک طبقہ کا نام ہے اور اس میں علمیت اور تانیث معنوی مع اپنی شرط وجوب تاثیر کے پائی جاتی ہیں یعنی زیادت علی الثلاثہ اور ماہ اور جور یہ دونوں دو شہروں کے نام ہیں اور ان میں علمیت اور تانیث معنوی مع اپنی شرط وجوب تاثیر کے پائی جاتی ہیں یعنی عجمہ ہونا ۱۲ ؎۴ قولہ فان سمی بہ الخ یہاں سے مصنف اس مونث معنوی کا حکم بیان کرتے ہیں جو کہ کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو کہتے ہیں کہ اگر مونث معنوی سے کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو اس کے منع صرف میں موثر ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ کلمہ تین حرفوں سے زائد ہو باقی رہی تانیث کی دو شرطیں یعنی تحرک اوسط اور عجمہ کا ہونا سو وہ یہاں کافی نہیں اس لئے کہ مونث معنوی سے جب کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے گا تو تانیث بالکلیہ ختم ہو جائیگی اور اس وقت اس کے منع صرف میں موثر ہونے کیلئے کسی قوی شرط کی ضرورت ہوگی اور وہ زیادہ علی الثلاثہ ہے اس لئے کہ یہاں چوتھا حرف قائمقام تانیث کے ہو جائیگا بخلاف تحرک اوسط کے اور اس کا قائمقام تا تانیث کے ہونا خفی اور بعید ہے اس لئے کہ وہ قائمقام چوتھے حرف کے ہے اور چوتھا حرف قائمقام تانیث کا ہے پس اس اعتبار سے حرکت اوسط نائب النائب کرنا ہوگی اور رائے صائب کے نزدیک اس کا اعتبار کرنا بعید اور غیر مناسب علی ہذا القیاس عجمہ اعتباری چیز ہے اس کی تاثیر لفظ میں ظاہر نہ ہوگی لہذا اس جگہ ان دونوں شرطوں کا اعتبار نہ ہوگا اور شرائط تاثیر میں صرف ایک شرط یعنی زیادت علی الثلاثہ معتبر ہوگی ۱۲ ؎۵ قولہ فقدم منصرف الخ یہ شرط مذکور پر تفریع ہے اور مطلب یہ ہے کہ قدم جو کہ مونث سماعی ہے اگر کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو منصرف ہوگا اس لئے کہ اس میں مذکر کے نام رکھنے کیوجہ سے تانیث زائل

بالتاء شرط العلمية والمعنوي كذلك وشرط تحتم

تاثيره الزيادة على الثلثة او تحرك الاوسط او العجمة

فهند يجوز صرفه وزينب وسقر وماه وجور ممتنع فان

سمي به مذكر فشرطه الزيادة على الثلثة فقدم

منصرف وعقرب ممتنع المعرفة شرطها ان تكون

؎۱ قولہ والمعنوی کذالک الخ یعنی جس طرح پر تانیث لفظی بالتاء میں علمیت شرط ہے اسیطرح تانیث معنوی میں بھی شرط ہے مگر فرق اسقدر ہے کہ تانیث بالتاء میں تو علمیت کی شرط ہے منع صرف میں از روئے وجوب کے موثر ہے اور معنوی میں از روئے جواز کے کیونکہ اس کیلئے وجوب تاثیر کی شرط اور ہے جس کو مصنف نے قول وشرط تحتم تاثیرہ الخ سے بیان فرماتے ہیں یعنی تانیث معنوی میں وجوب تاثیر منع صرف کی شرط یہ ہے کہ علی سبیل منع الخلو تین باتوں میں سے ایک پائی جائے یا تو کلمہ تین حرفوں سے زائد ہو یا اگر وہ سہ حرفی ہو تو درمیانی لفظ متحرک ہو یا عجمہ ہو اسلئے کہ جب تین حرفوں سے زائد ہوگا تو چوتھا حرف قائمقام تانیث لفظی کے ہوگا اور تاثیر وجوبی پائی جائیگی اور دلیل چوتھے حرف کے قائم مقام ہونے کے لئے یہ ہے کہ مثلاً عقرب کہ جو کہ زائد علی الثلاثہ ہے جب مصغر کرتے ہیں تو تصغیر عقیرب آتی ہے پس معلوم ہوا کہ یہاں چوتھا حرف قائم مقام تانیث کے ہے بخلاف قدم کے کہ اس کی تصغیر قدیمۃ آتی ہے اسیطرح جب اسم متحرک الاوسط ہوگا تو اس کی یہ حرکت اوسط چوتھے حرف کے قائمقام ہوگی اور قائمقام تا تانیث کا ہوگا اور اس اعتبار سے تانیث معنوی میں ایک خاص قسم کی قوت پیدا ہو جائیگی جس سے وہ از روئے وجوب کے منع صرف میں

ہوگی اور وہ زائد علی الثلاثہ بھی نہیں کہ اس کا چوتھا حرف قائمقام تانیث کے ہو بخلاف عقرب کے وہ غیر منصرف ہے کیونکہ مذکر کا نام رکھنے کیوجہ سے گو اس سے تانیث زائل ہوگی مگر چونکہ اس میں زیادت علی الثلاثہ ہے لہذا اس کا چوتھا حرف قائمقام تانیث کے ہو جائیگا ۱۲ ؎۶ قولہ المعرفۃ الخ یعنی معرفہ کے اسباب منع صرف سے ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ علم ہو جیسے عمر کہ اس میں ایک سبب تعریف دوسرا عدل ہے اب اگر کوئی کہے کہ معرفہ کی تو متعدد قسمیں ہیں مصنف نے ان سب کو چھوڑ کر صرف علمیت کو کیوں اختیار کیا اور جواب یہ ہے کہ اقسام معرفہ میں سے صرف علمیت کو اختیار کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اس کی بعض قسمیں تو مبنی ہیں جیسے مضمرات و مبہمات پس وہ غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتی ہیں اسلئے کہ غیر منصرف معرب ہے اور معرب مبنی کی ضد ہے ایک شے اپنی ضد کا سبب نہیں ہو سکتی کیونکہ ایک شے اپنے موافق کا تو سبب ہو سکتی ہے ضد کا سبب نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی کہے کہ جب اقسام المعرفہ میں سے صرف علمیت ہی منع صرف کا سبب ہے تو اس قدر طول دینے کی کیا ضرورت تھی علمیت کو منع صرف کا سبب قرار دیتے ہیں جواب یہ کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ہر سبب اسباب منع صرف میں سے دوسری شے کی فرع ہے اور بہ نسبت علمیت کے معرفہ کا نکرہ کی فرع ہونا ظاہر ہے لہذا معرفہ کو منع صرف کا سبب اور علمیت کو اسکی شرط قرار دیا گیا ۱۲

عمد ایک اعتباری شے ہے لفظ میں اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا پس اگر درمیانی حرف متحرک ہو تو کلمہ تین حرفوں سے زائد ہونا چاہئیے تاکہ ثقالت پیدا ہو کر اس کا سبب منع صرف بننا صحیح ہو ۱۲ سے قولہ فنوح الخ مصنف نے اول عدم شرط پر تفریع کی اس کے بعد وجود شرط پر حالانکہ مناسب یہ تھا کہ اول وجود شرط پر تفریع کرتے اس کے بعد عدم شرط پر اور وجہ یہ ہے کہ اس سے مقصود ان پر رد ہے کہ جو کہ ہند پر نوح کو قیاس کرتے ہوئے نوح کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کو جائز کہتے ہیں تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ جس طرح ہند میں تانیث تحرک اوسط کے ساتھ مشروط تھی اور در صورت عدم تحرک اوسط کے علمیت اور تانیث معنوی کی وجہ سے اس کا غیر منصرف پڑھنا جائز تھا اسی طرح نوح میں باوجود عجمہ کی شرط تحرک اوسط نہ ہونے کی علمیت اور عجمہ کی وجہ سے اس کا غیر منصرف پڑھنا جائز ہونا چاہئیے پس جمہور کی جانب سے مصنف اس کا جواب دیتے ہیں کہ بہ نسبت عجمہ کے تانیث قوی ہے اس لئے کہ تانیث کا اثر کبھی

علمیۃ[1] العجمۃ شرطہا ان تکون علمیۃ فی العجمۃ[2] وتحرک

ای منسوبۃ الی العلم ۱۲ — ای فی لغۃ العجم ۱۲

الاوسط او الزیادۃ علی الثلثۃ[3] فنوح منصرف

ای ثلثۃ حرف ۱۲ — لانتفاء الشرط الثانی ۱۲

وشتر[4] وابراھیم ممتنع الجمع[5] شرطہ صیغۃ

ای مرفیلان نشتر متحرک الاوسط وابراہیم ... زائد علی الثلاثۃ ۱۲

منتہی الجموع بغیر[6] ھاء کمساجد ومصابیح

لعدم تاثیر الجمع لسبب التاء ۱۲

واما[7] فرازنۃ فمنصرف

جمع فرزدن وہو شی من الشطرنج یقال فی ہندی وزیر ۱۲

لے قولہ العجمۃ الخ یعنی عجمہ کے سبب منع صرف ہونیکے لئے شرط یہ ہے کہ وہ لغت عجم میں کسی کا علم ہو کیونکہ عجمہ وہ ہے کہ جس کو غیر عرب نے وضع کیا ہو پس ظاہر ہے کہ جو لفظ عربی نہ ہو اس کا ادا کرنا اہل عرب پر دشوار ہوتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اہل عرب اس کے ازالہ ثقل کیلئے اس میں کوئی تصرف کریں اور چونکہ عجمہ کا سبب منع صرف ہونا محض اسی ثقل کی وجہ سے ہے لہذا اس سے اب بعد تصرف ثقل جاتا رہیگا تو وہ لائق سبب بننے کے نہ ہوگا پس اس میں یہ شرط کی گئی ہے کہ لغت عجم میں کسی کا علم ہو حقیقۃ جیسے ابراہیم کہ عجمیوں کیلئے یہ علم ہے یا حکماً جیسے قالون کہ لغت عجم میں کسی کا علم نہیں ہر جید شے کو قالون کہتے ہیں اور اہل عرب میں بسبب جودت قرات کے قراء سبعہ میں سے ایک قاری کا نام ہو گیا ۱۲ سے قولہ وتحرک الاوسط یہ عجمہ کے سبب منع صرف ہونے کی دوسری صورت ہے اور در حقیقت یہ دو صورتیں ہیں جن میں ایک کا پایا جانا ضروری ہے یا تو تین کلمہ کا درمیانی حرف متحرک ہو اگر وہ سہ حرفی ہو یا وہ کلمہ جب کہ متحرک الاوسط نہ ہو تو تین حرفوں سے زائد ہو اور یہ شرط عجمہ میں اس لئے لگائی ہے کہ

لفظوں میں ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ ہند تصغیر ہنیدہ آتی ہے بخلاف عجمہ کے لفظوں میں اس کا اثر بالکل نہیں ہوتا لہذا تانیث اور عجمہ میں فرق ہے اور ہند پر نوح کا قیاس کرنا مع الفارق ہے لہذا نوح منصرف ہوگا اور ہند میں دونوں امر جائز ہیں منصرف پڑھنا بھی اور غیر منصرف بھی ۱۲ سے قولہ وشتر و ابراہیم الخ شتر دیار بکر کے قلعہ کا نام ہے اور یہ جملہ وجود شرط پر متفرع ہے اور مطلب یہ ہے کہ شتر میں چونکہ علمیت اور عجمہ مع اپنی شرط زیادت علی الثلاثۃ کے پائی جاتی ہے ۱۲ ھے قولہ الجمع الخ یعنی جمع دو سبب کے قائمقام اسوقت ہوگی جبکہ وزن منتہی الجموع اس میں پایا جائے وزن منتہی الجموع کا یہ ہے کہ اس کا پہلا حرف مفتوح اور تیسرا حرف الف ہے اور الف کے بعد دو حرف ہوں یا تین حرف درمیانی حرف ان کا ساکن ہو جیسے مساجد اور مصابیح اول جمع مسجد کی اور ثانی مصباح کی جمع ہے پھر جمع میں صیغہ منتہی الجموع کو اس لئے شرط کیا ہے کہ اس میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا اس لئے دوبارہ جمع تکسیر نہیں آسکتی ہے اس وجہ ایک قسم کا استحکام ہو کر دو سبب کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ۱۲ سے قولہ بغیر ھاء الخ یعنی یہ جمع قائم مقام دو سبب کے اسوقت ہوگی جب کہ صیغہ منتہی الجموع کے ساتھ یہ شرط بھی پائی جائے کہ اس کے آخر میں اس قسم کی ھاء ہوگی تو اس کا التباس مفرد کے ساتھ ہو جائے گا اور اس سے اس کی جمعیت میں فتور پیدا ہو جائے گا اور وہ منع صرف میں موثر نہ ہوگی ۱۲ ے قولہ واما فرازنۃ الخ یعنی فرازنۃ اسی وجہ سے کہ اس کے آخر میں تا تانیث ہے جو کہ حالت وقفی میں ہا ہو جاتی ہے اور اس سے طواعیۃ مفرد کی ہموزن ہو کر اس کی جمعیت میں فتور پیدا ہو ہی جاتا ہے اور وہ منع صرف میں موثر نہیں ہوتی ۱۲

حضجر بمعنی عظیم البطن کی جمع ہے اور چونکہ ضبع بمعنی کفتار بھی بڑے پیٹ والا ہوتا ہے لہذا مبالغۃً اس کو حضاجر کہنے لگے گویا کہ اس کا ہر فرد بڑے پیٹ والوں کی ایک جماعت ہے فائدہ اسم کی تین قسمیں ہیں اسم جنس، علم جنس، علم اسم جنس وہ ہے جس کو وضع کرتے وقت افراد سے قطع نظر کر کے نفس ماہیت کا تصور کیا ہو جیسے لفظ اسد کو اس کو واضع نے ماہیت حیوان مفترس کیلئے وضع کیا ہے افراد کا اس میں کوئی لحاظ نہیں علم جنس وہ ہے جس کو وضع کرتے وقت واضع نے ماہیت کا خصوصیات ذہنیہ کیساتھ تصور کیا ہو اور علم وہ ہے جس کو وضع کرتے وقت واضع نے ماہیت کا خصوصیات تشخصیہ کے ساتھ تصور کیا ہو جیسے لفظ زید کہ یہاں پر وضع کرتے وقت ماہیت انسانی کے ساتھ تشخصات خارجیہ دست و پا رنگ وغیرہ کا بھی تصور کیا گیا ہے ۱۲ ۲؎ قولہ وسراویل الخ یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ حضاجر کے غیر منصرف پڑھے جانے کے متعلق جو اعتراض پڑتا تھا اس کا جواب تو آپ نے یہ دیا ہے کہ یہ جمع سے منقول ہے لیکن سراویل کی نسبت کیا کہو گے کہ وہ نہ فی الحال جمع ہے اور نہ جمع سے

وحضاجر[1] علما للضبع غير منصرف لانه منقول عن
مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

الجمع وسراويل[2] اذا لم يصرف وهو الاكثر فقد قيل
مبتدا لخبره الجملة الشرطية ۱۲ — شرط ۱۲ — جملہ معترضہ ۱۲ — جزاء الشرط ۱۲

اعجمي حمل على موازنه وقيل عربي جمع سرواله تقديرا
صفۃ الاعجمی — خبر للمبتدا المحذوف ۱۲ — خبر مبتدا محذوف ۱۲ — خبر بعد خبر ۱۲

واذا صرف فلا اشكال ونحو[3] جوار رفعا وجرا كقاض
وجوہ الاول ۱۲

منقول ہے لیکن پھر اسکو غیر منصرف پڑھا جاتا ہے پس اس اعتراض کا جواب مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ یہ دیتے ہیں کہ سراویل کے منع صرف میں اختلاف ہے بعض اس کو منصرف پڑھتے ہیں وہ اس تقدیر پر کوئی اعتراض نہیں اور بعض غیر منصرف پڑھتے ہیں اور یہی استعمال میں اکثر ہے اور چونکہ اس تقدیر پر اعتراض پڑتا ہے لہذا اس اعتراض کے جواب میں دو فریق ہو گئے ہیں ایک فریق کہتا ہے کہ یہ عجمی لفظ ہے اس کو اس کے عربی ہم وزن مثلاً اناعیم اور مصابیح پر حمل کیا گیا ہے پس اناعیم اور مصابیح کی طرح یہ غیر منصرف ہے اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ یہ عربی لفظ ہے اور فرضاً اور تقدیراً سروالہ کی جمع ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ سروالہ کی جمع ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ سراویل کو جب استعمال میں غیر منصرف دیکھا گیا اور کوئی سبب منع صرف کا اس میں موجود نہ تھا تو اس کو سروالہ کی جمع فرض کی گئی ہے اور یا مقدر کیا گیا ہے کہ پائجامہ کا ٹکڑا سروالہ اور اس کی جمع سراویل ہے ۳؎ قولہ ونحو جوار الخ جو جمع ناقص واوی یا یائی فواعل کے وزن پر ہو اور معرب بحرکت ہو جیسے جواری جمع جاریۃ کی اور دواعی جمع داعیۃ کی۔ پس یہ جمع حالت رفعی اور جری میں حذف یاء اور دخول تنوین میں قاض کی طرح ہے جیسے جاءنی جوار و مررت بجوار لیکن حالت نصبی میں اس کا حال قاض کی طرح نہیں بلکہ اس وقت اسمیں یاء مفتوح متحرک ہوتی ہے اور تنوین داخل نہیں ہوتی بخلاف قاض کے کہ حالت نصبی میں اس پر تنوین ہوتی ہے اب اس جگہ ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ مصنف نے ونحو جوار سے اسکے استعمال کا طریقہ تحریر فرمایا اور یہ تحریر نہ فرمایا کہ وہ منصرف ہے یا غیر منصرف حالانکہ یہاں یہ چیز بیان کرنے کے زیادہ مناسب تھی کیونکہ کلام منصرف اور غیر منصرف میں ہو رہا ہے اور جواب یہ ہے کہ مثل جوار کے انصراف اور عدم انصراف میں اختلاف تھا اسلئے مصنف نے اسکو بیان

۱؎ قولہ وحضاجر الخ یہ جملہ سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ ماقبل مصنف نے جمعیت کو منع صرف کا سبب اور صیغہ منتہی الجموع کو شرط قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ حضاجر جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہے لیکن جمع نہیں پس جب حضاجر میں غیر منصرف کا سبب یعنی جمعیت معدوم ہے تو اس کو غیر منصرف پڑھنا کیونکر صحیح ہے اور جواب ہے کہ حضاجر میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ حضاجر بمعنی ہشتاد دوسرے یہ کہ وہ حضجر بروزن قنفذ کی جمع ہو بمعنی عظیم البطن نہیں اگر وہ در حقیقت حضجر کی جمع ہے تو اس صورت میں کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت سبب اور شرط دونوں پائی جاتی ہیں اور جب کہ کفتار یعنی بذار کا علم جنس ہو تو اس میں شک نہیں کہ اس وقت مذکورہ بالا اعتراض وارد ہوتا ہے اور جواب ہے کہ حضاجر اگرچہ کفتار کا علم جنس ہے لیکن اصل میں حضجر کی جمع ہے جمعیت سے نقل کر کے اسکو ضبع بمعنی کفتار کا علم جنس کیا گیا ہے پس جمعیت اصلیہ کی وجہ سے وہ غیر منصرف ہے اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمع عام ہے اصلی اور حالی دونوں کو شامل ہے اور سبب منع صرف بننے کیلئے فی الحال جمع کا ہونا شرط نہیں جمعیت اصلیہ کافی ہے اب یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب کہ جمع میں معتبر جمعیت اصلیہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہاں مصنف نے وشرطہ ان یکون فی الاصل کیا جواب ہے کہ یہاں اگر اصالت کو شرط قرار دیتے تو یہ وہم ہوتا کہ وصف کیطرح جمع بھی اصلی اور عارضی ہوتی ہے حالانکہ وہ کبھی عارضی نہیں ہوتی اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ تمہارے اس کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضاجر گو فی الحال جمع نہیں مگر جمع سے منقول ہے تو چونکہ منقول منہ اور منقول الیہ کے درمیان کوئی نہ کوئی مناسبت ہونی چاہئے لہذا بتاؤ کہ یہاں مناسبت کیا ہو گی جواب ہے کہ حضاجر منقول عنہ

نہیں کیا اور اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف طریقہ استعمال کے بیان کرنے پر اکتفا کیا پھر اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ مثل جواری اور دواعی کے منصرف اور غیر منصرف پڑھنے میں کیا اختلاف ہے تو کہا جائیگا کہ یہ اختلاف دراصل ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے اور وہ یہ کہ اسمیں گفتگو ہوئی ہے کہ کلمہ کا انصراف اور عدم انصراف اس کے اعلال پر مقدم ہوتا ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اعلال کلمہ کے ثقل کو زائل کرنے کی غرض سے ہوتا ہے اور ثقل بدون تلفظ کے ظاہر نہیں ہوتا اور تلفظ بدون منصرف یا غیر منصرف پڑھنے کے ممکن نہیں پس لامحالہ کلمہ کا انصراف اور عدم انصراف اس کے اعلال پر مقدم ہوگا اور جب کلمہ کا انصراف و عدم انصراف اس کے اعلال پر مقدم ہوگا تو لامحالہ کلمہ تعلیل سے پہلے کلمہ کو غیر منصرف تلفظ کرینگے کیونکہ اس وقت اس میں جمع کے معنی اور صیغہ منتہی الجموع کا پایا جاتا ہے پھر تعلیل کرینگے اور وہ یہ کہ حالت رفعی میں ضمہ کو یاء پر ثقیل ہونے کی وجہ سے گرا دیا اس کے بعد ضمہ کے عوض میں تنوین کو داخل کیا پھر چونکہ درمیان اور تنوین

باقی بر صفحہ ۲۳ پر

التركيبُ[1] شرطُ العلميةِ[2] وان لايكونَ[3] بالاضافةِ ولا اسنادٍ مثل بعلبكَّ[4] الالفُ[5] والنونُ ان كانتا

فی منع الصرف ۱۲

سے غیر منصرف ہونے چاہئیں. ان کو منصرف کیوں پڑھا جاتا ہے ۱۲ ؏ قولہ شرط العلمیۃ الخ یعنی ترکیب کے سبب منع صرف ہونے میں شرط یہ ہے کہ وہ کسی کا علم ہو کیونکہ ترکیب اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ اجزاء ترکیب میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ ارتباط و احتیاج ہو اور اصل ہر جزء میں یہ ہے کہ مستقلاً بدون ارتباط اور احتیاج کے پایا جائے اسی لئے کہ واضع نے ہر لفظ کو علی الانفراد وضع کیا ہے پس اصل جب ہر جزء میں یہ ہے کہ وہ مستقلاً بدون احتیاج کے پایا جائے تو اجزاء کا باہمی یہ ارتباط یقیناً کسی عارض کی وجہ سے ہوگا۔ اور ترکیب عارضی ہے اور چونکہ ہر شے زوال پذیر ہوتی ہے اس لئے کہ محتمل ہے کہ بعد زوال عارض کے ترکیب زائل ہو جائے لہٰذا علمیت کو شرط کیا تا کہ ترکیب احتمال زوال سے محفوظ ہو کر منع صرف میں مؤثر ہو ؏ قولہ وان لا یکون بالاضافۃ الخ یعنی ترکیب کے منع صرف میں مؤثر ہونے کے لئے دوسری شرط جو عدمی ہے کہ نہ تو ترکیب اور نہ اسنادی۔ ترکیب اضافی اس لئے نہ ہونی چاہیے کہ اضافت مضاف کو منصرف یا حکم میں منصرف کے کر دیتی ہے۔ اور ترکیب اسنادی اس لئے نہ ہونی چاہیے کہ مرکب اسنادی جب کسی کا علم ہوگا تو وہ مبنی ہوگا اور اس سے مقصود نقصہ غیر بہ ہوگا اور جب مبنی ہوا تو غیر منصرف کیوں کر ہو سکتا ہے کیونکہ غیر منصرف احکام معرب سے ہے ۱۲ ؏ قولہ بعلبک الخ یہ شام کے ایک شہر کا نام ہے اس میں بعل ایک بت کا اور بک اس شہر کے بانی کا نام ہے پس ان دونوں کلموں کو ایک کیا اور ایک شہر کا نام رکھ دیا گیا ۱۲ ؏ قولہ الالف والنون الخ یعنی الف و نون زائدتان دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دونوں اسم میں ہوں گے یا صفت میں۔ اگر اسم میں ہوں تو الف و نون کے منع صرف میں تاثیر کرنے کی شرط یہ ہے کہ علمیت ہو اس لئے کہ الف و نون مزیدتان آخر کلمہ میں زائد ہوتے ہیں اور وہ تغیر کا محل ہے پس علمیت کو شرط کیا تا کہ حتی الامکان کلمہ تغیر سے محفوظ ہو جائے ۱۲ (محمد مشیت اللہ دیوبندی مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲ کے التقاء ساکنین ہے لہٰذا یاء کو گرا دیا جوار ہو گیا اور یہ تعلیل اس مذہب پر فقط حالت رفعی میں ہے حالت نصبی اور جری میں ان لوگوں کے مذہب پر کوئی تعلیل نہ ہوگی اس لئے کہ کلمہ ان دونوں حالتوں میں غیر منصرف ہونے کی وجہ سے فتحہ کے ساتھ معرب ہوگا اور فتحہ یا پر ثقیل نہیں بخلاف ضمہ کے کہ وہ بوقت رفع یا پر ثقیل ہے اور بعض نحوی یہ کہتے ہیں کہ تعلیل کلمہ کے انصراف اور عدم انصراف پر مقدم ہے کیونکہ تعلیل کا تعلق تو ذات کلمہ سے ہے اور منصرف اور غیر منصرف ہونے کا تعلق صفات کلمہ سے ہے اور چونکہ قاعدہ ہے کہ ذات صفات پر مقدم ہوتی ہے لہٰذا مناسب ہے کہ متعلق ذات بھی متعلق صفات پر مقدم ہو پس جب تعلیل انصراف اور عدم انصراف پر مقدم ہوئی تو اب جوار کی اصل اس مذہب پر تنوین اور ضمہ کے ساتھ جواری ہوگی چونکہ ضمہ یاء پر ثقیل تھا اسکو گرا دیا۔ اسکے بعد یاء کو التقاء ساکنین کی وجہ سے گرا دیا پھر اسکے بعد کلمہ کے منصرف اور غیر منصرف ہونے میں یہ بعض نحاۃ دو فریق ہو گئے ہیں ایک فریق کہتا ہے کہ تعلیل کے بعد یہ کلمہ مطلقاً منصرف ہے اس لئے کہ تعلیل کے بعد فاعل کا وزن جو کہ جمع کے لئے شرط ہے باقی نہیں رہتا اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ تعلیل کے بعد وہ مطلقاً غیر منصرف ہے کیونکہ اب بھی اس میں وزن جمع منتہی الجموع کا باقی ہے اسلئے کہ یاء مقدرہ بمنزلہ یاء ملفوظ کے ہے اور یہی وجہ ہے کہ رائے جملہ پر اعراب جاری نہیں ہوتا۔ بلکہ یائے مقدرہ پر ہوتا ہے اور تنوین اس میں عوض کی ہے یعنی کلمہ سے تنوین تمکن کو دور کر کے دوسری تنوین یا محذوفہ کے عوض میں داخل کی گئی ہے اور یہ بعض نحاۃ جو تعلیل کو منع صرف پر مقدم کرتے ہیں حالت رفعی اور جری دونوں میں تعلیل کرتے ہیں اس لئے کہ ضمہ اور کسرہ دونوں یاء پر ثقیل ہیں۔ بخلاف مذہب اول کے کہ اس میں تعلیل صرف حالت رفعی میں ہوگی اور ظاہر عبارت مصنف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس موقعہ پر ان بعض نحاۃ کا مذہب اختیار کیا ہے جو کلمہ کی تعلیل کو منع صرف پر مقدم کرتے ہیں ۱۲ (حاشیہ صفحہ ہذا) ؏ قولہ الترکیب الخ اصطلاح میں ترکیب دو یا دو سے زائد کلموں کا بدون کسی حرف کے جزء ہوئے ایک ہونا ہے پس جب ترکیب کی تعریف میں یہ قید لگا دی گئی کہ کوئی حرف اس جزء نہ ہو تو اب النجم اور بصری سے احتراز ہو گیا کیونکہ ان دونوں میں حرف جزء ہے اول میں لام اور ثانی میں یاء ہے پس اب یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ دونوں علمیت اور ترکیب کی وجہ

فعلی کو شرط قرار دیتے ہیں اس لئے رحمٰن کے منصرف اور غیر منصرف پڑھنے میں اختلاف کیا گیا ہے جو لوگ انتفاء فعلانۃ کو شرط کہتے ہیں ان کے نزدیک یہ غیر منصرف ہے اس لئے کہ رحمٰن کا مونث ہی نہیں چہ جائیکہ فعلانۃ کے وزن پر آئے اور جو لوگ وجود فعلی کو شرط کہتے ہیں وہ رحمٰن کو منصرف پڑھتے ہیں اس لئے کہ رحمٰن باری تعالیٰ کی صفت ہے پس اس کا مونث نہیں آتا نہ فعلیٰ کے وزن پر نہ فعلانۃ کے وزن پر ۱۲ ۵ قولہ دون سکران ندمان یعنی سکران اور ندمان میں کسی کا اختلاف نہیں سکران کو دونوں فریق غیر منصرف پڑھتے ہیں اس لئے کہ اس کا مونث سکرانۃ نہیں آتا سکریٰ آتا ہے اور ندمان جب کہ ندیم کے معنی میں ہو اس کے منصرف ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں اس لئے کہ اس کا مونث ندمانۃ آتا ہے البتہ اگر نادم کے معنی میں ہو تو سب کے نزدیک غیر منصرف ہوگا اس لئے کہ اس کا مونث ندمیٰ آتا ہے ندمانۃ نہیں آتا ۱۲ ۶ قولہ وزن الفعل الخ یعنی وزن کے سبب منع صرف بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو یعنی اسم ایسے وزن پر پایا جائے کہ جو اوزان فعل سے شمار کیا جاتا ہے وہ فعل کے ساتھ مختص ہے اور وجہ اس شرط لگانے کی یہ ہے کہ اس وقت یہ وزن اسم میں خلاف عادت پائے جانے کی وجہ سے ثقیل ہوگا پس فعل کیساتھ مختص ہونا چاہئیے تاکہ اس کی ثقالت مختص بالفعل ہونے کی وجہ سے اس درجہ میں پہنچ جائے کہ منع صرف میں موثر ہو سکے اب اگر کوئی کہے کہ اختصاص کے تو یہ معنی ہیں کہ سوائے مختص بہ کے کسی اور میں نہ پایا جائے پس جب وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہے تو اسم میں نہ پایا جانا چاہیے پھر یہ شرط کہ اسم میں پایا جائے اور فعل کیساتھ مختص ہو کہ کیونکر درست ہوگی جواب یہ ہے کہ اختصاص سے مراد اختصاص بحسب اصل الوضع ہے یعنی از روئے وضع کے فعل کیساتھ مختص ہو اور اسم میں فعل سے منقول ہو کر پایا جائے ۷ قولہ کشمر وضرب شمر ماضی کا صیغہ ہے فعل کے وزن کے ساتھ مختص اور اس کا مصدر تشمیر ہے (دامن اٹھانا) فعل سے اس کو اسم کی طرف نقل کیا گیا ہے اور اب اس کے معنی تیز رفتار گھوڑے کے ہو گئے ہیں اور وہ وزن فعل اور علمیت کیوجہ سے غیر منصرف ہوگا۔ ضرب ماضی مجہول کا صیغہ ہے جس وقت اس سے کسی کا نام رکھیں گے تو وزن فعل اور علمیت کیوجہ سے غیر منصرف ہوگا اب اگر کوئی کہے کہ مثال دیتے وقت مصنف نے ماضی مجہول کے صیغہ کو کیوں اختیار کیا ماضی معروف کیوں مثال نہیں دی جواب یہ ہے کہ ماضی مجہول کے صیغہ کو کیوں کی مثال اس لئے لائے ہیں کہ ضرب ماضی معروف کا وزن فعل کیساتھ مختص نہیں اسم میں بھی پایا جاتا ہے جیسے شجر و حجر کیونکہ حرکت آخر کا کوئی اعتبار نہیں ۱۲ ۸ قولہ ویکون فی اولہ الخ یہ منع صرف میں وزن فعل کے موثر ہونے کی دوسری شرط ہے اور مطلب یہ ہے کہ وزن فعل اگر فعل کیساتھ مختص نہ ہو تو اس وقت شرط یہ ہے کہ اس کے اول میں مثل اس کے زیادتی ہو جو فعل کے اول میں ہوتی ہے یعنی حروف اتین میں سے کوئی نہ کوئی حرف اس کے اول میں پایا جائے اور یہ کہ تا تانیث کا داخل ہونا اس پر ممتنع ہو غرض وزن فعل کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو دوسرے حروف اتین میں سے اس کے اول میں کوئی حرف ہو اور تا تانیث کا داخل ہونا ممتنع ہو علیٰ سبیل منع الخلو ایک کا پایا جانا ضروری ہے دونوں کا ایک ساتھ پایا جانا ضروری نہیں باقی رہی شرط ثانی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وزن کی فعل کیساتھ خصوصیت پیدا ہو جائیگی اور عدم دخول تا سے اسمیت کا غلبہ نہ ہوگا ۱۲ ۹ قولہ ومن ثم امتنع الخ یہ دوسری شرط پر تفریع ہے اور مطلب ہے کہ چونکہ احمر کے اول میں اتین میں سے الف کی زیادتی ہے اور وہ تا کو قبول نہیں کرتا اس لئے وہ غیر منصرف ہے ۱۲ ۱۰ قولہ انصرف یعمل الخ یہ الذلم شرط پر متفرع ہے اور یہ مطلب یہ ہے کہ یعمل چونکہ تا تانیث کو قبول کرتا اس لئے جیسا کہ اہل عرب ناقۃ یعملۃ کہتے ہیں لہٰذا وہ منصرف ہے۔

فی اسمٍ فشرطہ العلمیۃ[۱] کعمرانَ[۱] او صفۃٍ[۲] فانتفاء

اے مالیقابل الصوفۃ ۱۲

فعلانۃٍ وقیل وجود فعلیٰ[۳] ومن ثم[۴] اختلف فی رحمٰن

من اجل المخالفۃ فی الشرط ۱۲

دون[۵] سکرانَ وندمانٍ و وزنُ الفعل[۶] شرطہ ان یختص

اے کزیادۃ الفعل ۱۲

بہ کشمر[۷] وضُرِبَ او یکون[۸] فی اولہٖ زیادۃ کزیادتہٖ غیر

قابل للتاء ومن ثَمّ[۹] امتنع احمر وانصرف[۱۰] یعمل

۱ قولہ کعمران یہ اس الف و نون زائدتان کی مثال ہے جو اسم میں پائے جاتے ہیں اور دوسرا سبب اسمیں علمیت ہے ۱۲ ۲ قولہ او فی صفۃ الخ یعنی الف و نون زائدتان اگر صفت میں ہوں تو ان کے منع صرف میں موثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ مونث فعلانۃ کے وزن پر نہ آئے یعنی تا تانیث کا دخول اس کے مونث پر ممتنع ہو اس لئے کہ یہ دونوں آخر کلمہ میں لاحق ہوتے اور عدم دخول تا تانیث میں ہر دو الف مقصورہ اور ممدودہ سے مشابہت رکھتے ہیں پس اگر تا تانیث اس کے مونث میں آ جائے گی تو اس کی مشابہت الف ممدودہ اور مقصورہ کے ساتھ ضعیف ہو جائیگی لہذا انتفاء فعلانۃ کو شرط کیا تاکہ مشابہت ضعیف نہ ہو ۱۲ ۳ قولہ وقیل وجود فعلی یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ الف و نون زائدتان صفت میں ہو کر منع صرف کا سبب اس وقت بنیں گے جب کہ اس کا مونث فعلیٰ کے وزن پر آئیگا اور در حقیقت مقصد اس فریق کا بھی یہی ہے کہ اس کا مونث فعلانۃ کے وزن پر نہ آئے ۱۲ ۴ قولہ ومن ثم اختلف الخ یعنی چونکہ الف و نون زائدتان کی شرط تاثیر میں اختلاف ہے بعض انتفاء فعلانۃ کو اور بعض وجود

علیت مؤثر ہو کر اسی اسم غیر منصرف میں پائی جائیگی کہ جسمیں علیت شرط ہے مگر عدل اور وزن فعل یہ ایسے دو سبب ہیں کہ ان میں علیت بدون شرطیت کے مؤثر ہے بہر حال علیت کا دوسرے سبب کے ساتھ مؤثر ہو کر پائے جانے کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جسکا بیان ماقبل میں اسباب منع صرف کے موقع پر ہو چکا ہے لیکن چونکہ وہ مصرح نہ تھا اس لئے مصنف علام نے یہاں بصراحت بیان فرمایا۔ اب اگر کوئی کہے کہ مصنفؒ کے قول الا ما ہی شرط فیہ الا العدل و وزن الفعل میں بدون عطف کے امر واحد سے متعدد استثناء مذکور ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کسی کلام میں بدون عطف کے امر واحد سے متعدد استثناء مذکور ہوتے ہیں تو وہاں بدل غلط ہوتا ہے جس یہ معنی ہیں کہ مبدل منہ بطور غلط کے واقع ہوتا ہے اور حکم میں مسکوت عنہ کے ہوتا ہے اور مقصود کلام سے بدل ہوتا ہے پس اس وقت کلام مصنف کے یہ معنی ہیں کہ علیت مؤثر ہو کر فقط عدل اور وزن

وما فیہ[۱] علمیۃ مؤثرۃ اذا نکر صرف[۲] لما تبین من

انہا لا تجامع مؤثرۃ الا ما ہی شرط فیہ الا العدل و

ای تعلیۃ ۱۲ — استثناء من للاستثناء الاول ۱۲

وزن الفعل وہما[۳] متضادان فلا[۴] یکون معہا الا

مبتداء ۱۲ — خبر ۱۲

احدہما فاذا نکر[۵] بقی بلا سبب او علی سبب واحد

ان کانت معہا — ان کانت

[۱] قولہ وما فیہ علمیۃ مؤثرۃ الخ یعنی ہر وہ اسم غیر منصرف کہ جسمیں علیت مؤثر ہے جب اس کو نکرہ کیا جائے تو وہ منصرف ہو جائیگا۔ کیونکہ علیت کے منع صرف میں مؤثر ہونیکی دو صورتیں ہیں کبھی تو وہ سبب اور شرط بنکر مؤثر ہوتی ہے اور کبھی سبب محض بنکر پس جس جگہ سبب اور شرط ہو کر مؤثر ہوتی ہے جیسا کہ ترکیب اور تانیث بالتا و اور تانیث معنوی اور عجمہ میں اگر وہاں علیت کو زائل کر دیا جائے تو اسم بلا سبب کے باقی رہ جائیگا۔ کیونکہ اسمیں ایک سبب تو علم تھا وہ جاتا رہا اور دوسرا سبب وہ تھا کہ جسمیں علیت شرط تھی پس جب شرط گئی تو مشروط بھی جاتا رہا اور جس جگہ علیت سبب محض بنکر مؤثر ہوتی ہے جیسا کہ عدل و وزن فعل میں کہ ان میں سے کسی ایک کی ساتھ سبب ہو کر مؤثر ہوتی ہے شرط ہو کر مؤثر نہیں ہوتی اور نہ عدل اور وزن فعل علیت کے ساتھ ایک حالت پائے جاتے ہیں اسلئے کہ عدل و وزن فعل میں تضاد ہے دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا پس جب اس صورت میں اسم غیر منصرف سے علیت کو زائل کیا جائیگا تو صرف ایک سبب باقی رہ جائیگا۔ عدل یا وزن فعل اور چونکہ ایک سبب سے اسم غیر منصرف نہیں ہوتا لہذا منصرف ہو جائیگا۔ پھر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی علم کو نکرہ کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ علم سے مراد وصف مشتہر لیں جیسا کہ لکل فرعون موسیٰ کہتے ہیں اور اس سے مراد لکل مبطل محق لیتے ہیں۔ دوسرے اس نام کی جماعت کا ایک فرد مراد لیں مثلاً کہیں ہذا زید و رایت زیدا آخر پس یہاں اس نام کے بہت سے آدمیوں میں سے لاعلی التعیین ایک فرد مراد ہے یہ تو مصنف رحمہ کی عبارت کا خلاصہ تھا۔ اب اصل عبارت پر غور کرو دیکھو مصنف رحمہ کیا فرماتے ہیں [۲] قولہ لما تبین من انہا الخ یعنی اسم غیر منصرف کا کہ جس میں علیت مؤثر ہے تنکیر کے بعد منصرف ہونا اسلئے ہے کہ ماقبل مذکور ہو چکا ہے کہ

فعل میں پائی جاتی ہے اور یہ علاوہ خلاف مقصود ہونیکے خلاف واقع بھی ہے پس ثابت ہو گیا کہ مصنفؒ کا یہ کلام خلل سے خالی نہیں جواب یہ ہے کہ یہاں امر واحد سے متعدد استثناء نہیں بلکہ اس عبارت سے ہر ایک استثناء کا مستثنیٰ منہ علیحدہ علیحدہ مفہوم ہوتا ہے اسلئے کہ استثناء اول سے ایک موجبہ کلیہ سمجھا جاتا ہے یعنی ہر وہ اسم غیر منصرف کہ جس میں علیت شرط ہے علیت اس میں مؤثر ہو کر پائی جاتی ہے اور اس موجبہ کلیہ کے ساتھ ایک سالبہ کلیہ مفہوم ہوتا ہے یعنی جس میں علیت شرط نہیں اس میں مؤثر ہو کر نہیں پائی جاتی ہے پس اس سے یہ دوسرا استثناء ہے اور یہ معنی ہیں کہ جس اسم غیر منصرف میں علیت شرط نہیں اس میں مؤثر ہو کر نہیں پائی جاتی مگر عدل اور وزن فعل کہ ان دونوں میں علیت بدون شرطیت کے مؤثر ہے ۱۲ [۳] قولہ وہما متضادان الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ قول مصنفؒ اذا صرف نکر قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ قضیہ شرطیہ کا جزء اول یعنی مقدم اسکے ثانی یعنی تالی کو مستلزم ہوتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ بر تقدیر صدق مقدم صدق تالی لازم ہوتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں اسلئے کہ بر تقدیر صدق مقدم (تنکیر) صدق تالی (منصرف ہونا) لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ عدل اور وزن فعل اور علیت تینوں ایک جگہ جمع ہو جائیں اور بعد زوال علیت کے دو سبب (عدل و وزن فعل) باقی رہیں اور کلمہ بعد زوال علیت کے بھی بدستور غیر منصرف ہو جیسا کہ علیت کے موجود ہونیکی صورت میں تھا اور جواب یہ ہے کہ عدل اور وزن فعل میں تضاد ہے دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اوزان عدل کے چھ ہیں اور ان میں سے کوئی وزن ایسا نہیں جو فعل کے اوزان معتبرہ میں سے ہو ۱۲ [۴] قولہ فلا یکون معہا الا احد ہما یعنی یہ جب ثابت ہو گیا کہ ان دونوں میں تضاد ہے اب علیت کا ان دونوں کے ساتھ اجتماع نہ ہوگا بلکہ دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پائی جائیگی اب یہاں پر ایک اور اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ قولہ الا احد ہما استثناء مفرغ ہے اور یہ معلوم ہے کہ مستثنیٰ منہ استثناء مفرغ میں محذوف ہوتا ہے اور وہ اس جگہ لفظ شئی ہے پھر وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس سے مراد شئے کا مفہوم عام ہوگا جو کہ اسباب تسعہ کو شامل ہے یا مفہوم خاص مراد ہوگا جو کہ صرف عدل اور وزن فعل پر صادق آتا ہے پس اگر شئے سے اس کا مفہوم عام مراد ہو تو اس وقت خلاف مقصود لازم آئیگا اور کلام کے یہ معنی ہوں گے کہ علیت اسباب تسعہ میں سے کسی سبب کے ساتھ بجز عدل اور وزن فعل کے جمع نہ ہوگی اور یہ بدیہی البطلان ہے اور جب شئی سے مفہوم خاص یعنی عدد (باقی ص ۲۶ پر)

کا اختلاف ہے اخفش تو مثل مذہب جمہور کے تنکیر کے بعد اسکو منصرف کہتا ہے اور سیبویہ تنکیر کے بعد بھی اسکو غیر منصرف پڑھتا ہے غرض مثل احمر ایک ایسا اسم غیر منصرف ہے کہ اس کا تنکیر کے بعد منصرف ہونا متفق علیہ نہیں اب رہا یہ امر کہ مثل احمر سے کیا مراد ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ مثل احمر سے مراد ہر وہ اسم غیر منصرف ہے کہ جسمیں علمیت سے پیشتر معنی وصفی ظاہر غیر خفی ہوں پس اسود میں چونکہ وصفیت کے معنی قبل از علمیت ضعیف اور خفی ہیں لہٰذا وہ اس اختلاف سے خارج ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعد تنکیر کے اسکا منصرف ہونا بالاتفاق ہے سیبویہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ اسم کہ جس میں علم سے پہلے وصفیت کے معنی ظاہر اور غیر خفی ہیں اس میں معنی وصفیت اعتبار کرنے سے علمیت مانع تھی جب مانع زائل ہوگیا تو وصف عود کر آئیگا اور وصفیت اصلیہ کا اعتبار ہوگا چنانچہ احمر وزن فعل اور وصفیت اصلیہ کے سبب اور سکران وصفیت اصلیہ اور الف نون زائدتان کے سبب غیر منصرف ہی رہیں گے اور اخفش کہتا ہے کہ علم اور وصف ایک دوسرے کی ضد ہیں علمیت کے ہوتے ہوئے معنی وصفیت کے معدوم ہو

وَخَالَفَ[1] سِيْبَوَيْهِ الْأَخْفَشَ فِيْ مِثْلِ أَحْمَرَ عَلَمًا إِذَا نُكِّرَ

اِعْتِبَارًا لِلصِّفَةِ الْأَصْلِيَّةِ بَعْدَ التَّنْكِيْرِ وَلَا يَلْزَمُهٗ[2] بَابُ حَاتِمٍ

لِمَا يَلْزَمُ مِنِ اعْتِبَارِ الْمُتَضَادَّيْنِ فِيْ حُكْمٍ وَاحِدٍ وَجَمِيْعُ[3] الْبَابِ

جائیں گے پھر اگر تنکیر کے بعد معنی وصفیت کا اعتبار کریں گے تو اعتبار معدوم کا لازم آئیگا اور یہ جائز نہیں لہٰذا بعد تنکیر کے احمر اور سکران منصرف ہونگے اب یہاں پر ایک مشہور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ خالف مخالفت سے مشتق ہے اور محاورہ عرب اس کو متقاضی ہے کہ مخالفت نسبت ادنیٰ کی طرف کریں اعلیٰ کیطرف نہ کریں پس کیا وجہ ہے کہ مصنف رح نے یہاں مخالفت کی نسبت اعلیٰ یعنی سیبویہ کی طرف کی جو کہ اخفش کا استاذ ہے کیا اس سے محاورہ عرب کے خلاف لازم نہیں آتا جواب یہ ہے کہ یہاں پر مصنف رح نے استادی اور شاگردی کا درجہ ملحوظ نہیں رکھا بلکہ دلیل کی قوۃ اور ضعف کا اعتبار کیا پس اخفش کا قول چونکہ مذہب جمہور کے موافق ہونے کیوجہ سے قوی تھا اور سیبویہ کا ضعیف لہٰذا مخالفت کی نسبت سیبویہ کیطرف کی اخفش کی طرف نہیں کی اور اگر کوئی کہے کہ آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ خالف کی نسبت سیبویہ کی طرف کی گئی ہے جواب یہ ہے کہ اس جملہ میں اعتبارًا منصوب ہے اور بتقدیر لام خالف کا مفعول لہ ہے اور بحث مفعول لہ میں یہ قاعدہ مذکور ہو چکا ہے کہ بتقدیر لام مفعول لہ اس وقت تک منصوب نہیں ہوگا جب تک فاعل فعل معلل بہ اور مفعول لہ کا ایک نہ ہو اور یہ امر تحقیق و تفتیش سے معلوم ہے کہ فاعل اعتبارًا کا جو کہ مفعول لہ ہے سیبویہ ہے اسلئے کہ تنکیر کے بعد وہی وصفیت اصلیہ کا اعتبار کرتا ہے پس جب مفعول لہ کا فاعل سیبویہ ہے تو بقاعدہ مذکورہ فعل معلل بہ یعنی خالف کا فاعل بھی سیبویہ ہوگا اخفش فاعل نہیں ہو سکتا ورنہ قاعدہ کے خلاف لازم آئیگا فائدہ جاننا چاہئے کہ مثلاً احمر میں تنکیر کے بعد وصف اصلی کے اعتبار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ مانع کے زائل ہونے کے بعد وصفیت اس درجہ میں ہے کہ اگر کوئی وصفیت اصلیہ کے اثبات کا ارادہ کرے تو نظر بر زوال مانع اسکا اعتبار کرنا جائز ہو اور یہ معنی نہیں کہ بعد زوال مانع کے وصفیت اصلیہ عود کر آتی ہے اسکے معنی رب احمر کے رب شخص فیہ معنی الحمرۃ کے ہوں بلکہ اسکے معنی رب شخص سمی بہذا اللفظ کے ہیں عام از یں کہ اسود ہو یا ابیض ۱۲ [2] قولہ ولا یلزمہ باب حاتم الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے جو اخفش کی جانب سے سیبویہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ جب سیبویہ نے مثل احمر میں معنی وصفیت کا اعتبار باوجود معدوم ہونیکے کر لیا تو چاہئے کہ باب حاتم میں بھی معنی وصفیت کا جو کہ علمیت کیوجہ سے معدوم ہے اعتبار کرے حاتم حتم سے ماخوذ ہے اسکے معنی استوار کرنے اور حکم کرنے اور کام کو کسی پر واجب کرنے کے ہیں از منتخب پھر باب حاتم سے مراد وہ علم ہے کہ اصل میں وصف ہو اور علمیت اس میں باقی ہو اور جواب یہ ہے کہ تنکیر کے بعد وصف اصلی کے اعتبار کرنے سے یہ لازم نہیں کہ سیبویہ باب حاتم میں بھی وصف اصلی کا اعتبار کرے کیونکہ اگر ایسا کریگا تو حکم واحد یعنی ایک لفظ کے منع صرف میں دو ضد یعنی علمیت اور وصفیت کا اعتبار کرنا لازم آئیگا اور یہ جائز نہیں اسلئے کہ یہ (باقی ص ۲۷ پر)

بقیہ ص ۲۷) من العدل و وزن الفعل مرادلیں تو چونکہ یہ عین مستثنیٰ ہے لہٰذا اس تقدیر پر استثناء شئی من نفسہ لازم آتا ہے اور وہ باطل ہے جواب یہ ہے کہ یہاں مستثنیٰ منہ نہ تو مطلق شئے ہے اور نہ خاص احدہما بلکہ وہ ایک ایسا مفہوم ہے جو کہ درمیان مجموع عدل و وزن فعل اور درمیان احدہما کے دائر ہے یعنی جو مفہوم کہ احتمال عقلی اور احتمال نفس الامری کے درمیان تردید سے حاصل ہوتا ہے وہ مستثنیٰ منہ ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ گو مجرد عقل اسبات کو جائز رکھتی ہے کہ علمیت مجموع عدل اور وزن فعل کے ساتھ جمع ہو جائے لیکن نفس الامر میں دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پائی جائیگی یا تو فقط عدل کے ساتھ یا فقط وزن فعل کے ساتھ غرضیکہ دو احتمال ہیں عقلی اور نفس الامری پس جو مفہوم کہ ان دونوں احتمالوں کے درمیان تردید سے حاصل ہوگا وہ مستثنیٰ منہ ہوگا اور اس وقت والیکون معہا الا احدہما کے معنی یہ ہوں گے ای لا یوجد معہا مجموع العدل و وزن الفعل واحدہما الا احدہما پس اس مفہوم دائر کو تحت النفی داخل کر کے مستثنیٰ منہ کیا گیا اور شق ثانی کا بذریعہ استثناء کے اثبات کیا گیا اور ظاہر ہے کہ یہ استثناء شئی من نفسہ نہیں بلکہ خاص کا عام سے استثناء ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں فتامل ۱۲ [5] قولہ فاذا نکر لقی الخ یعنی وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت مؤثر ہو خواہ شرط اور سبب ہو کر جب اس کو نکرہ کیا جائیگا تو پہلی صورت میں بلا سبب باقی رہیگا اور دوسری صورت میں صرف ایک سبب باقی رہے گا اور وہ عدل ہوگا یا وزن فعل کیونکہ یہی دو سبب ایسے ہیں کہ جن میں علمیت شرط ہو کر مؤثر نہیں سبب محض بلکہ کسی ایک کیساتھ پائی جاتی ہے دونوں کیساتھ مجتمع نہیں ہوتی اسلئے کہ ان دونوں میں تضاد ہے کما سبق مفصلاً فی حاشیہ صفحہ ہذا ۱۲ [1] قولہ وخالف سیبویہ الخ یہ جملہ مذہب جمہور سے بطور استثناء کے ہے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ اسم غیر منصرف کہ جسمیں علمیت مؤثر ہے تنکیر کے بعد منصرف ہو جائیگا پس اب اس مذہب جمہور سے مصنف استثناء کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مثل احمر میں جب کہ وہ کسی کا علم ہو اور نکرہ کیا جائے اخفش اور سیبویہ

باقی رہیگا اسلئے کہ اسمیں اسوقت بھی بدستور دو سبب یا ایک سبب قائمقام دو سبب کے پایا جاتا ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ غیر منصرف وہ ہے جس پر کسرہ اور تنوین داخل نہ ہو انمیں سے ایک فریق تو یہ کہتا ہے کہ وہ لبعد داخل ہونے کسرہ کے منصرف ہو جائیگا اسلئے کہ کسرہ حرکت اعرابیہ ہے اور وہ اکثر جگہ بدون تنوین کے نہیں پایا جاتا پس یہاں جب کسرہ داخل ہو گیا گویا کہ تنوین بھی داخل ہو گئی مگر چونکہ لام و اضافت مانع تنوین ہیں لہذا تنوین لفظوں میں ظاہر نہ ہوگی اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ کسرہ داخل ہونیکے بعد اسم اب بھی غیر منصرف رہیگا اسلئے کہ منع صرف میں بالذات تنوین کا داخل ہونا ممتنع ہے کیونکہ وہ تمکن پر دلالت کرتی ہے باقی کسرہ وہ ممنوع بالتبع ہے کیونکہ اکثر جگہ کسرہ بدون تنوین کے نہیں پایا جاتا ہے پس جب کسی جگہ اسم غیر منصرف پر کسرہ ہو اور تنوین نہ ہو تو یہ وہم ضرور ہوگا کہ اس پر تنوین ہے مگر جب اضافت ہوگی اور لام داخل ہوگا تو یہ وہم نہیں ہو سکتا اسلئے کہ یہ دونوں مانع تنوین ہیں لہذا اس صورت میں جب کہ غیر منصرف پر ممنوع بالذات داخل نہیں ہوا تو کلمہ غیر منصرف ہی رہیگا اور محض کسرہ کے داخل ہونیکے بعد وہ منصرف نہ ہوگا ۱۲ (حاشیہ صفحہ ہذا)

بِاللَّامِ اَوْ بِالْاِضَافَةِ يَنْجَرُّ[٣] بِالْكَسْرِ اَلْمَرْفُوْعَاتُ[١] هُوَ مَا

اِشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْفَاعِلِيَّةِ[٢] فَمِنْهُ الْفَاعِلُ[٣] وَهُوَ مَا اُسْنِدَ اِلَيْهِ

نے علامتہا وہی الرفع والواو والالف نحو جاء نی زید و ابوہ و الزیدان ۱۲

الْفِعْلُ اَوْ شِبْهُهٗ وَقُدِّمَ عَلَيْهِ عَلٰى جِهَةِ قِيَامِهٖ بِهٖ مِثْلُ قَامَ زَيْدٌ

یعنی اسم فاعل والمفعول والصفة المشبہة والمصدر واسم الفعل ۱۲

(بقیہ ۲۶ کا) صورت اجتماع ضدین کی ہے اور اجتماع ضدین محال ہے ۱۲ ٣ قولہ وجمیع الباب باللام الخ یعنی جو اسم غیر منصرف کہ لام یا اضافت کیساتھ متلبس ہوگا حالت جری میں اس پر کسرہ داخل ہوگا اور بعض کے نزدیک تنوین بھی داخل ہوگی مگر تنوین لفظوں میں ظاہر نہ ہوگی اسلئے کہ لام اور اضافت مانع تنوین ہیں باقی رہا یہ امر کہ غیر منصرف پر بعد داخل ہونے لام اور اضافت کے کسرہ اور تنوین کیوں آتا ہے سو اسکی وجہ یہ ہے کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ غیر منصرف پر فعل کے مشابہ ہونیکی وجہ سے کسرہ اور تنوین کا آنا ممنوع ہے پس جب اس پر لام داخل ہوگا یا اسکی اضافت ہوگی تو چونکہ یہ دونوں خواص اسم سے ہیں لہذا اسکی مشابہت فعل کیساتھ ضعیف ہو جائیگی اور جانب اسمیت غالب ہو کر اس پر کسرہ اور تنوین جو کہ احکام اسم سے ہے داخل ہو جائینگے اب اگر کوئی کہے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ یہاں مصنفؒ نے ینجر بالکسر کہا اور صرف ینجر نہ کہا حالانکہ اسمیں اختصار تھا اور جواب یہ ہے کہ اگر مصنفؒ بالکسر نہ کہتے تو یہ معلوم نہ ہوتا کہ حالت جری میں بعد داخل ہونے لام کے اور مضاف ہونیکے اسپر کسرہ داخل ہوتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس مفہوم کے ادا کرنے کیلئے تو صرف ینکسر کہنا کافی تھا مصنفؒ نے ینجر بالکسر کیوں کہا اور جواب یہ ہے کہ کسرہ کا اطلاق حرکت بنائیہ پر بھی ہوتا ہے پس اس موقع پر اگر مصنفؒ علام بجائے ینجر بالکسر کے ینکسر کہتے تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ وہ کسرہ پر مبنی ہوتا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ عبارت صرف طریق استعمال کو بیان کرتی ہے اور اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ غیر منصرف بعد متلبس ہونے لام اور اضافت کیساتھ غیر منصرف ہی رہتا ہے یا منصرف ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہاں قابل ذکر یہی امر ہے اور جواب یہ ہے کہ چونکہ بعد اضافت اور دخول لام غیر منصرف کے منصرف ہونے میں اختلاف تھا لہذا مصنفؒ نے طریق استعمال کے بیان پر اکتفا کیا پھر اگر غور کیا جائے تو یہ اختلاف درحقیقت اس پر مبنی ہے کہ غیر منصرف کس کو کہتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ غیر منصرف وہ ہے جسمیں دو سبب اسباب تسعہ میں سے یا ایک سبب قائمقام دو سبب کے پایا جائے انکے نزدیک دخول کسرہ اور تنوین کے بعد اسم غیر منصرف

١ قولہ المرفوعات الخ یہ باعتبار ترکیب کے یا تو مبتدا ہے اور اسکی خبر محذوف ہے ای المرفوعات ہذہ یا مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ہذہ المرفوعات یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ المرفوعات الف و لام عوض میں مضاف الیہ کے ہے ای باب المرفوعات او ذکر المرفوعات باقی رہا یہ امر کہ بحث مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر کیوں مقدم کیا سو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ غالبا مسند الیہ پر مشتمل ہوتا ہے اور مسند الیہ کلام میں عمدہ ہے پس عمدہ کی رعایت سے مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کیا پھر مرفوعات مرفوع کی جمع ہے نہ کہ مرفوعة کی اسلئے کہ مرفوع اسم کی صفت ہے اور قاعدہ ہے کہ صفت اور موصوف کے مابین تذکیر اور تانیث میں مطابقت ہونی چاہئے۔ پس اگر مرفوعات کو مرفوعة کی جمع کہیں تو درمیان موصوف اور صفت کے مطابقت نہ ہوگی کیونکہ اسم مذکر ہے اور مرفوعة مؤنث پس لامحالہ مرفوعات کو مرفوع کی جمع کہیں گے نہ کہ مرفوعة کی اور اگر کوئی کہے کہ مرفوع مذکر ہے اور مذکر کی جمع واؤ نون یا نون کیساتھ ہوتی ہے لہذا اسکی جمع مرفوعات الف تاء کیساتھ کیونکر صحیح ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں نحویوں کا ایک قاعدہ مشہور ہے وہ یہ کہ مذکر لا یعقل کی صفت کی جمع کو ہمیشہ الف اور تاء کیساتھ لاتے ہیں جیسا کہ مثلاً خالی کی جمع جو کہ یوم مذکر لا یعقل کی صفت ہے خالیات الف تاء کیساتھ لاتے ہیں اور الایام الخالیات کہتے ہیں پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مصنف کا قول المرفوعات معرف بالفتح اور قولہ ہو ما اشتمل معرف بالکسر ہے اور ظاہر ہے کہ معرف بالفتح جمع ہے اور جمع افراد پر بالمطابقة دلالت کرتی ہے لہذا یہ تعریف ماہیت کی نہ ہوگی افراد کی ہوگی اور وہ ناجائز ہے جواب یہ ہے کہ یہ تعریف افراد کی نہیں ماہیت ہی کی ہے اس لئے کہ معرف میں ضمیر ہو کا مرجع مرفوع کلی ہے جو کہ ضمن میں مرفوعات کے سمجھا جاتا ہے مرفوعات نہیں کہ اعتراض معترض لازم آئے بہرحال مرفوع کی تعریف یہ ہے کہ مرفوع وہ ہے جو فاعل ہونیکی علامت پر مشتمل ہو فاعل کی علامت ضمہ اور واؤ اور الف ہے جیسے جاءنی رجل و اخوہ و الرجلان اسکے بعد مصنفؒ کے قول علی علم الفاعلیة پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ انہوں نے علی علم الفاعلیة کہا اور علم الرفع نہ کہا حالانکہ اختصار اسمیں تھا کہ علی علم الرفع کہتے جواب یہ ہے کہ معرف کی تعریف دراصل اسکے خفاء دور کرنے کیلئے ہوتی ہے پس اگر مرفوع کی تعریف میں بجائے علی علم الفاعلیة کے علی علم الرفع کہتے تو مرفوع کا خفا بدستور باقی رہتا اور دور بھی لازم آجاتا کہ رفع کا سمجھنا مرفوع پر موقوف ہے اور تعریف مرفوع میں لفظ رفع آنیسے مرفوع کا سمجھنا رفع پر موقوف ہوگا پس دور لازم آجائیگا اور دور ناجائز ہے پس اس اشکال سے بچنے کیلئے مصنف علامؒ نے علی علم الفاعلیة کہا تاکہ مرفوع کا خفا بھی جاتا رہے اور دور بھی لازم نہ آئے ۱۲ ٢ قولہ فمنہ الفاعل الخ یعنی مرفوع میں سے بعض مرفوع فاعل ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ مصنفؒ نے فاعل کو تمام مرفوعات پر مقدم کیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ فاعل جمہور کے نزدیک تمام مرفوعات کی اصل ہے اسلئے کہ وہ جملہ فعلیہ کا جزء ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں میں اصل ہے کیونکہ غرض کلام سے مخاطب کا فائدہ پہنچانا ہے اور وہ بہ نسبت جملہ اسمیہ کے جملہ فعلیہ میں زیادہ ہوتا ہے اسلئے کہ جملہ فعلیہ جیسے زید قائم مثلاً اضافہ پر دلالت کرتا ہے پس جب فاعل کا تمام مرفوعات میں اصل ہونا ثابت ہو گیا تو اسکا (باقی بر صفحہ ۲۸)

معنی فعل پائے جاتے ہیں مگر اکثر میں مادہ نہیں پایا جاتا جیسے روید وغیرہ اور جو لوگ شبہ فعل میں فقط معنی فعل پر کفایت کرتے ہیں ان کے نزدیک صرف معنی فعل باقی رہنے سے اسمائے افعال شبہ فعل میں داخل ہو جائینگے ۲؎ قولہ والاصل ان یلی الخ یعنی فاعل کیلئے اصل ہے کہ وہ فعل کے متصل ہو اور دیگر معمولات فعل پر مقدم ہو اسلئے کہ فاعل بوجہ شدت احتیاج فعل کی مثال جزء فعل کے ہے پس اتصال اس کا فعل کے ساتھ اول و انسب ہے ۱۲ ۳؎ قولہ فلذالک الخ یعنی پس وجہ مذکورہ بالا کی بنا پر ضرب غلامہ زید جائز ہے اسلئے کہ اس میں زید فاعل ہے اور وہ اگرچہ غلامہ سے لفظاً موخر ہے مگر رتبۃً فاعل ہونیکی حیثیت سے اس پر مقدم ہے لہذا اضمار قبل الذکر صرف لفظاً لازم آتا ہے نہ کہ رتبۃً اور یہ جائز ہے ناجائز وہ اضمار قبل الذکر ہے جو کہ لفظاً اور رتبۃً دونوں اعتبار سے لازم آئے ۱۲ ۴؎ قولہ وامتنع الخ یعنی ترکیب ضرب غلامہ زیداً ممتنع ہے اسلئے کہ زید مفعول بہ ہے لہذا لفظاً اور رتبۃً ہر حیثیت سے غلامہ سے موخر ہے پس اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آئیگا وہ ناجائز ہے ۵؎ قولہ واذا انتفی الخ ماقبل قولہ والاصل ان یلی الفعل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاعل کیلئے سزاوار یہ ہے کہ وہ فعل سے متصل ہو جس

وزید قائم ابوہ[۱] والاصل[۲] ان یلی الفعل فلذالک[۳] جاز

مثال شبہ فعل ۱۲

ضرب غلامہ زید[۴] وامتنع ضرب غلامہ زیداً واذا انتفی[۵]

شرط ۱۲

الاعراب فیہما لفظاً والقرینۃ وکان[۶] مضمراً متصلاً[۷] او

لہ فی الفاعل والمفعول ۱۲

وقع مفعولہ بعد الا[۸] او معناہا وجب تقدیمہ[۹]

لہ مفعول الفاعل ۱۲ ای انما ۱۲ لہ وجب تقدیم الفاعل علی المفعول ۱۲

سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فعل کیساتھ متصل نہ ہونا بھی جائز ہے پس اب مصنفؒ ان چند عوارض کو بیان کرتے ہیں کہ جن میں عارض ہونیکے بعد تقدم فاعل واجب اور عدم تقدیم ناجائز ہو جاتی ہے چنانچہ وہ عوارض کل چار ہیں ایک یہ کہ فاعل اور مفعول سے اعراب لفظی اور قرینہ کہ فاعلیت پر اور مفعولیت پر دلالت کرتا ہے دونوں منتفی ہو جائیں اس صورت میں تقدیم فاعل کی مفعول پر واجب ہوگی اور درمیان فاعل و مفعول کے التباس واقع ہوگا اور معلوم نہ ہوگا کہ کون فاعل ہے اور کون مفعول اب اگر کوئی کہے کہ انتفائے قرینہ سے انتفائے اعراب بھی سمجھا جاتا ہے اسلئے کہ قرینہ عام اور اعراب خاص ہے، قرینہ بغیر اعراب کے بھی پایا جاتا ہے اور چونکہ قاعدہ ہے کہ انتفائے عام انتفائے خاص کو مستلزم ہوتا ہے لہذا انتفائے قرینہ سے انتفائے اعراب بھی سمجھا جائیگا دونوں کے ذکر کرنیکی حاجت نہ تھی جواب یہ ہے کہ قرینہ کو اعراب سے عام کہنا صحیح نہیں دونوں میں نسبت تباین کی ہے اسلئے کہ اعراب وہ ہے کہ جو تعیین مقصود پر بالوضع دلالت کرے اور قرینہ وہ ہے کہ تعیین پر بدون وضع دلالت کرے پس جب اعراب اور قرینہ کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو اب اشکال وارد نہ ہوگا اور پھر قرینہ دو قسم پر ہے ایک لفظی جیسے ضربت موسیٰ حبلیٰ میں تاء تانیث فاعل کے مونث ہونے پر دلالت کرتی ہے اور وہ حبلیٰ ہے دوسرے معنوی جیسے اکل الکمثریٰ یحییٰ میں کھانیوالا ازروئے عقل کے یحییٰ متعین ہے پس جس جگہ ان دونوں قسم کے قرینوں میں سے کوئی قرینہ نہ پایا جائیگا فاعل کا مفعول پر مقدم کرنا واجب ہوگا جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ تاکہ معلوم ہو کہ فاعل مقدم ہے ۱۲ ۶؎ قولہ اوکان مضمراً متصلاً الخ یہ دوسرا موضع ہے کہ جس میں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے، کہ فاعل جب ضمیر متصل ہو اگر تقدیم واجب نہ ہوگی تو اسکے یہ معنی ہیں کہ اسکا موخر کرنا بھی جائز ہے اور جب موخر کرنا جائز ہوا تو جسوقت موخر کریں گے متصل کا منفصل ہونا لازم آئیگا اور وہ جائز نہیں ۱۲ ۷؎ قولہ او وقع مفعولہ الخ یہ تیسرا موضع ہے کہ جس میں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب مفعول فاعل کا الا کے بعد واقع ہو تو تقدیم فاعل مفعول پر واجب ہوگی جیسے ما ضرب زید الا عمراً میں اور دلیل یہ ہے کہ اگر فاعل کو مقدم نہ کریں گے تو خلاف مقصود لازم آئیگا اسلئے کہ مقصود ضاربیت زید کا مضروبیت عمر میں انحصار ہے اور یہ معنی ہیں کہ زید نے بجز عمرو کے کسی کو نہیں مارا اور ہو سکتا ہے کہ عمرو کسی اور کا مضروب ہو پس اس جگہ اگر فاعل کو مقدم نہ کریں بلکہ اسی طرح بتوسط الا موخر کریں یعنی ما ضرب عمراً الا زید کہیں تو اسوقت مضروبیت عمر کا ضاربیت زید پر انحصار ہو جائیگا اور یہ معنی ہونگے کہ عمر کو بجز زید کے کسی نے نہیں مارا اور یہ ممکن ہے کہ زید نے کسی اور کو بھی مارا ہو اور یہ خلاف مقصود ہے اب اگر کوئی کہے کہ جب ہم مفعول کو الا کیساتھ موخر کریں اور ما ضرب الا عمراً زید کہیں تو اس صورت میں خلاف مقصود لازم نہیں آئیگا زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اسوقت صفت کا قصر اسکے تمام ہونیسے پہلے لازم آئیگا اور یہ اگرچہ مستحسن نہیں مگر ناجائز بھی نہیں لہذا فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب نہ ہوگی جواب یہ ہے کہ یہاں وجوب تقدیم فاعل میں شرط یہ ہے کہ صورت تقدیم فاعل و مفعول میں الا وسط میں رہے پس اگر مفعول مع الا کے فاعل پر مقدم ہو جائے تو یہ جائز ہے پھر اگر کوئی کہے کہ قول مصنف او وقع مفعولہ الخ میں مفعول کو ضمیر فاعل کیطرف مضاف کیا گیا ہے حالانکہ مفعول فعل کا ہوتا ہے فاعل کا نہیں ہوتا اور جواب یہ ہے

باقی بر صفحہ ۲۹

(البقیہ ص۲۷) جملہ مرفوعات پر مقدم کرنا ہی مناسب تھا ۳؎ قولہ وہو ما اسند الیہ الفعل الخ اسمیں لفظ قدم علیہ بتقدیر قد جملہ حالیہ ہے اور ضمیر احد الامرین کیطرف جو کہ لفظ او سے مستفاد ہوتا ہے راجع ہے اور قولہ علی جہۃ قیامہ بہ مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے ای اسناداً واقعاً علی جہۃ قیامہ بہ اور مطلب یہ ہے کہ فاعل وہ اسم ہے جسکی طرف فعل یا شبہ فعل کی اسناد کی گئی ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم پر مقدم کیا گیا ہو اس طریقہ پر کہ یہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کیساتھ قائم ہو عام ازیں کہ اس سے صادر ہو جیسے قتل زید عمرواً یا صادر نہ ہو جیسے مات زید تعریف فاعل میں ما اسند الیہ الفعل او شبہہ کہنے سے وہ اسم خارج ہو گیا کہ جسکی طرف فعل یا شبہ فعل کی اسناد نہیں جیسے زید ابوک عمرو زید اور قدم علیہ کی قید سے وہ اسم خارج ہو گیا جو فعل و شبہ فعل پر مقدم ہے جیسے زید ضرب اور اگر کوئی کہے کہ زید ضرب میں زید اسند الیہ کی قید سے خارج ہے اسلئے کہ یہاں ضرب فعل کی اسناد ضمیر کیطرف ہے نہ کہ زید کیطرف پس اسکے اخراج کیلئے جدید قید یعنی قدم علیہ کے اضافہ کرنیکی ضرورت نہیں جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی ضمیر کیطرف اسناد کرنا گویا اس چیز کیطرف اسناد کرنا ہے اسلئے کہ مصداق ضمیر اور مرجع کا ایک ہوتا ہے پس اگر قید نہ لگائی جاتی تو زید ضرب میں زید پر فاعل کی تعریف صادق آتی اور علی جہۃ قیامہ کی قید سے مفعول ما لم یسم فاعلہ خارج ہو گیا اسلئے کہ اس کی طرف فعل کی اسناد علی جہۃ قیامہ نہیں ۱۲ ۴؎ قولہ مثل قام زید یہ مثال اسناد فعل کی ہے جو کہ اسم کیطرف ہو رہی ہے ۱۲ حاشیہ صفحہ ہذا ۱؎ قولہ وزید قائم ابوہ یہ شبہ فعل کی مثال آگئی اور اسناد اسمیں بھی اسم کیطرف ہے (فائدہ) شبہ فعل وہ ہے کہ اسمیں معنی اور مادہ دونوں پائے جائیں جیسے اسم فاعل و اسم مفعول صفت مشبہ ظرف زمان و مکان مصدر وغیرہ پس اسوقت شبہ فعل میں اسمائے افعال داخل نہ ہونگے اسلئے کہ اسمیں اگرچہ

قصر ہو جائیگا اور یہ قلب مقصود ہے کما مر ۱۲ ۳ے قولہ او معناہا یعنی جب فاعل معنی الا کے بعد واقع ہوگا تو اس وقت بھی تاخیر فاعل کی ضروری ہے جیسے انما ضرب عمرًا زید میں اگر فاعل کو مؤخر نہ کریں تو خلاف مقصود لازم آئیگا جیسا کہ اوپر گذرا ۱۲ ۴ے قولہ او اتصل بہ الخ یعنی جب کہ فعل کیساتھ مفعول کی ضمیر متصل ہو اور فاعل غیر ضمیر متصل ہو جیسے ضربک زید تو اس جگہ بھی فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے ورنہ اگر مفعول کو مؤخر کریں گے تو ضمیر متصل کا منفصل ہونا لازم آئیگا اور وہ جائز نہیں اسلئے کہ ان دونوں میں منافات ہے بخلاف اس صورت کے کہ فاعل بھی ضمیر ہو تو اس جگہ فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہوگی جیسے ضربتک ۱۲ ۵ے قولہ وجب تاخیرہ الخ یہ شرط مذکورہ کی جزا ہے یعنی صورت مذکورہ بالا میں فاعل کی تاخیر واجب ہے جیسا کہ اوپر گذرا ۱۲ ۶ے قولہ وقد یحذف الفعل الخ یعنی کبھی فعل کو جو فاعل کو رفع دینے والا ہے وقت قائم ہونے قرینہ کے جوازًا حذف کر دیتے ہیں جیسے کسی نے کہا من قام اور اس کے جواب میں زید کہیں کیونکہ یہ اصل میں قام زید تھا فعل کو حذف کر دیا گیا ۱۲ ۷ے قولہ فی مثل زید الخ مثل زید سے مراد وہ اسم ہے کہ جس میں حذف فعل کا قرینہ سوال محقق ہو اور اگر کوئی کہے کہ اس جگہ خبر محذوف ہے اور اصل کلام کی

وَاِذَا اتَّصَلَ بِہٖ ضَمِیْرُ مَفْعُوْلٍ[۱] (بالفاعل ۱۲) اَوْ وَقَعَ[۲] بَعْدَ اِلَّا (ای الفاعل ۱۲) اَوْ مَعْنَاہَا[۳] اَوِ اتَّصَلَ بِہٖ مَفْعُوْلُہٗ[۴] وَھُوَ غَیْرُ مُتَّصِلٍ (ای الفاعل ۱۲) وَجَبَ[۵] (جزاء شرط) تَاْخِیْرُہٗ وَقَدْ یُحْذَفُ الْفِعْلُ[۶] لِقِیَامِ قَرِیْنَۃٍ جَوَازًا فِیْ مِثْلِ[۷] زَیْدٌ لِمَنْ قَالَ مَنْ قَامَ وَ لِیُبْکَ[۸] یَزِیْدُ ضَارِعٌ

(بقیہ ص ۲۸) کہ یہاں اضافت مفعول کی فاعل کیطرف ادنی ملابست ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں ایک عامل یعنی فعل کے معمول ہیں ۱۲ ۸ے قولہ او معناہا الخ یہ جو تنگ ہے کہ جسمیں فاعل اجتماع کی تقدیم مفعول پر واجب ہو مطلب یہ کہ جب مفعول بعد معنی الا کے واقع ہوگا تو تقدیم فاعل کو مفعول پر واجب ہوگی ورنہ اس صورتمیں بھی خلاف معنی مقصود کے لازم آئیگا جیسے انما ضرب زید عمرًا نوامل کا معنی الا یعنی انما میں چونکہ مقصود علیہ مؤخر ہوتا ہے اسلئے کہ فاعل اور مفعول میں سے جو بھی مؤخر ہوگا وہ بمنزلہ اس کے ہوگا جو الا کے بعد واقع ہے یعنی مقصود علیہ واقع ہوگا اور اس مقصود علیہ کی تقدیم اسکے غیر پر جائز نہ ہوگی ورنہ التباس واقع ہوگا جیسا کہ انما ضرب زید عمرًا میں اگر انما ضرب عمرًا زید کہیں تو التباس ہوتا ہے بخلاف نفی اور استثناء کے کہ اسمیں کوئی التباس نہیں اسلئے کہ اسجگہ فاعل مفعول میں جو بھی الا کے بعد واقع ہوگا وہ مقصود علیہ ہوگا خواہ مقدم ہوں یا مؤخر ۱۲ ۹ے قولہ وجب تقدیمہ یہ شرط مذکورہ کی جزا ہے اور اس کا بیان ذیل میں ہر سہ شرط مذکورہ کے گذرا ۱۲ احاشیہ صفحہ ہذا ۱۲ ۱ے قولہ واذا اتصل بہ ضمیر مفعول الخ ماقبل مصنف علام نے فاعل کیلئے تقدیم کو اصل بتایا تھا اور یہ کہ بعض عوارض کیوجہ سے اسکی تقدیم واجب ہوتی ہے اب یہاں ان عوارض کو بیان کرتے ہیں کہ جنکے سبب فاعل کا مفعول پر مقدم کرنا ممتنع اور اسکی تاخیر واجب ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ جب فاعل کیساتھ ایسی ضمیر متصل ہو جو کہ مفعول کیطرف راجع ہے جیسے ضرب زیدًا غلامہ میں غلام فاعل ہے اور ضمیر جو کہ زید مفعول کیطرف لوٹتی ہے اسکے متصل ہے پس یہاں پر فاعل کی تاخیر واجب ہوگی ورنہ اضمار قبل الذکر لفظًا و رتبۃً لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ۱۲ ۲ے قولہ او وقع بعد الا الخ یعنی جب فاعل الا کے بعد واقع ہوگا تو اس صورت میں بھی فاعل کی تاخیر واجب ہوگی ورنہ خلاف مقصود لازم آئیگا جیسے ماضرب عمرًا الا زید کہ یہاں مضروبیت عمر کا ضاربیت زید پر قصر ہے پس اگر الا کو فاعل و مفعول کے درمیان رکھتے ہوئے فاعل کو مفعول پر مقدم کریں اور کہیں ماضرب زید الا عمرًا تو اسوقت ضاربیت زید کا مضروبیت عمر پر

زید قائم تھی تو کہ زید خبر کو بقرینہ سوال محقق کے حذف کر دیا گیا ہے اور بجائے حذف فعل کے خبر کا حذف انسب ہے اسلئے کہ اس صورت میں جواب جملہ اسمیہ ہو کر سوال کیمطابق ہو جائیگا جواب یہ ہے کہ حذف خبر سے تکثیر حذف لازم آتی ہے کیونکہ اس وقت پورے جملہ کو محذوف ماننا پڑیگا بخلاف مانحن فیہ کہ اسوقت صرف فعل کو محذوف ماننا پڑھتا ہے جو کہ جز جملہ ہے اور تقلیل حذف تکثیر حذف سے اولی اور احسن ہے نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جملہ سوالیہ بھی حقیقت میں جملہ فعلیہ ہے جیسا کہ علامہ سید شریف جرجانی نے کہا کہ من قام قوت میں ا قام زید او عمرو او بکر او خالد کے ہے پس کلمہ من کو جو کہ اجمالًا افراد پر دلالت کرتا ہے موضوع کیا اور معنی استفہام کو متضمن ہونیکی وجہ سے اسکو صدر کلام میں لائے اسلئے کہ استفہام صدارت کلام کو چاہتا ہے پس یہ جملہ صورتًا اسمیہ اور معنًی فعلیہ ہے پس اس کے جواب میں جملہ فعلیہ لانا مناسب ہے تاکہ تنبیہ مطابقت معنوی پر ہو جائے ۸ے قولہ ولیبک یزید الخ یہ ضرار بن نہشل کا قول ہے مرثیہ میں اپنے بھائی یزید کو کہتا ہے مقصد اس مصرعہ کے ذکر کرنے سے مصنف کا یہ ہے کہ جسطرح بقرینہ سوال محقق حذف فعل جائز ہے اسیطرح بقرینہ سوال مقدر بھی حذف فعل جائز ہے پس مثال مذکورہ ولیبک یزید ضارع لخصومۃ میں ضارع سے پہلے فعل محذوف ہے اور قرینہ سوال مقدر ہے اس لئے کہ جب ولیبک یزید کہا یعنی چاہیئے کہ رو دیا جائے یزید سوال پیدا ہوا من یبکیہ اسکو کون روئے جواب دیا گیا ای ضارع یبکیہ ضارع اسکو عاجز روئے پس یہاں قرینہ سوال مقدر کا ہے اور ضارع سے پہلے فعل محذوف ہے ترکیب لیبک فعل مجہول اور یزید اسکا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اور ضارع فعل محذوف کا فاعل ہے ای یبکی ضارع اور لام لخصومۃ میں ضارع کے متعلق ہے ای یبکی ضارع لاجل خصومۃ یا یبکی فعل محذوف کے متعلق ہے ای یبکی لخصومۃ مگر یہ دوسری صورت ازروئے معنی کے قوی نہیں اسلئے کہ اسوقت بکا خصومۃ کیلئے ہوگا یزید کیلئے نہ ہوگا اب اگر کوئی کہے کہ لیبک فعل مجہول پڑھنے کی صورتمیں اسقدر تکلفات کرنے پڑتے ہیں اور تکثیر حذف لازم آتی ہے اور اگر اسکو معروف پڑھیں اور یزید کو اسکو مفعول اور ضارع کو فاعل کہیں اور لخصومۃ کو لیبک فعل مذکور کے متعلق کریں یا ضارع کے متعلق کریں تو اسوقت معنی فاسد نہ ہونگے اور یہ تکثیر حذف نہ لازم آئیگی جیسا کہ ظاہر ہے اسلئے کہ اسوقت معنی شعر کے یہ ہونگے کہ چاہیے کہ یزید کو روے وہ شخص جو کہ دشمنوں کی خصومت سے عاجز اور حیران ہے اسلئے کہ وہ عاجز ان کا پشت پناہ تھا پس یہ معنی مثل معنی ترکیب اول کے ہیں اور اس ترکیب میں سلامت من الحذف کا فائدہ مزید ہے جواب یہ ہے کہ بر تقدیر ولیبک فعل معروف پڑھنے کے مصرعہ مذکور اسکی مثال نہ ہوگا کہ جس کے مصنف در پے ہے لہذا لیبک کو فعل مجہول بنایا گیا تاکہ اسکا مثال بننا صحیح ہو پھر اگر کوئی کہے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ مصنف نے تصحیح مثال کیلئے جانب مرجوح کو اختیار کیا جواب یہ ہے کہ جانب مرجوح نہیں بلکہ راجح ہے اسلئے کہ فعل کے مجہول پڑھنے کی صورت میں چند فائدے ہیں ایک یہ کہ اسمیں تکرار اسناد ہے اسلئے کہ یہاں حقیقت میں فعل مجہول کی نسبت ضارع کی طرف ہے گویا باعتبار ظاہر کے نائب کیطرف ہے پس لیبک فعل مجہول کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی باکی ہے پھر جب اسکو حذف کر کے مفعول کو اسکو قائمقام کیا گیا اور ضارع سے پہلے فعل محذوف کو نکالا گیا تو اسناد (باقی صفحہ ۳۰)

اور مفسر کا اجتماع کلام عرب میں شائع ذائع ہے جیسے جارنی رجل ای زید اسکو کیسے ناجائز کہہ سکتے ہیں. جواب یہ ہے کہ ہم اجتماع مفسر اور مفسر کو علے الاطلاق ناجائز نہیں کہتے ہیں بلکہ اسوقت ناجائز کہتے ہیں کہ جب حذف مفسر سے ابہام پیدا ہو اور اس کے رفع کرنے کے لئے مفسر کو لایا جائے اس صورت میں ذکر مفسر سے چونکہ ابہام نہیں رہتا لہذا مفسر کا ذکر کرنا لغو ہوگا. بخلاف اس کے کہ ابہام بعد ذکر مفسر کے باقی رہے پس یہاں مفسر اور مفسر کا اجتماع جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے جیسا کہ جارنی رجل ای زید میں ہے اور اگر کوئی کہے کہ جب وان احد الخ میں حذف مفسر سے ابہام ہوتا ہے اور اس کی تفسیر میں دوسرا فعل ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے حذف کرنے کی کیا ضرورت ہے جواب یہ ہے کہ مابعد ان شرطیہ کے فعل کا وجود نحاۃ کے نزدیک اہم ہے اور ان کی عادت ہے کہ وہ اہم شئی کو حذف کردیتے ہیں. تاکہ اوقع فی النفس ہو جیسا کہ ظاہر ہے کہ حذف فعل کی صورت میں نفس اس کا مشتاق ہوگا اور جستجو ہوگی کہ اور بعد تلاش کے جب وہ حاصل ہوگا تو اوقع فی النفس ہوگا کما مر ۱۲

۲ قولہ وقد یحذفان الخ یعنی کبھی فعل اور فاعل دونوں کو بطریق جواز حذف کردیتے ہیں جیسے کسی نے کہا اقام زید اور اس کے جواب میں نعم کہا جائے پس یہاں جملہ قام زید کو حذف کرکے نعم حرف ایجاب کو اسکا قائم مقام کیا اور جملہ فعلیہ کو جواب میں اسلئے مقدر کیا کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے اسلئے کہ سوال جملہ فعلیہ سے ہے ۱۲

۳ قولہ واذا تنازع الخ مصنف رح کی اس عبارت پر بادی النظر میں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ تنازع کے معنی جنگ کرنے کے ہیں اور وہ ذی روح کی صفت ہے لہذا اسکے ساتھ دو فعلوں کا اتصاف کیونکر ہو سکتا ہے اور جواب یہ ہے کہ یہاں تنازع کے معنی یہ ہیں کہ دو فعل از راہ معنی اسم ظاہر کی طرف متوجہ ہوں اور ہر فعل یہ چاہے کہ وہ اسم ظاہر میرا معمول بنے اس کے بعد اس مقام پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ تنازع بایں معنی جس طرح دو فعلوں میں ہوتا ہے اسی طرح دو اسموں میں بھی ہوتا ہے جیسے زید معط ومکرم عمرواً واپس فعلان کی قید سے دو اسموں کو تنازع سے خارج کرنا باطل ہے جواب یہ ہے کہ مصنف علامؒ نے اس جگہ مسئلہ تنازع میں فعلان کا اس لئے ذکر کیا کہ فعل عمل میں قوی ہے اور اسم عامل ضعیف ہے لہذا فعل کو ذکر کیا اور اسم کو اس کے تابع کیا اسکے بعد یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ تنازع کو دو فعلوں کے ساتھ کیوں مختص کیا. تنازع دو فعلوں سے اکثر میں بھی متحقق ہوتا ہے. جواب یہ ہے کہ مصنفؒ نے اقل مدارج تنازع پر اکتفا کیا. اس لئے کہ اکثر کی کوئی حد نہیں. باقی رہے فوائد قیود سو وہ یہ ہیں کہ مصنفؒ نے جب لفظ ظاہراً کہا تو اس سے جمیع مضمرات خارج ہوگئیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ لفظ ظاہراً سے نحوی اسم ظاہر کا ارادہ کرتے ہیں اور ضمیر بارز اگرچہ ظاہر ہے مگر اس کو اسم ظاہر نہیں کہتے بلکہ ضمیر ظاہر کہتے ہیں لہذا وہ اس قید سے خارج ہے جیسا کہ ضمیر مستتر بوجہ مستتر ہونے کے لفظ ظاہر سے خارج ہے اور اگر کوئی کہے کہ ضمائر کو باب تنازع سے خارج کرنے کی کیا وجہ ہے تو جواب یہ ہے کہ ضمائر دو حال سے خالی نہیں یا متصل ہونگی یا منفصل. اگر متصل ہوں تو تنازع ممکن نہیں اس لئے کہ وہ فعل کہ جس کے ساتھ وہ متصل ہوں ان میں عامل ہوگا اور دوسرے فعل کو ان میں عمل (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

لِخُصُوْمَةٍ، وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ، وَوُجُوْبًا ^(۱) فِي مِثْلِ وَ
اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ، وَقَدْ يُحْذَفَانِ ^(۲) مَعًا
فِي مِثْلِ نَعَمْ لِمَنْ قَالَ اَقَامَ زَيْدٌ اِذَا تَنَازَعَ ^(۳) الْفِعْلَانِ ظَاهِرًا
بَعْدَهُمَا فَقَدْ يَكُوْنُ فِي الْفَاعِلِيَّةِ مِثْلُ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ

(حواشی: ای حذفاً واجباً ۱۲ — ای حذفاً ای کلاهما ای حذف الفعل ۱۲ — ای الفعل والفاعل ۱۲ — جواباً ۱۲ — صفت ظاہراً ۱۲)

بقیہ ص ۲۹) مکرر ہوگی اور ظاہر ہے کہ بہ نسبت عدم تکرار کے اسناد کا اوکد اور اقوی ہے دوسرے فعل مجہول پڑھنے میں فاعل کے جاننے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور بعد شوق کے اسکی معرفت مثل نعمت غیر مترقبہ کے ہوگی تیسرے فعل مجہول میں یزید مفعول مالم یسم فاعلہ ہوگا اور وہ کلام میں عمدہ ہے اسلئے کہ مسند الیہ ہے بخلاف معروف پڑھنے کے کہ اسمیں یزید مفعول ہوتا ہے اور وہ فضلہ ہے پس وہ تقدیر جس میں مقصود کلام کا عمدہ واقع ہوتا ہے ارجح ہوگی اور یقیناً فعل کو مجہول پڑھنا معروف پڑھنے سے ارجح ہوگا ۱۲ **۱ قولہ** ووجوباً فی مثل الخ ووجوباً کا عطف جوازاً پر ہے یعنی فعل کو بوقت قیام قرینہ کے وجوباً حذف کردیتے ہیں جیسا کہ مثل وان احد من المشرکین استجارک میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے اور مراد مثل وان احد سے وہ موضع ہے کہ جہاں فعل کو بقرینہ مجوزۃ للحذف حذف کردیا گیا ہو اور اسکے بعد ابہام پیدا ہوگیا ہو پھر ابہام کو دور کرنے کیلئے بطور تفسیر کے کسی فعل کو لایا گیا ہو. پس اس جگہ فعل کو حذف کرنا واجب ہے اسلئے کہ اگر فعل کا حذف کرنا واجب نہ ہوگا. تو اسکا ذکر کرنا جائز ہوگا. پس جب اس کو ذکر کریں گے تو اجتماع مفسر کا لازم آئیگا اور یہ محال ہے. اور مستلزم امر محال کا خود محال ہوتا ہے لہذا جواز ذکر فعل کا محال ہوگا اور اس کا حذف واجب ہوگا اسلئے کہ نقیض ممتنع کی واجب ہوتی ہے باقی رہا یہ امر کہ مثال مذکور میں حذف فعل کا قرینہ کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ان شرطیہ ہے اور وہ ہمیشہ فعل پر داخل ہوتا ہے پس بقرینہ حرف شرط فعل کو حذف کیا گیا پھر جب فعل کے حذف کرنے کے بعد ابہام ہوا تو اس کے دفع کرنے کے لئے بطور تفسیر کے دوسرا فعل لے آئے پس اس وقت فعل اول کا حذف کرنا واجب ہوگا تاکہ مفسر اور مفسر کا اجتماع لازم نہ آئے اور اگر کوئی کہے کہ مفسر

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کرنے کی مجال نہ ہوگی اور اگر ضمیر منفصل ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں. کبھی اس میں تنازع ہوگا اور رفع کے طریقہ پر ممکن نہ ہوگا۔ اور کبھی تنازع بھی ہوگا اور رفع بھی رفع کے طریقہ پر ہو جائیگا مگر مصنفؒ کے نزدیک دونوں صورتیں باب تنازع سے خارج ہیں. پہلی صورت کا باب تنازع سے خارج ہونا تو ظاہر ہے اسلئے کہ یہاں باب تنازع میں وہ تنازع مراد ہے کہ بقاعدہ رفع رفع ہو سکے اور دوسری صورت اسلئے خارج ہے کہ مصنفؒ قواعد کلیہ کو بیان کرتے ہیں نہ کہ قواعد جزئیہ کو پس یہ صورت چونکہ قواعد جزئیہ سے ہے لہذا مصنفؒ کے نزدیک باب تنازع سے خارج ہے تفصیل مقام کی یہ ہے کہ مثلاً ما ضرب واکرم الا انا میں انا ضمیر منفصل ہے اور ضرب اور اکرم میں سے ہر ایک فعل اس کو اپنا معمول بنانا چاہتا ہے پس یہاں ہر چند کہ تنازع فعلان متحقق ہے مگر بقاعدہ رفع تنازع ممکن نہیں اسلئے کہ اگر ان دونوں فعلوں میں سے کسی کو عامل بنایا جائیگا تو دوسرے فعل کے لئے ضمیر فاعل لائیں گے یا اس کو محذوف مانیں گے دونوں صورتیں محال ہیں حذف تو اسلئے کہ کلام میں فاعل عمدہ ہے اور حذف عمدہ کا جائز نہیں اور ضمیر اسلئے محال ہے کہ ضمیر یا مع الا کے لائیں گے یا بدون الا کے مع الا کے ضمیر کا لانا درست نہیں اسلئے کہ الا حرف ہے اور حرف کا مستتر ہونا ضمیر کی طرح صحیح نہیں اور بدون الا کے ضمیر کا لانا اس وجہ سے درست نہیں کہ اس صورت میں معنی فاسد ہو جاتے ہیں اسلئے کہ مقصود ما ضرب اکرم الا انا سے یہ ہے کہ ماسوائے متکلم کے کوئی ضارب اور اکرام کرنے والا نہیں اور جب بدون الا کے ضمیر لائیں گے تو یہ معنی ہونگے کہ دونوں فعلوں میں سے ایک فعل جس میں بدون الا کے ضمیر لائے ہیں ملتفی ہے اس کو متکلم نے نہیں کیا اور یہ خلاف مقصود ہے پس معنے فاسد ہو گئے باقی رہی وہ ضمیر منفصل کہ جس میں تنازع اور رفع تنازع دونوں ہو سکتے ہیں اس کی مثال ما ضرب واکرمت الا ایاک ہے پس اگر یہاں بصریوں کے مذہب کے موافق فعل ثانی کو عمل دیں تو فعل اول سے اس کو محذوف مانیں گے اسلئے کہ فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے۔ غرض یہ ایک ایسی مثال ہے کہ اس میں دو فعلوں کا تنازع ضمیر منفصل میں متحقق ہے اور بقاعدہ رفع تنازع رفع ہو سکتا ہے۔ مگر چونکہ مصنفؒ بیان قواعد کلیہ کے درپے ہیں. اس لئے وہ اس صورت جزئیہ کو ذکر نہیں کرتے پھر اس جگہ بعدھما کی قید اس لئے ہے کہ اگر اسم ظاہر دونوں فعلوں پر مقدم ہو یا ان کے درمیان واقع ہو تو اس وقت وہ اسم ظاہر فعل اول کا معمول ہوگا۔ اور مجال تنازع کی اس اسم میں نہ ہوگی. کیوں کہ فعل اول بدون مزاحم کے مستحق اس اسم کا ہے

زيدا وفي المفعولية مثل ضربت واكرمت زيدا وفي

الفاعلية والمفعولية مختلفين فيختار البصريون

تنازع فعلان کی صورتیں ۴

- دونوں فعل فاعل کو چاہیں جیسے ضربنی واکرمنی زید
- دونوں فعل مفعول کو چاہیں جیسے ضربت واکرمت زیدا
- اول فاعل کو چاہے اور دوسرا مفعول کو جیسے ضربنی واکرمت زید
- اول مفعول دوسرا فاعل کو چاہے جیسے ضربت واکرمنی زید

(ترکیب) قولہ فقد یکون شرط مذکور کی جزا ہے ای اذا تنازع الفعلان فقد یکون اور قولہ مختلفین یہ اذا تنازع الفعلان میں فعلان سے حال واقع ہے ای حال کون الفعلین مختلفین فی الاقتضاء جس کے یہ معنی ہیں کہ یہ دونوں فعل اقتضاء میں مختلف ہوں۔ اگر ایک اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہتا ہے تو دوسرا الجینہ اسی اسم کو اپنا مفعول بنانا چاہے اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ فعل اول اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہے اور فعل ثانی اس کو اپنا مفعول۔ دوسرے اس کا برعکس کہ فعل اول اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہے اور فعل ثانی اس کے فاعل بنانے کا خواہشمند ہو جیسا کہ ما قبل میں مثالوں کے نقشہ مذکورہ بالا سے واضح ہو چکا ہے الغرض لفظ مختلفین سے تنازع فعلان کی دو صورتیں نکلتی ہیں اور کل چار صورتیں ہیں. پھر مصنفؒ نے مختلفین سے جو صورتیں نکالی ہیں ان کی مثالوں کو ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ جب ہم مثال اول سے ایک فعل اور مثال ثانی سے دوسرا فعل لیں۔ تو دونوں کے مجموعہ سے ان دونوں صورتوں کی مثالیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ باقی مختلفین کی قید سے وہ دو فعل خارج ہو جائیں گے کہ جو متفق فی الاقتضاء ہیں۔ جیسے ضرب واکرم زید عمرا کہ یہاں دونوں فعل ایک اسم ظاہر کو اپنا فاعل اور دوسرے کو مفعول بنانے میں متفق ہیں۔ اور یہ صورت صورتین اولین سے حاصل ہوتی ہیں۔ لہذا اس کو علیحدہ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ پس وہ مختلفین کی قید سے خارج ہے ۱۲

محمد مشیت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ

اعمال[۱] الثانی والکوفیون الاول فان اعملت[۲] الثانی اضمرت الفاعل فی الاول علی وفق الظاہر دون الحذف خلافا[۳] للکسائی وجاز[۴] خلافا للفراء وحذفت[۵] المفعول ان استغنی عنہ والا اظہرت

تصریح مع تجویز الاعمال الاول ۱۲

ای الفعل الاول لیلزم الاحتراز عن الاضمار قبل الذکر ۱۲

فانہ لا یضمر الفاعل فی الاول

فانہ لا یجوز حذف الفاعل الاول مع التسمیہ ۱۲

فانہ لا یجوز اعمال الثانی عند اقتضاء الاول الفاعل ۱۲

ای وان لم یستغن عنہ ۱۲

۱ قولہ فیختار البصریون اعمال الثانی الخ یعنی جب دو فعل کسی اسم ظاہر میں تنازع کریں تو جمہور کے نزدیک گو دونوں فعلوں میں سے ہر ایک کا اس اسم ظاہر میں عمل کرنا جائز ہے مگر بصری فعل ثانی کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اسم ظاہر کے قریب ہے پس اسکا عمل اس اسم ظاہر میں اولیٰ ہوگا اور کوفی فعل اول کے عمل کو پسند کرتے ہیں اسلئے کہ وہ استحقاق میں مقدم ہے پس اسکا عمل اس اسم ظاہر میں الیق ہے ۱۲ ۲ قولہ فان اعملت الثانی الخ یعنی پس اگر مذہب بصریوں کے موافق فعل ثانی کو عمل دیں تو اس وقت جبکہ فعل اول اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہتا ہو تو اس میں موافق اسم ظاہر کے فاعل کی ضمیر لائیں گے یعنی اسم ظاہر مفرد ہوگا تو مفرد کی ضمیر لائیں گے جیسے ضربنی و اکرمنی زیدٌ اور تثنیہ یا جمع ہوگا تو ضمیر تثنیہ یا جمع کی لائیں گے جیسے ضربانی واکرمنی الزیدان و ضربونی واکرمنی الزیدون پھر یہ توافق اسم ظاہر اور ضمیر میں اس وجہ سے شرط ہے کہ وہ اسم ظاہر اس ضمیر کا مرجع ہے اور مرجع اور ضمیر کے اندر توافق لازم ہے بہرحال فعل ثانی کو عمل دینے کی صورت میں فعل اول اگر فاعل کو مقتضی ہو تو اس میں موافق اسم ظاہر کے فاعل کی ضمیر لائیں گے اور فاعل کو محذوف نہ مانیں گے اس لئے کہ وہ کلام میں عمدہ ہے اور عمدہ کا حذف جائز نہیں باقی ضمیر لانے کی صورت میں جو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے یہ عمدہ میں بشرط تفسیر جائز ہے ۱۲ ۳ قولہ خلافا للکسائی الخ خلافا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے حاصل عبارت یہ ہے بخالف قول الجمہور قول الکسائی خلافا یعنی صورت مذکورہ میں کسائی نحوی کا قول جمہور کے خلاف ہے اسلئے

کہ اس کے نزدیک اضمار قبل الذکر مطلقاً جائز نہیں خواہ عمدہ میں ہو یا فضلہ میں۔ پس وہ اس صورت میں فاعل کو حذف کرتا ہے اور یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ فاعل کلام میں اہم اور عمدہ ہے محذوف ہونے کے بعد چونکہ ذہن اس کی طرف سبقت کرے گا۔ لہٰذا وہ محذوف ہونے کی حالت میں مثل مذکور کے ہوگا ۱۲ ۴ قولہ وجاز خلافا الخ مقصود اس سے مذہب فراء کا بیان کرنا ہے فراء نحوی کہتا ہے۔ کہ جب فعل اول فاعل کو مقتضی ہو تو فعل ثانی کو عمل دینا جائز نہیں۔ اس لئے کہ بر تقدیر عمل فعل ثانی فعل اول میں یا تو ضمیر فاعل کی لائیں گے یا اس کو حذف کریں گے دونوں صورتیں جائز نہیں۔ ضمیر لانے کی صورت میں اضمار قبل الذکر اور حذف فاعل کی صورت میں عمدہ کا حذف لازم آتا ہے ۱۲ ۵ قولہ وحذفت المفعول ان استغنی عنہ الخ فعل ثانی کو عمل دینے کی صورت میں جب کہ فعل اول مفعول کو مقتضی ہو تو اس کو حذف کر دیں گے بشرطیکہ اس کے ذکر کرنے کی حاجت نہ ہو اس لئے کہ وہ کلام میں فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے البتہ اگر وہ مفعول ایسا ہے کہ اس کے ذکر کرنے کی حاجت ہے جیسا کہ افعال قلوب کا مفعول تو اس وقت اس کا ظاہر کرنا ضروری ہے جیسے حسبنی وحسبت زیداً منطلقاً کہ یہاں حسبنی اور حسبت اولاً زید میں تنازع کرتے ہیں فعل اول اس کو اپنا فاعل بنانا چاہتا ہے اور فعل ثانی اس کو مفعول۔ پس موافق مذہب بصریوں کے فعل ثانی کو عمل دیا گیا اور فعل اول میں ضمیر فاعل کی لائی جائیگی اس لئے کہ فاعل عمدہ ہے۔ اور اضمار قبل الذکر عمدہ میں بشرط تفسیر جائز ہے پھر ثانیاً یہ دونوں فعل منطلقاً میں تنازع کرتے ہیں کہ ہر ایک اس کو اپنا مفعول بنانا چاہتا ہے۔ پس یہاں پر بھی موافق مذہب بصریوں کے فعل ثانی کو عمل دیا گیا اور فعل اول کے مفعول کو ظاہر کیا گیا چنانچہ کہا حسبنی منطلقاً وحسبت زیداً منطلقاً اس لئے کہ اگر فعل اول کے مفعول کو حذف کریں تو دو مفعولوں میں سے ایک پر اختصار لازم آتا ہے اور افعال قلوب میں یہ جائز نہیں کہ دو مفعولوں میں سے ایک پر اختصار کیا جائے اور ضمیر لائیں گے تو فضلہ میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور وہ ناجائز ہے پس لامحالہ فعل اول کے مفعول کو ذکر کریں گے اور یہ واجب ہوگا ۱۲

۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

محمد مشیت اللہ دیوبندی عفی عنہ

ہوئے تو دونوں اسماء فعل ثانی کے مفعول ثانی کو ظاہر کرنا پڑا اب اگر کوئی کہے کہ مثال مذکورہ میں تنازع ممکن نہیں اسلئے کہ شرط تنازع کی یہ ہے کہ دونوں فعل عمل کرنے کیلئے کسی امر واحد کیطرف متوجہ ہوں اور ہر ایک کا عمل اس میں علی السبیل البدل جائز ہو اور یہاں ایسا نہیں اسلئے کہ ہر فعل کا عمل منطلقا میں علی سبیل البدل جائز نہیں فعل اول مفعول مفرد کو مقتضی ہے اور فعل ثانی مفعول تثنی کو پس یہ دونوں امر واحد کیطرف متوجہ نہ ہوئے اور جواب یہ ہے کہ منطلقا سے مراد لفظ منطلقا نہیں بلکہ اس سے مراد وہ اسم ہے جو کہ وصف انطلاق کیساتھ متصف ہو عام اس سے کہ مفرد ہو کہ تثنیہ ۱۲

وان اعملت الاول اضمرت الفاعل فی الثانی والمفعول

اے المفعول ۱۲

علی المختار الا ان یمنع مانع فتظهر وقول امرء القیس ع

جزاء

کفانی ولم اطلب قلیل من المال لیس منه لفساد المعنی

خبر ۱۲ ای من باب تنازع الفعلین ۱۲

۱ قولہ فان اعملت الاول الخ یعنی موافق مذہب کوفیوں کے جب فعل اول کو عمل دیں تو فعل ثانی میں اگر وہ فاعل کو مقتضی ہے فاعل کی ضمیر لائیں گے جیسے ضربنی واکرمنی زید اس لئے کہ ضمیر لانے کی صورت میں اضمار قبل الذکر لفظاً لازم آتا ہے نہ کہ رتبۃً اور ناجائز وہ اضمار قبل الذکر ہے جو کہ لفظاً اور رتبۃً لازم آئے اور اگر فعل ثانی اسم ظاہر کو مفعول بنانا چاہے تو مذہب مختار کے بموجب فعل ثانی میں مفعول کو لائیں گے جیسے ضربت واکرمتہما الزیدین تاکہ ملفوظ مطابق مقصود کے ہو جائے اس لئے کہ مقصود یہ ہے کہ اسم مفعول دونوں کا مطابق ہو پس جب فعل ثانی میں ضمیر مفعول نہ لائی جائے گی تو یہ وہم ہوگا کہ مفعول فعل ثانی کا مغایر مفعول فعل اول کے ہے ۱۲

۲ قولہ الا ان یمنع مانع الخ یعنی جب مذہب مختار پر فعل ثانی میں ضمیر مفعول لانے سے یا مذہب غیر مختار پر مفعول کو حذف کرنے میں کوئی مانع پیش آئے گا تو اس صورت میں مفعول فعل ثانی کا اظہار ضروری ہوگا اس لئے کہ جب اضمار اور حذف ممتنع ہے تو بدون اظہار کے چارہ نہ ہوگا جیسے حسبنی وحسبتہما الزیدان منطلقا میں دونوں فعلوں نے اولا زیدان میں تنازع کیا فعل اول نے اس کو اپنا فاعل اور فعل ثانی نے اس کو اپنا مفعول بنانا چاہا عمل فعل اول کو دیا گیا اور فعل ثانی میں ضمیر مفعول کی لائے اور حسبتہما کیا پھر دونوں نے منطلقا میں تنازع کیا دونوں نے اسکو اپنا مفعول بنانا چاہا پس بنا بر مذہب اہل کوفہ فعل اول کو عمل دیا گیا اور فعل ثانی کے مفعول کو ظاہر کر کے حسبنی وحسبتہما منطلقین الزیدان منطلقا کہا اس لئے کہ اگر فعل ثانی کے مفعول ثانی کو حذف کرتے ہیں تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اقتصار لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں اور اگر ضمیر لاتے ہیں تو وہ دو حال سے خالی نہیں مفرد کی ضمیر لائیں گے. تو دونوں مفعولوں میں موافقت نہیں رہتی حالانکہ موافقت ضروری ہے اسلئے کہ حسبت کا مفعول اول حقیقت میں مبتدا اور مفعول ثانی اس کی خبر ہے اور مبتدا اور خبر کے مابین افراد اور تثنیہ میں تطابق ضروری ہے اور تثنیہ کی ضمیر لانے میں مرجع اور ضمیر کے مابین توافق نہیں رہتا کیونکہ مرجع ضمیر کا منطلقا ہے اور وہ مفرد ہے پس جب اضمار اور حذف دونوں ناجائز

۳ قولہ قول امرء القیس الخ نحات کوفہ نے اولویت عمل فعل اول پر امرء القیس کے قول سے استدلال کیا اور کہا امرء القیس جو کہ افصح شعراء عرب ہے صورت تنازع میں فعل اول کو عمل دیتا ہے اور قلیل من المال کو کفانی کا فاعل کو قرار دیتا ہے لم اطلب کا مفعول نہیں بناتا پس معلوم ہوا کہ فعل اول کو عمل دینا اولیٰ ہے مصنف رح اس کا جواب بصریوں کیجانب سے دیتے ہیں کہ امرء القیس کا قول کفانی ولم اطلب قلیل من المال باب تنازع سے نہیں اسلئے کہ اگر اسے باب تنازع فعلین سے کہیں اور قلیل من المال میں کفانی ولم اطلب کا تنازع مانیں تو شعر کے معنی فاسد ہو جائیں گے پس استدلال کوفیوں کا اس مصرعہ سے صحیح نہیں تفصیل مقام کی یہ ہے کہ پورا شعر اس طرح پر ہے بیت ولو انما اسعی لادنی معیشۃ کفانی ولم اطلب قلیل من المال اس شعر کے مصرعہ اول میں حرف لو ہے اور وہ شرط اور جزا پر داخل ہوتا ہے اور اس کا خاصہ یہ ہے کہ شرط و جزا میں جو مثبت ہوتا ہے اس کو منفی اور منفی کو حکم میں مثبت کے کر دیتا ہے علی ہذا القیاس شرط و جزا پر جو معطوف ہوتا ہے اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جاتا ہے اس تمہید کے بعد جاننا چاہئے کہ انما اسعی جملہ فعلیہ شرطیہ اور کفانی اس کی جزا ہے اور دونوں مثبت ہیں ای لو ثبت سعیی لادنی معیشۃ کفانی قلیل من المال یعنی اگر میں ادنیٰ معیشت کی کوشش کرتا اور قلیل مال مجھے کافی ہوتا پس اس جگہ بقاعدہ مذکورہ دونوں منفی فعل ہو جائیں گے اور یہ معنی ہونگے کہ میں نہ ادنیٰ معیشت کی کوشش کرتا ہوں اور نہ قلیل مال مجھے کافی ہے پھر چونکہ لم اطلب کفانی پر عطف ہے لہذا یہ بھی لو کا جواب ہوگا اور تقدیر عبارت اس طرح پر ہے لو ثبت سعیی لادنی معیشۃ لم اطلب پس ادنیٰ معیشت کی سعی منفی ولم اطلب مثبت ہوگا اب اگر یہ کہیں کہ لم اطلب اور کفانی قلیل من المال کو اپنا معمول بنانے میں نزاع کرتے ہیں تو بقاعدہ بالا مثبت منفی اور منفی مثبت ہو کر یہ معنی ہوں گے کہ میں ادنیٰ معیشت کی کوشش نہیں کرتا اور نہ قلیل مال مجھ کو کافی ہے اور طلب کرتا ہوں قلیل مال کو اور یہ صریح تناقض ہے پس معلوم ہوا کہ قول مذکور امرء القیس کا تنازع فعلان سے نہیں بلکہ لم اطلب کا مفعول محذوف ہے ای العز والمجد اور قرینہ یہ دوسرا شعر ہے ع ولکنما اسعی لمجد مؤثل وقد یدرک المجد المؤثل امثالی اور اس وقت معنی شعر کے ظاہر ہیں کہ میں ادنیٰ معیشت کی کوشش نہیں کرتا اور نہ قلیل مال مجھ کو کافی ہے اور طلب کرتا ہوں میں عزت اور بڑائی ۱۲ محمد مشیت اللہ دیوبندی

مفعول مالم یسم فاعلہ بروہ مفعول ہے کہ جس کے فاعل کو حذف کرکے مفعول کو قائمقام فاعل کا کردیا گیا ہو اب اگر کوئی کہے کہ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ اسوقت لاتے ہیں جبکہ کسی شئے کا ضمیر متصل پر عطف کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ مزیت تابع کی متبوع پر لازم نہ آئے لیکن یہاں باوجودیکہ اقیم کی ضمیر مستتر پر کسی کا عطف نہیں پھر اس کی تاکید ضمیر منفصل لائی گئی ہے جواب یہ ہے کہ اگر ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے نہ کی جاتی تو دو قباحتیں پیدا ہو جاتیں ایک یہ کہ اسوقت یہ وہم ہوتا کہ مقامہ اقیم کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے دوسرے یہ گمان ہوسکتا ہے کہ ضمیر اقیم کی فاعل کیطرف راجع ہے کیونکہ وہ قریب ہے اور قاعدہ ہے کہ قریب کو چھوڑ کر بعید کیطرف نہیں جاتے مگر چونکہ دونوں صورتوں میں کلام کے معنی غلط ہیں لہٰذا خلاف قیاس ہی کی تاکید ضمیر منفصل سے کردی گئی تاکہ اسکا مرجع بھی خلاف قیاس بعید یعنی مفعول ہو جائے اور کلام بمعنی نہ رہے باقی رہا یہ امر کہ اس مفعول کو مفعول مالم یسم فاعلہ کیوں کہتے ہیں تو اس کی وجہ تعریف سے ظاہر ہے بیان کرنے کی حاجت نہیں ۱۲ ۳ قولہ وشرطہ ان تغیر الخ یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ کی

مفعولُ مالَمْ یُسَمَّ فاعلُہٗ [۱] کُلُّ مفعولٍ [۲] حُذِفَ فاعِلُہٗ واُقیمَ هُوَ مقامَہٗ وشرطُہٗ [۳] اَنْ تُغَیَّرَ صیغةُ الفعلِ الیٰ فُعِلَ او یُفْعَلُ ولا یقعُ [۴] المفعولُ الثّانی مِن بابِ عَلِمْتُ والثّالثُ مِن بابِ اَعْلَمْتُ والمفعولُ لہٗ [۵] والمفعولُ معہٗ [۶] کذٰلِکَ واِذا وُجِدَ المفعولُ بہٖ تعیَّنَ لہٗ تقولُ ضُرِبَ زیدٌ یومَ الجمعۃِ اَمامَ الامیرِ ضرباً شدیداً فی دارِہٖ فتعیَّنَ زیدٌ

شرط فاعل کو حذف کرنے اور مفعول کو اس کے قائمقام کرنے میں یہ کہ فعل کا صیغہ ماضی میں فعل یعنی مجہول کی طرف اور مضارع میں یفعل یعنی مضارع مجہول کیطرف متغیر کیا گیا ہو اور یہ شرط مفعول مالم یسم فاعلہ میں اسوقت ہے جب کہ اسکا عامل فعل ہو اور جس وقت اس کا عامل شبہ فعل ہوگا جیسے زید مضروب غلامہ اسوقت یہ شرط نہ ہوگی ۱۲ ۴ قولہ ولا یقع المفعول الثانی الخ اب یہاں سے مصنف ان مفعولوں کو ذکر کرتے ہیں جو کہ قائم مقام فاعل کے نہیں ہوسکتے پس کہتے ہیں کہ باب علمت کا مفعول ثانی قائم مقام فاعل کا نہیں ہوسکتا اور باب علمت سے مراد وہ فعل ہے جو دو مفعولوں کیطرف متعدی ہو اور دوسرا مفعول عین اول ہو یعنی دونوں کا مصداق ایک ہو ایسے ہی باب اعلمت کا مفعول ثالث قائمقام فاعل کا نہیں ہوسکتا اور مراد باب اعلمت سے وہ ہے جو تین مفعولوں کیطرف متعدی ہو اور تیسرا مفعول عین ثانی ہو اور دلیل اس پر یہ ہے کہ باب علمت کا مفعول ثانی مفعول اول کیطرف مسند ہے اسطرح مفعول ثالث باب اعلمت کا مفعول ثانی کیطرف مسند ہے پس اگر ان مفعولوں کو قائمقام فاعل کیا جائیگا تو لازم آئیگا کہ ایک چیز دو اسنادوں میں مسند بھی ہو اور مسند الیہ بھی بخلاف اس کے کہ دو اسنادوں میں ایک ناقص ہو جیسے اعجبنی ضرب زید عمرا کیا ضرب مسند الیہ باعتبار زید کے ہے اسناد اول تام ہے اسلئے کہ وہ فعل کی ہے اور اسناد ثانی ناقص ہے اس لئے کہ مصدر کی ہے پس ترکیب جائز ہوگی ۱۲ ۵ قولہ والمفعول لہ یہ بھی قائمقام فاعل کا نہیں ہوسکتا اس لئے کہ نصب اس میں اس کے علت ہونے پر دال ہے پس اگر مفعول کو بجائے فاعل کے قائم کرکے رفع دینگے تو نصب اور یہ دلالت فوت ہو جائے گی نیز مفعول لہ علت اور غرض فعل پر دلالت کرتا اور علت اور غرض ہر فعل کیلئے ضروری نہیں اس لئے کہ فعل کبھی اختیاری ہوتا ہے اور اس کیلئے علت و غرض ضروری ہے اور کبھی اضطراری ہوتا ہے اور اس کیلئے علت و غرض ضروری نہیں بخلاف فاعل کے کہ وہ ہر فعل کے لئے ضروری ہے پس اگر مفعول کو بجائے فاعل کے کریںگے تو اس صورت میں خلیفہ بنانا غیر ضروری کا ضروری کیلئے لازم آئیگا اور جائز نہیں ۱۲ ۶ قولہ والمفعول معہ الخ یعنی مفعول معہ بھی علمت کے مفعول ثانی باب اعلمت کے مفعول ثالث کیطرح نائب فاعل نہیں ہوسکتا اس لئے کہ مفعول معہ وہ مفعول ہے جو کہ واو بمعنی مع کے بعد واقع ہوتا ہے پس اگر مفعول معہ کو قائمقام فاعل کے کریں تو دو صورتیں ہیں یا مع واو کے کریںگے یا بدون واو کے مع واو کے نائب فاعل نہیں کرسکتے کہ واو انفصال کو چاہتا ہے اور قائمقام فاعل مثل فاعل کے جزو فعل کی مانند ہوتا ہے پس وہ اتصال کو چاہتا ہے اور انفصال اس کے منافی ہے علیٰ ہذا بدون واو کے بھی مفعول معہ قائمقام فاعل کے نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اسوقت اسکا مفعول معہ ہونا معلوم نہیں ہوگا اب اگر کوئی کہے کہ مصنف نے لفظ کذلک کہہ کر کلام کو کیوں لمبا کیا مفعول معہ کا ماقبل پر عطف کیوں نہیں جواب یہ ہے کہ لفظ کذلک کو زائد کرکے یہ بتانا چاہتا ہے کہ بہ نسبت مفعول لہ اور مفعول معہ کے باب علمت اور اعلمت کے مفعول ثانی و مفعول ثالث

۱ قولہ مفعول مالم یسم فاعلہ الخ یعنی مفعول اس فعل کا کہ جس کا فاعل مذکور نہ ہو مفعول مالم یسم فاعلہ قائمقام فاعل ہونے کی حیثیت سے اگرچہ فاعل میں شمار ہے مگر چونکہ اس کا نام مفعول ہوگیا ہے لہٰذا مصنف نے اس کی تعریف کو مستقل طور پر ذکر کیا اب اگر کوئی کہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ بھی مثل مبتدا کے مرفوع کی ایک مستقل قسم ہے پس کیا وجہ ہے کہ مصنف نے مبتدا کو فاعل سے علیحدہ ذکر کیا اور منہا المبتدا کہا اور مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل سے جدا کرکے ذکر نہیں کیا اور جواب یہ ہے کہ درمیان فاعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ کے شدت اتصال ہے یہاں تک کہ مفعول مالم یسم فاعلہ کو متقدمین اہل نحو نے فاعل میں شمار کیا ہے اور اس کی تعریف میں داخل کردیا ہے پس بنابریں مصنف علام نے بھی اس کو فاعل سے جدا نہ کیا بلا فصل ذکر کیا گیا۔ ۱۲ ۲ قولہ کل مفعول حذف الخ یعنی

فان[1] لم یکن فالجمیع سواءٌ والاول[2] من باب اعطیتُ

اسم لم یوجد

اولٰی من الثانی ومنہا[3] المبتدأ والخبر فالمبتدأ[4] ھو الاسمُ

مبتدأ ۱۲ خبر ۱ موصوف

المجرد عن العوامل اللفظیۃ مسنداً الیہ او الصفۃ[5] الواقعۃ

حال

بعد حرف النفی والف الاستفہام رافعۃً لظاہر مثل[6]

حال من ضمیر المستکن ۱۲

مثال اسم مجرد عن العوامل اللفظیہ مسند الیہ ۔ مثال صفت واقع بعد حرف نفی ۔ مثال صفت واقع بعد الاستفہام ۱۲

زیدٌ قائمٌ و[7] ما قائمٌ الزیدان و اقائمٌ الزیدان

۱؎ قولہ فان لم یکن الخ لم یکن یہاں پر تامہ ہے بمعنی لم یوجد یعنی اگر مفعول بہ کلام میں نہ پایا جائے تو نائب فاعل ہونے میں سب مفعول برابر ہیں کسی کو ترجیح نہ ہوگی ۲؎ قولہ والاول من باب اعطیت الخ یعنی جو فعل کہ دو مفعولوں کیطرف متعدی ہے اور اس کا دوسرا مفعول مفعول اول نہیں کہ دونوں مفعولوں میں سے جس کو چاہیں قائم مقام فاعل کر سکتے ہیں مگر مفعول اول کا بہ نسبت مفعول ثانی کے نائب فاعل ہونا اولی ہے اس واسطے کہ اس میں معنی فاعلیت کے پائے جاتے ہیں پس اعطیت زیداً درہماً میں گو اعطی درہم زیداً بھی جائز ہے مگر اولی یہ ہے کہ مفعول اول کو نائب فاعل بنائیں اور اعطی زید درہماً کہیں اس وجہ سے کہ زید میں معنی فاعلیت کے پائے جاتے ہیں کیونکہ وہ لینے والا ہے اور درہم لی ہوئی چیز ہے ۱۲ ۳؎ قولہ ومنہا المبتدأ والخبر الخ یعنی مرفوعات میں سے مبتدا اور خبر ہیں کافیہ کے بعض نسخوں میں ہے ومنہ المبتدأ اس وقت ضمیر مرفوع کیطرف راجع ہوگی اور اگر کوئی کہے کہ مبتدا اور خبر مرفوعات کی مستقل دو قسمیں ہیں دونوں کو ایک جگہ کیوں جمع کیا جواب یہ ہے کہ مبتدا اور خبر کے مابین اکثر موادمیں تلازم واقع ہے جیسا کہ مبتدا کی قسم اول میں نیز دونوں میں اسی

حقیقت سے اشتراک ہے کہ دونوں عامل معنوی کے معمول ہیں پس ان وجوہ سے دونوں ایک جگہ جمع کردیا گیا ہے ۱۲ ۴؎ قولہ فالمبتدأ یعنی مبتدا ہے جو عامل لفظی حقیقی اور سماعی سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو جیسے زید قائم میں زید مبتدا ہے جو کہ عوامل لفظیہ سے خالی اور مسند الیہ ہو یہ تعریف مبتدا کی قسم اول کی ہے اور مبتدا بایں معنی مشہور ہے اور اس کیلئے خبر کا ہونا لازم ہے خواہ خبر مذکور ہو یا محذوف باقی رہی مبتدا کی دوسری قسم اس کی تعریف آئندہ بیان کی جائے گی اور اگر کوئی کہے کہ مجرد تجرید سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی خالی کرنے کے ہیں اور خالی کرنا کسی چیز کا کسی چیز سے اسکو مقتضی ہے کہ جس سے خالی کیا جائے وہ چیز اس میں پہلے سے موجود ہو پس معلوم ہوا کہ مبتدا میں عامل لفظی تھا جس کو اسکو خالی کیا گیا ہے حالانکہ یہ خلاف واقع ہے اسلئے کہ جس وقت سے وہ مبتدا ہوا ہے اسوقت سے اس پر عامل لفظی نہیں آیا اور جواب یہ ہے کہ کبھی امکان اور احتمال وجود کو بجائے وجود کے فرض کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں ضیق فم البیر یعنی کوئیں کے منہ کو تنگ کر پس اس جگہ نا ممکن ہے کہ پہلے سے کنویں کا منہ کشادہ ہو اور اس کو تنگ کیا جائے بلکہ یہ معنی ہیں کہ جس کنویں کے بنانے وقت اس کے منہ کی کشادہ ہونے کا احتمال ہے اس کو ابتداء ہی سے تنگ کیا جاوے پھر اگر کوئی کہے کہ عوامل جمع عامل کی ہے اور اقل افراد جمع کے تین ہیں پس معلوم ہوا کہ اگر ایک یا دو عامل لفظی مبتدا میں ہونگے تو اس کے مبتدا ہونے میں کوئی فتور نہیں فتور اس صورت میں ہوگا جب کہ کم از کم تین عامل لفظی اس پر داخل ہوں گے اور اگر یہ کہیں کہ عوامل سے مراد ما فوق الواحد ہے اور جمع کا استعمال اس معنی میں کثرت سے آتا ہے تو کہا جائیگا کہ اس صورت میں اصل اعتراض رفع نہیں ہوگا بلکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مبتدا پر ایک عامل لفظی کا پایا جانا ممنوع نہ ہوگا جواب یہ ہے کہ لام تعریف جب جمع کے ساتھ مجتمع ہو تو معنی جمعیت کے باطل ہو کر استغراق مراد ہوتا ہے اور لفظ جمع تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے چنانچہ یہاں پر بھی جمع پر لام تعریف داخل ہونے سے یہی معنی مراد ہے کہ مبتدا وہ اسم ہے جو تمام عوامل لفظیہ سے خالی ہے پس معلوم ہوا کہ عوامل لفظیہ کا ایک فرد بھی مبتدا میں نہ پایا جائیگا بعبارت مصنف المجرد عن العوامل اللفظیہ سے وہ اسماء خارج ہوگئے کہ جن میں عامل لفظی پایا جاتا ہے جیسے ان کا اور کان کا اسم ہو مسند علیہ کی قید سے خبر اور قسم ثانی مبتدا سے احتراز ہوگیا اس لئے کہ وہ مسند علیہ نہیں ۵؎ قولہ او الصفۃ الواقعۃ الخ یعنی مبتدا کی قسم ثانی یہ ہے کہ صیغہ صفت کا جو حرف نفی یا ہمزہ استفہام یا ان کے مثل کے بعد واقع ہو درانحالیکہ یہ صفت اسم ظاہر کی رفع دینے والی ہو یعنی مبتدا کی اس قسم کیلئے شرط یہ ہے کہ صیغہ صفت ہو کہ اسم ظاہر کو یا اس اسم کو جو کہ اسم ظاہر کے حکم میں ہے رفع کرے جیسے قولہ تعالیٰ اراغب انت عن الہتی یا ابراہیم میں ضمیر متصل اسم ظاہر کے حکم میں ہے اور اسکو رفع دینے والا صیغہ صفت یعنی اراغب مبتدا ہے پھر قول مصنف رافعۃ بظاہر کی قید سے مثل اقائمان الزیدان سے احتراز ہے کہ یہ صفت کا صیغہ اگرچہ بعد حرف استفہام کے واقع ہے لیکن اسم ظاہر کو رفع دینے والا نہیں اس لئے کہ وہ اگر اسم ظاہر کو رفع دیتا تو اس کا تثنیہ لانا صحیح نہ تھا اس لئے کہ یہ صفت مثل فعل کے ہے یعنی جسطرح کہ فعل کا فاعل جب تثنیہ اور جمع ہوتا ہے تو فعل کو مفرد لاتے ہیں اسیطرح صفت کو بھی جب فاعل تثنیہ اور جمع ہوگا مفرد لائیں گے ۱۲ ۶؎ قولہ مثل زید قائم یہ مبتدا کی قسم اول کی مثال ہے ۱۲ ۷؎ قولہ ما قائم الزیدان کی قسم ثانی کی مثال ہے اور یہ صفت اس میں بعد حرف استفہام کے واقع ہے (فائدہ) جاننا چاہیئے کہ مبتدا کی قسم ثانی خبر کی طالب نہیں اور اسم ظاہر جو اس کے بعد واقع ہے اس کا فاعل اور بمنزلہ خبر کے ہوتا ہے ۱۲

فَاِنْ طَابَقَتْ[1] مُفْرَدًا جَازَ الْاَمْرَانِ ۔ وَالْخَبَرُ[2] هُوَ الْمُجَرَّدُ الْمُسْنَدُ بِهِ الْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَاَصْلُ[3] الْمُبْتَدَاءِ التَّقْدِيْمُ وَمِنْ ثَمَّ[4] جَازَ فِيْ دَارِهٖ زَيْدٌ وَامْتَنَعَ[5] صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ وَقَدْ[6] يَكُوْنُ الْمُبْتَدَاءُ نَكِرَةً اِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْهٍ مَّا مِثْلُ[7] وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَاَ[8] رَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمِ امْرَاَةٌ وَمَا اَحَدٌ[9] خَيْرٌ مِّنْكَ

(شرط ۱۲ — مبتدا — خبر — احتراز است از قسم ثانی مبتدا — احتراز است از قسم اول مبتدا ۱۲ — مضاف و مضاف الیہ مبتدا ۱۲ — ای من اصلیۃ التقدیم ۱۲ — من وجوہ ما ۱۲ — التخصیص ۱۲)

زیدو دونوں امر جائز ہیں زید کا مبتدا موخر اور قائم مقام کا خبر مقدم ہونا نیز قائم کا مبتدا ہونا اور زید کا اس کا فاعل ہونا اور دوسری صورت مطابقت کی یہ ہے کہ اسم ظاہر اور صفت کی مطابقت تثنیہ یا جمع میں ہو جیسے ما قائمان الزیدان اور اقائمون الزیدون اور اسوقت واجب ہے کہ اسم ظاہر مبتدا اور صفت خبر ہو ورنہ اضمار قبل الذکر لازم آئیگا اور وہ جائز نہیں باقی رہی تیسری صورت اور وہ یہ مخالفت افراد اور تثنیہ اور جمع میں ہو صفت مفرد ہو اور اسم ظاہر تثنیہ یا جمع ہو جیسے اقائم الزیدون اور اس وقت یہ صفت یقیناً مبتدا کی قسم ثانی ہو گی ورنہ ضمیر مفرد کا تثنیہ یا جمع کیطرف راجع ہونا لازم آئیگا اور وہ جائز نہیں ۱۲ ؎ قولہ والخبر ہو المجرد الخ یعنی خبر وہ اسم جو عوامل لفظیہ سے مجرد ہو اور مسند ہو اور نیز اس صفت سے مغایر ہو جو کہ حرف نفی اور حرف استفہام کے بعد واقع ہو کر اسم ظاہر کو جو اس کے بعد واقع ہے رفع دیتی ہے خبر کی تعریف میں مسند کی قید سے مبتدا کی قسم اول سے احتراز ہے اور مغایرت صفت مذکورہ کی قید سے مبتدا کی قسم ثانی سے احتراز ہے ۱۲

؎ قولہ واصل المبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ خبر سے مقدم ہو بشرطیکہ تقدیم سے کوئی مانع منع نہ کرے اس لئے کہ مبتدا ذات اور خبر اس کے احوال میں ایک حال ہے اور ذات اپنے حال پر مقدم ہوتی ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ مبتدا کبھی غیر ذات ہوتا ہے جیسے السلم حسن جواب ہے کہ یہاں پر ذات سے مراد یہ ہے کہ اس کی نسبت خبر دی جائے اور کچھ کہا جائے نہ وہ کہ خود بخود قائم ہو پھر اگر کہے کہ دلیل تقدیم ذات کی صفات پر فاعل میں بھی جاری ہوتی ہے مناسب ہے کہ فاعل اپنے فعل پر مقدم ہو جواب یہ ہے کہ اس جگہ عدم تقدیم ایک مانع کیوجہ سے ہے وہ یہ کہ فعل عامل ہے اور مرتبہ عامل کا یہ ہے کہ اپنے معمول پر مقدم ہو پھر تقدیم مبتدا کی صورت میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مبتدا محکوم ہے اور خبر محکوم علیہ کا یہ ہے کہ محکوم بہ پر مقدم ہو اس لئے ثبوت شی لشی فرع ہے مثبت لہ کی پس مثبت لہ پیشتر ہونا چاہیئے ؎ قولہ ومن ثم جاز الخ یعنی چونکہ مبتدا میں اصل تقدیم ہے لہذا فی دارہ زید جائز اس لئے کہ یہاں اضمار قبل الذکر لفظاً ہے نہ کہ رتبۃً اور یہ جائز ہے ۱۲ ؎ قولہ امتنع صاحبہا فی الدار یعنی صاحبہا فی الدار ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً ہے اور وہ جائز نہیں ۱۲ ؎ قولہ وقد یکون المبتدا الخ یعنی اصل مبتدا کیلئے یہ ہے کہ معرفہ ہو اس لئے کہ مدار حکم کا افادہ پر ہے اور وہ اکثر اوقات میں معرفہ پر حکم کرنے سے وابستہ ہے اور کبھی مبتدا نکرہ ہوتا ہے بشرطیکہ وجوہ تخصیص میں سے کسی امر کے ذریعے تخصیص کی جائے تاکہ نکرہ بعد تخصیص کے معرفہ کے نزدیک ہو جائے اور اس کا مبتدا ہونا صحیح ہو ۱۲ ؎ قولہ مثل ولعبد مومن الخ پس

؎ قولہ فان طابقت الخ یعنی جو صفت بعد حرف نفی یا حرف استفہام کے واقع ہو اگر وہ اسم ظاہر مفرد کے مطابق ہو یعنی صیغہ صفت اور اسم ظاہر دونوں مفرد ہوں اس صورت میں دو امر جائز ہیں یہ کہ صیغہ صفت مبتدا ہو اور اسم ظاہر اسکا فاعل اور یہ کہ اسم ظاہر مبتدا اور صیغہ صفت اس کی خبر مقدم اور اسوقت صفت میں ایک ضمیر ہوگی جو اسم ظاہر کیطرف راجع ہوگی پھر جاننا چاہیئے کہ طابقت مطابقت تین صورتیں اور دو جانبین سے ہوتی ہے اس لئے کہ مفاعلۃ کا خاصہ اشتراک ہے پس جگہ مطابقت اور مخالفت تین صورتیں حاصل ہوتی ہیں ایک یہ کہ مطابقت افراد میں ہو یعنی صفت اور اسم ظاہر دونوں مفرد ہوں جیسے کہ گزرا جیسے اقائم

عبد اسجگہ نکرہ ہے مومن اور کافر دونوں کو شامل ہے لہذا اس کا مبتدا ہونا صحیح نہ تھا مگر جب اس کی صفت لائے اور لعبد مومن کہا تو بذریعہ صفت کے تخصیص یعنی تقلیل اشتراک ہو کر اس کا مبتدا ہونا صحیح ہو گیا ؎ قولہ ارجل فی الدار الخ اس مثال میں رجل نکرہ ہے اور اس میں علم متکلم کے اعتبار سے تخصیص ہے اس لئے کہ متکلم جانتا ہے کہ مرد و عورت میں سے کوئی نہ کوئی گھر میں فرد ہے اور سوال صرف اس کی تعین ہے کہ مرد ہے یا عورت پس مثال مذکور میں احد سمانی الدار کی صفت سے تخصیص پیدا ہو گئی ۱۲ ؎ وما احد خیر منک الخ لفظ احد اس جگہ نکرہ ہے تحت میں نفی کے واقع ہے اور قاعدہ ہے کہ جب نکرہ تحت میں نفی کے واقع ہوتا ہے تو فائدہ عموم و شمول افراد کا حاصل ہوتا ہے یعنی حکم تمام افراد کو شامل ہوتا اور ظاہر ہے کہ عام من حیث العموم متعین اور مخصوص ہے اس لئے کہ مجموعہ افراد میں تعدد نہیں ہوتا بلکہ وہ امر واحد ہے لہذا اس حیثیت سے اس میں تخصیص پیدا ہو جائے گی ۔

کبھی معتاد ہوتا ہے اور کبھی غیر معتاد اگر معتاد ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں کبھی خیر ہوتی ہے اور کبھی شر پس یہاں اگر بناح یعنی کتے کا بھونکنا معتاد ہو تو حصر بہ نسبت خیر کے حاصل ہوگا شر لا خیر اہر ذا ناب اور اگر غیر معتاد ہو تو چونکہ اس وقت اس کا بھونکنا محض شر ہے لہذا حصر حاصل نہ ہوگا اور صفت مقدر ہوگی تاکہ حصر صحیح ہو پس یہ معنی ہونگے کہ شر عظیم لا حقیر اہر ذا ناب نیز کہہ سکتے ہیں کہ شر کی تنوین تعظیم کے لئے ہے ای شر عظیم پس اس وقت احتیاج تکلیفات بعیدہ کی نہ ہوگی اور عقل سلیم اکو خوشگوار نہ جانے گی ۲ے قولہ وفی الدار رجل نہ یہاں پر تقدیم خبر کی وجہ سے رجل میں تخصیص ہے ان معنی کر فی الدار سے یہ معلوم ہوا کہ جو بعید فی الدار کے واقع ہوگا وہ صفت استقرار کیساتھ متصف ہوگا پس تقدیم خبر منزلہ تخصیص بالصفت کے ہے اور اس اعتبار سے اس کا مبتدا ہونا صحیح ہے ۳ے قولہ وسلام علیک یہاں سلام نکرہ ہے اور اس میں اس حیثیت سے تخصیص ہے کہ اصل میں سلمت سلاما علیک تھا فعل کو حذف کرکے

وشرٌّ اَهَرَّ ذا نابٍ وفي الدار رجلٌ وسلامٌ عليك

والخبر قد يكون جملةً مثل زيدٌ ابوه قائمٌ وزيدٌ

قام ابوه فلا بدّ من عائدٍ وقد يُحذف وما وقع

یبر بطنابہ ۱۲ ای العائد ۱۲

ظرفاً فالاكثر على انه مقدّرٌ بجملةٍ

سلام کو بقصد دوام (استمرار کے رفع کیطرف معدول کیا اس لئے کہ یہ جملہ دعائیہ ہے اور اس کیلئے سزاوار دوام ہے پس معلوم ہوا کہ یہ باعتبار اصل کے قوت میں سلام من قبلی علیک کے ہے اور متکلم کی طرف منسوب ہونے کیوجہ سے اس میں تخصیص ہے (فائدہ) دارو مدار خبر کا افادہ پر ہے پس اگر نکرہ محضہ سے افادہ حاصل ہوگا تو حق یہ ہے کہ یہ بھی مبتدا واقع ہو جائیگا جیسا کہ کوکب انقض الساعۃ میں کوکب مبتدا ہے ۱۲ ۴ے قولہ والخبر قد یکون الخ یعنی اصل مبتدا کی خبر میں یہ ہے کہ وہ مفرد ہو اس لئے کہ مفرد ہی کیلئے یہ مناسب ہے کہ دوسرے اسم کے ساتھ وابستہ ہوتا کہ دونوں کے درمیان نسبت حاصل ہو جائے بخلاف جملہ کے کہ وہ خود کامل اور مستقل ہے اس کو دوسرے کی حاجت نہیں مگر باایں ہمہ خبر جملہ بھی ہو جاتی ہے خواہ اسمیہ ہو جیسے زید ابوہ قائم یا فعلیہ جیسے زید قام ابوہ ۱۲ ۵ے قولہ فلا بد من یعنی جب خبر جملہ فعلیہ ہوگی تو اس میں ایک عائد ضروری ہے جو مبتدا کیطرف راجع ہو تاکہ مبتدا اور خبر کے درمیان ارتباط پیدا ہو ورنہ جملہ مستقل بنفسہ ہے اور خبر کا ارتباط مبتدا کیساتھ ضروری ہے پس اگر عائد نہ ہوگا تو خبر کا مبتدا کے ساتھ ارتباط نہ ہوگا پھر وہ عائد کبھی ضمیر ہوتا ہے جیسا کہ مثالیں مذکورین میں گذرا اور کبھی لام ہوتا ہے جیسا نعم الرجل زید میں اور کبھی اسم ظاہر کا موضع میں مضمر کے ہونا جیسا الحاقۃ ما الحاقۃ میں اور کبھی ضمیر کا تفسیر مبتدا ہونا جیسے کہ قل ہو اللہ احد میں ہے ۶ے قولہ وقد یحذف الخ یعنی جب کہ عائد ضمیر ہو تو اس کو بوقت قیام قرینہ کے کبھی حذف کر دیتے ہیں جیسے البر الکر بستین درہما اصل میں البر الکر منہ بستین درہما تھا پس منہ کو بقرینہ مقام محذوف کر دیا اس لئے کہ بائع اسی کا نرخ بیان کرتا ہے نہ کہ شیئ دیگر کا ۷ے قولہ وما وقع ظرفا الخ یعنی جب خبر ظرف ہو تو اکثر نحوی اسکو جملہ کے ساتھ مقدر کرتے ہیں اس لئے ظرف کے واسطے کوئی عامل ہونا

۱ے قولہ وشر اہر ذا ناب الخ اس مثال میں شر نکرہ مبتدا ہے اور اس کی تخصیص کا وہ طریقہ ہے جو فاعل میں ہوتا ہے فاعل میں تخصیص ذکر فعل سے ہوتی ہے مثلاً جب ہم نے کہا ضرب تو اس سے یہ سمجھا گیا کہ ضرب کے بعد جو چیز مذکور ہوگی وہ فاعل ہونے کی حیثیت رکھتی ہے پس جب رجل کہا گیا تو معلوم ہوا کہ رجل فاعل ہے اور اس میں فاعل ہونے کی صلاحیت ہے اب غور طلب امر یہ ہے کہ شر اہر ذا ناب میں شر کو فاعل کیساتھ کیا شابہت ہے کہ اس میں تخصیص تخصیص فاعل کے طور پر آتی ہے جواب یہ ہے کہ شر اہر ذا ناب موقع میں ما اہر ذا ناب الا شر کے مستعمل ہوتا ہے یعنی جو معنی کہ ما اہر ذا ناب الا شر سے حاصل ہوتے ہیں وہی معنی شر اہر ذا ناب سے سمجھے جاتے ہیں اور ما اہر ذا ناب الا شر میں شر فاعل ہے بدل ہے اور بدل فاعل حکمی ہے پس یہ وجہ ہے کہ شر اہر ذا ناب میں شر فاعل کے مشابہ ہے اور اگر کوئی کہے کہ شر اہر ذا ناب کے معنی ما اہر ذا ناب الا شر کے کیونکر ہو سکتے ہیں جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ما اہر ذا ناب الا شر میں ما و الا کیساتھ حصر ہے بخلاف شر اہر ذا ناب الا شر کے کہ اس میں حصر نہیں جواب ہے کہ اس ترکیب میں بھی حصر موجود ہے اسلئے کہ شر اہر ذا ناب اصل میں اہر شر ذا ناب تھا اہر کی ضمیر مستتر سے شر بدل ہے اور فاعل بدل حکمی ہے اور درجہ اس کا فعل سے موخر ہے پس جب اسکو مقدم کیا تو حصر مستفاد ہو گیا اس لئے کہ تقدیم ما حقہ التاخیر فائدہ حصر کا دیتی ہے اور جب اس ترکیب نے حصر کا فائدہ دیا تو شر اہر ذا ناب الا شر کے ہو گئے پھر اگر کوئی کہے کہ تخصیص اصطلاح میں قلت اشتراک کو کہتے ہیں پس یہاں کونسی چیز ہے جس کے اعتبار سے قلت اشتراک یعنی تخصیص حاصل ہے جواب یہ ہے کہ کتے کا بھونکنا

چاہیے جس کے متعلق ہو پس چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اس لئے اسکو مقدر کریں گے اور جب فعل مقدر ہوا تو ظرف فعل کے متعلق ہوگا اور خبر جملہ ہوگی ان لوگوں کے مذہب کے موافق زید فی الدار کی تقدیر استقر فی الدار ہوگی اور بعض نحوی ظرف سے پہلے مفرد کو مقدر کرتے ہیں اسلئے کہ وہ خبر ہے اور اصل خبر میں افراد ہے پس اس وقت یہ ظرف اسم فاعل کے متعلق ہوگا اور تقدیر زید فی الدار کی زید مستقر فی الدار ہوگی ۱۲

وَاِذَا[1] كَانَ الْمُبْتَدَأُ مُشْتَمِلًا عَلٰى مَا لَهُ صَدْرُ الْكَلَامِ

مِثْلُ مَنْ أَبُوْكَ أَوْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ[2] أَوْ مُتَسَاوِيَيْنِ[3] نَحْوُ

ای المبتدا والخبر ۱۲

أَفْضَلُ مِنْكَ أَفْضَلُ مِنِّیْ أَوْ كَانَ[4] الْخَبَرُ فِعْلًا لَهُ مِثْلُ

زَيْدٌ قَامَ وَجَبَ[5] تَقْدِيْمُهُ وَاِذَا تَضَمَّنَ[6] الْخَبَرُ الْمُفْرَدُ مَا لَهُ

جزاء الشرط سابق ۱۲

صَدْرُ الْكَلَامِ مِثْلُ أَيْنَ زَيْدٌ أَوْ كَانَ[7] مُصَحِّحًا لَهُ مِثْلُ

فِی الدَّارِ رَجُلٌ أَوْ لِمُتَعَلِّقِهِ[8] ضَمِيْرٌ فِی الْمُبْتَدَاِ مِثْلُ

۱ قولہ واذا کان المبتدا الخ ماقبل بیان گزرگیا تھا کہ اصل مبتدا میں تقدیم ہے اور اس کی تاخیر بھی جائز ہے اب یہاں سے مصنف رح ان صورتوں کو بیان فرماتے ہیں کہ جن میں مبتدا کا مقدم کرنا واجب اور اس کی تاخیر ممتنع ہے اور وہ چند جگہ ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مبتدا ایسے معنی پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کو مقتضی ہیں جیسے من ابوک کہ یہاں من مبتدا ہے اور معنی استفہام کو مشتمل ہے جو صدارت کلام کو چاہتے ہیں تاکہ شروع ہی سے یہ معلوم ہو کہ کلام از قبیل استفہام ہے ۲ قولہ او کان معرفتین الخ یہ دوسرا موضع ہے کہ جس میں مبتدا کا خبر پر مقدم کرنا واجب ہے مطلب یہ ہے کہ جب مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں اور تعین مبتدا

پر کوئی قرینہ نہ ہو خواہ مبتدا اور خبر تعریف میں مساوی ہوں یا نہ ہوں جیسے زید المنطلق تو اس وقت مبتدا کی تقدیم خبر پر واجب ہوگی تاکہ التباس نہ پیدا ہو ۳ قولہ او متساوین الخ یہ وجوب تقدیم مبتدا کا تیسرا موضع ہے اور مطلب یہ کہ مبتدا اور خبر تخصیص میں مساوی ہوں تو مبتدا کا مقدم کرنا واجب ہے اور یہاں مساوات فی التخصیص اس لئے کہا کہ قبل تعریف کا حکم گزرچکا ہے پھر تساوی فی التخصیص سے مراد تساوی فی اصل التخصیص ہے نہ کہ تساوی فی قدر التخصیص جیسے افضل منک افضل منی پس مثال مذکور میں اگر افضل منی کی تخصیص افضل منک سے زائد ہے مگر دونوں اصل تخصیص میں برابر ہیں لہذا افضل منک کا مبتدا کرنا اور مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہوگیا تاکہ التباس نہ ہو ۱۲ ۴ قولہ او کان الخبر الخ یہ وجوب تقدیم مبتدا کا چوتھا موضع ہے یعنی جب مبتدا کی خبر فعل ہو یعنی وہ ایسا کام ہو جو مبتدا سے وجود میں آیا ہو جیسے زید قام کہ یہاں قیام زید سے وجود میں آیا ہے پس اس جگہ مبتدا کو مقدم کرنا خبر پر واجب ہے ورنہ اگر مبتدا کو موخر کیا جائے گا تو اس کا التباس فاعل کے ساتھ پیدا ہوجائے ۱۲ ۵ قولہ وجب تقدیمہ الخ یہ شرط مذکور کی جزا ہے یعنی مبتدا کی تقدیم خبر پر صور مذکورہ میں واجب ہے جیسا کہ ابھی مفصل مذکور ہوا ۶ قولہ واذا تضمن الخبر المفرد الخ یعنی جب خبر مفرد کسی ایسی شے پر مشتمل ہو کہ جس کے لئے صدارت کلام واجب ہے جیسا این زید کہ یہاں خبر مفرد ہے اور معنی استفہام کو مشتمل ہے جو صدارت کلام کو چاہتے ہیں پس یہاں تقدیم خبر کی مبتدا پر واجب ہے پھر مفرد سے مراد یہ ہے کہ صورت میں مفرد ہو عام ازیں کہ حقیقت میں جملہ ہو یا نہ ہو پس اس صورت میں زید این ابوہ سے احتراز ہوگیا اس لئے کہ اس جگہ تقدیم خبر کی مبتدا پر واجب نہیں اور وجہ یہ ہے کہ جو معنی صدارت کلام کو مقتضی ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اس جملہ کے شروع میں لائے جائیں کہ جس میں وہ ہیں پس زید این ابوہ میں چونکہ وہ معنی جملہ مدخولہ فیہا کے اول میں ہیں لہذا ان کا مبتدا پر مقدم کرنا واجب نہ ہوا بخلاف این زید کے کہ یہاں مبتدا کے بعد کوئی ایسا جملہ نہ تھا جس کے اول میں این کو لایا جاتا ہے لہذا اس جگہ مبتدا پر اس کا مقدم کرنا واجب ہوگیا تاکہ اسی جملہ میں اس کے لئے صدارت پائی جائے ۱۲ ۷ قولہ او کان مصححا الخ یعنی خبر مبتدا کی تصحیح کرنے والی ہو تو اس وقت خبر کا مقدم کرنا مبتدا پر واجب ہوگا اور اس کی وجہ ماقبل گزرچکی جیسے فی الدار رجل میں رجل نکرہ ہے بدون تقدیم خبر یعنی فی الدار کے صلاحیت مبتدا ہونے کی نہیں رکھتا ۸ قولہ او کان لمتعلقہ الخ یعنی اگر مبتدا میں اگر کوئی ضمیر ہو جو کہ متعلق خبر کی طرف لوٹتی ہے تو اس جگہ بھی تقدیم خبر کی مبتدا پر واجب ہوگی اس لئے کہ اگر خبر کو مقدم نہ کریں گے تو اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آئیگا اور وہ جائز نہیں ۱۲

مشیت اللہ

کی ضمیر اللہ کیطرف راجع ہے اور اہل عرب کے نزدیک اللہ کیطرف بدوں اس کے ذکر کے ضمیر راجع ہو سکتی ہے اس لئے کہ راجح ہے پس اضمار قبل الذکر لازم آئیگا ۔ ۱۲
۲؎ قولہ او کان خبرا عن ان الخ یعنی اگر خبر ان مفتوحہ سے واقع ہو اور یہ اسوقت کہ ان اپنے اسم وخبر سے مل بتاویل مفرد ہو کر مبتدا ہو اور اس سے کوئی چیز خبر واقع ہو تو
اس صورت میں بھی خبر کا مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہوگا جیسے عندی انک قائم میں عندی خبر اور ان مفتوح اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مبتدا واقع ہے لہٰذا
اس وقت خبر کا مقدم کرنا واجب ہوگا اگر خبر کو مقدم نہ کریں گے تو لفظا اور معنی قباحت پیدا ہو جائے گی لفظا قباحت تو اس لئے کہ مبتدا کو مقدم کریں گے
تو ان مفتوحہ ان مکسورہ کی ساتھ بدل جائے گا اس لئے کہ ابتدا کلام ان مکسورہ واقع ہوتا ہے مگر ان مفتوحہ پھر چونکہ ان مکسورہ ان مفتوحہ سے ثقیل ہوتا ہے لہٰذا کلام میں

علی التَّمْرَةِ^١ مِثْلُهَا زُبْدًا وَكَانَ^٢ خَبَرًا عَنْ أَنَّ مِثْلُ

تمیز لمثلہا ۱۲ بفتحتین کف آب وکف شیر کہ در ہندی مسکہ گویند ۱۲

ے عندی قیامک ۱۲

عِنْدِي أَنَّكَ قَائِمٌ وَجَبَ^٣ تَقْدِيمُهُ وَقَدْ يَتَعَدَّدُ^٤

خبر مبتدا مع الاسم والخبر ۱۲

الْخَبَرُ مِثْلُ زَيْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ وَقَدْ يَتَضَمَّنُ^٥ الْمُبْتَدَأُ

اللام للعہد والمعہود المبتدا ۱۲

مَعْنَى الشَّرْطِ فَيَصِحُّ دُخُولُ الْفَاءِ فِي الْخَبَرِ

بجائے خفت کے ثقالت پیدا ہو جائیگی اور یہ نہایت قبیح ہے اور قباحت معنوی یہ ہے کہ بر تقدیر ان مفتوحہ اور تقدیم خبر کے معنی کلام ہوتے ہیں یعنی میں جانتا ہوں کہ تو قائم ہے عام اس سے کہ تیرا قیام میرے نزدیک ہے یا دوسری جگہ اور بر تقدیر ان مکسورہ اور تقدیم مبتدا کے یہ معنی ہونگے کہ تو میرے نزدیک قائم ہے پس اس صورت میں معنی کلام کے خاص ہونگے ۱۲
۳؎ قولہ وجب تقدیمہ یعنی تقدیم خبر کی مبتدا پر تمام صور مذکورہ میں واجب ہے اور دلیل ہر ایک کی ماقبل مذکورہ ہو چکی ۱۲
۴؎ قولہ وقد یتعدد الخ یعنی خبر کبھی متعدد ہوتی ہے بدون تعدد مخبر عنہ یعنی مبتدا کے اور یہ دو طریقہ پر ہے بالعطف پر جیسے زید عالم وعاقل بغیر عطف کے جیسے زید عالم عاقل بیان مصنف نے اسی کو بیان کیا ہے اور باعث خبر متعدد بالعطف بیان نہ کرنے کا یہ ہے کہ بر تقدیر عطف تعدد جملہ میں بھی ہوتا ہے یعنی خبر اور مبتدا دونوں متعدد ہوتے ہیں اور مقصود بیان فقط تعدد خبر کا بیان کرنا ہے یا یہ کہا جائے کہ تعدد بر تقدیر عطف اظہر ہے اس کے بیان کرنے کی حاجت نہ تھی اور بر تقدیر عدم عطف مخفی تھا لہٰذا اسکے ذکر کرنے کی ضرورت سمجھی گئی ۱۲
۵؎ قولہ وقد یتضمن المبتدا الخ کبھی مبتدا معنی شرط کو متضمن ہوتا ہے اور مراد معنی شرط سے یہ ہے کہ اول ثانی کے لئے سبب ہو یا اول حکم بالثانی کا سبب ہو پس جب مبتدا معنی شرط کو متضمن ہو تو اس صورت میں فا کا دخول خبر پر صحیح ہوگا اس لئے کہ مبتدا قائم مقام شرط کے ہوگا اور خبر قائم مقام جزا کے اور ظاہر ہے کہ جزا پر فا داخل ہوتی ہے لہٰذا اس خبر پر بھی فا داخل ہو گئی اب یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو مبتدا کہ معنی شرط کو متضمن ہو اگر اس کی دلالت سببیت اول للثانی پر مقصود ہوگی تو دخول فا کا خبر پر واجب ہوگا اور جب دلالت مبتدا کی اس معنی پر مقصود نہ ہو تو دخول فا کا خبر پر ممتنع ہوگا غرض دو صورتیں ہیں وجوب یا امتناع پس اب مصنف کا قول یصح دخول ناجائز پر دلالت کرتا ہے نہ وجوب اور نہ امتناع پر جواب یہ ہے کہ مبتدا کہ معنی شرط کو متضمن ہے اس کے تین اعتبار ہیں ایک یہ کہ اس کی دلالت معنی سببیت پر مقصود ہو اور یہ مرتبہ بشرط شئے کا ہے اور اسوقت فا کا دخول خبر پر واجب ہے دوسرے یہ کہ دلالت معنی سببیت پر مقصود نہ ہو اور یہ مرتبہ بشرط لاشئے کا ہے کہ اس میں شرط عدم دلالت کی ملحوظ ہے اور اسوقت عدم دخول فا کا واجب ہے تیسرے یہ کہ مجرد معنی شرط کو متضمن ہو نہ دلالت معنی سببیت پر مقصود ہے اور نہ عدم دلالت پر پس یہ مرتبہ لا بشرط شئے کا ہے اور اس مرتبہ میں خبر پر فا کا دخول اور عدم دخول دونوں امر برابر ہیں پس مصنف نے اسی مرتبہ پر نظر کر کے یصح کہہ دیا ۱۲

۱؎ قولہ علی التمرۃ مثلہا زبدا اس مثال میں علی التمرۃ خبر ہے اور مثلہا مبتدا اور یہ ضمیر تمرۃ کیطرف راجع ہے جو کہ متعلق خبر ہے پس اگر علی التمرۃ خبر کو مقدم نہ کرینگے تو محذور مذکور لازم آئیگا اب اگر کوئی کہے کہ ہم بعض جگہ ایسی دیکھتے ہیں کہ وہاں مبتدا میں ایک ضمیر ہے متعلق خبر کیطرف راجع ہے اور باوجود اس کے خبر کو مبتدا پر مقدم نہیں کرتے بلکہ خبر کو موخر کرتے ہیں جیسے علی اللہ عبدہ متوکل میں عبدہ مبتدا ہے اور متوکل اس کی خبر اور علی اللہ متعلق خبر پس مبتدا میں ایک ضمیر ہے جو کہ متعلق خبر ہے یعنی اللہ کیطرف لوٹتی ہے پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں جواب یہ ہے کہ قاعدہ مذکور میں متعلق خبر سے مراد وہ تابع خبر ہے کہ اس کی تبعیت کے باقی رہنے کے ساتھ اس کا خبر پر مقدم کرنا ممتنع ہو جیسا کہ لفظ التمرۃ جز خبر ہونے کی حیثیت سے تابع خبر ہے اور اس کی تبعیت کے باقی رہنے کے ساتھ تقدیم تقدیم تمرہ کی خبر پر ممنوع اس لئے ہے کہ خبر ہونے کی حیثیت سے کل پر اس کی تقدیم تقدیم شئی علی نفسہ نیز تقدیم مجرور کی جار پر ہے اور یہ ممنوع ہے بخلاف علی اللہ عبدہ متوکل کے کہ اس میں تقدیم تابع خبر کی خبر پر معنی تبعیت سے باقی رہنے کے ساتھ ہو سکتی ہے کہ اسلئے کہ اس کی تبعیت یہ ہے کہ خبر کے متعلق ہو اور یہ معنی ہونا اسوقت بھی ہو سکتا ہے جب کہ علی اللہ متوکل پر مقدم کریں اور یہ جواب اسپر مبنی ہے کہ علی التمرۃ مثلہا زبدا میں علی التمرۃ کو خبر کہیں اور علی اللہ عبدہ متوکل میں متوکل کو اور بہتر جواب یہ ہے کہ متعلق خبر سے وہ تابع مراد ہے کہ اس تبعیت کے ہوتے ہوئے اگر مبتدا کو خبر پر مقدم کریں تو اضمار قبل الذکر لفظا اور معنی لازم آجائے جیسا کہ علی التمرۃ الخ میں ہے بخلاف علی اللہ عبدہ الخ کے یہاں عبد

ہے جیسے غلام کل رجل یاتینی او فی الدار فلہ درہم ؂۶ قولہ ولیت ولعل الخ یعنی لیت اور لعل ایسے مبتدا پر داخل ہوں جو کہ متضمن معنی شرط کو ہے تو یہ دونوں خبر میں دخول فاء سے مانع ہوجائیں گے اس لئے کہ لیت انشاء تمنی کیلئے ہے اور لعل انشاء ترجی کیلئے پس ان دونوں کے دخول سے مبتدا اور خبر جملہ خبریہ سے خارج ہو کر انشاء میں داخل ہوجائیں گے اور جب وہ انشاء ہوگئے تو ان کی مشابہت شرط و جزا کی ساتھ زائل ہوجائے گی اس لئے کہ شرط و جزا دونوں قبیل اخبار سے ہیں نہ کہ از قبیل انشاء پس لیت او لعل الذی یاتینی فی الدار فلہ درہم کہنا نا جائز ہوگا اگر کوئی کہے کہ جیسا کہ لیت اور لعل خبر میں دخول فاء سے بالاتفاق مانع ہیں اسیطرح افعال ناقصہ اور افعال قلوب بھی دخول فاء سے بالاتفاق مانع ہیں پس لیت او لعل کی تخصیص کیوجہ کیا ہے جواب یہ ہے کہ مقصود مصنف رح کا باب مختلف فیہ کا بیان کرنا ہے پس باب حروف مشبہ بالفعل میں چونکہ بعض حروف مانع بالاتفاق ہیں جیسے لیت اور لعل اور بعض مانع بالاتفاق نہیں جیسے اِنّ اور اَنّ کہ بعض کے نزدیک مانع ہیں اور بعض کے نزدیک نہیں لہذا یہاں تشریح کی گئی ہے کہ کون سے حروف مانع ہیں اور کون سے نہیں بخلاف افعال ناقصہ اور افعال قلوب کے کہ یہ دونوں دخول فاء سے گو مانع ہیں مگر بحث مختلف فیہ ہے ۱۲ ؂۷ قولہ والحق بعضہم اِنّ الخ یعنی بعض نحویوں نے اِنّ مکسورہ کو لیت اور لعل کیساتھ ملحق کیا ہے اور کہا کہ جسطرح پر لیت اور لعل خبر پر دخول فاء سے مانع ہیں اسیطرح اِنّ بھی مانع ہے اور دلیل یہ ہے کہ اِنّ تحقیق کیلئے وضع کیا گیا ہے اور تحقیق تردید پر دلالت کرتی ہے پس جب اِنّ ایسے مبتدا پر داخل ہوگا جو کہ متضمن شرط ہے تو اس کی مشابہت شرط و جزا کی ساتھ زائل ہوجائے گی لہذا دخول فاء کا خبر پر جائز نہ ہوگا مگر ان لوگوں کا یہ قول صحیح نہیں اسلئے کہ اِنّ اگرچہ تحقیق کے لئے ہے مگر چونکہ وہ کلام کو خبریت سے انشائیت کیطرف نہیں نکالتا لہذا صحیح یہ ہے کہ اِنّ کے داخل ہونے کے بعد بھی مبتدا متضمن معنی شرط کی خبر پر فاء داخل ہوجائے گی اب اگر کوئی کہے کہ جیسا کہ اِنّ بالکسر بعض کے نزدیک خبر میں دخول فاء سے مانع نہیں پھر کیا وجہ کہ اِنّ مکسورہ کا تو ذکر کیا اور اَنّ بالفتح کو چھوڑ دیا گیا جواب یہ ہے کہ جو لوگ اِنّ بالکسر کو لیت و لعل کے ساتھ لاحق کرتے ہیں وہ نحویوں میں مستند مانے گئے ہیں جیسے سیبویہ بخلاف ان لوگوں کے جو اَنّ مفتوحہ کو دخول فاء سے خبر میں مانع بناتے ہیں وہ مستند اشخاص نہیں لہذا قول اول کا اعتبار کر کے اس کو ذکر کیا اور دوسرے قول کا اعتبار نہیں کیا حالانکہ یہ دونوں قول ضعیف ہیں قرآن پاک اور کلام فصحی نے عرب سے ان کا ضعیف ہونا معلوم ہوتا ہے دلیل ضعف قول سیبویہ کی قولہ تعالٰی ان الذین کفروا او ماتوا وہم کفار فلن یقبل الآیۃ اور دلیل ضعف قول ثانی کی قولہ تعالٰی واعلموا انما غنمتم من شیئ فان اللہ خمسہ الآیۃ ۱۲

وذٰلِكَ ؂۱ الاسمُ الموصُولُ بفعلٍ اوظرفٍ اوِ ؂۲ النكرةُ

؂۱ ای الاسم الذی وصل ؂۱ المبتدا المتضمن بمعنی الشرط

الموصُوفةُ بهما مثلُ الذی ؂۳ یاتینی اوفی ؂۴ الدار فله

ہذا نظیر الموصول ۱۲

درهمٌ وكلُّ ؂۵ رجلٍ یاتینی اوفی الدار فله درهمٌ و

ہذا نظیر للنکرۃ الموصوفۃ ۱۲

لیتَ ؂۶ ولعلَّ مانعانِ بالاتفاقِ والحقَ ؂۷ بعضُهم

من دخول فاء الخبر ۱۲

اِنَّ بهما وقد یحذفُ المبتدأُ لقیامِ قرینةٍ

؂۱ قولہ وذٰلک الاسم الموصول الخ وہ مبتدا جو معنی شرط کو متضمن ہے چند جگہ میں ہوتا ہے ایک یہ کہ اسم موصول ہو کہ جسکا فعل یا ظرف موصول بفعل ہو یعنی صلہ جملہ فعلیہ ہو یا ظرفیہ سو جملہ فعلیہ تاکہ مبتدا کی مشابہت شرط کیساتھ موکد ہوجائے اس لئے کہ شرط غیر فعل نہیں ہوتی اور حکم میں اسم موصول مذکور کے ہر وہ اسم ہے کہ اس کی صفت اسم موصول مذکور کی ساتھ لایا گیا ہو اسلئے کہ موصوف و صفت حکم میں شئ واحد کہے جاتے ہیں ۱۲ ؂۲ قولہ او النکرۃ الموصوفۃ بہما الخ یعنی دوسری صورت مبتدا متضمن معنی شرط کی یہ ہیکہ وہ ایسا نکرہ ہو کہ جس کی صفت جملہ فعلیہ یا ظرفیہ مذکور ہو اور اس نکرہ موصوفہ کے حکم میں ہر وہ اسم ہے کہ جس کی اضافت نکرہ موصوفہ مذکور کیطرف ہو ؂۳ قولہ مثل الذی یاتینی الخ یعنی الذی یاتینی فلہ درہم یہ مثال اس موصول کی ہے کہ جسکا صلہ جملہ فعلیہ ہے ۱۲ ؂۴ قولہ او فی الدار الخ یعنی الذی فی الدار فلہ درہم یہ مثال اس اسم موصول کی جو اسم موصول مذکور کیساتھ موصوف ہے اللہ تعالٰی کا قول قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم ہے ؂۵ قولہ کل رجل یاتینی الخ یعنی کل رجل یاتینی فلہ درہم یہ مثال اس نکرہ کی ہے کہ جس کی صفت جملہ فعلیہ ہے اور کل رجل فی الدار فلہ درہم یہ مثال اس نکرہ کی ہے کہ جو ظرف کی ساتھ موصوف ہے اور مثال اس اسم کی جو کہ اس نکرہ موصوف کی طرف مضاف ۲

محمد مشیت اللہ دیوبندی

[۱] جوازاً کقول المستہل الہلال واللہ [۲] والخبر جوازاً

ای ہذا الہلال بقرینۃ حالیۃ ۱۲

مثل خرجت فاذا السبع [۳] ووجوباً فیما التزم فی موضعہ

ای واقف ۱۲

غیرہ مثل لولا زید لکان کذا ومثل [۴] ضربی زیداً

قائماً وکل رجل [۵] وضیعتہ

ای مع حرفتہ ۱۲

[۱] قولہ جوازاً الخ یعنی جائز ہے اور ترکیب کے اعتبار سے صفت ہے مفعول مطلق محذوف کی یعنی حذف المبتدا حذفاً جائزاً یعنی کبھی مبتدا کو وقت قائم ہونے قرینہ کے حذف کرتے ہیں خواہ قرینہ لفظیہ ہو یا عقلیہ جیسے چاند کا دیکھنے والا الہلال واللہ کہے ای ہذا الہلال واللہ پس اس جگہ مبتدا کو بقرینہ حالیہ حذف کر دیا گیا اور اگر کوئی کہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتا کہ یہاں مبتدا محذوف ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ خبر محذوف ہو اور اصل میں الہلال ہذا ہو جواب ہے کہ اس جگہ خبر کا محذوف ماننا ٹھیک نہیں اس لئے کہ مقصود مستہل کا اس کلام سے ایک چیز کا اشارہ کے ساتھ متعین کرنا اور اس کیلئے ہلالیت کا ثابت کرنا ہے تاکہ چاند کے نظارہ کرنیوالے اس طرف متوجہ ہوں اس طرح کہ اس شخص نے چاند دیکھا ہے وہ لوگ بھی دیکھیں اور ظاہر ہے کہ یہ معنی حذف مبتدا کی صورت میں حاصل ہوتے ہیں نہ حذف خبر کی اس لئے کہ حذف خبر کی صورت میں یہ معنی ہوتے ہیں کہ وجود ہلال کا پیشتر سے ثابت ہے لیکن اس کا وجود معین نہیں کہ یہ ہلال یا وہ پس مستہل نے اپنے قول الہلال ہذا سے متعین کر دیا اور یہ معنی خلاف مقصود ہیں پس خبر کو مقدر نہ کریں گے پھر لفظ واللہ کو الہلال کے بعد یا تو موافق عادت چاند دیکھنے والوں کے زیادہ کیا ہے یا اس وجہ سے کہ اگر الہلال کے بعد واللہ نہ کہتے تو یہ وہم ہوتا کہ اس کی اصل رأیت الہلال ہے فعل کو اس میں حذف کر دیا گیا ہے ۱۲ [۲] قولہ وقد یحذف الخبر الخ یعنی کبھی خبر کو بھی جوازاً حذف کر دیتے ہیں بغیر اس کے کہ کسی چیز کو اس کے قائمقام کریں جیسے خرجت فاذا السبع میں اس لئے کہ اصل اس جملہ کی خرجت فاذا السبع واقف ہے پس بقرینہ سیاق کلام کے واقف حذف کر دیا گیا جیسا کہ ظاہر

ہے کہ معنی اس جملہ کے یہ ہیں کہ میں گھر سے باہر نکلا ناگاہ شیر کھڑا ہوا ہے پھر یہ جملہ باب حذف خبر سے اسوقت ہوگا جب کہ معنی اذا کو مفاجات زمانی کیلئے لیا جائیگا اور اذا کو مفاجات مکانی کے لئے لیں گے تو اس وقت اذا مذکور خبر مقدم ہوگا اور تقدیر کلام کی اس طرح پر ہوگی خرجت ففی مکانی السبع یعنی میں نکلا پس میرے نکلنے کی جگہ میں درندہ ہے پس اسوقت یہ جملہ ما نحن فیہ سے خارج ہوگا اسلئے کہ اس تقدیر پر اس کی خبر مذکور ہے ۱۲ [۳] قولہ ووجوباً فیما التزم الخ ووجوباً کا عطف جوازاً پر ہے یعنی کبھی خبر کو بوقت قائم ہونے قرینہ کے ازروئے وجوب کے حذف کر دیتے ہیں اور یہ اس ترکیب میں ہوگا کہ جہاں غیر خبر کا خبر کی جگہ میں التزام کیا گیا ہو یعنی کسی دوسری چیز کا ذکر موضع خبر میں لازم کر لیا گیا ہو اور یہ جگہ میں ہے اول قولہ مثل لولا زید لکان کذا یعنی جس جگہ پر مبتدا بعد لولا کے واقع ہو اور لولا کی خبر افعال عامہ یعنی کون وحصول وغیرہ سے ہو تو وہاں چونکہ حذف خبر کا قرینہ ہے اور جواب لولا کا اس کی جگہ میں ہے لہٰذا خبر کا حذف واجب ہوگا ورنہ اجتماع اصل اور خلف کا لازم آئیگا اور یہ جائز نہیں جیسے لولا زید لکان کذا ای لولا زید موجود پس موجود کو کہ خبر ہے وجوباً حذف کر دیا گیا رہا باقی یہ امر کہ لولا یہ حذف خبر کا قرینہ ہے یا نہیں جواب ہے کہ لولا اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ بسبب وجود اول کے امتناع ثانی پر دلالت کرتے پس یہ حذف خبر کا قرینہ ہے اور جواب لولا کا موضع میں خبر کے ہے پس موجود خبر کا حذف واجب ہے لیکن یہ اسوقت ہوگا جب کہ خبر افعال عامہ کون ثبوت وجود حصول سے ہو ورنہ اگر خبر افعال خاصہ سے ہو تو حذف واجب نہ ہوگا جیسے لولا زید مصلیاً لکان کذا اور قولہ شعر ولولا الشعر بالعلماء یزری لکنت الیوم اشعر من لبید مثال اول میں مصلیاً اور مثال ثانی میں یزری بمعنی یعیب اور افعال خاصہ سے ہے لہٰذا خبر کو محذوف نہیں کیا گیا ۱۲ [۴] قولہ ضربی زیداً قائماً الخ یعنی جب مبتدا مصدر ہو اور فاعل یا مفعول یا دونوں کیطرف اس کی اضافت ہو اور بعد اس کے فاعل یا مفعول یا دونوں سے حال مذکور ہو جیسے ضربی زیداً قائماً کہ اصل میں ضربی زیداً حاصل اذا کان قائماً تھا کان اس جگہ تامہ ہے بمعنی ثبت وحصل پس حاصل خبر کو مثال مذکور میں حذف کر دیا گیا اس لئے کہ اذا کان میں اذا ظرف اور حاصل کیساتھ متعلق ہے اول متعلق ظرف کو حذف کیا گیا اسلئے کہ ظرف اپنے متعلق پر دلالت کرتا ہے اس کے بعد ظرف کو بھی حذف کر دیا گیا ہے اس لئے کہ حال یعنی قائماً اس ظرف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حال اور ظرف زمان میں ایک خاص قسم کی مشابہت ہے جیسا کہ جائی زید راکباً کے معنی جائی زید فی زمان رکوبہ کے ہیں پس حال تو قائمقام ظرف کے ہے اور ظرف قائمقام خبر کے نتیجہ یہ نکلا کہ حال قائمقام خبر کے ہو گیا پس جب اس جگہ حذف خبر کا قرینہ اور قائمقام دونوں پائے جاتے ہیں تو یہاں خبر کا حذف واجب ہوگا ۱۲ فائدہ جاننا چاہیے ضربی زیداً قائماً کی یہ تقدیر یعنی ضربی زیداً حاصل اذا کان قائماً اسوقت ہوگی جب کہ جب قائماً کو فاعل سے حال کہیں اور جب اسکو مفعول کہیں تو اس کی اصل ضربی زیداً حاصل اذا کنت قائماً ہوگی اور جب اسکو فاعل مفعول دونوں سے حال کہیں تو اس وقت تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی ضربی زیداً حاصل اذا کنا قائمین ۱۲ [۵] قولہ کل رجل وضیعتہ الخ یعنی جب مبتدا کی خبر معنی مقارنت پر مشتمل ہو اور مبتدا پر بذریعہ واو بمعنی مع کے کسی اسم کا عطف کیا گیا ہو جیسے کل رجل مقرون مع ضیعتہ پس مثال مذکور میں اس طرح مبتدا کی خبر یعنی مقرون محذوف ہے اور واو معنی مقارنت پر دلالت کرتا ہے اور معطوف بجائے خبر کے ہے لہٰذا خبر کا حذف واجب ہو گیا ورنہ اجتماع بدلین کا لازم آئیگا اب اگر کوئی کہے کہ مثال مذکور میں ضیعتہ کا عطف مبتدا پر ہے لہٰذا وہ قائمقام خبر کے کیونکر ہو سکتا ہے اس لئے کہ معطوف معطوف الیہ کے تو قائمقام ہو سکتا ہے کسی دوسرے اسم کے قائمقام نہیں ہو سکتا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ باعتبار ظاہر کے اگرچہ ضیعتہ مبتدا پر معطوف ہے لیکن درحقیقت عطف مفردات کی خبر باقی صفحہ ۴۲

کہ ہرایک ان میں سے معنی میں فعل کے ہیں چنانچہ ان وان معنی میں حقیقت کے اور کان معنی شبہت کے اور لیت معنی میں تمنیت کے ہے اور لعل معنی میں ترجیت کے ہے وعلی ہذا القیاس اور عمل میں مشابہت یہ ہے کہ جسطرح فعل متعدی کیلئے دو اسم لازم ہیں ایک فاعل دوسرا مفعول اسیطرح ان کیلئے بھی دو اسم لازم ہیں ایک اسم دوسرا خبر اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فعل متعدی فاعل کو مرفوع اور مفعول کو منصوب کرتے ہیں اور یہاں ایسا نہیں بلکہ یہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں پس معلوم ہوا کہ عمل میں یہ حروف فعل کے مشابہ نہیں جواب یہ ہے کہ یہ جملہ حروف چونکہ عمل میں فعل متعدی کی فرع ہیں لہذا مناسب ہے کہ ان کا عمل بھی عمل فعل کی فرع ہو ۳؎ قولہ ہو المسند الخ یعنی کلام میں بعد داخل ہونے احد ہذہ الحروف کے جو مسند ہو خبر ہے اس تعریف میں قولہ المسند جنس ہے خبر کان اور خبر مبتدا اور خبر لائے نفی جنس سب کو شامل ہے اور قولہ بعد دخول ہذہ الحروف فصل ہے اور اس سے یہ سب اخبار خارج ہو جاتی ہیں اب اگر کوئی کہے کہ ان زیدا لقیوم ابوہ میں یقوم بعد داخل ہونے کے

ولعمرك لأفعلن كذا[۱] خبر إنّ[۲] وأخواتها[۳] هو المسند

ای اشباہہا وامثالہا ۱۲

بعد دخول هذه الحروف مثل إنّ زيدًا قائمٌ وأمرُه[۴]

كأمر خبر المبتدأ إلا في تقديمه[۵] إلا إذا كان ظرفًا خبرُ[۶]

منتمیٰ مفرغ ۱۲

لا التي لنفي الجنس هو المسندُ[۷] بعد دخولها مثلُ[۸]

مسند ہے لہذا خبر کی تعریف اس پر صادق آتی ہے حالانکہ وہ خبر نہیں بلکہ خبر مجموعہ یقوم ابوہ ہے جواب یہ ہے کہ مراد دخول احد ہذہ الحروف سے یہ ہے کہ اس کا اثر لفظاً یا معنی اس مسند تک پہنچ جائے پھر اثر لفظی تو یہ ہے کہ وہ بعد داخل ہونے حرف مشبہ بالفعل کے مرفوع ہو جائے لفظاً یا تقدیراً یا محلاً اور اثر معنوی یہ ہے کہ مدلول مسند کا مسند الیہ کیلئے علی وجہ التحقیق ثابت ہو پس یہاں ان نے بایں معنی اپنا اثر جملہ یقوم ابوہ میں کیا ہے نہ کہ صرف یقوم میں اسلئے کہ یقوم ابوہ کیطرف مسند ہے نہ کہ اسم ان یعنی زید کیطرف ۱۲ ۴؎ قولہ وامرہ کامر خبر المبتدا یعنی ان وغیرہ کے خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے مانند ہے پس جس طرح مبتداء کی خبر کے مانند ہے پس جس طرح مبتدا کی خبر متعدد یا غیر متعدد مفرد یا جملہ ہوتی ہے اور در صورت جملہ ہونے کی اس میں عائد ہوتا ہے اسیطرح اس خبر کا حکم ہے ۱۲ ۵؎ قولہ الا فی تقدیمہ الخ یعنی ان وغیرہ کی خبر کا حال مثل حال خبر مبتداء کے ہے مگر باب تقدیم میں کہ مبتدا کی خبر کی تقدیم تو مبتدا پر جائز اور ان وغیرہ کی خبر کا مقدم کرنا اس کے اسموں پر جائز نہیں اسلئے کہ یہ حروف عمل میں ضعیف ہیں اور قاعدہ ہے کہ عامل ضعیف ترتیب اصلی کے وقت عمل کرتا ہے پس جب ترتیب بدل گئی یعنی ان وغیرہ کی خبر ان کے اسم پر مقدم ہو گی تو وہ اپنے ضعف عمل کیوجہ سے عمل نہ کریں گے ۱۲ ۶؎ قولہ خبر لا التی لنفی الجنس الخ یعنی منجملہ مرفوعات کے لائے نفی جنس کی خبر ہے اور چونکہ یہاں لا سے ذات کی نفی نہیں ہوتی جیسے لا رجل قائم میں ذات رجل کی نفی نہیں بلکہ صفت رجل یعنی قیام کی نفی ہے لہذا تقریر عبارت یہ ہے کہ التی لنفی صفۃ الجنس ۱۲ ۷؎ قولہ ہو المسند بعد دخولہا یعنی کلام میں لا کے داخل ہونیکے

بدیں تقریر ہے جو مقرون کا مفعول نام لیسم فاعل ہے اور مبتدا کیطرف راجع ہے پس جب حقیقت میں ضمیر کا عطف ضمیر خبر پر ہے تو اب اس کا قائمقام خبر ہونا درست ہے ہاں اس صورت میں ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جبکہ ضمیر کا عطف ضمیر خبر پر تسلیم کیا گیا تو چونکہ وہ ضمیر متصل ہے اور قاعدہ ہے کہ ضمیر متصل پر عطف بدون فاصلہ یا تاکید منفصل کے جائز نہیں لہذا یہ عطف کیونکر درست ہوگا جواب یہ ہے کہ ضمیر متصل پر کسی اسم کا عطف بدون تاکید لائے ضمیر متصل کے اسوقت ناجائز ہوتا ہے جب کہ باعتبار مال کے یہ عطف کسی دوسری چیز کی طرف راجع ہو اور جس وقت یہ عطف باعتبار مال کی کسی دوسری چیز کیطرف راجع ہو جیسا کہ یہاں مبتدا کیطرف راجع ہے اور باعتبار صورت کے مبتدا پر عطف نہیں ہے تو جائز ہوگا پھر ضیعتہ لغت میں بمعنی مقارزمین وغیرہ ہے اور یہاں اسکی صنعت سے کنایہ ہے کہ جملہ کے یہ معنی ہیں کہ ہر آدمی اپنے پیشہ کیساتھ ہے پچھلا حاشیہ ختم ہوا ۱؎ قولہ لعمرک لافعلن کذا یعنی جب مبتدا مقسم بہ اور اس کی خبر لفظ قسم ہو جیسے لعمرک لافعلن کذا کہ اس کی اصل لعمرک قسمی لافعلن کذا تھی لفظ قسمی کو کہ خبر ہے حذف کر دیا ہے اس لئے کہ لام قسم اس پر دلالت کرتا ہے اور جواب قسم اس کا قائمقام ہے تو اس صورت میں حذف خبر واجب ہو گا ورنہ اجتماع بدلین لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں ۱۲ ۲؎ قولہ خبر ان آہ یعنی ان اور اس کے نظائر ان وکان ولیت ولعل کی خبر مرفوعات سے ہے اور چونکہ یہ وزن اور معنی اور عمل کرنے میں فعل متعدی کے مشابہ ہیں اس لئے ان کو حروف مشبہ بالفعل کہتے ہیں وزن میں مشابہت یہ ہے کہ جسطرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں اسیطرح انمیں سے بعض ثلاثی اور بعض رباعی ہیں اور معنی میں مشابہت کو یہ ہے

بعد جو مسند ہوتا ہے وہ لائے نفی جنس کی خبر ہے پس قولہ ہو المسند خبر مبتدا اور خبر ان وغیرہ ان سب کو شامل ہے اور قولہ بعد دخولہا میں ان سب سے احتراز ہے اور مراد دخول سے وہی ہے جو خبر ان میں گزرا پس اس وقت لا رجل یضرب ابوہ میں یضرب سے اعتراض وارد نہ ہوگا اور وجہ لائے نفی جنس کے خبر کے مرفوع ہونے کی یہ ہے کہ یہ ان وغیرہ کیطرح تاکید کیلئے آتا ہے فرق اتنا ہے کہ ان اثبات کی تاکید کرتا ہے اور لائے نفی جنس کی پس جب مطلق تاکید میں دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں تو ان کا حکم بھی یکساں ہوگا حملا للنقیض یا حملا للنظیر علی النظیر ۱۲ ۸؎ قولہ لا رجل ظریف فیہا الخ مثال مذکورہ میں ظریف خبر اول اور فیہا متعلق ثابت کے ہو کر خبر ثانی ہے مصنف علام نے اس مقام پر خبر مشہور یعنی لا رجل فی الدار سے عدول کیا ہے اور وجہ عدول کرنیکی یہ ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ لا کی خبر محذوف ہو اور فی الدار رجل کی صفت ہو پس اس شکل میں مقصود فوت ہو جاتا ہے برخلاف مثال مذکور کہ اس میں یہ احتمال نہیں اس لئے کہ صفت منصوب کی مرفوع نہیں ہو گی ۱۲

خواہ مفعول حقیقۃً ہو یا حکماً اور یہ تعمیم اس لئے ہے کہ منصوب کی یہ تعریف منصوب اصلی (مفاعیل خمسہ) اور ان منصوبات کو شامل ہو جائے کہ جو مفعولوں کیساتھ ملحق ہیں اسم کے مفعول ہونے کی چار علامتیں ہیں فتح کسرہ الف یار جیسے رأیت زیداً و .... مسلمات وابا ک ومسلمین اب اگر کوئی کہے کہ بعض اسماء ایسے ہیں کہ جن میں علامت مفعولیت کی پائی جاتی ہے مگر وہ منصوبات نہیں پس تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوئی جیسے مررت بمسلمات میں مسلمات کسرہ علامت مفعولیت پر مشتمل ہے مگر اسکو منصوب نہیں کہتے بلکہ مجرور ہے جواب یہ ہے کہ تعریف منصوب میں قید حیثیت معتبر ہے یعنی منصوب وہ ہے کہ جس میں مفعولیت کی علامت اس حیثیت سے پائی جائے کہ وہ علامت مفعولیت کی ہے اور ظاہر ہے کہ کسرہ مثال مذکور میں چونکہ اس حیثیت سے نہیں لہذا مسلمات تعریف مذکور سے خارج ہے ۱۲ ۲ قولہ فمنہ المفعول المطلق الخ یعنی منصوبات میں سے ایک مفعول مطلق ہے مفعول مطلق کو تمام مفعولوں پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس مفہوم پر بلا قید زائد دلالت کرتا ہے بخلاف باقی مفعولوں کے کہ کسی میں قید فیہ یا معہ یا لہ کی ہے اور چونکہ قاعدہ ہے کہ مطلق مقید پر طبعاً مقدم ہوتا ہے لہذا ذکر میں بھی اس کو مقدم کیا گیا تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے اور اگر کوئی کہے کہ مفعول مطلق مطلق نہیں بلکہ مقید بقید اطلاق ہے جو کہ بشرط لاشی کا درجہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کو مفعول مطلق کہتے ہیں صرف مفعول بدون ذکر مطلق کے نہیں کہتے جواب یہ ہے کہ ذکر لفظ مطلق کا یہاں تقید کے لئے نہیں بلکہ بیان مفہوم کے لئے ہے اور وجہ یہ ہے کہ قید ہمیشہ مقید سے خارج ہوتی ہے اور یہ اطلاق مفہوم مفعول مطلق میں داخل ہے خارج نہیں کہ قید بنے نیز وجہ تقدیم مفعول مطلق میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مفعول مطلق کو فاعل کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے کہ وہ اور فاعل دونوں فعل کے جزو ہیں پس جس طرح کہ فاعل کو افضل ہونے کی حیثیت سے تمام مرفوعات پر مقدم کرتے ہیں اسی طرح مفعول مطلق کو فاعل کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے تمام منصوبات پر مقدم کریں گے باقی یہ امر ہے کہ مفعول مطلق اور فاعل دونوں فعل کے جز ہیں یا نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ ماقبل مذکور ہو چکا ہے کہ فعل تین چیزوں سے مرکب ہوتا ہے (۱) معنی مصدری جو کہ مفعول مطلق ہے (۲) اقتران بالزمان (۳) نسبت الی فاعل ما پس ثابت ہوا کہ فاعل اور مفعول مطلق اجزاء فعل میں سے ہے اور اس اعتبار سے وہ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ۱۲۔

لا غلامَ رجلٍ ظریفٌ فیہا ویُحذَفُ[۱] کثیرا وبنو تمیم[۲]

لا یثبتونہا اسمُ ما ولا المشبہتین[۳] بلیس ھو

(مبتدا ۱۲ — موصوف — فی النفی والدخول علی الجملۃ الاسمیۃ ۱۲)

المسندُ الیہ بعد دخولہما مثل ما زید قائما ولا رجلُ

افضلَ منک وھو فی لا شاذٌّ[۴] المنصوبات[۵] ھو ما

(لے عمل لا ۱۲)

اشتمل علی علمِ المفعولیۃ فمنہ[۶] المفعول المطلق

۱؎ قولہ ویحذف الخ یعنی لائے نفی جنس کی خبر اکثر محذوف ہو جاتی ہے جیسے لا الٰہ الا اللہ کہ اصل میں لا الٰہ موجود الا اللہ تھا ۱۲ ۲؎ قولہ وبنو تمیم لا یثبتونہا اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ قبیلہ بنی تمیم کے لوگ اس لا کی خبر کو بالکل نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ لا اہل ولا مال معنی میں تنتفی لا اہل ولا مال کے ہے ۱۲ ۳؎ قولہ ما ولا المشبہتین بلیس الخ یعنی جو ما لا کہ لیس کیساتھ مشابہت معنی نفی اور عمل میں رکھتے ہیں ان ما کا اسم وہ مسند الیہ ہے جو کہ ان دونوں کے داخل ہونیکے بعد ہوتا ہے جیسے ما زید قائما اور لا رجل افضل منک کا نکرہ اور معرفہ دونوں میں عمل کرتا ہے اور لا صرف نکرہ میں اور یہی وجہ ہے کہ مصنف رح مثال میں لا کیساتھ نکرہ لائے ہیں ۱۲ ۴؎ قولہ وھو فی لا شاذ الخ یعنی لیس کا عمل لا میں شاذ اور قلیل ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ لا کی مشابہت لیس کے ساتھ ضعیف ہے اس لئے کہ لیس نفی حال کیلئے اور لا مطلق نفی کے لئے ہے بخلاف ما کے کہ وہ بھی نفی حال کیلئے ہوتا ہے پس لیس کا عمل ما میں شاذ نہیں لا میں شاذ ہے ۱۲ ۵؎ قولہ المنصوبات یعنی منصوب وہ اسم ہے کہ جو اسم کے مفعول ہونے کی علامت پر مشتمل ہو

محمد مشیت اللہ غفرلہ

طرح پر قائم ہو کہ اس کی نسبت فاعل کی طرف درست ہو سکے خواہ نسبت ایجابیہ ہو یا نسبت سلبی جیسے ما ضربت ضربًا پھر قولہ ما فعلہ تمام مصادر کو شامل ہے اسلئے کہ ہر مصدر اپنے فاعل کا فعل ہے اور مذکور کی قید سے وہ مصادر خارج ہو گئے جن کا فعل مذکور نہیں نہ حقیقۃً اور نہ حکمًا جیسے الضرب واقع

وھو[1] اسم ما فعلہ فاعل فعل مذکور بمعناہ وقد[2]

موصوف ۱۲ — صفت اول ۱۲ — صفت ثانی ۱۲

یکون للتاکید والنوع والعدد نحو[3] جلست جلوسًا

للتاکید ۱۲

و[4]جِلسۃً وجَلسۃً[5] فالاول[6] لا یثنی ولا یجمع بخلاف

للنوع ۱۲ — للعدد ۱۲ — ای الذی للتاکید ۱۲

اخویہ وقد[7] یکون بغیر لفظہ نحو قعدت جلوسًا

علی زید اور بمعناہ کی قید سے ضربت تادیبًا خارج ہو گیا اس لئے کہ اگرچہ اسکو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہے لیکن معنی میں فعل مذکور کے نہیں ۱۲ ۲؎ قولہ وقد یکون للتاکید الخ اب مصنف رح مفعول مطلق کی تعریف کے بعد اس کی تقسیم کو شروع کرتے ہیں اور مطلب یہ کہ مفعول کبھی تاکید فعل کے لئے آتا ہے یعنی جو معنی کہ فعل سے مستفاد ہوتے ہیں ان ہی پر مفعول مطلق دلالت کرتا ہے ان سے زائد کسی معنی پر دلالت نہیں کرتا اور کبھی بیان عدد کے لئے ۳؎ قولہ مثل جلست جلوسا یہ مثال اس مفعول مطلق کی ہے جو تاکید کے لئے ہے ۱۲ ۴؎ قولہ وجلسہ بکسر الجیم یعنی بیٹھا میں اس طرح کا بیٹھنا یہ مثال اس مفعول مطلق کی ہے کہ جو بیان نوع کے لئے ۱۲ ۵؎ قولہ جلسۃ بفتح الجیم یعنی میں ایک مرتبہ بیٹھا یہ مثال اس مفعول مطلق کی ہے کہ جو بیان [عدد] کے لئے ہے ۶؎ قولہ فالاول لا یثنی ولا یجمع یعنی جو مفعول مطلق کہ تاکید کے لئے آتا ہے وہ تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ ماہیت فعل پر دلالت کرتا ہے اور ماہیت میں تعدد نہیں ۱۲ ۷؎ قولہ بخلاف اخویہ یعنی بخلاف اس کی دونوں نظیروں کے یعنی اسی مفعول مطلق کے جو بیان نوع اور بیان عدد کے لئے آتا ہے کہ وہ تثنیہ اور جمع ہو جاتا ہے جیسے جلست جلستین اور جلسات ۱۲ ۸؎ قولہ وقد یکون بغیر لفظہ یعنی کبھی مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ سے مغایر ہوتا ہے خواہ یہ مغایرت

۱؎ قولہ وھو اسم ما فعلہ الخ یعنی مفعول مطلق اس چیز کا نام ہے کہ جس کو اس فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو کہ جو اس کے ہم معنی ہے غرض کہ مفعول مطلق وہ اسم ہے کہ جو فعل مذکور کے ساتھ معنی مصدری میں شریک ہو اور دونوں کا فاعل ایک ہو پھر یہ فعل مذکور عام ہے لفظاً مذکور ہو یا تقدیرًا مفعول مطلق کی مثال ضربت ضربًا ہے اس لئے کہ ضربًا ایسا ہے کہ ضربت فعل مذکور کے فاعل یعنی متکلم نے کیا ہے اور وہ فعل مذکور کے ساتھ معنی مصدری میں شریک ہے اور دونوں کا فاعل ایک ہے اب اگر کوئی کہے کہ تعریف مفعول مطلق میں لفظ اسم کے زائد کرنے کی وجہ کیا ہے جب کہ مقصود اس کے بغیر بھی اختصار کے ساتھ حاصل ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ قید اسم زیادہ نہ کرنے سے خلاف مقصود لازم آتا ہے اس لئے کہ اس وقت تعریف مذکورہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفعول مطلق وہ معنی ہے جو اس معنی پر دال ہے جس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مفعول مطلق وہ لفظ ہے جو اس معنی پر دال ہے اس لئے کہ نحوی لفظ سے بحث کرتے ہیں نہ کہ معنی سے پھر اگر کوئی کہے کہ بعض مفعول مطلق ایسے ہیں کہ جن کو فاعل فعل مذکور نے نہیں کیا جیسے مات موتًا وجسم جسامۃ اس لئے کہ موت فعل مذکور کے فاعل کا اثر نہیں بلکہ موت کو اگر وجودی کہا جائے تو اس کا موجد واجب تعالےٰ ہے اور عدمی ہے تو موثر کی محتاج نہیں ایسے ہی جسیم اور قوی ہیکل ہونا باری تعالےٰ کی قدرت کاملہ سے ہے نہ کہ اختیار اور تاثیر جسم سے پس تعریف مذکور اور ایجاد فاعل نہیں بلکہ یہ ہے کہ مفعول مطلق فاعل کے ساتھ اس

باعتبار مادہ کے ہو جیسے قعدت جلوسًا یا اعتبار باب کے جیسے تبتل الیہ تبتیلًا الباب ، یا دونوں کے اعتبار سے جیسے فاوجس فی نفسہ خیفۃً موسیٰ کیونکہ ایجاس باب افعال سے بمعنی در دل انگندن ترس رکھے ہے (کذا فی العراح) لیکن باین ہمہ یہ ضرور ہے کہ مفعول مطلق باعتبار معنی کے کبھی اپنے فعل کے مغایر نہ ہوگا ورنہ اس کا مفعول مطلق ہونا صحیح نہ ہوگا ۱۲ محمد مشیت اللہ

باعتبار موصوف محذوف کے ہے ای قدمت قدوماً خیر مقدم ۱۲ [2] قولہ وجوباً الخ اس کا عطف جوازاً پر ہے اور درحقیقت معنی میں واجباً کے ہو کر یہ مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے ای تحذف حذفاً واجباً نیز سماعاً بھی معنی میں سماعیاً کے ہو کر مفعول مطلق کی ثانی صفت ہے یعنی کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے اور وہ دو قسم پر ہے پہلی قسم سماعی کہ جس میں ناصب مفعول مطلق کے حذف کا کوئی قاعدہ اور ضابطہ مقرر نہیں کہ جس پر دوسرے مفعول کو قیاس کیا جا سکے بلکہ اس کا حذف محض سماع پر موقوف ہو جیسا کہ امثلہ مذکورہ میں ۱۲ [3] قولہ نحو سقیاً یہ اصل میں سقاک اللہ سقیاً تھا [4] قولہ ورعیاً یہ اصل میں رعاک اللہ رعیاً تھا ۱۲ [5] قولہ خیبۃ یہ اصل میں خاب خیبۃ تھا ۱۲ [6] قولہ وجدعاً یہ اصل میں جدع جدعاً ہے جدع لغت میں

وَقَدْ يُحْذَفُ[1] الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ

(الدام ... اي الفعل الناصب للمفعول المطلق ۱۲)

لِمَنْ قَدِمَ خَيْرَ مَقْدَمٍ وَوُجُوْبًا[2] سَمَاعًا مِثْلُ سَقْيًا[3]

(اي من سفره ۱۲)

وَرَعْيًا[4] وَخَيْبَةً[5] وَجَدْعًا[6] وَحَمْدًا[7] وَشُكْرًا[8] وَعَجَبًا[9] وَ

(خبر مبتدأ محذوف ... وذلك في مواضع ۱۲ — من تلك المواضع ۱۲)

قِيَاسًا[10] فِيْ مَوَاضِعَ مِنْهَا مَا[11] وَقَعَ مُثْبَتًا بَعْدَ نَفْيٍ اَوْ

(كما في انما — اي دخل ذلك النفي او معناه ۱۲)

مَعْنٰى نَفْيٍ دَاخِلٍ عَلٰى اِسْمٍ لَا يَكُوْنُ خَبَرًا عَنْهُ

[1] قولہ وقد یحذف الفعل الخ یعنی کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو بوقت قائم ہونے قرینہ حالیہ یا مقالیہ کے حذف کر دیتے ہیں اور یہ حذف کرنا جائز ہے واجب نہیں جیسا کہ اس شخص کو جو سفر سے آئے خیر مقدم کہیں ای قدمت قدوماً خیر مقدم پس اول قدمت ناصب مفعول مطلق ہے بقرینہ حال مخاطب کے حذف کیا اس کے بعد قدوماً کو حذف کر کے اس کی صفت یعنی خیر مقدم کو اس کا قائم مقام کیا اور اگر کوئی کہے کہ خیر اسم تفضیل ہے اصل میں اخیر ہے بوجہ کثرت استعمال کے خلاف قیاس اس الف کو حذف کیا گیا ہے اور جب خیر اسم تفضیل ہے تو مفعول مطلق کیونکر ہوگا اس لئے کہ مفعول مطلق کیلئے مصدر ہونا ضروری ہے کما سیاتی ان شاء اللہ جواب یہ ہے کہ اسم تفضیل جب کسی چیز کی صفت یا کسی چیز کیطرف مضاف ہو تو پھر وہی اس کے موصوف اور اس کے مضاف الیہ کی ہوا کرتی ہے یعنی اس کے معنی، معنی موصوف اور معنی مضاف الیہ کیطرف منقلب ہو جاتے ہیں پس مثال مذکور میں چونکہ اسم تفضیل کی اضافت مقدم مصدر میمی کیطرف ہے لہذا حسب تقریر مذکور وہ مصدر ہوگا اور اسی اعتبار سے اس کو مفعول مطلق کہنا درست ہو جائیگا نیز کہہ سکتے ہیں کہ اس کی مصدریت

ناک کان کاٹنے کو کہتے ہیں ۱۲ [7] قولہ وحمداً یہ اصل میں حمدت حمداً تھا ۱۲ [8] قولہ وشکراً یہ اصل میں شکرت شکراً تھا ۱۲ [9] قولہ وعجباً یہ اصل میں عجبت عجباً تھا پس مصادر مذکورہ میں افعال عاملہ کو از روئے وجوب کے حذف کیا گیا ہے اور دلیل یہ ہے کہ کلام عرب میں افعال عاملہ کا استعمال مصادر مذکورہ میں دیکھا نہیں گیا اور یہی غرض سماعاً واجب حذف سے ہے ۱۲ [10] قولہ قیاساً الخ قیاساً کا عطف سماعاً پر ہے اور ... دوسری قسم ہے کہ جس میں مصادر کے افعال، ناصبہ حذف قیاساً واجب ہے یعنی چند ضابطے اور ضوابط مقرر ہیں کہ جن پر دوسری اور مثالات کو قیاس کر سکتے ہیں ۱۲ [11] قولہ منہا ما وقع مثبتاً الخ یعنی بعض ان مواضع میں سے کہ جن میں مفعول مطلق کے فعل ناصب کا حذف کرنا واجب ہے موضع اس مفعول مطلق کا ہے کہ جہاں مفعول مطلق بعد نفی یا معنی نفی کے مثبت واقع ہو اور وہ نفی یا معنی نفی ایسے اسم پر داخل ہوں کہ اس سے یہ مفعول مطلق خبر نہیں ہو سکتا پس قول مصنف ما وقع میں مضاف مقدر ہے ای موضع ما وقع اس لئے کہ اگر مضاف مقدر نہ ہوگا تو حمل مفعول مطلق کا بعض مواضع پر لازم آئے گا اور وہ ناجائز ہے پھر یہاں مثبت کی قید اس لئے ہے کہ اگر مفعول مطلق مثبت نہ ہو بلکہ منفی ہو تو اس وقت ناصب مفعول مطلق کا حذف واجب نہ ہوگا جیسے ما زید یسیر سیراً اس لئے کہ اس صورت میں وہ حصر نہیں پایا جاتا کہ جس کے قصد پر حذف واجب ہے علیٰ ہذا القیاس نفی اور معنی نفی کے دخول کو اسم پر اس لئے مشروط کیا ہے کہ اگر نفی یا معنی نفی فعل پر داخل ہوں تو فعل کا حذف واجب نہ ہوگا جیسے ما سرت الا سیراً و انما سرت سیراً اس لئے کہ اس صورت میں فعل مذکور ہے۔ محذوف نہیں۔ اس طرح یہاں مفعول مطلق کیلئے یہ قید کہ اس اسم سے خبر نہ ہو سکے اس لئے ہے کہ ما سیری الا سیر شدید خارج ہو جائے اس لئے کہ وہ اس وقت بنا بر خبریت کے مرفوع اور ما نحن فیہ سے خارج ہے ۱۲

محمد مشیت اللہ دیوبندی

۲؎ قولہ نحو ما انت الا سیرًا الخ یہ ضابطۂ اولیٰ کی مثال ہے اس لئے کہ سیرًا مذکور میں مفعول مطلق مثبت بعد نفی کے واقع ہے اور وہ نفی ایک ایسے اسم یعنی انت پر داخل ہے کہ سیرًا مفعول مطلق اس سے خبر نہیں ہو سکتا اسلئے کہ وہ مصدر ہے مصدر کا ذات پر حمل نہیں ہوتا مگر مجازًا اور مجاز اور شئ ہے ۱۲ ۳؎ قولہ وما انت الا سیر البرید یہ مثال بھی ضابطۂ اولیٰ کی ہے اور فرق دونوں مثالوں میں صرف اس قدر ہے کہ اول مثال مفعول مطلق نکرہ کی ہے اور دوسری مثال مفعول مطلق معرفہ کی ہے اور مقصد مصنف رح کا ضابطۂ اول میں ان دونوں مثالوں کے ذکر کرنے سے اس امر کیطرف اشارہ کرنا ہے کہ کبھی مفعول مطلق نکرہ ہوتا ہے اور کبھی معرفہ ۱۲ ۴؎ قولہ وانما انت سیرًا یہ مثال اس مفعول مطلق کی ہے کہ بعد معنی نفی کے واقع ہے اس لئے کہ انما معنی میں ما و الا کے ہے ۱۲ ۵؎ قولہ وزید سیرًا سیرًا ای یسیر سیرًا یہ مثال اس مفعول مطلق کی ہے کہ مکرر واقع ہے ۱۲ ۶؎ قولہ ومنہا ما وقع تفصیلاً یعنی منجملہ ان مواضع کے جہاں ناصب مفعول مطلق کا حذف قیاسًا واجب ہے وہ موضع ہے کہ جس میں مفعول مطلق مضمون جملہ متقدمہ کی غرض اور فائدہ کا بیان واقع ہو مضمون جملہ سے مراد وہ مصدر ہے کہ جو جملہ سے مفہوم ہوتا ہے اور فاعل یا مفعول کیطرف مضاف ہے اور اثر مضمون جملہ سے اس کی غرض و غائت مراد ہے جو کہ اس سے مطلوب و مقصود ہے پس اس جگہ ناصب مفعول مطلق کا حذف کرنا واجب ہو گا اس لئے کہ اگر اس جگہ کو تفصیل کے موقع پر ذکر کریں گے تو چونکہ وہ اجمال میں مذکور ہے اس کا ذکر لغو اور باطل ہو گا ۱۲ ۷؎ قولہ مثل فشدوا الوثاق سے الخ یہ ایک جملہ ہے اور اس کا مضمون شد وثاق ہے اور غرض شد وثاق سے یعنی مشرکین پر احسان کرنا ہے یا فدار یعنی مال سے فدیہ لینا پس جب جملہ متقدمہ اپنے مضمون پر دلالت کرتا ہے اور اس سے اس کی غائت یعنی مفعول مطلق کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے تو فعل کو حذف کیا جانے گا پھر جب مفعول مطلق کو اس کا قائمقام کیا گیا تو حذف واجب ہوگا اور تقدیر آیت کی اسطرح ہوگی فشدوا الوثاق فاما تمنون منا بعد الوثاق واما تفدون فداء یعنی جس وقت تم کفار کو گرفتار کر لو تو انکو بیڑیوں میں مضبوط باندھ لو اس کے بعد تم کو اختیار ہے یا تو ان پر احسان کر کے چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دو ۱۲

اوْ وقعَ مکرّرًا[1] نحو[2] ما انتَ الّا سیرًا وما انتَ الّا[3]
مثال النکرۃ ۱۲
سیرَ البریدِ وانّما[4] انتَ سیرًا وزیدٌ[5] سیرًا سیرًا و
مثال معرفہ ۱۲　　مثال معنی النفی ۱۲　　مثال ما وقع مکررًا ۱۲
منہا[6] ما وقعَ تفصیلًا لاثرِ مضمونِ جملۃٍ متقدمۃٍ
اے موضع　　اے من تلک المواضع
مثل فشدُّوا الوثاقَ فامّا منًّا بعدُ وامّا فداءً[7]

۱؎ قولہ او وقع مکررًا یعنی دوسرا موضع ان مواضع میں سے کہ جن میں مفعول مطلق کے فعل ناصب کا حذف قیاسًا واجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق مکرر واقع ہوا اگر کوئی کہے کہ بعض جگہ میں مفعول مطلق مکرر ہوتا ہے اور باوجود اسکے اس کے ناصب کو حذف نہیں کیا جاتا جیسے قولہ تعالیٰ اذا دکت الارض دکا دکا پس ثابت ہوا کہ قاعدہ مذکور صحیح نہیں جواب یہ ہے کہ مفعول مطلق کے مکرر ہونے کی صورت میں اس کے فعل ناصب کو حذف کرنے کی شرط یہ ہے کہ مفعول مطلق مکرر بعد اسم کے موضع میں خبر کے واقع ہے اور خبر بننے کی صلاحیت نہ رکھے اور آیت مذکورہ میں اگرچہ مفعول مطلق مکرر بعد اسم کے واقع ہے مگر اس اسم سابق کے موضع میں خبر کے نہیں اسلئے کہ اسم سابق الارض ہے جو کہ دکت فعل کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے مبتدا نہیں کہ خبر کو مقتضی ہو پس بیان وجوب حذف کی شرط نہیں پائی گئی لہذا فعل کو ذکر کیا گیا باقی رہا یہ امر کہ ان دونوں موضعوں میں ناصب مفعول مطلق کا حذف کیوں واجب ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد موضع اول میں حصر ہے اور موضع ثانی میں تکرار سے دوام اور استمرار ہے فوت ہو جائیگا اور اگر کوئی کہے کہ ان دونوں ضابطوں کو ایک جگہ بیان کرنے کی وجہ کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں ضابطوں میں اشتراک ہے اس لئے کہ دونوں میں مفعول مطلق کا خبر بننا صحیح نہیں نیز کہہ سکتے ہیں کہ باعث حذف فعل دونوں موضعوں میں ایک امر ہے یعنی قصد دوام و استمرار پس بنا علیہ ان دونوں کا ایک باب میں ذکر نا ہی مناسب ہوا

افعال جوارح سے ہے اس لئے کہ آواز عضو ظاہری یعنی حلقوم سے پیدا ہوتی ہے اور بعد جملہ فاذا لہ صوت کے واقع ہے اور یہ جملہ ایک ایسے جملہ پر مشتمل ہے جو کہ مفعول مطلق کے ہم معنی ہے یعنی صوت اور صاحب اسم یعنی ضمیر پر مشتمل ہے پس اس مصدر کے فعل یصوت کو وجوبًا حذف کر دیا گیا اس لئے کہ اسکے معنی جملہ سابق سے مستفاد ہوتے ہیں اور اس کا بیان یہ ہے کہ نسبت انی فاعل ما پر اور صوت مصدر معنی حدثی پر اور اذا اقتران نزمان پر دلالت کرتا ہے پھر اگر لفظ اذا ہوتا تو زمانہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے پس جب یہاں معنی فعل کے جملہ متقدمہ سے حاصل ہو جاتے ہیں تو اب اس کے ذکر کرنے کی حاجت نہ ہوگی لہذا حذف واجب ہوگا ۱۲ [۳] قولہ وصراخ الثکلی الخ ای مررت بہ فاذا لہ صراخ الثکلی

اس مثال میں صراخ الثکلی مفعول مطلق ہے اور اس سے پہلے یصرخ فعل محذوف ہے صراخ آواز کرنا اور ثکلی وہ عورت ہے کہ جس کا بچہ مر گیا اور اس جگہ پر مصنف علام ایک مناسبت کی ۲ مثال اس لئے لائے ہیں کہ مفعول مطلق اول میں مصدر تا دیلی اور ثانی میں مصدر تحقیقی ہے اور اول میں نکرہ کی طرف مضاف ہے اور ثانی میں معرفہ کی طرف اور مضاف الیہ اول کا غیر ذوی العقول ہے اور ثانی کا ذوی العقول ہے ۱۲ [۴] قولہ ومنہا ما وقع مضمون جملہ الخ یعنی بعض ان مواضع میں سے کہ جہاں مفعول مطلق کے ناصب کا حذف قیاسًا واجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون یعنی خلاصہ اور ما حصل

واقع ہو کہ اس میں مفعول مطلق کے معنی کے سوا اور دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو جیسے لہ علی الف درہم اعترافا) اس میں اعترافا مفعول مطلق ہے جو کہ علی الف درہم کا خلاصہ اور ما حصل ہے اور وہ ایسے جملہ ہے کہ جس میں مفعول مطلق کے ماسوا کوئی دوسرا احتمال نہیں اس لئے کہ مقصود متکلم کا اس جملہ سے ایک ہزار درہم کا اقرار کرنا ہے پس یہ جملہ اس حیثیت سے غیر اعتراف کو متحمل نہیں اگرچہ جملہ خبریہ ہونے کی حیثیت سے صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے اور چونکہ یہ جملہ اقرار ہے لہذا قاضی کے سامنے اگر کوئی شخص لزید علی الف درہم کہے گا تو وہ اس اعتراف کی وجہ سے اس پر ہزار درہم کو واجب کر دے گا

وَمِنْهَا مَا وَقَعَ [۱] لِلتَّشْبِيهِ عِلَاجًا بَعْدَ جُمْلَةٍ مُشْتَمِلَةٍ عَلَى
(ای من تلک المواضع — ای موضع — صفت جملہ)

اسْمٍ بِمَعْنَاهُ وَصَاحِبِهِ نَحْوُ مَرَرْتُ [۲] بِزَيْدٍ فَإِذَا لَهُ صَوْتٌ
(المصدریۃ ۱۲)

صَوْتَ حِمَارٍ وَصُرَاخٌ صُرَاخَ [۳] الثَّكْلَى وَمِنْهَا [۴] مَا وَقَعَ
(ای من تلک المواضع — ای موضع)

مَضْمُونَ جُمْلَةٍ لَا مُحْتَمَلَ لَهَا غَيْرُهُ نَحْوُ لَهُ عَلَيَّ أَلْفُ
(ای تلک الجملۃ ۱۲)

دِرْهَمٍ اعْتِرَافًا وَيُسَمَّى [۵] تَأْكِيدًا لِنَفْسِهِ

[۱] قولہ ومنہا ما وقع للتشبیہ الخ یعنی بعض ان مواضع میں سے کہ جہاں مفعول مطلق کے ناصب کا حذف کرنا قیاسًا واجب ہے وہ موضع ہے کہ جس میں مفعول مطلق کسی امر کی تشبیہ کیلئے واقع ہو دراں حالانکہ وہ مفعول مطلق کسی ایسے فعل پر دلالت کرے کہ جو افعال جوارح سے ہو یعنی الات بدنی کا محتاج ہو افعال قلب سے نہ ہو نیز وہ مفعول مطلق ایسے جملہ کے بعد واقع ہو کہ جو اس کے ہم معنی اسم اور صاحب اسم پر مشتمل ہے پس اب یہاں تشبیہ کی قید سے مثل لزید صوت صوت حسن سے احتراز ہے اس لئے کہ اسجگہ تشبیہ نہیں ہے اور علاجا کی قید سے مثل لزید زہد زہد الصلحا سے احتراز ہے اسلئے کہ زہد افعال جوارح سے نہیں ہے بلکہ افعال قلوب سے ہے پھر بعد جملہ کی قید سے تو زید صوت حمار خارج ہو جائیگا اس لئے کہ صوت حمار جملہ کے بعد نہیں بلکہ مفرد کے بعد ہے اور مشتملۃ علی اسم معناہ کی قید سے مثل مررت بزید فاذا الضرب صوت حمار سے احتراز ہوگا اور قول صاحبہ کی قید مررت بالبلد فاذا بہ صوت صوت حمار خارج ہو جائیگا کیا تو انظاہر ۱۲ [۲] قولہ الخ پس مثال مذکور میں صوت حمار مفعول مطلق تشبیہ کیلئے ہے کہ زید کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے اور

[۵] قولہ ویسمی تاکیدا لنفسہ الخ یعنی مفعول مطلق کی اس قسم کو تاکیدًا لنفسہ کہتے ہیں اس لئے اس کے مقابلے میں تاکیدا لغیرہ ہے جو کہ آئندہ آئیگا باقی رہا یہ امر کہ اس جگہ فعل کا حذف کیوں واجب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جملہ مقدمہ چونکہ فعل پر دلالت کرتا ہے لہذا فعل کو حذف کر کے مفعول مطلق کو اس کا قائمقام کرتے ہیں ۱۲ محمد مشیت اللہ

وَمِنْهَا[1] مَا وَقَعَ مَضْمُونَ جُمْلَةٍ لَهَا مُحْتَمَلٌ غَيْرُهُ نَحْوُ

ای من شک لمواضع ۱۲

زَيْدٌ قَائِمٌ حَقًّا وَيُسَمّٰى[2] تَاكِيْدَ الْغَيْرِهِ وَمِنْهَا[3] مَا

ای من تلک المواضع ۱۲ — ہذا المصدر ۱۲

حال کونہ دالا علی التکریر والتکثیر ۱۲

وَقَعَ مُثَنّٰى مِثْلَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ

[1] قولہ ومنہا ما وقع مضمون جملۃ لہا محتمل الخ یعنی بعض ان مواضع میں سے کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل ناصب کا حذف کرنا قیاساً واجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق اس جملہ کا خلاصہ اور ما حصل ہو کہ جس میں مفعول مطلق کے سوا کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے جیسے زید قائم حقا ای حق حقا اس لئے کہ حقا مفعول مطلق ہے اور وہ جملہ زید قائم کا ما حصل ہے اور اس جملہ میں غیر مفعول مطلق کا بھی احتمال ہے یعنی یہ کہ حق نہ ہو بلکہ باطل ہو اس لئے کہ زید قائم جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ میں صدق وکذب اور حق و باطل دونوں کا احتمال ہے ۱۲

[2] قولہ ویسمی تاکید الغیرہ الخ یعنی اس قسم کو تاکید لغیرہ کہتے ہیں اب اگر کوئی کہے کہ تاکید نفس شی کی ہوتی ہے نہ کہ غیر شی کی پس اسکو لغیرہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا جواب یہ ہے کہ لام قولہ لغیرہ میں دو احتمال رکھتا ہے یا تو تعلیلیہ ہوگا یا صلہ کیلئے اگر تعلیلیہ ہو تو اس کے معنی تاکید لاجل اندفاع الغیر کے ہیں یعنی تاکید دفع غیر کیلئے اور مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے نفس ہی کی تاکید کرتا ہے تا کہ غیر مندفع ہو جائے پس یہ تاکید نفسہ ہے اور چونکہ لاجل اندفاع الغیر ہے اسی لئے اس کو تاکید لغیرہ کہتے ہیں پس اس تقدیر پر کوئی اعتراض واقع نہ ہوگا لیکن اگر لام صلہ کیلئے لیں تو اس صورت میں اعتراض مذکور وارد ہوگا کیونکہ اسوقت اسکے معنی یہ ہیں کہ غیرہ کی تاکید کرتا ہے پس اسوقت کوئی سوال کر سکتا ہے کہ تاکید تو نفس شی کی ہوتی ہے نہ کہ غیر کی جواب یہ ہے کہ اس کو تاکید لغیرہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ درمیان موکد اور موکد منہ کے اتحاد ذاتی اور مغایرت اعتباری ہے اور وجہ یہ ہے کہ جملہ زید قائم سے جو حق سمجھا جاتا ہے وہ محتمل غیر متیقن ہے اس لئے کہ جملہ خبریہ حق و باطل دونوں کا احتمال رکھتا ہے اور جو حق کہ قول مصنف رح حقا سے مستفاد ہوتا ہے وہ متیقن ہے کیونکہ لفظ حق حق پر ہی دلالت کرتا ہے باطل پر نہیں کرتا پس اول یعنی حق محتمل موکد اور ثانی یعنی

یقینی موکد منہ ہے اور دونوں کے درمیان اتحاد ذاتی اور تغایر اعتباری ہے اس لئے کہ دونوں حق ہیں اور تغایر اعتباری ہے تو اس تغایر کی وجہ سے اس کو تاکید لغیرہ کہتے ہیں ورنہ در حقیقت تاکید لنفسہ ہے باقی رہی دلیل وجوب حذف فعل کی سو وہ یہ ہے کہ چونکہ وہاں بقرینہ جملہ متقدمہ فعل کو حذف کر کے مفعول مطلق کو اس کا قائمقام کیا گیا ہے لہذا حذف فعل کا واجب ہوگا ۱۲ [3] قولہ ومنہا ما وقع مثنی الخ یعنی بعض ان مواضع میں سے کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل ناصب حذف کا کرنا قیاساً واجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق بصورت تثنیہ تکرار و تکثیر کیلئے واقع ہو جیسے لبیک کہ اصل میں الب لک البابین تھا یعنی کھڑا ہوتا ہوں میں آپ کی خدمت اور امتثال کیلئے بار بار کثرت سے کھڑا ہونا پس فعل کو حذف کر کے مصدر کو اس کو قائمقام کیا پھر مصدر زوائد کو حذف کر کے ثلاثی مجرد میں سے گئے اسکے بعد لام حرف جر کو حذف کیا اور مصدر کو کاف ضمیر مفعول کیطرف مضاف کر دیا لبیک ہو گیا علی ہذا القیاس سعدیک اصل میں اسعدک اسعادین ای اسعدک اسعادا یعنی تیری تائید کرتا ہوں میں بار بار کثرت سے پس اس میں بھی لبیک کیطرح تصرفات کئے گئے ہیں مگر دونوں میں فرق اسقدر ہے کہ اسعاد متعدی بنفسہ اور الباب متعدی بواسطہ لام کے ہے اب اگر کوئی کہے کہ قاعدہ کی توضیح کیلئے صرف ایک مثال کافی تھی دو مثالوں کو مصنف رح نے کس وجہ سے ذکر کیا جواب یہ ہے کہ مقصود اس سے تنبیہ کرنا ہے اس امر پر کہ اول متعدی باللام ہے اور ثانی متعدی بنفسہ اور اگر کوئی کہے کہ اس ضابطہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مفعول مطلق صورت میں تثنیہ کے ہوگا تو اس کے ناصب کا حذف واجب ہوگا حالانکہ بعض جگہ اس کے خلاف پایا جاتا ہے مفعول مطلق بصورت تثنیہ ہے اور حذف فعل کا واجب نہیں مثل قولہ تعالے ثم ارجع البصر کرتین میں جواب یہ ہے کہ مفعول مطلق کے محض صورت تثنیہ میں ہونے سے حذف فعل کا واجب نہیں ہوتا تا وقتیکہ وہ فاعل یا مفعول کیطرف مضاف نہ ہو پس آیت کریمہ میں چونکہ مصدر فاعل یا مفعول کیطرف مضاف نہیں لہذا فعل کا حذف واجب نہ ہوگا پھر ضابطہ مذکورہ میں یہ شرط کہ مفعول مطلق فاعل یا مفعول کیطرف مضاف ہو اگرچہ صراحتہً کلام مصنف رح سے مستفاد نہیں ہوتی مگر چونکہ مثالوں سے سمجھی جاتی ہے لہذا اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی یہاں مثال کو تتمہ بنانا تکلف سے خالی نہیں اس لئے کہ مثال قاعدہ کے تمام ہونے کے بعد اس کی وضاحت کے لئے ذکر وہ تعریف کا تتمہ ہے پس مثال کو قاعدہ کا متمم بنانا تکلف سے خالی نہ ہوگا ۱۲

محمد مشیت اللہ

عمل کریگا خواہ معمول مقدم ہو یا موخر پھر مفعول بہ کا فعل پر مقدم ہونا دو قسم پر ہے کبھی تو جائز ہوتا ہے جیسے وجہ الحبیب اتمنی اور کبھی واجب ہوتا ہے اور یہ اسوقت جبکہ مفعول بہ معنی استفہام یا شرط کو متضمن ہو جیسے من رایت اور من تکرم یکرمک ۱۲ ۳ قولہ وقد یحذف الفعل الخ یعنی کبھی مفعول بہ کے فعل کو بوقت پائے جانے قرینہ حالیہ یا مقالیہ کے حذف کر دیتے ہیں جیسے کوئی شخص من اضرب کہے اور اس کے جواب میں زید کہیں اس لئے کہ سوال مذکور اس کے حذف پر قرینہ یا جیسے کوئی شخص بقصد حج بیت اللہ جارہا ہے اور اس سے مکہ کہیے پس یہاں حج کیلئے جانا قرینہ حالت ہے اور اس کیوجہ سے فعل کو حذف کر دیا گیا ہے ای ترید مکہ ۱۲ ۴ قولہ و جوبا فی اربعہ مواضع یعنی ناصب مفعول بہ کا حذف چار جگہ واجب ہے اور اگر کوئی کہے کہ ان مواضع اربعہ کے علاوہ بھی بہت سی جگہ میں ہم دیکھتے ہیں پس کیا وجہ ہے کہ مواضع اربعہ کا ذکر کیا اور باقی چھوڑ دیا گیا جواب یہ ہے کہ مواضع اربعہ میں چونکہ مباحث بکثرت ہیں لہذا مصنف رح نے ان کے بیان پر اکتفا کی اور باقی کو چھوڑ دیا پھر دعوی حصر کا کیا نہیں کہ اعتراض واقع ہو ۱۲ ۵ قولہ الاول سماعی یعنی ان مواضع اربعہ میں سے اول سماعی ہے جس میں قیاس کو دخل نہیں بلکہ وہ محدود سماع پر موقوف ہے جیسے قولہ امرأ نفسہ یہ اصل میں اترک امرأ نفسہ تھا یعنی مرد کو اور اس کے نفس کو چھوڑ دے اور اپنے ہاتھ اور زبان کو اس کے ماننے اور نصیحت کرنے سے روک لے پس یہاں اترک کا مفعول بہ ہے فعل کو حذف کر دیا ۱۲ ۶ قولہ وانتہوا خیرا لکم یہ اصل میں انتہوا عن التثلیث واقصدوا خیرا لکم تھا یعنی تم تین خدا کہنے سے بچو اور اپنے لئے خیر کا قصد کرو پس یہاں خیرا مفعول بہ ہے اور اس سے پہلے اقصدوا محذوف ہے ۱۲ ۷ قولہ اہلا وسہلا ای اتیت اہلا وطئت سہلا یعنی تو اپنے اہل میں آیا اور تو نے نرم زمین کو روندا پس مثال مذکور میں مفعول بہ کے فعل کو سماعا حذف کر دیا اور یہ حذف واجب ہے اہل عرب اہلا وسہلا کو اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص سفر کرکے بطور مہمان کے وارد ہوتا ہے نیز جاننا چاہیے کہ لفظ اہل مقابلہ دو چیزوں کے آتا ہے ایک اجانب یعنی بیگانوں کے دوسرے خراب یعنی ویرانہ کے پس بنا پر اول کے تقدیر کلام یہ ہوگی اتیت اہلا لا اجانب یعنی نزدیک رشتہ داروں میں آیا نہ اجانب میں اور بنا بر ثانی کے اہل بمعنی ماہول ہوگا اور اس کے لئے

المفعول به[1] هو ما وقع عليه فعل الفاعل نحو ضربت زيدا او قد يتقدم[2] على الفعل نحو زيدا ضربت وقد[3] يحذف الفعل لقيام قرينة جوازا[ای حذفا جائزا ۱۲] كقولك زيدا لمن قال من اضرب وجوبا[4] في اربعة مواضع الاول[5] سماعي[مثل] نحو امرأ و نفسه[عطف علی جوازا ۱۲] وانتهوا[6] خيرا لكم و[7] اهلا وسهلا

۱ قولہ المفعول بہ الخ یعنی مفعول بہ وہ اسم ہے کہ جس پر فعل فاعل کا واقع ہو خواہ فعل ثابت ہو جیسے ضرب زیدا یا منفی ہو جیسے لم اضرب زیدا اب اگر کوئی کہے امات زید میں زید فاعل ہے حالانکہ مفعول بہ کی تعریف اس پر صادق آتی ہے اس لئے کہ موت زید پر واقع ہے جواب یہ ہے کہ مراد وقوع فعل فاعل سے یہ ہے کہ فعل فاعل سے صادر ہوکر مفعول بہ پر واقع ہوا اور یہاں ایسا نہیں اس لئے کہ موت فاعل سے صادر ہوکر زید پر واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ زید کی روح کے پرواز کر جانے سے متحقق ہوئی رہا فائدہ قولہ ما وقع علیہ فعل الفاعل سے مفعول فیہ اور مفعول لہ اور مفعول معہ خارج ہو جائیں گے اس لئے کہ ان میں سے کوئی مفعول ایسا نہیں کہ جس پر فعل فاعل کا واقع ہو مگر تو اس میں یا اس کے لئے یا اس کے ساتھ فعل فاعل کا واقع ہے نیز اسی قید سے مفعول مطلق بھی خارج ہو جائے گا اس لئے کہ ایک شے اپنے نفس پر واقع نہیں ہوتی پس مفعول مطلق کہ عین فعل فاعل ہے اس قید سے خارج ہو جائیگا اور تعریف مفعول بہ کی جامع مانع ہو جائے گی ۱۲ ۲ قولہ قد یتقدم الخ یعنی مفعول بہ کبھی اپنے فاعل عامل پر مقدم ہوتا ہے اس لئے کہ فاعل عامل قوی ہے پس وہ ہر صورت میں

موصوف مقدر کیا جائیگا یعنی لفظ مکان ای اتیت مکانا ماہولا ای مانوسا لا خرابا اور سہل بمعنی زمین نرم مقابل حزن یعنی درشت اور زمین ہموار کے ہے ای وطئت سہلا من البلاد لا حزنا۔ یعنی تو نے شہروں کی نرم زمین میں سفر کیا نہ کہ درشت اور ناہموار میں ۱۲

ترکیب قولہ لفظا کان الحرف او للمنادی او تقدیرا حرف ملفوظ کی مثال جیسے یا زید حرف مقدر کی مثال جیسے یوسف اعرض عن ہذا کہ اصل میں یا یوسف اعرض عن ہذا تھا منادی ملفوظ کی مثال جیسے یا زکریا اور منادی مقدر کی مثال جیسے الا یا اسجدوا ای الا یا قوم منادی مقدر ہے دوسری ترکیب یہ ہے کہ وہ حرف یا منادی سے حال ای حال کون الحرف او المنادی فی اللفظ او التقدیر غرض یہ دو ترکیبیں ہیں اور ان کے علاوہ اور ترکیبیں بھی ہو سکتی ہے مگر چونکہ سب کا مآل ایک ہے لہذا ہم نے انہیں دونوں کے بیان پر اکتفا کیا اور باقی ترکیبوں کو چھوڑ دیا ۲ قولہ ویبنی علی ما یرفع بہ الخ یعنی منادی مفرد معرفہ ہو تو وہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے مفرد سے مراد یہ ہے کہ مضاف

والثانی[1] المنادی وھو المطلوب اقبالہ بحرف نائب

من المواضع التی یجب حذف الناصب فیھا ۱۲

مناب ادعو لفظا او تقدیرا ویبنی[2] علی ما یرفع

مثال المعرفۃ قبل النداء ۱۲

بہ ان کان مفردا معرفۃ نحو[3] یا زید

مثال المعرفۃ بعد النداء رجل المعین ۱۲ — مثال المبنی علی الالف ۱۲ — مثال المبنی علی الواو ۱۲

ویا رجل[4] ویا زیدان[5] ویا زیدون[6]

۱ قولہ الثانی المنادی الخ یعنی دوسرا موضع ان مواضع اربعہ میں سے کہ جہاں مفعول بہ کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے منادی ہے اور وہ وہ اسم ہے کہ جس کے متوجہ ہونے کو بذریعہ اس حرف کے کہ قائم مقام ادعو کا ہے طلب کیا جاوے عام ازیں کہ وہ حرف لفظا مذکور ہو یا تقدیرا منادی کی اس تعریف میں قولہ المطلوب جنس ہے کہ جو منادی اور غیر منادی دونوں کو شامل ہے اور اقبال کی قید اس میں احترازی ہے مندوب اس جگہ سے خارج ہو جاتا ہے اسلئے کہ اس کا اقبال مطلوب نہیں ہوتا بلکہ اس پر اظہار تفجع اور گریہ کرنا مقصود ہوتا ہے پھر اقبال یعنی متوجہ کرنا دو قسم پر ہے ایک وجہی مثلا کوئی شخص ہم سے پشت کئے کھڑا ہوا اور ہم بذریعہ ندا کے اس کے چہرے کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہیں دوسرے قلبی اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص باوجودیکہ ہماری طرف منہ کئے کھڑا ہے مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ دل سے ہماری طرف متوجہ ہو غرض اقبال کی یہ دو صورتیں ہیں اور یہ دونوں حقیقی ہیں اور ان کے مقابلہ میں ایک اقبال حکمی ہے اور وہ یہ کہ جس چیز میں متوجہ ہونے کی صلاحیت نہیں اس کی بمنزلہ اس چیز کے فرض کریں کہ جس میں متوجہ ہونیکی صلاحیت ہے اور اس پر حرف ندا کو داخل کریں جیسے یا سماء و یا جبال پس یہاں سماء اور جبال کا حقیقۃ اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود نہیں بلکہ ان کا متوجہ کرنا حکما مقصود ہے منادی کی تعریف میں بحرف کی قید سے مثل ادعو زیدا سے احتراز ہے اسلئے کہ اس میں زید کا اقبال بذریعہ فعل کے مطلوب ہے بواسطہ حرف کے مطلوب نہیں اور نائب مناب ادعو کی قید سے مثل لیقبل زیدا سے احتراز ہے اسلئے کہ یہاں زید کا اقبال لام امر سے مطلوب ہے اور وہ ادعو کا قائم مقام نہیں ادعو کا قائم مقام یا اور آیا اور ہیا اور ای اور ہمزہ ہے

اور مشابہ مضاف نہ ہو اور معرفہ سے مراد عام ہے کہ قبل ندا کے معرفہ ہو جیسے یا زید یا بعد ندا کے جیسے یا رجل اور وجہ منادی مفرد معرفہ کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ وہ کاف اسمی کے موقع میں واقع ہوتا ہے اور کاف اسمی کو کاف خطاب حرفیہ کے ساتھ لفظا و معنی مشابہت ہے پس بوجہ مناسبت مبنی اصل کے منادی مفرد معرفہ مبنی ہوگا اب اگر کوئی کہے کہ جب تمہیں منادی مفرد معرفہ کو مبنی کرنا تھا تو سکون پر مبنی کرنا چاہیے تھا جو کہ بنا میں اصل ہے علامت رفع پر مبنی کرنے کی کیا وجہ ہے جواب یہ ہے کہ منادی مفرد معرفہ بوجہ مشابہت کے مبنی ہوتا ہے جیسا کہ ما قبل گذرا اور سکون اس مبنی کی علامت ہے جو کہ اصلی ہے پس وہ سکون پر مبنی نہ ہوگا اور نہ علامت نصب اور جر پر اس لئے کہ علامت نصب پر مبنی کرنے کی حالت میں اس کا التباس اس منادی کیساتھ ہوگا جو یائے متکلم کیطرف مضاف ہے اور یائے متکلم کیطرف سے بدل کر قبل الف کو فتح اور الف کو گرا دیا گیا ہے جیسے یا غلام اور علامت جر پر مبنی کرنے کی صورت میں اس منادی کیساتھ التباس ہوگا جو کہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہے اور یا کو حذف کر کے کسرہ ما قبل کو باقی رکھا گیا ہے جیسے یا رب پس جب یہ صورتیں التباس کی ہیں تو اب بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ اسکو علامت رفع پر مبنی کیا جاوے باقی مصنف کا مبنی علی ما یرفع کہنا اس وجہ سے ہے کہ یہ حرف اور حرکت دونوں کو شامل ہو جائے ۱۲ ۳ قولہ مثل یا زید یہ مثال اس منادی مفرد معرفہ کی ہے جو کہ ضمہ پر مبنی ہے اور قبل ندا معرفہ ہے ۱۲ ۴ قولہ یا رجل یہ مثال اس منادی مفرد معرفہ کی ہے جو کہ ضمہ پر مبنی ہے اور بعد ندا معرفہ ہے ۱۲ ۵ قولہ یا زیدان یہ مثال اس منادی کی ہے کہ الف پر مبنی ہے ۱۲ ۶ قولہ یا زیدون یہ مثال اس منادی ہے جو کہ واؤ پر مبنی ہے ۱۲

وَيُخْفَضُ[1] بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ نَحْوُ يَا لَزَيْدٍ[2] وَيُفْتَحُ[3] لِاِلْحَاقِ

(اے المنادی ۱۲)

اَلِفِهَا وَلَا لَامَ فِيْهِ نَحْوُ يَا زَيْدَاهُ[4] وَيُنْصَبُ[5] مَا

(الواحد لبۃ ۱۲)

سِوَاهُمَا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ[6] وَيَا طَالِعًا جَبَلًا[7] وَ

يَا رَجُلًا[8] لِغَيْرِ مُعَيَّنٍ وَتَوَابِعُ الْمُنَادٰى

(مبتدا ۱۲ — موصوف ۱۲)

۱؎ قولہ ویخفض بلام الاستغاثۃ الخ یعنی جب منادی پر لام استغاثہ کا داخل ہوگا تو منادی مجرور ہو جائیگا استغاثہ کے معنی فریاد طلب کرنیکے ہیں اور لام استغاثہ وہ لام ہے کہ جو بوقت استغاثہ کے مستغاث پر داخل ہوتا ہے یہ لام ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اس لئے کہ اگر مکسورہ ہوگا تو اس کا التباس لام مکسور مستغاث لہ سے ہوگا جب کہ مستغاث کو حذف کر کے صرف مستغاث لہ کو باقی رکھا جائے گا جیسے یاللمظلوم اصل میں یا لقوم للمظلوم تھا اب اگر کوئی کہے کہ اس کا برعکس کیوں نہیں کیا گیا اگر لام مستغاث کو مکسور اور لام مستغاث لہ کو مفتوح کرتے اس صورت میں بھی التباس نہ تھا جواب یہ ہے کہ مستغاث جگہ میں کاف ضمیر کے ہے اور ضمیر پر لام جارہ داخل ہوتا ہے تو وہ مفتوح ہوتا ہے جیسے لک لہٰذا یہ لام بھی مفتوح ہوگا بخلاف مستغاث لہ کے کہ وہ ضمیر کی جگہ پر واقع نہیں لہٰذا اس پر داخل ہونے والا لام مفتوح نہ ہوگا پس ثابت ہوا کہ لام مستغاث مفتوح اور لام مستغاث لہ مکسور ہوتا ہے اس کا برعکس نہیں ہو سکتا پھر لام استغاثہ لام جارہ ہے لہٰذا جب وہ منادی پر داخل ہوگا تو منادی مجرور ہوگا تفصیل مقام کی یہ ہے کہ اس وقت منادی پر دو عامل مجتمع ہیں ایک یا دوسرے لام اور دونوں میں سے لام عامل بنفسہا اور منادی کے قریب ہے۔ یا میں دونوں باتوں میں ایک بھی نہیں پائی جاتی کیونکہ وہ عامل بنفسہا نہیں باعتبار فعل کے عامل ہے اور بہ نسبت لام کے منادی سے بعید ہے پس جب لام نسبتاً لام کے عامل قوی اور قریب ہے لہٰذا اسی کو عمل دیا جائے گا اور منادی مجرور ہوگا ۱۲ ۲؎ قولہ مثل یا لزید یہ مثال مذکورہ مستغاث مجرور کی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اے زید تو مظلوم

کی فریاد رسی کر پس زید مستغاث ہے کہ اس سے فریاد رسی طلب کی گئی ہے اور مظلوم مستغاث لہ ہے کہ اس کے لئے فریاد چاہتے ہیں اس مثال میں مستغاث مذکور ہے اور اسمیں مستغاث لہ مذکور نہیں بلکہ محذوف ہے ۱۲ ۳؎ قولہ ویفتح والحاق الفہا الخ یعنی جب منادی کے آخر میں الف استغاثہ کا داخل ہوگا تو فتح پر مبنی ہوگا اسلئے کہ الف اپنے ماقبل فتحہ چاہتا ہے لیکن جس وقت الف استغاثہ کا داخل ہو تو لام استغاثہ کا داخل نہ ہوگا اسلئے کہ لام اپنے مدخول کو مجرور کرتا ہے اور الف اپنے ماقبل فتحہ کو چاہتا ہے پس دونوں کے اثر میں منافات ہے اور دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ۱۲ ۴؎ قولہ مثل یا زیداہ یہ مثال اس منادی کی ہے کہ جس پر الف استغاثہ کا داخل ہے اور وقف کی وجہ سے اس کے آخر میں ہائے الحاق کیا گیا ہے ۱۲ ۵؎ قولہ وینصب ماسواہما الخ یعنی منادی مفرد معرفہ اور منادی مستغاث کے سوا جتنی صورتیں ہیں ان میں بنا بر مفعولیت کے منادی منصوب ہوتا ہے اور مفرد معرفہ سے نکلتی ہیں ایک یہ کہ منادی مفرد نہ ہو بلکہ مضاف ہو دوسرے شابہ مضاف ہو تیسرے معرفہ ہو چوتھے نہ مفرد ہو نہ معرفہ ۱۲ ۶؎ قولہ یا عبداللہ یہ منادی مضاف کی مثال ہے ۱۲ ۷؎ قولہ یا طالعاً جبلاً یہ مشابہ مضاف کی مثال ہے اس لئے کہ مشابہ مضاف اس اسم کو کہتے ہیں کہ اس کے معنی بدون انضمام مابعد کے تمام نہ ہوں جیسا کہ مضاف اور مضاف الیہ کا حال ہے اور مضاف بدون مضاف الیہ کے تمام ہوتا ہے ۸؎ قولہ یا رجلاً یہ اس منادی کی مثال ہے کہ جو معرفہ نہیں پس رجلاً مثال مذکور میں اس وقت منصوب ہوگا جب کہ اس سے کسی غیر معین شخص کو آواز دی جائے گی جیسے کوئی نابینا کہے یا رجلاً خذ بیدی (نابینا کا) جاننا چاہیے کہ قول لغیر معین رجل کے منصوب ہونے کی توقیت ہے تقیید نہیں اس لئے کہ توقیت کی صورت میں یہ معنی ہیں کہ رجل اس وقت منصوب ہوگا جب کہ غیر معین کیلئے بولا جائے گا اور تقیید کی شکل میں یہ معنی ہیں کہ رجل کے منصوب ہونے کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ غیر معین پر محمول ہو اور یہ معنی باطل ہیں اس لئے کہ رجل کے منصوب ہونے کی ہرگز ہرگز دو حالتیں نہیں بلکہ صرف ایک حالت ہے کہ غیر معین کیلئے ہو پس رجل منصوب ہونے کی حالت میں احتمال تعریف اور تعیین کا نہیں رکھتا جیسا کہ ظاہر ہے پس معلوم ہوا کہ قول مصنف لغیر معین تقیید کیلئے نہیں بلکہ توقیت کیلئے ہے فتامل فانہ دقیق

باقی رہی چوتھی قسم سو اس کی مثال یہ ہے یا حسنا وجہہ ظریفاً کیونکہ یہاں نہ منادی مفرد ہے نہ معرفہ مگر چونکہ یہ مثال مثال سابق یا طالعاً جبلاً سے حاصل ہو جاتی ہے لہٰذا مصنف نے اس کے علیحدہ بیان کرنے کی حاجت نہیں سمجھی ۱۲

(محمد مشیت اللہ دیوبندی)

اور وہ ناجائز ہے پس ایسے توابع کا یہ حکم ہے کہ لفظ منادی پر حمل کرتے ہوئے انکو مرفوع پڑھنا جائز ہے اسلئے کہ انکا متبوع یعنی منادی لفظاً مرفوع ہے اور مبنی ہونا عارضی ہے پس وہ معرفہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے لہذا اس کے تابع کا حق یہ ہے کہ وہ محل متبوع کا تابع ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ توابع مذکورہ کو منادی مبنی کے محل پر حمل کرتے ہوئے منصوب پڑھیں اسلئے کہ منادی کے تابع کا حق یہ ہے کہ وہ محل متبوع کا تابع ہو پھر چونکہ متبوع اس جگہ بنابر مفعولیت کے منصوب المحل ہے لہذا اس کے توابع بھی منصوب ہونگے جیسے تاکید میں یا تمیم اجمعون واجمعین اور صفت میں یا زید العاقل والعاقل اور عطف بیان میں یا غلام بشر وبشراً اور اس معطوف میں کہ جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع ہے یا زید والحارث والحارث کہیں گے مگر یہاں مصنف نے تمام مثالوں کو ذکر نہیں کیا بلکہ فقط صفت کی مثال کو بیان کیا ہے اس لئے کہ وہ اکثر واشہر ہے پھر یہاں پر ایک سوال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ جب المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیہ سے معرف بلام ہے تو چونکہ یہ معنی والمعطوف المعرف باللام کہنے سے بھی حاصل ہو جاتے ہیں لہذا مصنف نے اس مختصر عبارت کو چھوڑ کر اپنے کلام کو اس قدر کیوں دراز کیا اور جواب یہ ہے کہ مصنف اگر المعطوف المعرف بلام کہتے ہیں تو اس صورت میں توابع منادی کے وہ بعض اقسام کہ جن کا اخراج مقصود ہے اس میں داخل ہو جاتے جیسے کہ یا اسد کہ یہاں اگرچہ اسد معرف باللام ہے لیکن یا کا دخول اس پر ممتنع نہیں بلکہ یا اسد کہتے ہیں پس اگر معطوف بحرف الممتنع دخول یا علیہ نہ کہا جاتا تو یہ حکم ہر معطوف معرف بلام کو شامل ہو جاتا حالانکہ مثال مذکور میں اسد پر رفع متعین ہے رفع اور نصب دونوں اس میں نہیں ۱۲

المبنی[1] المفردۃ من التاکید[2] والصفۃ وعطف
صفت ۱۲ — بالرفع صفۃ للتوابع ۱۲

البیان والمعطوف بحرف الممتنع دخول یا
موصوف ۱۲ — قولہ المعطوف بحرف ۱۲ — مجرور على انہ صفۃ

علیہ ترفع علی لفظہ وتنصب علی محلہ
خبر ۱۲

مثل یا زید العاقل والعاقل والخلیل[3]

[1] قولہ المبنی الخ یہ منادی کی صفت ہے اور المفردہ توابع کی صفت ہے اور مراد مبنی سے مبنی علی رفع ہے اور مراد مفرد سے عام ہے حقیقی ہو یا حکمی پھر یہاں منادی مبنی کے ساتھ اس وجہ سے مقید ہے کہ یہ حکم منادی معرب کے تابع کا نہیں اسلئے کہ وہ صرف لفظ کے تابع ہوتا ہے نیز مبنی سے مراد مبنی علی الرفع اس وجہ سے ہے کہ توابع مستغاث باالالف میں رفع جائز نہیں جیسے یا زیداہ وعمرواہ کہ اس جگہ عمرواً کو مرفوع پڑھنا جائز نہیں ہے پھر توابع مفرد کیساتھ اس وجہ سے مقید ہے کہ اگر تابع مفرد نہ ہو نہ حقیقتاً نہ حکماً تو بحالہ مضاف یا اضافت معنوی ہوگا اور اس صورت میں سوائے نصب کے اور کوئی اعراب جائز نہ ہوگا جیسے یا زید ذالمال المال باقی رہی مفرد میں یہ کہ وہ حقیقی یا حکمی اس وجہ سے ہے کہ یہ حکم مضاف بہ اضافت لفظی اور شابہ مضاف کو بھی شامل ہو جائے اس لئے کہ یہ دونوں بھی جواز رفع ونصب میں مثل توابع مفرد کے ہیں جیسے یا زید الحسن الوجہ والحسن الوجہ و یا زید الحسن وجہہ والحسن وجہہ اور وجہ ان دونوں میں جواز رفع ونصب کی یہ ہے کہ اضافت لفظی اور شابہ مضاف بتقدیر الانفصال پس یہ دونوں حکم میں مفرد ہونگے اور ان دونوں میں مفرد کیطرح رفع اور نصب دونوں جائز ہونگے [2] قولہ من التاکید والصفۃ الخ یہ توابع کا بیان ہے اور مقصود اس سے منادی مبنی علی الضم کے وہ توابع ہیں جو مفرد ہیں حقیقتاً یا حکماً عام ازیں کہ وہ تابع تاکید ہو یا صفت یا عطف بیان یا ایسا معطوف ہو کہ جس پر حرف ندا کا داخل ہونا ممتنع ہے یعنی معرف باللام ہو اسلئے کہ معرف باللام پر یا حرف ندا کا داخل ہونا ممتنع ہے اس لئے کہ اس صورت میں اجتماع دو آلہ تعریف کا لازم آتا ہے

[3] قولہ والخلیل فی المعطوف الخ یعنی وہ معطوف بحرف کہ جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع ہے جب منادی مبنی کا تابع ہوگا تو اس میں جمہور کے نزدیک رفع نصب دونوں جائز ہونگے اور یہی مذہب خلیل بن احمد اور ابو عمرو نحوی کا ہے لیکن ان دونوں میں خلاف اختیار میں ہے خلیل ایسے معطوف میں رفع کو اختیار کرتا ہے اس لئے معطوف بحرف حقیقت میں منادی مستقل ہے پس مناسب یہ ہے کہ اسکو اسی حالت میں رکھا جائے کہ جو حرف ندا داخل ہوتے کیبعد منادی مستقل کی ہے مگر چونکہ وہ معرف باللام ہونے کی حیثیت سے حرف ندا داخل ہونیکی حیثیت نہیں رکھتا لہذا اس میں پوری رعایت منادی مستقل کی نہ کر سکیں گے بلکہ بجائے مبنی علی الرفع ہونیکے اس کو معرب یعنی مرفوع پڑھینگے پس رفع مختار ہوگا تاکہ حتی الامکان رعایت منادی مستقل کی ہو سکے اور ابو عمرو اس میں نصب کو اختیار کرتا ہے اس لئے کہ جب حرف ندا کی تقدیر معطوف معرف باللام پر ممتنع ہے تو اس کا منادی مستقل ہونا ممتنع ہوگا پس اس میں فقط تابع ہونیکی صلاحیت ہوگی اور چونکہ تابع مبنی کا اپنے متبوع کے محل کا تابع ہوتا ہے اور محل اس کا نصب ہے لہذا النصب مختار ہوگا غرضیکہ خلیل بن احمد وابو عمرو کے درمیان اختیار رفع نصب میں نزاع ہے اور تیسرا شخص ابو العباس اس پر محاکمہ کرتا ہے جیسا کہ مصنف فرماتے ہیں ۱۲ محمد حنیف اللہ دیوبندی

اسلئے کہ اس صورت میں لام مثل بعض حروف کے ہے کذا فی عبد الغفور ۲؎ **قولہ والمضافۃ الخ** اس کا عطف المفردہ پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب منادی مبنی کے توابع مضاف ہونگے تو صرف منصوب ہونگے اسلئے کہ مضاف جب منادی مستقل ہوتا ہے منصوب ہوتا ہے پس اس کا منصوب ہونا بوقت تابع ہونے منادی کے بطریق اولیٰ ہوگا اس لئے کہ اس وقت اس پر حرف ندا داخل نہیں تاکید کی مثال جیسے یا تیم کلہم ۔ صفت کی مثال جیسے یا زید ذا المال عطف بیان کی مثال جیسے یا زیدا یا عبد اللہ لیکن معطوف معرف باللام مضاف نہ ہوگا اسلئے کہ دخول لام کا مضاف پر ممتنع ہے ۳؎ **قولہ والبدل الخ** اس عبارت میں قولہ المعطوف مبتدا ہے اور قولہ ما ذکر یا تو اس کی صفت ہے یا اس سے بدل ہے اور معطوف اپنی صفت یا بدل سے مل کر البدل پر معطوف ہے اور وہ مبتدا اول ہے اور حکم مبتدا ثانی ہے اور حکم المستقل اس کی خبر ہے اور مطلب یہ ہے کہ بدل اور اس معطوف کا حکم کہ جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع نہیں ہے منادی مستقل کا سا حکم ہے اسلئے کہ بدل مقصود بالذکر ہے اور مبدل منہ توطیہ اور تمہید کیلئے لایا جاتا ہے پس حقیقت میں منادی بدل ہے نہ کہ مبدل منہ ایسے ہی وہ معطوف بحرف کہ جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع نہیں ہے حقیقت میں منادی مستقل ہے اس لئے کہ اس پر الف ولام نہیں جو کہ حرف ندا کے داخل ہونے سے مانع ہو پس اس کا حرف ندا مقدر ہوگا بہرحال بدل اور اس معطوف بحرف کا حکم جو کہ غیر معرف باللام ہے منادی مستقل کا ہے اور یہ ہر حال میں ہے خواہ مفرد ہوں یا مضاف یا شبہ مضاف یا نکرہ ہوں بدل کی مثالیں جیسے یا زید عمرو او یا زید اخا عمرو او یا زید طالعا جبلا او یا زید رجلا صالحا اور معطوف کی مثالیں یہ ہیں یا زید و عمرو او یا زید و اخا عمرو او یا زید و طالعا جبلا او یا زید و رجلا صالحا ۱۲ ۴؎ **قولہ والعلم الموصوف الخ** یہ ضابطہ قانون سابق سے بطور استثناء کے ہے اسلئے کہ ماقبل مصنف رحمہ نے فرمایا تھا کہ جب منادی مفرد معرفہ ہوگا تو وہ ہر حال میں علامت رفع پر مبنی ہوگا پس اب بطور استثناء کے فرماتے ہیں کہ جب منادی مفرد معرفہ علم ہو اور علم لفظ ابن کے ساتھ موصوف ہو اور لفظ ابن دوسرے علم کی طرف مضاف ہو تو اس صورت میں علم اول کا فتح مختار ہے اور ضمہ بھی جائز ہے اس لئے کہ اس منادی کا استعمال کلام عرب میں بکثرت ہے کہ جس میں یہ تمام صفات پائی جاتی ہیں پس کثرت استعمال کے سبب اسکے مناسب تخفیف ہے لہٰذا فتح دیا جو کہ اخف الحرکات ہے ۱۲ محمد مشیت اللہ دیوبندی غفرلہ اللہ القوی اللہم اغفر لکاتبہ ولوالدیہم اجمعین آمین ثم آمین

فی المعطوف یختار الرفع وابو عمرو النصب وابو العباس[۱] ان کان کالحسن فکالخلیل والا فکابی عمرو والمضافۃ[۲] تنصب والبدل[۳] والمعطوف غیر ما ذکر حکمہ حکم المستقل مطلقا والعلم[۴] الموصوف

اضافۃ معنوی ۱۲

ای غیر الممتنع دخول یا علیہ ۱۲ — سواء کان مفردین او مضافین او نکرتین او مختلفین ۱۲

۱؎ **قولہ وابو العباس ان کان کالحسن فکالخلیل الخ** یعنی ابو العباس کہتا ہے کہ اگر معطوف مذکور مثل الحسن کے ہو کہ اس سے لام کا حذف کرنا جائز ہو تو اس وقت میرے نزدیک خلیل کا قول مختار ہے اسلئے کہ لام دخول یا سے مانع تھا پس جب وہ معطوف مذکور سے دور ہو سکتا ہے تو اب اس کا حکم منادی مستقل کا ہوگا اور اس میں رعایت منادی مستقل کی کیجائیگی پس رفع مختار ہوگا اور اگر معطوف مذکور مثل الحسن کے نہ ہو یعنی وہ ایسا معطوف ہو کہ لام کا حذف کرنا اس سے ناجائز ہو تو چونکہ یہ لام کلمہ کا جز ہو گیا ہے جیسے النجم اور العیوق میں کہ لام جز کلمہ ہو گیا لہٰذا اس صورت میں ابو عمرو کا قول مختار ہوگا اس لئے کہ اس وقت اس کو منادی مستقل کا حکم دینا ممتنع ہے پس تابع ہونے کا حکم دیا جائیگا تنبیہ خلیل سے مراد خلیل ابن احمد سیبویہ کا استاد ہے اور ابو عمرو سے مراد ابو عمرو بن العلاء نحوی قاری ہے جو خلیل سے مقدم ہے اور ابو العباس مبرد کی کنیت ہے فائدہ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ کون سی جگہ ممتنع ہے تو جاننا چاہیئے کہ اسم جب لام کیساتھ وضع نہ کیا گیا ہو تو لام کا داخل ہونا اس پر جائز ہوگا بشرطیکہ علم اپنی اصل میں صفت میں ہو جیسے الحسن یا مصدر ہو جیسے الفضل اور لام کا اس سے حذف کرنا بھی جائز ہوگا لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اس لئے کہ بہت سے علم ایسے ہیں کہ باوجودیکہ لام کیساتھ وضع نہیں کئے گئے ان پر لام کا داخل کرنا درست نہیں ہے جیسے محمد اور علی کہ المحمد اور العلی نہیں کہہ سکتے علی ہذا القیاس اگر علم ایسا علم ہو کہ اس میں معنی جنسی ہوں اور معنی سے مدح یا مقصود ہو جیسے الاسد اور الکلب تو اس سے بھی لام کا حذف کرنا جائز ہوگا اور جب علم لام کیساتھ وضع کیا گیا ہو تو اس سے لام کا حذف کرنا جائز نہ ہوگا جیسے النجم اور العیوق (دو ستاروں کے نام ہیں) ۱۲

ندا کا ارادہ کریں گے تو یا ایہا الرجل وغیرہ کہیں گے اور یہ باطل ہے اس لئے کہ مثلاً جب الکرام کی ندا کرتے ہیں تو یا ایہا الکرام کہتے ہیں نہ کہ یا ایہا الرجل جواب یہ ہے کہ قول مصنف سبیل تمثیل پر محمول ہے ای قبل نحو یا ایہا الرجل پس اس سے مراد خاص نہیں کہ مخدور لازم آئے **۳ قولہ** والتزموا رفع ہے الخ یہ جملہ بھی ماقبل سے مثل استثناء کے ہے اوپر گذر چکا ہے کہ منادی مبنی مفرد معرفہ کی صفت میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں جیسے یا زید العاقل والعاقل پس اس قاعدہ سے استثنا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب منادی مبنی مفرد معرفہ کی صفت معرف باللام ہو اور منادی موصوف ایہا یا ہذا یا ایہذا ہو تو اس صورت میں نحویوں نے صفت منادی میں صرف رفع کو لازم کیا ہے اور نصب کو جائز نہیں رکھا اسلئے کہ مثلاً یا ایہا الرجل میں مقصود رجل ہی ہے پس اس کے رفع کو لازم قرار دیا تاکہ حرکت اعرابیہ اس کے مقصود بالنداء ہونے پر دلالت کرے ۱۲

یا ابن ادا بنت مضافا الی علم اخر مختار فتحہ واذا نودی
حال کون ذالک الابن ۱۲ — شرط ۱۲
ای اذا ارید النداء ۱۲
المعرف باللام قیل یا ایہا الرجل ویا ہذا الرجل
جزا ۱۲
ویا ایہذا الرجل والتزموا رفع الرجل لانہ المقصود
نحاۃ ۱۲ — ای الرجل ۱۲
بالنداء وتوابعہ لانہا توابع معرب وقالوا یا اللہ
خاصۃ ولک فی مثل یا تیم تیم عدی الضم

۱ قولہ اذا نودی المعرف باللام الخ یعنی جب معرف باللام کی ندا کا ارادہ کریں تو چونکہ اس وقت اس پر حرف ندا داخل نہیں ہوسکتا کہ دونوں دو آلہ تعریف کے ہیں اور دو آلہ تعریف کا اجتماع ناجائز ہے لہذا دونوں کے درمیان ایسے اسم مبہم کا فاصلہ لائیں گے جو ظاہر میں منادی ہے اور معرف باللام اس کی صفت ہے اور حقیقت میں معرف باللام ہی منادی ہے پھر یہ اسم مبہم یا تو ای ہے اور ہا تنبیہ کو اس پر زیادہ کرتے ہیں جیسے ایہا الرجل اسلئے کہ ندا بھی تنبیہ ہے اور یا ہذا اور اس کے اخوات ہیں جیسے یا ہذا الرجل اور یا ای اور ہذا دونوں کا مجموعہ ہے جیسے ایہذا الرجل اور نکتہ ای کو ہذا کے ساتھ ملانے میں یہ ہے کہ ای میں ابہام زیادہ اور ہذا میں کم ہے پس ہذا کو ای کے بعد لاتے ہیں تاکہ تعین بتدریج حاصل ہوجائے اور تکرار مبہم سے زیادتی شوق پیدا ہوجائے پھر یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کلام میں اذا نودی المعرف باللام شرط اور قیل الخ اس کی جزا ہے اور قاعدہ ہے کہ جزا شرط پر مرتب ہوتی ہے مگر یہ جزا ایسی ہے کہ شرط پر مرتب نہیں اس لئے شرط عام ہے اور جزا خاص اور عام کو خاص لازم نہیں تفصیل مقام کی یہ ہے کہ مصنف کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب معرف باللام کی

۲ قولہ وتوابعہ الخ یہ جر کے ساتھ الرجل پر معطوف ہے اور مطلب یہ کہ توابع الرجل میں بھی نحویوں نے رفع کا التزام کیا ہے اس لئے کہ یہ توابع منادی معرب کے ہیں اور جواز رفع ونصب کا منادی مبنی کے توابع میں تھا نہ کہ منادی معرب کے توابع میں ۱۲ **۴ قولہ** وقالوا یا اللہ الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ اوپر مذکور ہوچکا ہے کہ معرف باللام کی ندا بدون فاصلہ لائے ہوئے درمیان معرف باللام اور حرف ندا کے جائز نہیں مگر باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ یا اللہ میں معرف باللام کی ندا کی گئی ہے اور معرف باللام اور حرف ندا کے درمیان فاصلہ نہیں لایا گیا پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں جواب یہ ہے کہ اللہ کا لام عوض میں محذوف کے ہے اور کلمہ کیلئے لازم ہے کہ کبھی اس سے جدا نہیں پس یہ لام شدت اتصال کیوجہ سے مثل جز کلمہ کے ہے اور گویا یہ لام تعریف کا نہیں پس یہاں پر اجتماع دو آلہ تعریف کا لازم نہیں آتا اور اس کے لام کا حرف ندا کے ساتھ جمع ہونا جائز ہے پھر چونکہ دو امر یعنی لام کا عوض میں محذوف کے ہونا اور اس کا کلمہ کیلئے لازم ہونا صرف اللہ ہی میں پایا جاتا ہے اس لئے اس قاعدہ کیساتھ یا اللہ کو خاص کیا گیا بخلاف النجم اور الصعق کے کہ اگرچہ ان دونوں میں لام لازم ہے مگر عوض میں محذوف کے نہیں اور الناس میں اگرچہ عوض میں محذوف کے ہے اسلئے کہ اسکی اصل الاناس تھی مگر لام کلمہ کے لئے لازم نہیں اسلئے کہ سعت کلام میں بھی ناس کہتے ہیں ۱۲ **۵ قولہ** ولک فی مثل یا تیم تیم عدی سے ہر وہ ترکیب مراد ہے کہ جس میں منادی مفرد معرفہ صورۃً مکرر ہو اور اس کے بعد مضاف الیہ مذکور ہو پس اس منادی میں ضم اور نصب دونوں جائز ہیں ضمہ تو اسلئے کہ وہ منادی مفرد معرفہ ہے اور منادی مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے اور نصب اس لئے کہ وہ مثلاً عدی مذکور کیطرف مضاف الیہ ہے باقی رہا تیم ثانی وہ تیم اول کی تاکید لفظی اگر کوئی کہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل ناجائز ہے لہذا یہ توجیہ ناجائز ہوگی جواب یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان اجنبی کا فصل ناجائز اور جب فصل اجنبی کا نہ ہو تو جائز ہے پس چونکہ تیم ثانی اس جگہ تیم اول کی تاکید ہے اور ظاہر ہے کہ تاکید اور مؤکد دونوں ایک سی ہیں لہذا فاصلہ اجنبی کا نہ ہوا کہ اعتراض وارد ہو نیز کہہ سکتے ہیں کہ تیم اول عدی محذوف کی طرف مضاف ہے اور عدی مذکور اس حذف پر قرینہ ہے [illegible]

والنصبُ المضَافُ[۱] الیٰ یاءِ المتکلمِ یجوزُ فیہِ یَا غُلَامِیْ
(اربعۃ ۱۲) (بسکون الیاء ۱۲)

ویَا غُلَامِیَ ویَا غُلَامِ ویَا غُلَامَا ویَا لہاءِ[۲] وقفاً وقالوا[۳]
(بفتح الیاء ۱۲) (بحذف الیاء ۱۲) (بقلب الیاء الفاً ۱۲)

یَا اَبِیْ ویَا اُمِّیْ ویَا اَبَتِ ویَا اُمَّتِ فتحاً وکسراً وبالالف

دون الیاءِ ویَا ابنَ اُمِّ ویَا ابنَ عَمِّ خاصۃً[۴] مثل بابِ یا غلامی

وقالوا یَا ابنَ اُمَّ ویَا ابنَ عَمَّ وترخیمُ[۵] المنادیٰ جائزٌ
(بحذف الالف والاکتفاء بالفتح لکثرۃ الاستعمال وطول اللفظ وثقل التضعیف ۱۲)

فی غیرِہٖ ضرورۃً وہو[۶] حذفٌ فی اٰخرہٖ تحقیقاً وشرطہٗ[۷]
(المراد بہ الاسم)

(بقیہ صفحہ ۵۴ کا) یعنی یہ اصل میں یا تیم عدی تیم عدی تھا اول کو حذف کردیا گیا. پھر جاننا چاہئے کہ تیم ثانی ہر حال میں منصوب ہوگا اس لئے کہ وہ یا تو منادی مضاف کا تابع ہے یا خود مضاف تابع ہے. اور یہ دونوں صورتیں نصب کی ہیں پورا شعر یہ ہے ؎ یا تیم تیم عدی لا ابا لکم. لا یلقینکم فی سوءۃ عمر جب عمر تیمی نے جریر شاعر کی ہجو کا ارادہ کیا تو اس وقت جریر نے سامنے قبیلہ عدی کو خطاب کرکے ڈرایا اور کہا ایسا نہ ہو کہ عمر میری ہجو کرکے تم کو برائی میں ڈال دے ۱۲ صفحہ ۵۴ کا حاشیہ ختم ہوا ۱ے قولہ والمضاف الی یاء المتکلم الخ یعنی جو منادی کہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں چار صورتیں جائز ہیں اول یا کا فتحہ جیسے یا غلامیَ دوسرے اس کا سکون جیسے یا غلامیْ تیسرے یا کو حذف کرکے کسرہ پر اکتفا کرنا بشرطیکہ یا کے ماقبل کسرہ ہو ورنہ یا کا حذف جائز نہ ہوگا جیسے کہ یا تنادی میں یا کے

کسرہ نہ ہونے کے سبب یا کا حذف جائز نہیں حذف یا کی مثال جیسے یا غلام چوتھے یا کو الف سے بدل لینا جیسے یا غلاما ۱۲ ۲ے قولہ وبالہا وقفا یعنی منادی مضاف بیا متکلم پر وجوہ اربعہ مذکورہ بحالت وقف یا داخل ہوجاتی ہے تاکہ وقف اور وصل میں فرق ہوجائے پس یا غلامیہ وغلامہ ویا غلاماہ کہتے ہیں ۱۲ ۳ے قولہ وقالوا یا ابی ویا امی الخ یعنی عرب اپنے محاوروں میں علاوہ ان وجوہ کے جو یا غلامی میں جائز ہیں ابی اور امی میں خاص کر ان کے کثیر الاستعمال ہونے کے سبب دو وجہ اور زائد رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ یاء کو تاء سے بدل کر یا ابت یا امت کہتے ہیں تا کو موافق حرکت یا کے مفتوح یا مناسبت یا کی وجہ سے مکسور پڑھتے ہیں نیز تا کے بعد الف کو زائد کرکے یا ابتا ویا امتا کہتے ہیں اس وقت الف اور تاء دونوں عوض میں یاء کے ہونگے اور اس میں کوئی استحالہ نہیں اس لئے کہ جمع بین العوضین جائز ہے مگر چونکہ عوض اور معوض عنہ کا اجتماع ناجائز ہے اسلئے یاء کو زائد کرکے یا ابتی ویا امتی کہنا ناجائز ہوگا ۱۲ ۴ے قولہ ویا ابن امی ویا ابن عم میں باب غلامی کی طرح وجوہ اربعہ جائز ہیں اور ان وجوہ کے علاوہ بھی اہل عرب نے ان دونوں میں ایک وجہ اور زائد کی ہے جو کہ مضاف بیاء متکلم میں شاذ ہے اور وجہ یہ ہے مصنف کہتے ہیں وقالوا یا ابن ام وابن عم یعنی اہل عرب نے کثرت استعمال اور درازی لفظ اور ثقل تضعیف کی وجہ سے الف کو حذف کرکے فتح میم پر اکتفا کی ہے اور یا ابن ام کو جائز کیا پھر ان دونوں کا اختصاص وجوہ اربعہ کیا تھا باعتبار مضاف الیہ کے تھے کہ مضاف کے چنانچہ یا ابن اخ اور یا ابن خال میں وجوہ اربعہ ناجائز ہیں اور یا بنت ام اور یا بنت عم میں وجوہ اربعہ جاری کر سکتے ہیں ۱۲ ۵ے قولہ وترخیم المنادی جائز الخ مصنف یہاں سے ترخیم کو بیان کرتے ہیں اسلئے کہ وہ خصائص ندا سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ ترخیم منادی ہر حال میں جائز ہے خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو اور غیر منادی میں بوقت ضرورت شعریہ کے جائز ہے نثر کلام میں جائز نہیں کہ ندا تخفیف کا موضع ہے اور مقصود اس سے غیر ندا ہوتا ہے پس مناسب یہ ہے کہ جہاں تک ہو ندا سے جلد فارغ ہوکر مقصود میں مشغول ہوں ۱۲ ۶ے قولہ وہو حذف فی آخرہ ہو ضمیر مرفوع یا تو مطلق ترخیم کیطرف لوٹتی ہے یا ترخیم منادی کی طرف اگر اس ضمیر کا مرجع مطلق ترخیم ہو تو ضمیر مجرور آخرہ میں اس اسم کی طرف راجع ہوگی اور اس وقت یہ تعریف مطلق ترخیم کی ہوگی اور ترخیم منادی کی تعریف اس کے ضمن میں حاصل ہوگی ۷ے قولہ وشرطہ الخ یہاں سے مصنف رحمہ ترخیم منادی کی شرطیں بیان کرتے ہیں شرطہ کی ضمیر میں بھی باعتبار مرجع کے دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ترخیم منادی کیطرف راجع ہو دوسرے مطلق ترخیم کیطرف لیکن اس دوسری شکل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جو شرطیں اس جگہ بیان کی جارہی ہیں وہ ترخیم منادی کی ہیں مطلق ترخیم کی نہیں پس مطلق ترخیم الیہ ضمیر مجرور کا مرجع کیونکر ہے گی جواب یہ ہے کہ یہاں عبارت محذوف ہے اصل عبارت یہ تھی وشرطہ ای شرط ترخیم کان واقعاً فی المنادی ۱۲

(المنادی ۱۲)

ان لا یکون مضافا ولا مستغاثا ولا جملۃ ویکون اما

(المنادی ۱۲ ای شرط ان یکون)

علما زائدا علی ثلثۃ احرف واما بتاء التانیث فان

کان فی اخرہ زیادتان فی حکم الواحدۃ کاسماء و

(اسم کان ۱۲)

مروان او حرف صحیح قبلہ مدۃ وھو اکثر من اربعۃ احرف

(ای قبل ذلک الحرف ۱۲ — جملہ حالیہ ۱۲ — الاسم الذی ترخم ۱۲)

حذفتا وان کان مرکبا حذف الاسم الاخیر وان

(ترکیب الاضافی والاسنادی ۱۲)

۱؎ قولہ ان لا یکون مضافا یعنی ایک شرط یہ ہے کہ منادی مضاف نہ ہو اسلئے کہ مضاف ومضاف الیہ باعتبار معنی کے حکم میں کلمہ واحد کے ہیں یعنی جیسا کہ کلمہ واحد کے معنی بدون اسکے تمام اجزا کے ملائے ہوئے تمام نہیں ہوتے ایسے مضاف کے معنی بدون مضاف الیہ کے ملائے ہوئے تمام نہیں ہوتے پس معنی کے اعتبار سے یہ دونوں ایک کلمہ ہیں لیکن لفظ کے اعتبار سے دو کلمے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ دونوں پر دو اعراب جاری ہوتے ہیں پس ترخیم کہ ہمیشہ آخر کلمہ سے ہوتی ہے یہاں نہ ہو سکے گی اس لئے کہ اعتبار معنی کا تو اسکو مقتضی ہے کہ آخر مضاف الیہ سے حذف کریں اور اعتبار لفظ کا اس کو چاہتا ہے کہ مضاف کے آخر سے حذف کریں پس درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے ترخیم کرنے میں تعارض لازم آتا ہے اور چونکہ لازم ہے کہ اذا تعارضا تساقطا. لہذا ترخیم نہ مضاف سے ہوگی نہ مضاف الیہ سے ۱۲ ۲؎ قولہ ولا مستغاثا الخ یعنی منادی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ مستغاث نہ ہو اسلئے کہ منادی مستغاث میں درازی صوت مقصود ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے آخر میں الف زیادہ کرتے ہیں لہذا ترخیم نہیں کر سکتے اسلئے کہ حذف بالترخیم اس کے منافی ہے ۱۲ ۳؎ قولہ

ولا جملۃ الخ یعنی منادی مرخم جملہ بھی نہ ہونا چاہیئے اسلئے کہ جملہ جس وقت علم ہو مبنی ہوگا ورنہ قصہ غریب پر اس کی دلالت باقی نہیں رہے گی اور جب جملہ مبنی ہو تو اس میں ترخیم نہ کر سکیں گے ۱۲ ۴؎ قولہ ویکون اما علما زائدا الخ ماقبل ترخیم کی جو شرائط مذکور ہوئیں وہ سب عدمی تھیں اب یہاں سے اسکی وجودی شرطوں کا بیان ہے یعنی ترخیم منادی کی شرط یہ ہے کہ منادی علم ہو اور تین حرفوں سے زاید ہو نادہ اسلئے شرط ہے کہ ترخیم کی وجہ سے اس کی تخفیف مناسب ہے نیز بوجہ مشہور ہونے علم کے ما بقی کی دلالت ما القی پر ہو سکتی ہے رہا تین حرفوں سے زاید ہونا وہ اسلئے شرط ہے کہ ترخیم کے بعد اسم معرب اپنے اقل وزن یعنی تین حرف پر باقی رہے گا ۱۲ ۵؎ قولہ واما بتاء التانیث یعنی اگر منادی علم نہ ہو تو اس کی ترخیم کیلئے شرط یہ ہے کہ تاء تانیث کے ساتھ متلبس ہو اگرچہ بعد حذف تا کے دو حرف ہی باقی رہیں جیسے ثبۃ کلاکی ڈنڈ ۱۲ اور وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں کلمہ کا دو حرفوں پر باقی رہنا ترخیم کی وجہ سے نہیں بلکہ باوجود تا کے بھی یہ کلمہ تین حرفوں سے کم رہتا ہے اس کے کہ تا دوسرا کلمہ ہے پس اس کا اعتبار نہ ہوگا ۱۲ ۶؎ قولہ فان کان فی اخرہ الخ مصنف رحمہ جب جب کہ شرائط ترخیم سے فارغ ہو گئے تو اب بیان سے مقدار محذوف کو بیان کرتے ہیں کہ ترخیم کے سبب کیا ہوگی چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر منادی کے آخر میں ایسے دو حرف زائد ہوں کہ جس کی زیادتی ایک ساتھ ہونے کے سبب حکم میں ایک حرف کے ہو جیسے اسما اور مروان کہ دونوں میں دو دو حرف کی زیادتی ایک ساتھ ہوتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ اسما میں یہ زیادتی تانیث کیلئے اور مروان میں تذکیر کیلئے ہے تاہم دونوں میں جب کہ دو دو حرف کی زیادتی ایک ساتھ ہوئی ہے تو ترخیم کرتے وقت ہر ایک سے یہ دونوں حرف محذوف ہو جائیں گے اور یا اسم یا مرو کہیں گے اسی طرح اگر منادی کے آخر میں حرف صحیح ہو اور ماقبل اس کے مدہ یعنی الیسا حرف علت ہو کہ جس کے ماقبل کی حرکت اسکے ہمجنس ہے پس اس صورت میں بھی ترخیم کرتے وقت آخر سے دو حرفوں کو حذف کر دیا جائیگا بشرطیکہ اسم چار حرفوں سے زاید ہو جیسے عمارؒ منصورؒ مسکین کہ ان میں سے ہر ایک میں ترخیم کے وقت دو حرف محذوف ہو جائیں گے ایک حرف صحیح دوسرا مدہ اس لئے کہ اگر فقط حرف صحیح کو حذف کریں اور مدہ کو باقی رکھیں تو صلت علی الاسد بلت عن النقد شیر پر تو نے حملہ کیا اور بکری سے بشاب کر دیا کی مثل صادق آئیگی پس لامحالہ حرف صحیح کیساتھ مدہ زائدہ کو حذف کرنا ہوگا اسس لئے کہ وہ اولی بالحذف ہے پھر اسجگہ چار حروف سے زیادہ ہونے کی شرط اسلئے لگائی ہے کہ بعد حذف کرنے دو حرفوں کے کلمہ اقل ابنیۂ اسم معرب پر باقی رہے ۱۲ ۷؎ قولہ وان کان مرکبا الخ یعنی اگر منادی مرخم مرکب ہو اور یہ ترکیب اسنادی اور اضافی نہ ہو تو اسم کے اخیر کو حذف کریں گے یہ اس لئے کہ مرکب حکم میں کلمہ واحدہ کے ہے پس اسم ثانی کو کہ بمنزلہ حرف اخیر کے ہے حذف کر دیا جائے گا ۱۲ ۸؎ قولہ وان کان غیر ذالک فحرف واحد یعنی جبکہ منادی اقسام ثلثہ مذکورہ میں سے کوئی قسم نہ ہو تو محذوف عند الترخیم ایک حرف محذوف ہوگا جیسے یا خالد کہ یہاں بوقت ترخیم دال کو حذف کر کے یا خال کہتے ہیں ۱۲

جو الپس تعلیل دینا میں اس کے ساتھ منادی مستقل کا معاملہ کرتے ہیں چنانچہ یا حارث میں یا حار (بضم را) کہتے ہیں اس لئے کہ وہ منادی مفرد معرفہ ہے پس مبنی علی الضم ہوگا اور یا ثمود میں یا ثمی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اسماء متمکنہ میں سے ایک اسم ہے اور اس کے آخر میں واو و ماقبل اس کے ضمہ ہے پس بقاعدہ صرفی واؤ کو یا سے بدلیں گے اور ضمہ کو کسرہ سے اسی طرح یا کروین یا کرا کہیں گے اس لئے کہ اس میں واو متحرک ماقبل مفتوح ہے پس باقاعدہ قال واؤ کو الف سے بدل لیں گے ۱۲ سے قولہ وقد استعملوا صیغۃ النداء الخ کبھی صیغہ ندا کو مندوب میں استعمال کرتے ہیں اور مراد صیغہ ندا سے اس جگہ یا ہے نہ کوئی دوسرا حرف ندا اسلئے کہ تمام حروف ندا میں وہ زیادہ مشہور ہے لہذا مناسب یہی ہے کہ اس کو وسعت دی جائے کہ غیر منادی میں بھی اس کا استعمال کیا جائے ۱۲ سے قولہ وہو المتفجع علیہ الخ یعنی مندوب وہ ہے کہ جس پر یا وا کے ساتھ گریہ کیا جائے جیسے یا زیداہ

ازواویلاہ ۱۲ سے قولہ واختص بوا الخ یعنی مندوب کا صرف ایک صیغہ ہے جو مندوب کیساتھ خاص ہے منادی میں اس کا استعمال نہیں ہوتا اور وہ لفظ وا ہے اب یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مصنف نے اول تو یہ فرمایا کہ صیغہ ندا کو مندوب میں استعمال کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مندوب وا کے ساتھ خاص نہیں پھر فرمایا کہ مندوب وا کے ساتھ مختص ہے بدون وا کے نہیں پایا جاتا پس دونوں کلام میں تناقض ہے جواب یہ ہے کہ اصل تو با اختصاص میں یہ ہے کہ وہ مختص بہ پر داخل ہو مگر کبھی مختص پر بھی داخل ہو جاتی ہے جیسے خصصت فلانا بالذکر کہ یہاں با مختص پر داخل ہے اور یہ معنی ہیں کہ ذکر بدون فلاں کے نہیں پایا جاتا پس ہو سکتا ہے کہ قول مصنف واختص بوا میں با مختص پر داخل ہو اور یہ معنی ہوں کہ وا بدون مندوب کے نہیں پایا جاتا اسلئے کہ یہ معنی اس وقت تک ہوتے ہیں جب کہ با مختص بہ پر داخل ہو اور رہا با کا مختص پر داخل ہونا اس جگہ ٹھیک نہیں ورنہ محذور لازم آجائیگا اور کلام مصنف معیب عبارت سے بری نہ ہوگا ۱۲ سے قولہ وحکمہ الخ یعنی مندوب کا حکم اعراب دینا میں مثل حکم منادی کے ہے یعنی جیسا کہ منادی مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے علی ہذا القیاس ۱۲ مندوب کا حکم ہے ۱۲ سے قولہ ولک زیادۃ الالف الخ یعنی درازی صوت کیلئے مندوب کے آخر میں الف کا زیادہ کرنا بھی جائز ہے اسلئے کہ ندبہ میں درازی صوت مطلوب ہوتی ہے اور الف کے بڑھانے سے درازی صوت حاصل ہو جاتی ہے ۱۲ سے قولہ فان خفت اللبس الخ یعنی جب مندوب کے آخر میں الف کے زیادہ کرنے سے التباس پیدا ہوتا ہو تو اس وقت اسکو اس حرف سے بدل لیں گے کہ جو آخر مندوب کی حرکت کی مجانس ہے

كانَ غيرَ ذٰلكَ فحرفٌ واحدٌ وهو في حكمِ الثابتِ (الموجود ۱۲)

على الاكثرِ فيقالُ يا حارِ ويا ثمو ويا كرا وقد يجعل (بكسر الراء ۱۲ — باثبات الواو — معاملۃ الاسم المستقل)

اسماً برأسِهٖ فيقالُ يا حارُ ويا ثمي ويا كرا وقد استعملوا (اى العرب ۱۲)

صيغةَ النداءِ في المندوبِ هو المتفجَّعُ عليه بيا او وا و (اى المندوب ۱۲)

اختُصَّ بوا وحكمُهٗ في الاعرابِ والبناءِ حكمُ المنادى (مبتدا ۱۲)

ولكَ زيادةُ الالفِ في آخرِهٖ فانْ خفتَ اللبسَ (جاز لک)

قلتَ وا غلامَكِيهْ وا غلامَكُمُوهْ

لے قولہ وہو فی حکم الخ ثابت الخ یعنی منادی مرخم ترخیم کے بعد اکثر استعمال عرب میں حکم میں ثابت کے ہے گویا کہ محذوف اس کے آخر میں ہے پس محذوف سے پیشتر کا حرف ترخیم سے پہلے جس حالت پر تھا اسی حالت پر باقی رہے گا مثلاً یا حارث میں یا حار اور یا ثمود میں یا ثمو اور یا کروان میں یا کرو کہیں گے مزید کوئی تصرف نہ کریں گے ۲ے قولہ وقد یجعل اسما برأسہ الخ کبھی منادی مرخم کو بمنزلہ اسم مستقل کے کرتے ہیں گویا کہ اس سے کوئی حرف محذوف نہیں

مثلاً جب ہم کسی مؤنث مخاطبہ کے غلام کا ندبہ کریں گے تو واغلامکیہ کہیں گے اس لئے کہ اس صورت میں اگر اس کے آخر میں الف زیادہ کریں گے واغلامکاہ ہوگا تو اس سے مذکر مخاطب کے غلام کے ندبہ سے التباس پیدا ہو جائیگا پس اس الف کو کسرہ کاف کی مناسبت سے یا کیساتھ بدل لیں گے اور واغلامکیہ کہیں گے علی ہذا القیاس جب ہم جمع مذکر مخاطب کے غلام کا ندبہ کرنا چاہیں تو واغلامکموہ کہیں گے اس لئے کہ اس صورت میں اگر الف کو زیادہ کر کے واغلامکماہ کہیں گے تو تثنیہ مخاطب کے غلام کے ندبہ کیساتھ التباس پیدا ہو جائیگا پس لامحالہ مناسبت ضمہ کیوجہ سے اس کے ساتھ الف کی بجائے واو کو ملائیں گے ۱۲

موصوف اور صفت کے کہ وہ دونوں دو مستقل کلمے ہیں بیانؔ موصوف بدون صفت کے تام ہو جاتا ہے لہٰذا صفت کے آخر میں علامت مندوب کا الحاق درست نہ ہوگا پس یونس کا قیاس مع الفارق ہے پھر دوسرا استدلال یونس نے اپنے دعوے پر کیا کہ ایک اعرابی کے دو پیالے گم ہو گئے تھے اس نے ان الفاظ سے ندبہ کیا کہ واجمجمتی الشامیتیاہ جائے میرے شامی دو بڑے پیالے کہا پس معلوم ہوا کہ علامت مندوب کا الحاق صفت کے آخر میں جائز ہے پس اس کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ اعرابی کا یہ قول شاذ اور لغت غیر نصیحہ ہے قابل احتجاج نہ ہوگا ۱۲ ﮧ۵ قولہ ویجوز حذف حرف النداء الخ یعنی بوقت قائم ہونے قرینہ کے حرف نداء کا منادی سے حذف کرنا جائز ہے مگر جب منادی اسم جنس ہو تو اس وقت حرف ندا کا حذف کرنا جائز نہیں ہے اور مراد اسم جنس سے یہ ہے کہ ندا سے پہلے نکرہ ہو عام اس سے کہ ندا سے معرفہ ہو گیا ہو جیسے یا رجل یا نکرہ ہی رہے جیسے یا رجلاً اور وجہ یہ ہے کہ اسم جنس کی ندا مثل علم کے کثیر الاستعمال نہیں پس اگر ہم اسم جنس سے حرف ندا کو حذف کریں گے تو ذہن اسکی منادی ہونے کیطرف سبقت نہیں کرے گا ایسے ہی منادی اسم اشارہ ہو تو اس سے حرف ندا کو حذف کردیں گے تو ذہن اس کی منادی ہونے کیطرف سبقت نہیں کریگا ایسے ہی جب منادی اسم اشارہ تو اس سے حرف ندا کا حذف کرنا جائز نہ ہوگا اس لئے کہ وہ ندرت ندا میں مثل اسم جنس کے ہے اسی طرح جب منادی مستغاث اور مندوب ہوگا تو اس سے حرف ندا کو حذف نہ کیا جائے گا اسلئے کہ ان دونوں میں درازی آواز کی مطلوب ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے ۱۲ ﮧ۶ قولہ یوسف اعرض عن ہذا اصل میں یا یوسف اعرض عن ہذا تھا یا حرف یہ حرف ندا کو مقدر نہ مانیں گے تو یوسف کا یہ ہے کہ اگر یوسف سے پیشتر یا حرف ندا کو مقدر نہ مانیں گے تو یوسف مبتدا اور اعرض الخ اس کی خبر ہوگی حالانکہ اعرض عن ہذا خبر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ انشا ہے اور انشا کو بلا تاویل خبر بنانا درست نہیں معلوم ہوا کہ یوسف سے پہلے حرف ندا محذوف ہے ۱۲ ﮧ۷ قولہ وایہا الرجل وایہذا الرجل کہ یا حرف ندا کو حذف کردیا گیا اور قرینہ حذف کا یہ ہے کہ ایہا اور ایہذا کو اس منادی پر لاتے ہیں جو کہ معرفہ باللام ہے تاکہ اجتماع دو آلہ تعریف کا لازم نہ آئے ورنہ انکے ذکر کرنے کی حاجت نہ ہوگی پس معلوم ہوا کہ ان سے پہلے حرف ندا محذوف ہے اور یہ منادی پر داخل ہے ۱۲ ﮧ۸ قولہ وشذ اصبح لیل یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ مصنف کے کلام سے تو یہ معلوم ہے کہ اسم جنس سے حرف ندا کا حذف جائز نہیں اور اس کلام سے اس کا خلاف ثابت ہے جیسا کہ امثلہ مذکورہ میں اسمار جنس سے حرف ندا کو حذف کیا گیا ہے پس مصنف کے نزدیک اس کا کیا جواب یہ ہے کہ ان مثالوں میں حرف ندا کا حذف شاذ ہے قیاس کے مطابق نہیں قولہ اصبح لیل اصل میں اصبح یا لیل تھا یعنی اے رات تو صبح ہو جا اس کو امرأ القیس کی زوجہ ام جندب نے اس وقت کہا تھا جب کہ وہ امرأ القیس کی صحبت سے متنفر ہو گئی ہے اور سبب اس تنفر کا امرأ القیس کی بعض نا زیبا خصائل تھیں نہ کہ اس کا عجمی ہونا ہے کیونکہ ایسے شخص سے جس کو اشعر الشعراء اور ملک الشعرا کا خطاب دیا گیا ہو اور فصاحت و بلاغت میں اس کو افصح الشعرا تسلیم کرتے ہوں مستبعد ہے کہ وہ اطفیٔ السراج کی جگہ اقتلی السراج کہے اور اسکی اہلیہ یسن کر تمام رات روتی رہے اور اصبح لیل کہے ۱۲

ولكَ ﮧ۱ الهاءُ في الوقف ولا يندبُ ﮧ۲ إلّا المعروفُ

ضمیر راجع است بمند　دبیکہ بر عدم او تفجع باشد چہ در مندیکہ وجود او تفجع بود تعریف شرط نیست فیقال واحسرتاہ واویلاہ ۱۲

فلا يقالُ ﮧ۳ وارجلاه وامتنع وازيدُ الطويلاه ﮧ۴ خلافًا

بے با لحاق الالف بصیغۃ المندب ۱۲　خالف خلافا

ليونسَ ويجوزُ ﮧ۵ حذفُ حرفِ النداءِ إلّا معَ اسمِ

بشرطیکہ گریا باشد زیرا کہ حذف باقی حروف ندا جائز نیست ۱۲

الجنسِ والإشارةِ والمستغاثِ والمندوبِ ونحو يوسفُ ﮧ۶

اے یا یوسف　است بقرینہ ضم آن حرف ندا محذوف یا بقرینہ اعرض ۱۲

أعرِضْ عن هذا وأيُّها ﮧ۷ الرجلُ وشذّ ﮧ۸ أصبِحْ ليلُ

ﮧ۱ قولہ ولک الہاء الخ یعنی حالت وقف میں ان تمام　کے بعد ہا کا زیادہ کرنا بھی جائز ہے ۱۲ ﮧ۲ قولہ ولا یندب الا المعروف الخ یعنی ندبہ صرف معروف اور مشہور شخص کا ہوتا ہے مجہول اور غیر معروف شخص کا نہیں ہوتا اسلئے کہ سامعین مندوب کے معروف و مشہور ہونے کی صورت میں ندبہ کرنے والے کو اس کے گریہ و بکا میں معذور خیال کریں گے مندوب کے مجہول اور غیر معروف ہونے کی صورت میں ندبہ کرنے والے کا مسخرہ اور مذاق اڑائیں گے ۱۲ ﮧ۳ قولہ فلا یقال وارجلاہ یعنی چونکہ ندبہ ہمیشہ معروف اور مشہور شخص کا ہوتا ہے لہٰذا وارجلاہ نہ کہا جائے گا ۱۲ ﮧ۴ قولہ وامتنع وازیدا الطویلاہ الخ یعنی جمہور کے نزدیک صفت کے آخر میں علامت مندوب کا الحاق ناجائز ہے بخلاف یونس کے کہ وہ اسکو جائز کہتا ہے اور یہ استدلال کرتا ہے کہ جب علامت مندوب کا الحاق مضاف الیہ کے آخر میں باوجود مضاف اور مضاف الیہ کے مغایر کے جائز ہے تو اس کا الحاق صفت کے آخر میں جو کہ عین موصوف ہے بطریق اولی جائز ہوگا اور جمہور کہتے ہیں کہ چونکہ مضاف بدون مضاف الیہ کے تام نہیں ہوتا لہٰذا وہ دونوں بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہیں اور علامت مندوب کا الحاق مضاف الیہ کے آخر میں صحیح ہے بخلاف

مواضع میں سے کہ جہاں مفعول بہ کے ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے یعنی وہ مفعول بہ کہ جس کے عامل کو اس شرط پر حذف کیا گیا ہو کہ اس کے عامل کی تفسیر آگے آ رہی ہے شریطۃ اور شرط دونوں کے ایک معنی ہیں اور شریطۃ التفسیر میں اضافت بیانیہ ہے ای علی شریطۃ ہی التفسیر پھر عامل کا حذف اسجگہ پر اس لئے ضروری ہے کہ اگر حذف نہ کریں گے تو اجتماع دمفسر لازم آئے گا اور وہ علی الاطلاق جائز نہیں ۱۲ ۵ قولہ وہو کل اسم الخ یہاں سے ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کی تعریف کا بیان ہے یعنی ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر وہ اسم ہے کہ جس کے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل ہو کہ وہ اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اسم میں عمل نہ کرتا ہو اور اگر اس فعل یا شبہ فعل یا اس کے مناسب کو اس اسم پر مسلط کریں یعنی ضمیر اسم یا اس کے متعلق کو حذف کر کے فعل یا شبہ فعل کا اس اسم کو معمول

وافتد[1] مخنوق واطرق[2] کرا وقد[3] یحذف المنادی
لقیام قرینۃ جوازاً مثل الایا اسجدوا والثالث[4]
ای یا قوم اسجدوا ۱۲
ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر وھو[5] کل اسم
من المواضع التی یجب حذف ناصب المفعول بہ فیہ ۱۲　　ای علی شریطۃ التفسیر لیحذف ۱۲
بعدہ فعل او شبہہ مشتغل عنہ بضمیرہ او
متعلقہ[1] لو سلط[2] علیہ ہو[3] او مناسبہ لنصبہ

[1] قولہ وافتد مخنوق کہا جاتا ہے کہ سلیک بن سلکہ چت لیٹا ہوا سو رہا تھا ایک شخص اس کے پاس ہو کر گذرا اور اس کا گلا گھونٹ کر کہنے لگا افتد مخنوق یعنی ای مخنوق (گلا گھونٹے ہوئے) اپنے مال سے کچھ مجھے دے تاکہ میں تجھ کو چھوڑ دوں ۱۲ [2] قولہ اطرق کرا ای اطرق کروان یہ اصل میں ایک منتر ہے جب کروان پرندے کا شکار کرتے ہیں تو کہتے ہیں اطرق کرا الطرق کرا ان النعامۃ فی القری یعنی اے کروان تو اپنے سر کو جھکا لے تحقیق شتر مرغ جو تجھ سے بڑا ہے گاؤں میں ہے پس تو کب چھوٹ کر جا سکتا ہے کہتے ہیں کہ اس منتر کو پڑھے جانے کے بعد کروان اتر آتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ کروان مشابہ بط کے ایک پرندہ ہے جو رات کو نہیں سوتا پھر جاننا چاہیے کہ اطرق کرا میں دو شذوذ پائے جاتے ہیں ایک اسم جنس سے حرف ندا کا حذف کیا دوسرے غیر علم کی ترخیم ۱۲ [3] قولہ وقد یحذف المنادی الخ یعنی کبھی منادی کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے الایا اسجدوا ای الایا قوم اسجدوا پس یہاں قوم منادی کو حذف کر دیا گیا اور قرینہ اس حذف کا یہ ہے کہ یا حرف ندا فعل پر داخل ہے اور فعل پر حرف ندا کا داخل ہونا ممتنع ہے [4] قولہ والثالث ما اضمر عاملہ الخ یعنی تیسرا موضع ان

بنائیں تو وہ اس اسم کو نصب دیدے اب ما اضمر عاملہ الخ کی تعریف کے بعد اس کے فوائد قیود سنئے بعدہ فعل او شبہہ کہنے سے اس اسم سے احتراز ہے کہ جس کے بعد فعل یا شبہ فعل نہیں ہے جیسے ہذا زید ہ و زید ابوک اور مشتغل عنہ بضمیرہ او متعلقہ کہنے سے اس اسم سے احتراز ہے کہ جس میں یہ فعل یا شبہ فعل عامل ہے جیسے زیداً ضربت اور واما السائل فلا تنہر او لو سلط علیہ ہو او مناسبہ لنصبہ سے وہ اسم خارج ہے جو بعد مسلط کرنے فعل یا شبہ فعل کے منصوب نہیں ہوتا جیسے زید ضربت اسلئے کہ اگر اس جگہ فعل کو مسلط کریں گے تو زید معمول بلکہ فاعل ہوگا اور اسپر نصب نہیں آئیگا پھر جاننا چاہیے کہ فعل یا شبہ فعل کا عدم عمل اس اسم میں صرف ضمیر اسم یا اسکے متعلق میں عمل کرنے کیوجہ سے ہو نہ کہ کسی اور وجہ سے پس وہ صورت اس سے خارج ہو جائے گی کہ جس میں سوائے اس وجہ کے کسی اور وجہ سے وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم میں عمل نہیں کرتا جیسے زید ضربتہ کہ یہاں ضربتہ کا عدم عمل زید میں صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ ضمیر زید میں عمل کرتا ہے بلکہ اس کا زید میں عمل نہ کرنا اسلئے ہے کہ زید مرفوع ہے اور اس میں معنی ابتدا کے عامل ہیں ۱۲ (فائدہ) اور اوپر گذر چکا ہے کہ ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر میں یہ شرط ہے کہ جو فعل یا شبہ فعل کہ اس اسم کے بعد واقع ہے وہ بوجہ اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کے اسم میں عمل نہ کرتا ہو اور یہ کہ جب اس فعل یا شبہ فعل کو اسم پر مسلط کریں تو وہ اسکو نصب دیدے پس اسجگہ خواہ فعل کو اسم پر مقدم کریں یا شبہ فعل کو عقلاً بارہ صورتیں پیدا ہوتی ہیں اسلئے کہ جب فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کیوجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کریگا تو اس صورت میں عین فعل کو مقدم کیا جائیگا یا اس کے مناسب مرادف کو یا

اس کے مناسب لازم کو ایسے ہی جب شبہ فعل ضمیر اسم میں عمل کرنیکی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرے گا تو اس میں بھی تین صورتیں پیدا ہوتی ہیں علی ہذا القیاس جب فعل یا شبہ فعل متعلق اسم میں عمل کرنیکی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو تو اس جگہ بھی ہر ایک کی یہی تین صورتیں پیدا ہوتی ہیں اور مجموعہ ان تمام کا ۱۲ صورتیں ہیں لیکن ان میں چار صورتیں مقصود نہیں اسلئے کہ جب فعل یا شبہ فعل متعلق اسم میں عمل کرنیکی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرے تو اس جگہ بجز فعل یا شبہ فعل کے مناسب لازم کے مسلط کرنیکے اور کوئی صورت نہیں پس آٹھ صورتیں باقی رہتی ہیں جن کی طرف مصنف رح اپنے قول نحو زیداً الی آخرہ الخ سے اشارہ فرماتے ہیں ۱۲

مثل زیداً ضربتہ[۱] وزیداً مررت بہ[۲] وزیداً ضربت غلامہ[۳] وزیداً حبست علیہ[۴] ینصب بفعلٍ مضمرٍ[۵] یفسرہ ما بعدہ ای ضربت وجاوزت واہنت ولابست مختار الرفع[۶] بالابتداء عند عدم قرینۃ خلافہ او عند وجود اقوی منہا کاما مع غیر الطلب واذا للمفاجاۃ

[۱] قولہ نحو زیداً ضربتہ یہ اس فعل کی مثال ہے کہ جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کرتا اور جب اس فعل کو اس اسم پر مسلط کریں تو یہ اس کو نصب دیگا جیسے ضربت زیداً ۱۲ [۲] قولہ وزیداً مررت بہ یہ اس فعل کی مثال ہے۔ جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کیوجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کرتا اور جب اس اسم پر فعل مذکور کے مناسب مرادف کو مسلط کریں گے تو وہ اس کو نصب دیگا جیسے جاوزت زیداً اسلئے کہ مررت با کے ساتھ متعدی ہونے کے بعد جاوزت کے معنی میں ہے لیکن جب اس جگہ بعینہ فعل مذکور کو مذکور کریں تو اس اسم پر نصب نہ آئے گا اس لئے کہ فعل مذکور مسلط کرنے کی دو صورتیں ہیں یا تو با کے ساتھ اس کو مقدم کرنے کے یا بدون با کے اگر با کے ساتھ مقدم کریں تو اسم پر بجائے نصب کے جر آئیگا اور بدون با کے فعل مذکور لازم آئیگا مفعول نہیں چاہتا کہ نصب دے ۱۲ [۳] قولہ وزیداً ضربت غلامہ مثال اس فعل کی ہے کہ جو متعلق اسم میں عمل کرنے کیوجہ سے اس اسم سے بے پرواہ ہے اور جب فعل مذکور کے مناسب باللزوم کو اس پر مسلط کیا جائے گا تو وہ اسکو نصب دیگا ای اہنت زیداً اسلئے کہ عرفاً ضرب غلام کیساتھ مقدم کریں تو مقصود فوت ہو جائیگا ۱۲ [۴] قولہ وزیداً حبست علیہ

یہ مثال اس فعل کی ہے کہ جو ضمیر اسم میں مشغول ہونے کیوجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کرتا اور جب اسم مذکور پر فعل مذکور کے مناسب لازم کو مسلط کریں گے تو وہ اس کو نصب دے گا ای لابست زیداً اس لئے کہ زید پر کسی کا محبوس ہونا اسکی ملابست کو مستلزم ہے پھر یہاں عین فعل کی تسلیط سے نصب نہیں آسکتا اس لئے کہ اگر اس کو علی کے ساتھ مقدم کرینگے تو وہ مجرور ہوگا اور بدون علی کے مقدم کریں تو مفعول نہ ہوگا اس لئے کہ ضمیر حبست کی اس کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے ۱۲ [۵] قولہ ینصب بفعل مضمر الخ یعنی زید امثلہ مذکورہ میں اس فعل مقدر کیوجہ سے منصوب ہے کہ جس کی تفسیر مابعد کا فعل کر رہا ہے یعنی ضربت اور مررت اور لابست جاوزت واہنت ایسے ہی شبہ فعل کی تقدیم سے نصب آتا ہے جیسے انا ضارب زیداً ضاربہ اور زیداً انا مارٌ بہ یہاں مناسب یا مترادف کی تقدیم سے نصب آتا ہے ای انا مجاوز زیداً اور زیداً انا ضارب غلامہ اس میں مناسب باللزوم کی تقدیم سے نصب آتا ہے ای انا مہین زیداً وانا محبوس علیہ اس میں مناسب باللزوم کی تقدیم سے نصب آتا ہے ای انا ملابس زیداً پہلی تین مثالوں میں شبہ فعل ضمیر اسم میں عمل کرنیکوجہ سے اسم میں عمل نہیں کرتا ۱۲ [۶] قولہ مختار الرفع الخ یہاں سے ما اضمر علی شریطۃ التفسیر کی فروع کثیرہ کا بیان ہے کہ اسم عاملہ ہو یا بادی النظر میں اس پر ما اضمر عاملہ کی تعریف صادق آئے وہ پانچ صورتیں یہ ہیں (۱) اختیار رفع (۲) اختیار نصب (۳) وجوب رفع (۴) وجوب نصب (۵) تساوی رفع اور نصب یاد رکھو کہ رفع کے مختار ہونیکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس اسم کا مرفوع ہونا بسبب ابتدا کے صحیح ہو اور رفع کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ مرجحہ نہ پایا جائے جیسے زید ضربتہ دوسرے اگرچہ رفع اور نصب دونوں کا قرینہ پایا جاتا ہے لیکن رفع کا قرینہ مرجح نصب کے قرینہ مرجح سے اقوی ہے اور یہ دونوں میں ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اما اسم مذکور پر داخل ہو اور وہ اسم ایسے فعل کیساتھ مقارن ہو کہ اس میں طلب کے معنی نہیں پائے جانے مطلب یہ کہ اما کے بعد جملہ انشائیہ نہ ہو بلکہ جملہ خبریہ ہو جیسے ضربت زیداً او اما زیداً اما عمراً فاکرمتہ پس اس جگہ جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر عمر کے نصب کا قرینہ ہے اور دونوں میں رفع کا قرینہ اقوی ہے اسلئے کہ اما کے بعد اکثر مبتدا واقع ہوتا ہے بخلاف عطف کے کہ وہ نصب کا اقوی قرینہ نہیں اسلئے کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر بھی بکثرت کلام میں پایا جاتا ہے نیز رفع کی صورت میں چونکہ حذف سے سلامتی ہوتی ہے اس لئے اس سے بھی قرینہ نصب پر ترجیح ہے پھر یہاں اما کے ساتھ غیر طلب کی قید اسلئے لگائی ہے کہ جب اما کے بعد جملہ انشائیہ ہوگا تو اس صورت میں نصب مختار ہوگا جیسے اما زیداً فاضربہ اس لئے کہ اسوقت رفع زید کی صورت میں طلب یعنی اضرب کا خبر ہونا لازم آئیگا اور یہ بدون تاویل کے درست نہیں باقی رہا قرینہ رفع کے اقوی ہونیکا دوسرا موضع سو وہ اذا مفاجاتیہ ہے جب کہ اسم مذکور پر داخل ہو اسلئے کہ یہ استعمال میں اکثر جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے خرجت فاذا زید یضرب عمراً نیز اس میں سلامت عن الحذف ہے پس یہ رفع کا قرینہ مرجح ہے اس صورت میں رفع مختار ہوگا ۱۲ محمد مشیت اللہ

وَيُخْتَارُ[۱] **النَّصْبُ بِالْعَطْفِ عَلٰى جُمْلَةٍ فِعْلِيَّةٍ لِلتَّنَاسُبِ وَبَعْدَ**[۲] **حَرْفِ النَّفْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ**[۳] **وَاِذَا الشَّرْطِيَّةِ**[۴] **وَحَيْثُ**

نحو ما زیدا ضربتہ ۱۲　　نحو ازیدا ضربتہ ۱۲

وَفِي الْاَمْرِ[۵] **وَالنَّهْيِ اِذْ هِيَ**[۶] **مَوَاقِعُ الْفِعْلِ وَعِنْدَ**[۷] **خَوْفِ لَبْسِ**

عطف علی قولہ فی الامر والنہی ۱۲

الْمُفَسِّرِ بِالصِّفَةِ مِثْلُ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ

۱ قولہ ویختار النصب الخ یعنی اسم مذکور میں چند جگہ ایسی ہیں کہ جن میں نصب مختار ہوتا ہے ان میں سے یہ ایک ہے کہ اس جملہ کا جس میں یہ اسم واقع ہے جملہ فعلیہ متقدمہ پر عطف ہو جیسے ضربت زیدا وعمرا اکرمتہ پس اس صورت میں نصب مختار ہوگا تاکہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تناسب حاصل ہوجائے ۱۲ ۲ قولہ وبعد حرف النفی یہ نصب کے مختار ہونے کا دوسرا موضع ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب اسم مذکور حرف نفی کے بعد واقع ہوگا تو اس میں نصب مختار ہوگا حرف نفی سے مراد ما ولا وان نافیہ ہیں لم ولما ولن نہیں جیسے ما زیدا ضربتہ اور اس جگہ جواز رفع کے ساتھ نصب اس لئے مختار ہے کہ نفی حقیقت میں مضمون فعل کی ہوتی ہے پس فعل کو اس چیز کے متصل کرنا اولی ہے جو کہ مضمون فعل کی نفی کرتی ہے ۳ قولہ وحرف الاستفہام الخ یعنی نصب کے مختار ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے ازیدا ضربتہ اس لئے کہ حرف استفہام کا داخل ہونا فعل پر اولی ہے اور وجہ اس کی وہی ہے جو کہ حرف نفی میں گذری پھر یہاں حرف استفہام اس لئے کہا کہ بعد اسم استفہام کے رفع مختار ہے اور خاص ہمزۃ استفہام کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ یہ حکم ہل کو بھی شامل ہے جیسے ہل زیدا ضربتہ ۱۲ ۴ قولہ واذا الشرطیۃ وحیث یعنی جب کہ اسم مذکور اذا شرطیہ یا حیث کے بعد واقع ہو تو ان دونوں صورتوں میں بھی نصب مختار ہوگا اور وجہ یہ ہے اذا شرطیہ مجازات زمانی پر دلالت کرتا ہے جیسے اذا زیدا تلقہ فاکرمہ یعنی جب تو زید سے ملاقات کرے تو اس کی تعظیم کر اور حیث مجازات مکانی پر جیسے حیث زیدا تجدہ فاکرمہ یعنی جس جگہ تو زید کو پائے اس کا اکرام کر

پس اذا شرطیہ کا دخول فعل پر اولی ہے کیونکہ اس میں معنی شرط کے ہیں اور شرط کیلئے فعل مقدر ہوگا اور جب فعل مقدر ہو تو نصب اولی ہوگا اور حیث کے بعد نصب کا مختار ہونا اسلئے ہے کہ اس کی مشابہت جملہ پر داخل ہونے اور معنی شرط میں اذا کے ساتھ ہے ۱۲ ۵ قولہ وفی الامر والنہی یعنی اسم مذکور جب امر ونہی کے قبل واقع ہو جیسے زیدا اضربہ وزیدا لا تضربہ تو اس جگہ بھی نصب مختار ہوگا اسلئے کہ اسم مذکور رفع کی صورت میں مبتدا ہوگا اور یہ امر ونہی اس کی خبر ہونگے مگر چونکہ امر ونہی انشاء ہیں لہذا انکے خبر ہونے کی حالت میں تاویل کی ضرورت ہوگی مثلا جب زید اضربہ یا زید لا تضربہ کہیں گے تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی زید مقول فی حقہ اضربہ یا زید مقول فی حقہ لا تضربہ اور ظاہر ہے کہ یہ تقدیر مستبعد ہے پس نصب تقدیر فعل کے ساتھ اولی ہوگا ۶ قولہ اذ ہی مواقع الفعل ضمیر مرفوع منفصل ہی حرف نفی اور استفہام اور اذا شرطیہ اور حیث کی طرف راجع ہے یعنی یہ کلمات مذکورہ مواقع فعل کے ہیں یعنی ان کے بعد فعل کا واقع ہونا اولی ہے پس اگر اسم مذکور کو نصب دیں تو فعل مقدر ہوتا ہے اور رفع دیں تو اسم مقدر ہوتا ہے لہذا نصب مختار ہوگا تاکہ حرف نفی اور استفہام وغیرہ کی رعایت ہوسکے ۱۲ ۷ قولہ عند خوف لبس المفسر الخ یعنی اور ایسے ہی نصب مختار ہے اس وقت جب کہ رفع پڑھنا صفت کے ساتھ التباس مفسر کا سبب ہو جیسے قولہ انا کل شیء خلقناہ بقدر اور وجہ اختیار نصب کی یہ ہے کہ مقصود آیہ کریمہ سے دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالی تمام موجودات کا پیدا کرنے والے ہیں دوسرے یہ کہ تمام چیزیں اندازے کے ساتھ پیدا ہوئی ہیں پس اگر کل شیء اس کا مفعول ہو اور بقدر اسکے متعلق ہو تو اب اس صورت میں ہر دو مقصود مذکور اس ترکیب سے حاصل ہوجاتے ہیں اور معنی یہ ہیں کہ ہم نے ہر چیز کو اندازہ کے ساتھ پیدا کیا اور اگر کل شیء کو رفع دیں تو اس وقت اس میں دو ترکیبوں کا احتمال ہے ایک یہ کہ کل شیء مبتدا اور خلقناہ بقدر اس کی خبر ہو اس صورت میں بھی معنی درست ہوجاتے ہیں اسلئے کہ اس وقت یہ معنی درست ہوجاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ معنی وہی ہیں جو کہ نصب کی صورت میں تھے دوسرے یہ کہ کل شیء میں شیء موصوف اور خلقناہ اس کی صفت ہو اور موصوف اپنی صفت سے ملکر مبتدا اور بقدر اس کی خبر ہو یہ ترکیب مقصود کے خلاف ہے اسلئے کہ اس وقت معنی یہ ہیں کہ ہم نے جن چیزوں کو پیدا کیا وہ اندازہ سے ہے پس وہم باطل پیدا ہوتا ہے کہ بعض چیزیں اللہ تعالی کی مخلوق نہیں ہیں جیسا کہ فرقہ معتزلہ کہتا ہے کہ بندوں کے افعال اختیاریہ باری تعالی کی مخلوق نہیں ہیں نعوذ باللہ منہ بہرحال رفع کی صورت میں چونکہ اندیشہ ہے کہ مفسر کا صفت کے ساتھ التباس نہ ہوجائے اب اگر کوئی کہے کہ مصنف نے عند خوف لبس المفسر بالصفۃ فرمایا کہ جس کے یہ معنے ہیں کہ مفسر کا صفت کیساتھ التباس ہو حالانکہ یہ غلط ہے مفسر کا صفت کے ساتھ التباس نہیں ہوتا خبر کا صفت کے ساتھ ہوتا ہے پس بتایئے کہ مصنف کے قول کی توجیہ کیا ہوگی جواب یہ ہے یہاں سے مفسر مراد مجازا ذات مفسر ہے پس وہ اگرچہ فی الحال حالت رفع میں مفسر نہیں مگر وہ باعتبار ماکان یعنے حالت نصب کے مفسر ہے لہذا مصنف کا عند خوف لبس المفسر بالصفۃ صحیح ہے ۱۲ -

کہ اس کے بعد فعل یا شبہ فعل اس حیثیت سے ہو کہ اگر اس کو یا اس کے مناسب یعنی مرادف یا لازم کو اس اسم پر مسلط کریں تو وہ اس اسم کو مفعولیت کی بنا پر نصب دے دے گے جیسا کہ مثال مذکور میں اگر ضربت فعل کو یا کے ساتھ مقدم کریں تو زید مجرور ہوگا اور بدون بار کے مقدم کریں تو وہ مفعول ہو کر منصوب نہ ہوگا اسی طرح اگر اس کے مناسب بالمرادف یعنی اذہب کو اس پر مسلط کریں تب بھی اسم مذکور منصوب نہ ہوگا بلکہ اس پر بنا بر نائب فاعل ہونے کے رفع آئے گا پس معلوم ہوا کہ مثال مذکور ما اضمر عامل علی شریطۃ التفسیر سے نہیں ہے اور اس جیسی ترکیب میں بنا بر ابتدا کے رفع واجب ہے ۱۲ ؎۴ قولہ وکذالک کل شیء فعلوہ فی الزبر یعنی اور ایسے ہی کل شیء فعلوہ فی الزبر باب اضمر عامل سے نہیں ہے اور مراد اس سے ہر وہ اسم ہے کہ جو باب اضمر عاملہ کی صورت میں ہے اور اس کے بعد ایسا فعل ہے کہ اگر اس کو اس اسم پر مقدم کریں تو معنی فاسد ہو جاتے ہیں جیسا کہ آیۃ کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ تمام افعال بندوں کے نامہ اعمال میں درج ہیں صغیر اور کبیر کوئی فعل ایسا نہیں کہ اس میں درج ہونے سے رہ گیا ہو اور ترکیب آیۂ شریف کی یہ ہے کہ کل شیء موصوف اور فعلوہ اسکی اپنی صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا اور فی الزبر ثابت کے متعلق ہو کر اس کی خبر ہے پس اس صورت میں کوئی اشکال نہیں لیکن جب ہم کل شیء کو باب ما اضمر عاملہ سے کہیں اور اسکو منصوب پڑھیں تو اشکال ہوتا ہے تسلیط مذکور یہاں متحقق نہیں ہوتی اسلئے کہ اگر فعلوا کو کل شیء پر مسلط کریں تو قولہ تعالیٰ فی الزبر دو ترکیبوں کا احتمال رکھتا ہے یا تو فعلوا کے ساتھ متعلق ہوگا یا شیء کی صفت ہوگا اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں پہلی صورت تو اسلئے کہ اس وقت یہ معنی ہیں کہ انہوں نے سب چیزوں کو نامہ اعمال میں کیا ہے یعنی صحائف اعمال ان کے افعال کا محل ہے اور اس صورت میں فساد معنی ظاہر ہے اسلئے کہ صحائف اعمال بندوں کے افعال کی جگہ نہیں بلکہ جو بندے افعال کرتے ہیں وہ نامہ اعمال میں درج ہوتے ہیں اور دوسری صورت اسلئے باطل ہے کہ اس تقدیر پر خلاف مقصود لازم آتا ہے کیونکہ مقصود تو یہ تھا کہ بندے جتنے افعال کرتے ہیں وہ سب تمہارے اعمال میں درج ہیں اور اس صورت میں یہ معنی نامناسب ہوتے ہیں کہ جو چیزیں صحائف اعمال میں ہیں ان سب کو بندوں نے کیا ہے پس یہ وہم ہوتا ہے کہ بعض اعمال عباد ایسے بھی ممکن ہیں کہ جن کو صحائف اعمال میں مندرج نہ کیا ہو اور یہ باطل ہے ۱۲ (فائدہ) زبر بضمتین زبور بالفتح کی جمع ہے زبور بمعنی کہ مزبور بمعنی مکتوب کے ہے اس لئے کہ زبور کے معنی کتابت کے ہیں فائدہ اگرچہ دونوں مثالیں تسلیط مذکور کے متحقق نہ ہونے کیوجہ سے ما اضمر عاملہ سے خارج ہیں مگر یہاں بصراحت ان دونوں کو خارج کرنے کی وجہ یہ ہے پیش آئی ہے کہ ازید ذہب بہ میں کوئی شخص یہ سوال کر سکتا تھا کہ ماقبل مذکور ہوچکا ہے کہ ما اضمر عاملہ جب حرف استفہام کے بعد واقع ہو تو اس میں نصب مختار ہوگا حالانکہ یہاں نصب کا مختار ہونا تو در کنار رفع واجب ہے علیٰ ہذا القیاس کوئی کہہ سکتا ہے کہ قبل گذر چکا ہے کہ اسم مذکور میں جب رفع کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ نہ ہو تو بنا بر ابتدا رفع مختار ہوگا پس بنا علیہ کل شیء فعلوہ فی الزبر میں رفع مختار ہونا چاہئے حالانکہ اس میں واجب ہے پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں قاعدہ کلیہ نہیں ہیں جواب یہ ہے کہ یہ دونوں باب ما اضمر عاملہ سے نہیں ہیں کہ اول میں نصب اور ثانی میں رفع مختار ہو اس لئے کہ یہاں تسلیط مذکور کی شرط متحقق نہیں ۱۲

ویستوی الامران فی مثل زیدٌ قام وعمرواکرمتہ ؎۱

ویجب النصب ؎۲ بعد حرف الشرط وحرف التحضیض فی الاسم المذکور ۱۲

مثل ان زیداً ضربتہ ولیس ؎۳ ازیدٌ ذھب بہ منہ

فالرفع وکذالک ؎۴ کل شیءٍ فعلوہ فی الزبر

؎۱ قولہ ویستوی الامران الخ یعنی اسم مذکور میں رفع اور نصب دونوں برابر ہیں مثل زید قام وعمرو اکرمتہ میں اور مراد مثل سے ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں اضمر عاملہ کا عطف جملہ ذات الوجہین یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر ہو کہ اس کی خبر جملہ فعلیہ ہے جیسے زید قام وعمرو اکرمتہ کہ یہاں اگر عمرو کو مرفوع پڑھیں تو جملہ اسمیہ ہو جائے گا اور اس کا عطف جملہ اسمیہ کبریٰ یعنی زید قام پر ہوگا اور اگر منصوب پڑھیں تو جملہ فعلیہ ہوگا اور اس کا عطف جملہ فعلیہ صغریٰ قام پر ہوگا اور چونکہ یہ دونوں جہتیں عطف میں مساوی ہیں اور دونوں میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تناسب کی رعایت ہے لہٰذا ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ ہوگی اور رفع اور نصب دونوں برابر ہونگے ۱۲ ؎۲ قولہ ویجب النصب الخ یعنی اسم مذکور میں جب کہ وہ بعد حرف شرط اور حرف تحضیض کے واقع ہو نصب واجب ہوگا حرف شرط کی مثال جیسے ان زیدا ضربتہ ضربک اور مثال حرف تحضیض کی قولہ الا زیدا ضربتہ پھر حرف شرط سے یہاں مراد ان اور لو ہے اسلئے کہ اما اگرچہ حرف شرط ہے لیکن اس کا حکم غیر طلب کے ساتھ اختیار نصب کا پہلے گذر چکا ہے اور حرف تحضیض الا اور ہلا اور لولا اور لوما ہیں حرف شرط اور حرف تحضیض کے بعد نصب اسلئے واجب ہے کہ ان حروف کا دخول فعل پر واجب ہے لفظاً یا تقدیراً اس لئے کہ حرف شرط تعلیق زمانی پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ صرف فعل کیساتھ سمجھا جاتا ہے ایسے ہی حرف تحضیض تندیم و توبیخ فی الماضی اور ترغیب اور تحضیض فی الاستقبال کیلئے وضع کیا گیا ہے اور ماضی اور مستقبل بجز فعل کے کسی اور سے مستفاد نہیں ہوتے ۱۲ ؎۳ قولہ ولیس ازید ذہب بہ منہ الخ یعنی یہ مثال باب ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر سے نہیں ہے اور مراد اس مثال سے یہ ہے کہ جو اسم

ونحو[1] الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ الفاء بمعنى الشرط عند المبرّد وجُملتان عند سيبويه والا[2] فالمختار النصبُ الرابع[3] التحذير وهو معمولٌ[4] بتقدير اتق تحذيرا مما بعده اوذكر المحذَّر منه مكرّرا[1]

ای محذر ر د ذکر تحذیرا ۱۲

[1] قوله ونحو الزانیة والزانی الخ یہاں واد عاطفہ ہے اور کل شیٔ فعلوہ پر اس کا عطف ہے پس اسوقت تقدیر عبارت یہ ہے وکذا نحو الزانیۃ والزانی الخ اور جملہ الفاء بمعنی الشرط تعلیل ہے وقولہ جملتان مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ہذہ الآیۃ جملتان اور یہ جملہ بھی دوسری تعلیل ہے جس کا تعلیل اول پر عطف ہے تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ یہ جملہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ ماقبل مذکور ہو چکا ہے کہ فعل مفسر جب امر ہوگا تو ما اضمر عاملہ میں نصب ہوگا پس آیۃ کریمہ میں چونکہ فعل مفسر امر ہے اور ما اضمر عاملہ سے قبل واقع ہے لہذا نصب مختار ہونا چاہیے تھا کا مرح حالانکہ قراء سبعہ رفع پر متفق ہیں پس ضروری ہے کہ یا تو مصنفؒ کا بیان کردہ قاعدہ غلط ہو یا اتفاق قراء کا غلط ہو لیکن قراء کا اتفاق غلط نہیں ہو سکتا اسلئے کہ قراء سبعہ نے جس پر اتفاق کیا ہے وہ قرآن ہے اور قرآن شائبہ اغلاط سے پاک ہے پس لامحالہ یہ قاعدہ ہی غلط ہوگا غرض یہ ایک اشکال ہے کہ جس سے ڈر کر نحویوں نے مختلف جواب دیئے ہیں مبرد کت ہے کہ فاجلدوا میں فا بمعنی شرط یعنی فاجزائیہ ہے جو کہ اپنے مدخول کو شرط سے ربط دینے کیلئے آتی ہے اور مطلب یہ کہ الف ولام الزانیۃ والزانی میں موصول ہے اور اسم فاعل اس کا صلہ موصول صلہ کیساتھ مکر مبتدا متضمن معنی شرط کو ہے اور مبتدا کی خبر مثل جزا کی ہے اور جو فاء کہ اس مبتدا کی خبر پر داخل ہے وہ خبر کو شرط کیساتھ ربط دینے کیلئے ہے اسلئے کہ وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ شرط جزا کا سبب ہے اور یہ مسلم ہے کہ اس فاء کا مابعد اسکے ماقبل میں عمل نہیں کرتا پس تسلیط مذکور ممتنع ہوگئی تو آیۃ ما اضمر عاملہ سے نہ ہوگی اور رفع بنا پر ابتداء کے واجب ہوگیا اور سیبویہ کہتا کہ آیۃ کریمہ دو جملے مستقل ہیں یعنی الزانیۃ مبتدا ہے اور اس سے پہلے مضاف محذوف ہے ای حکم الزانیۃ والزانی کا عطف الزانیۃ پر ہے اور خبر مبتدا کی محذوف ہے اسے حکم الزانیۃ والزانی فیما یتلی علیکم بعدنا اس حکم موجود کے بیان کرنیکے لئے جملہ ثانیہ میں لائی گئی ہے اور سببیت کیلئے ہے ای ان ثبت زناہما فاجلدوا پس آیۃ کریمہ مستقل دو جملے ہیں اور اس وقت تسلیط مذکور ممتنع ہوگی اسلئے کہ ایک جملہ کا جز دوسرے جملہ کے جز میں عمل نہیں کرتا پس جب تسلیط مذکور ممتنع ہوگئی تو آیۃ مذکورہ باب ما اضمر سے نہ ہوگی لہذا معلوم ہوا کہ نہ تو نحویوں کے قاعدہ میں کوئی نقص ہے اور نہ قراء کا اتفاق غلطی پر ہے ۱۲ [2] قولہ والا فالمختار النصب یعنی جب فاء بمعنی شرط نہ ہو اور نہ آیت دو جملے ہوں تو آیت قاعدہ مسطورہ کے تحت میں داخل ہو جائے گی اور اس وقت نصب مختار ہوگا لیکن اسوقت اختیار نصب کا باطل ہے اسلئے کہ قراء سبعہ نے رفع پر اتفاق کیا ہے پس ناچار اس فاء کو بمعنی شرط کہا جائے گا یا آیت کو دو جملہ پر محمول کیا جائے گا تاکہ رفع معتبر ہو جائے ترکیب قیاس اسطرح ہوگی ان لم تکن الفاء بمعنی الشرط عند المبرد ولم تکن الآیۃ جملتین عند سیبویہ فالمختار النصب لکن النصب لیس بمختار لاتفاق القراء السبعۃ علی الرفع فلابد ان تکون الفاء بمعنی الشرط عند المبرد وتکون الآیۃ جملتین عند سیبویہ ۱۲ [3] قولہ الرابع التحذیر یعنی جن مواضع میں مفعول کے عامل ناصب کو وجوبا حذف کیا جاتا ہے ان میں سے چوتھا موضع تحذیر ہے اور باعث وجوب حذف کا اس جگہ تنگی مقام اور قلت فرصت ہے [4] قولہ وہو معمول بتقدیر اتق تحذیر کے معنی لغت میں ڈرانے کے ہیں جس کو ڈرایا جائے وہ محذر اور جس سے ڈرایا جائے وہ محذر منہ ہے اور اصطلاح نحاۃ میں تحذیر وہ اسم ہے جو بر مفعولیت اتق مقدر یا بعد مقدر کا معمول ہے اور یہ دو قسم پر ہے ایک یہ کہ اتق مقدر کی وجہ سے منصوب ہو اور اس کو مابعد سے ڈرایا جائے دوسرے وہ کہ اتق مقدر کیوجہ سے منصوب ہو لیکن وہ محذر منہ ہو جن کو مقرر کیا گیا پس تحذیر کی اول اپنے مابعد سے محذر ہے اور قسم ثانی محذر منہ ہے جن کو مقرر کیا گیا ہے اور یہ دونوں قسمیں اس امر میں شریک ہیں کہ دونوں اتق مقدر کیوجہ سے منصوب ہوتی ہیں بہرحال قولہ تحذیرا یا تو مقدر فعل محذوف ہے ای ذکر ذالک المعمول لاجل تحذیرہ پس تحذیرا پہلی صورت میں مفعول مطلق اور دوسری صورت میں مفعول لہ ہے اور علی ہذا القیاس قولہ اوذکر المحذر منہ کا عطف ذکرا مقدر پر ہے اب یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ قولہ تحذیرا مما بعدہ اپنے فعل مقدر کیساتھ مکر محمول کی صفت ہے اور فعل مقدر میں ایک ضمیر ہے جو محمول موصوف کیطرف عائد ہے اسلئے کہ جملہ جب صفت ہوتا ہے تو اس میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو کہ موصوف کی طرف لوٹتی ہے تاکہ صفت اور موصوف کے درمیان ارتباط حاصل ہو پس باقاعدہ مذکورہ بالا یہاں بھی معطوف علیہ میں ایک ضمیر ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹے گی اور جب معطوف علیہ میں ضمیر ہوگی تو معطوف میں بھی ایک ضمیر ہونی چاہیے جو موصوف کیطرف عائد ہو تاکہ معطوف اور معطوف علیہ میں رعایت تناسب کی حالانکہ یہاں ایسا نہیں اسلئے کہ معطوف یعنی قولہ اوذکر المحذر منہ میں کوئی ایسی ضمیر نہیں جو موصوف کی طرف عائد ہو پس معطوف اور معطوف علیہ میں رعایت تناسب کی نہ ہوئی اور دونوں کا ایک حکم نہ ہوا لہذا عطف کیونکر صحیح ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ معطوف میں عائد ہونا چاہیے تھا لیکن عائد کے فقط ضمیر میں منحصر ہونا ہم کو تسلیم نہیں بلکہ مظہر کے موقع میں مضمر کا آنا بھی عائد ہے پس معطوف عائد سے خالی نہیں کہ عطف مذکور صحیح نہ ہوا ❊

مثل ایاک[1] والاسد وایاک[2] وان تحذف و الطریق[3] الطریق وتقول ایاک من الاسد ومن ان تحذف وایاک[4] ان تحذف (تمسیا ۱۲) بتقدیر من ولا[5] (تقول ۱۲) (ابعد نفسک من ان تحذف ۱۲) تقول ایاک الاسد لامتناع (الاسد تقدیر) تقدیر من المفعول[6]

[1] قولہ مثل ایاک والاسد یہ تحذیر کی نوع اول کی مثال ہے اصل میں بعدک والاسد تھا اول لفظ نفس کو زیادہ کیا گیا اور بعد نفسک والاسد ہو گیا اسلئے کہ ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول کا اتصال معاً فعل کے ساتھ جب کہ ان دونوں سے مراد شئی واحد ہو جائز نہیں مگر افعال قلوب میں جائز ہے جیسے علمتنی پس جب لفظ نفس زیادہ ہوا تو اب مفعول اسم ظاہر ہوگا اور محذور لازم نہ آئیگا پھر جب تنگی مقام کی وجہ سے فعل کو حذف کیا گیا تو اسکے ساتھ ضمیر فاعل کو بھی حذف کیا گیا اور لفظ نفس کو بھی اسلئے کہ اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی اور ضمیر متصل کو منفصل سے بدلا ایاک والا سد ہو گیا ۱۲ [2] قولہ وایاک وان تحذف یعنی بچا تو اپنے آپ کو لکڑی سے خرگوش کو مارنے سے اور یہ بھی تحذیر کی نوع اول کی مثال ہے مگر فرق اسقدر ہے کہ مثال اول میں محذر منہ اسم تحقیقی ہے اور مثال ثانی میں محذر منہ اسم تاویلی ہے حذف لغت میں لکڑی سے خرگوش کے مارنے کو کہتے ہیں ۱۲ [3] قولہ والطریق الطریق الخ یہ تحذیر کی قسم ثانی کی مثال ہے اس میں الطریق محذر منہ مکرر ہے ای اتق الطریق یعنی بچ تو راستہ سے کہ جس میں آفت ہے جاننا چاہیے کہ قیاس عقلی اسکو مقتضی ہے کہ استعمال محذر منہ کا آٹھ صورتوں پر ہو اسلئے کہ محذر منہ یا تو اسم تحقیقی ہوگا یا اسم تاویلی اور استعمال ان دونوں کا یا من کیساتھ ہوگا یا واو کے ساتھ ہو کل یہ چار صورتیں ہوگی دو کو دو میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں ہیں اسلئے کہ واو اور من دو حال سے خالی نہیں مذکور ہوں گے یا نہیں غرض کہ ان دونوں صورتوں کو مذکورہ بالا چار صورتوں میں ضرب دینے سے آٹھ صورتیں ہوتی ہیں اور ان میں تین صورتیں ایسی ہیں کہ جن کا وجود خارج میں نہیں اسلئے کہ واو محذر منہ سے کبھی محذوف نہ ہوگا خواہ محذر منہ اسم تحقیقی ہو یا تاویلی ایسے ہی من محذر منہ سے جب کہ وہ اسم تحقیقی ہے کبھی محذوف نہ ہوگا بخلاف اسم تاویلی کے کہ اس سے من کا حذف جائز ہے پس مصنف رحمہ نے قولہ وتقول ایاک من الاسد الخ سے اسی تفصیل مذکور کیطرف اشارہ کیا ہے یعنی جس طرح پر تحذیر کی نوع اول کی دو قسموں میں محذر منہ کو واو مذکور کے ساتھ استعمال کرنا جائز ہے اسی طرح من مذکور کیساتھ استعمال کرنا جائز ہے ۱۲ [4] قولہ وایاک ان تحذف الخ یعنی نوع اول کی قسم ثانی میں محذر منہ کو بتقدیر من ذکر کرنا جائز ہے پس وایاک ان تحذف اصل میں ایاک من ان تحذف الخ من حرف جر کو حذف کر دیا گیا اسلئے کہ حرف جر کا حذف کرنا ان وان سے تخفیف کیلئے جائز ہے [5] قولہ ولا تقول ایاک الاسد الخ یعنی من کو مقدر کر کے ایاک الاسد کہنا جائز نہیں اسلئے کہ من کا حذف اسم صریح سے ناجائز نہیں اور اگر کوئی کہے کہ ہم اس مثال میں واو عاطفہ کو مقدر مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اصل میں ایاک والاسد تھا تو یہ جواب ہے کہ حذف واو عاطفہ کا اور بھی قبیح ہے اس لئے کہ واو کا حذف بالکل ثابت نہیں بخلاف حرف جر کے کہ اس کا حذف ان اور ان سے قیاسی اور ان کے غیر سے شاذ ہے ۱۲ [6] قولہ المفعول فیہ الخ یعنی تیسرا مفعول پانچ مفعولوں میں سے مفعول فیہ ہے اور وہ زمان یا مکان ہے کہ جس میں فعل مذکور یعنی حدث کیا گیا ہو فعل سے مراد فعل نحوی یعنی حدث ہے مراد عام ہے ضمنی ہو کہ ضمن میں فعل ملفوظ یا مقدر کے واقع ہو یا ضمن میں شبہ فعل ملفوظ یا مقدر کے ہو جیسا کہ صمت یوم الجمعۃ میں صوم تضمناً صمت یوم الجمعۃ ہے یا التزامی موجب کہ کوئی عامل ایسا پایا جائے کہ حدث پر التزاماً دلالت کرتا ہے یا مطابقی ہو اور یہاں جگہ کہ عامل مصدر ہے جیسے اعجبنی جلوسک امام زید باقی فوائد قیود مسودہ یہ ہیں کہ قولہ ما فعل فیہ فعل مذکور سے تمام اسمائے زمان ومکان کو شامل ہے اس لئے کہ کوئی زمان یا مکان ایسا نہیں کہ جس میں کوئی نہ کوئی فعل نہ کیا گیا ہو خواہ فعل کو ذکر کریں یا نہ کریں پھر مذکور کی قید سے وہ زمان یا مکان خارج ہو جاتا ہے کہ جس میں وہ فعل ذکر کیا گیا ہے کہ جو مذکور نہیں جیسے یوم الجمعۃ یوم طیب اور اگر کوئی کہے کہ مفعول فیہ کی یہ تعریف بعض مفعول بہ پر صادق آتی ہے لہذا تعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہیں ہوگی جیسے شہدت یوم الجمعۃ میں یوم الجمعۃ مفعول بہ ہے کہ اس پر مفعول فیہ کی تعریف ما فعل فیہ فعل مذکور صادق آتی ہے لہذا تعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہ ہوئی مگر یوم جمعہ میں جواب یہ ہے کہ اکثر تعریفات میں قید حیثیت کی معتبر ہوتی ہے پس گویا کہ مصنف رحمہ نے اسجگہ پر کہا المفعول فیہ ما فعل فیہ فعل مذکور من حیث انہ فعل مذکور پس جب قید حیثیت کی معتبر ہوئی تو اب مثال مذکور تعریف مفعول فیہ سے خارج ہو جائے گی اسلئے کہ یوم الجمعۃ شہدت یوم الجمعۃ میں اس حیثیت سے نہیں کہ فعل مذکور یعنی شہود اس میں کیا گیا ہے بلکہ اس کا ذکر اس حیثیت سے کہ فعل مذکور یعنی شہود اس پر واقع ہے پس شہدت یوم الجمعۃ کے معنی یہ ہیں کہ میں حاضر ہوا اور میں نے روز جمعہ کو پایا نہ یہ کہ میں نے ایک چیز کو روز جمعہ میں پایا ۱۲

حرف جر کے منصوب ہوتا ہے جیسے مفعول مطلق لہذا ظرف زمان مبہم بھی تقدیر فی کو قبول کریگا اور ظرف زمان محدود کو ظرف زمان مبہم پر محمول کرتے ہیں اس لئے کہ دونوں ذات یعنی زمانیت میں شریک ہیں ۱۲ ؎۴ قولہ وظرف المکان ان کان مبہما الخ یعنی مکان اگر مبہم ہوگا تو زمان مبہم پر حمل کرتے ہوئے اس کا منصوب ہونا تقدیر فی کے ساتھ صحیح ہوگا اس لئے کہ دونوں وصف ابہام میں شریک ہیں جیسے جلست خلفک اور مکان محدود ہو تو تقدیر فی کیساتھ اس کا منصوب ہونا درست نہ ہوگا اس لئے کہ اشتراک زمان مبہم کے ساتھ بالکل نہیں نہ ذات میں اور نہ صفت میں جیسے فی المسجد ۱۲ ؎۵ قولہ وفسر المبہم الخ جب مصنف نے کہا کہ مکان مبہم تقدیر فی کے ساتھ منصوب ہوتا ہے تو اب مکان مبہم کو بتانا ضروری ہوا تاکہ مبتدیوں کی حیرت زائل ہو جائے پس فرمایا کہ جہات ستہ کو مکان مبہم کہتے ہیں جہات ستہ یہ ہیں آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے ان کی کوئی حد اور نہایت نہیں ۱۲ ؎۶ قولہ حمل علیہ عند ولدی الخ یعنی جہات مذکورہ پر عند اور لدی اور ان دونوں کے مشابہ دون اور سوا کو محمول کیا گیا ہے اس لئے کہ ان میں ایک قسم کا ابہام ہے ۱۲ ؎۷ قولہ ولفظ مکان الخ یعنی لفظ مکان کو جہات ستہ پر محمول کیا ہے بوجہ کثرت استعمال کے نہ کہ بسبب ابہام کے اس لئے کہ کثرت استعمال مقتضی تخفیف ہے اور تخفیف تقدیر فی کے ساتھ منصوب ہونے میں ہے ۱۲ ؎۸ قولہ وما بعد دخلت علی الاصح یعنی ایسے ہی دخلت کے ما بعد کو اس کے کثیر الاستعمال ہونے کی وجہ سے مکان مبہم پر حمل کرتے ہیں اگرچہ وہ معین اور محدود ہے اور یہ یعنی اس کا مکان مبہم پر حمل کرنا مذہب اصح پر ہے اور مراد دخلت سے وہ فعل ہے کہ اس کا مفعول فیہ مفعول بہ کے مشابہ ہو۔ پھر قید علی الاصح کی یہاں پر اس لئے ہے کہ بعض نحوی اس طرف گئے ہیں کہ دخلت کا مابعد مفعول بہ ہے اس لئے کہ فعل متعدی جسطرح کہ بدون مفعول بہ کے تمام نہیں ہوتا اسیطرح دخول کے معنی بھی بدون اس کے مابعد کے ملائے تمام نہیں ہوتے پس معلوم ہوا کہ ما بعد دخلت کا مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں بخلاف جمہور کے کہ وہ مابعد دخلت کو مفعول فیہ کہتے ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہر وہ مصدر کہ جو فعول کے وزن پر ہو اکثر لازم ہوتا ہے پس دخول بھی لازم ہوگا اور اس کے لئے مفعول بہ درکار نہ ہوگا۔ دوسرے اگر دخول کے فعل لازم ہونے سے بھی قطع نظر کی جائے تب بھی مابعد دخلت کا مفعول بہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب مفعول پر فی کو داخل کرتے ہیں تو معنی فاسد ہو جاتے ہیں جیسے ضربت زیدا میں اگر مفعول بہ پر لفظ فی داخل کر کے ضربت فی زید کہیں تو معنی درست نہ ہوں گے بخلاف مابعد دخلت کے یہاں بعد دخول فی کے معنی صحیح ہو جاتے ہیں جیسا کہ دخلت فی الدار کہیں تو صحیح ہے پس ثابت ہوا کہ دخلت کا ما بعد مفعول فیہ ہے نہ کہ مفعول بہ ۱۲

محمد مشیت اللہ عفرلہ دیوبندی

فیہ هو ما فُعِلَ فیہ فِعلٌ مذکورٌ من زمانٍ[1] او مکانٍ[2] وشرط نصبہ تقدیر فی[3] وظروف الزمان کلہا تقبل ذلک[4] (ای تقدیر فی ۱۲) وظرف المکان ان کان مبہما قبل ذلک والا فلا وفُسِّر[5] المبہم بالجہات الست وحُمِل[6] علیہ عند ولدی (ای علی ظرف المکان المبہم ۱۲) وشبہہما لابہامہما ولفظ[7] مکان لکثرتہ (ای حمل علیہ ۱۲) وما بعد[8] (دخلت ۱۲ / دہ و دون وسوی ۱۲)

؎۱ قولہ من زمان او مکان یہ موصولہ یا موصوفہ کا بیان ہے اور اس میں اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ مفعول فیہ کی دو قسمیں ہیں اور دونوں کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے یعنی ہر وہ زمان و مکان کہ جس میں فعل مذکور کیا جائے اس کو مفعول فیہ کہتے ہیں خواہ اس میں فی ملفوظ ہو یا مقدر اگر فی ملفوظ ہو تو مفعول فیہ مجرور ہوگا اور مقدر ہو تو منصوب ہوگا اور یہ درحقیقت اصطلاح قوم کے خلاف ہے اسلئے کہ نحویوں کے نزدیک مفعول فیہ وہ مکان یا زمان ہے کہ جو تقدیر فی کے ساتھ منصوب ہوتا ہے اور وہ زمان مکان کہ جس میں فی ملفوظ ہو اس کو مفعول فیہ نہیں کہتے بلکہ وہ بواسطہ حرف جر کے مفعول بہ ہے پس معلوم ہوا کہ مصنف نے اس مقام پر جمہور کی مخالفت کی ہے ۱۲ ؎۲ قولہ وشرط نصبہ تقدیر فی یعنے مفعول فیہ کے منصوب ہونیکی شرط یہ ہے کہ فی مقدر ہو اس لئے کہ اگر فی ملفوظ ہوگا تو وہ مجرور ہوگا ۱۲ ؎۳ قولہ وظروف الزمان کلہا الخ یعنی جمیع ظروف زمان مبہم ہوں یا محدود تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں اس لئے کہ زمان مبہم مفہوم فعل کا جز ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب جز فعل کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کرتے ہیں تو وہ بلا واسطہ

مفاعیل خارج ہو جاتے ہیں اب اگر کوئی کہے کہ بعض اوقات مفعول لہ کے فعل کو ذکر نہیں کیا جاتا جیسا کہ تادیبًا اس آدمی کے جواب میں کہیں جس نے لم ضربت زیدًا کہا پس یہ تعریف تمام افراد مفعول لہ کو شامل نہ ہوئی جواب یہ ہے کہ مذکور سے مراد عام ہے حقیقۃً مذکور ہو یا حکمًا پس مثال مذکور میں حقیقۃً مذکور نہیں مگر حکمًا مذکور ہے ۱۲ ؁ قولہ مثل ضربتہ تادیبًا الخ یہ مثال اس مفعول لہ کی ہے کہ جس کے حاصل کرنے کیلئے فعل مذکور کیا گیا ہے اس لئے کہ تادیب ضرب سے حاصل ہوتی ہے اور اس پر مرتب ہے ۱۲ ؁ قولہ وقعدت عن الحرب جبنا یہ مثال اس مفعول لہ کی ہے کہ جس کے پائے جانے کے سبب فعل مذکور کیا گیا ہے اسلئے کہ متکلم سے قعود بسبب اس کی بزدلی اور خوف کے ہوا ہے ۱۲ ؁ قولہ خلافا للزجاج الخ یعنی جمہور کے نزدیک مفعول لہٗ معمول مستقل ہے اور زجاج کے نزدیک وہ معمول مستقل نہیں بلکہ غیر لفظ فعل سے مفعول مطلق ہے پس زجاج کے نزدیک ضربتہ تادیبًا کے معنی ادبت بالضرب تادیبًا کے ہیں نیز قعدت عن الحرب جبنا کے معنی ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو زجاج کا یہ قول صحیح نہیں اس لئے کہ تاویل کرکے ایک نوع کو دوسری نوع میں داخل کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اول عین ثانی ہو جائے ورنہ تاویل سے حال بھی مفعول فیہ ہو جائے اس لئے کہ مثلاً جاء زید راکبًا کو تاویل کرکے معنی میں جاء زید فی وقت الرکوب کے کر سکتے ہیں ۱۲ ؁ قولہ وشرط نصبہ الخ یعنی مفعول لہٗ کے منصوب ہونے کی یہ شرط ہے کہ لام مقدر ہو اس لئے کہ لام مذکور ہو جائے گا تو وہ مجرور ہوگا مصنف کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک مفعول لہٗ اس چیز کا نام ہے کہ جس کیلئے فعل مذکور کیا گیا ہو خواہ لام اس میں مذکور ہو یا مقدر البتہ اس کے منصوب ہونیکی شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو اور یہ بھی خلاف اصطلاح قوم کے ہے اس لئے کہ وہ مذکور اللام کو مفعول لہ نہیں کہتے ۱۲ ؁ قولہ وانما یجوز حذفہا الخ یعنی مفعول لہٗ کے لام کا حذف دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے ایک یہ کہ وہ فعل معلل بہ کے فاعل کا اثر ہو یعنی فاعل فعل معلل بہ کا اور فاعل مفعول لہٗ کا ایک شے ہو دوسرے مفعول لہٗ وجود میں فعل معلل بہ کا مقارن ہو یعنی زمانہ وجود فعل معلل بہ اور مفعول لہ کا متحد ہو اب اگر کوئی کہے کہ مصنف نے انما یجوز حذفہا کیا صرف انما یجوز نہ کہا جائے حالانکہ اس میں اختصار تھا اس لئے کہ یجوز کی ضمیر کو تقدیر لام کیطرف راجع کرنے سے مطلب صحیح ہو جاتا ہے جواب یہ ہے کہ صرف انما یجوز کہنا کافی نہ تھا اس لئے کہ تقدیر اسقاط عن اللفظ اور ابقاء فی النیۃ سے عبارت ہے اور حذف مجرد اسقاط من اللفظ کو کہتے ہیں خواہ نیت میں باقی رہے یا نہ رہے پس اگر اس جگہ لفظ حذفہا کو زیادہ نہ کرتے اور ضمیر یجوز کو تقدیر لام کی طرف راجع کرتے تو یہ وہم ہوتا کہ لام کے نیت میں باقی رہنے کیلئے یہ شرط ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اسلئے کہ ابقاء فی النیۃ اپنی اصل پر ہے اس کے لئے شرط کی حاجت نہیں پس معلوم ہوا کہ مصنف کا یہ کلام بلا ضرورت طویل نہیں ہوا بلکہ اس کی حاجت تھی پھر تعریف مفعول لہ میں قیود مذکورہ کے زائد یہ ہیں کہ اذا کان فعلاً ای اثرا کہنے سے وہ چیز خارج ہو گئی جو کہ اثر نہیں بلکہ عین یعنی موجود خارجی ہے جیسے جئتک للسمن اور فعلا لفاعل الفعل المعلل کہنے سے وہ شئی خارج ہو گئی جو کہ فعل معلل بہ کے فاعل کا اثر نہیں بلکہ غیر فاعل فعل معلل کا اثر ہے جیسے جئتک لاکرامک ایای جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہاں فاعل جئت کا متکلم اور فاعل اکرام کا مخاطب ہے اور جب مقارنا فی الوجود کہا تو اس سے وہ مفعول لہ خارج ہو جانے گا باقی حاشیہ ص۶۷ پر

دَخَلَتْ عَلَی الْاَصَحِّ وَیُنْصَبُ بِعَامِلٍ مُضْمَرٍ وَ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ الْمَفْعُوْلُ لَہٗ هُوَ مَا فُعِلَ لِاَجْلِہٖ فِعْلٌ مَذْکُوْرٌ مِثْلُ ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا وَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا خِلَافًا لِلزَّجَّاجِ فَاِنَّہٗ عِنْدَہٗ مَصْدَرٌ وَشَرْطُ نَصْبِہٖ تَقْدِیْرُ اللَّامِ وَاِنَّمَا

(حواشی بین السطور: موصولہ او موصوفۃ — ای حدث — مفعول ما لم یسم فاعلہ ۱۲ — ای الزجاج ۱۲ — ای ہذا القسم من المنصوب ۱۲ — ای مفعول مطلق ۱۲ — مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲)

؁ قولہ وینصب بعامل مضمر الخ یعنی مفعول فیہ بلا شرط تفسیر عامل مضمر سے منصوب ہوتا ہے جیسے کوئی کہے متی سرت اور اس کے جواب میں یوم الجمعۃ کہیں ای سرت یوم الجمعۃ ۱۲ ؁ قولہ وعلی شریطۃ التفسیر یہ بلا شریطۃ التفسیر پر معطوف ہے اور معطوف علیہ اس جگہ بقرینہ مقام محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ مفعول فیہ عامل مقدر بشرط تفسیر منصوب ہو جاتا ہے جیسے یوم الجمعۃ صمت فیہ ای صمت یوم الجمعۃ صمت فیہ اور یہاں بھی وہی پانچ صورتیں جو مفعول بہ میں گذریں متصور ہوتی ہیں (۱) اختیار رفع جیسے یوم الجمعۃ صمت فیہ (۲) اختیار نصب جیسے الیوم الجمعۃ صمت فیہ (۳) وجوب رفع جیسے الیوم الجمعۃ صمت فیہ (۴) وجوب نصب جیسے ان یوم الجمعۃ صمت فیہ (۵) تساوی الطرفین جیسے زید صام ویوم الجمعۃ صمت فیہ ۱۲ ش ؁ قولہ المفعول لہ الخ یعنی مفعول لہ وہ ہے کہ جس کے حاصل کرنے یا اس کے پائے جانے کے سبب فعل مذکور کیا گیا ہو فعل سے مراد فعل لغوی ہے اور تعریف میں قولہ ما جنس ہے جو کہ تمام مفاعیل کو شامل ہے اور قولہ فعل لاجلہ الخ فصل ہے کہ اس سے

يجوز حذفها اذا كان فعلاً لفاعل الفعل
(ای حذف اللام — مضاف ۱۲ — موصوف ۱۲)

المعلل به ومقارنا له فی الوجود المفعول[۱]
(ای بالمفعول ۱۲ — عطف علی فعلا ۱۲ — مبتدا ۱۲)

معه[۲] هو مذكور بعد الواو لمصاحبة
(ای کان بفعل لفظا ۱۲ — شرط ۱۲)

معمول فعل لفظا او معنى فان كان[۳]

بقیہ ص ٦٦ کا حاشیہ جو کہ فعل معلل بہ کے ساتھ زمانہ میں شریک نہیں جیسے اکرمتک الیوم بوعدی بذلک امس اس لئے کہ زمانہ فعل معلل بہ یعنی اکرمت کا آج کا دن اور زمانہ مفعول کا کل گزشتہ ہے پھر فعل معلل بہ اور مفعول لہ کا اشتراک زمانی تین قسم پر ہے ایک یہ کہ دونوں کا زمانہ ایک ہو جیسے ضربتہ تادیبًا زمانہ تادیب اور ضرب کا ایک ہے اور ان دونوں کے درمیان حقیقت میں تغایر نہیں دوسرے یہ کہ فعل معلل کا کل زمانہ مفعول لہ کے بعض زمانہ کیساتھ متحد ہو جیسے قعدت عن الحرب جبنًا کہ زمانہ قعود کا مفعول لہ کے بعض زمانہ میں پایا جاتا ہے تیسرے یہ کہ کل زمانہ مفعول لہ کا فعل معلل بہ کے بعض زمانہ کے ساتھ متحد ہو جیسے شہدت الحرب ایقاعًا للصلح بین الفریقین اس لئے کہ ایقاع صلح کا زمانہ لڑائی میں حاضر ہونیکے زمانہ کا بعض ہے پس اس مثال میں مفعول لہ کا کل زمانہ فعل معلل بہ کے بعض زمانہ کے ساتھ متحد ہے فافہم (فائدہ) مفعول لہ کے منصوب ہونے کی یہ دو شرطیں یعنی فاعل فعل معلل بہ اور مفعول لہ کا ایک ہونا اور دونوں کا وجود زمان میں ایک دوسرے کے مقارن ہونا اس لئے ہیں کہ ان دو شرطوں کیوجہ سے مفعول لہ کی مفعول مطلق کے ساتھ مشابہت ہو جائے پس جس طرح مفعول مطلق کا تعلق فعل کے ساتھ بلاواسطہ ہے اسی طرح مفعول لہ کا تعلق بھی فعل کے ساتھ بلاواسطہ ہو جائے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ شربت الدواء اصلاحًا للبدن میں اصلاحًا مفعول لہ ہے اور زمانہ . . . .

فعل معلل بہ یعنی شرب دوا کا اور ہے اور مفعول لہ یعنی اصلاح بدن کا اور ہے. پس شرط اقتران زمان کی متحقق نہ ہوئی جواب یہ ہے کہ شربت الدواء اصلاحًا للبدن بمعنی شربت الدواء ارادۃ اصلاح البدن ہے پس اس وقت زمانہ ارادہ اصلاح البدن اور شرب دوا کا ایک ہے اور دونوں میں اقتران زمان متحقق ہے لہذا اب کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا ۱۲ یہاں صفحہ ٦٦ کا حاشیہ ختم ہوا) [۱] قولہ المفعول معہ یعنی مفعول معہ وہ اسم ہے کہ جس کی مصاحبت سے فعل کیا گیا ہے خواہ یہ مصاحبت فاعل کیساتھ ہو یا مفعول کے ساتھ اب اگر کوئی کہے کہ کلمہ معہ کا قولنا المفعول کا عامل یعنی فاعل ہے اس لئے کہ الف ولام معنی میں الذی کے ہے اور مفعول بمعنی فعل پس لفظ معہ کو مرفوع ہونا چاہئے تھا نہ کہ منصوب جواب یہ ہے کہ بعض نحویوں نے اس کو جائز رکھا ہے کہ جب فعل کی اسناد لازم النصب کیطرف ہو تو اس کو منصوب ہی باقی رکھا جائے تاکہ اکثر احوال کے ساتھ اس کی موافقت ہو جائے ۱۲ [۲] قولہ ہو المذکور بعد الواو لمصاحبۃ الخ لام لمصاحبۃ میں مذکور کے متعلق ہے اور یہ معنی ہیں کہ مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہوں بوجہ مصاحبت معمول فعل کے خواہ وہ معمول فاعل ہو جیسے استوی الماء والخشبۃ یعنے پانی لکڑی کے ساتھ بلندی میں برابر ہو گیا یا وہ مفعول ہو جیسے کفاک وزیدًا درہم اور خواہ وہ فعل لفظی ہو یا معنوی فعل لفظی کی مثال ماقبل مذکور ہو چکی ہے اور فعل معنوی کی مثال مالک وزیدًا ہے ای ما تصنع وزیدًا یعنی تو زید کے ساتھ کیا کر رہا ہے. تنبیہ یہ ضروری نہیں کہ جو اسم واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہو وہ مفعول معہ ہو جیسے کل رجل وضیعتہ ہیں واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہے کہ وہ معمول فعل کے ساتھ زمان واحد میں مصاحب ہو جیسے سرت وزیدًا. یا مکان واحد میں مصاحب ہو جیسے لو ترکت الناقۃ وفصیلہا برضعہا ۱۲ [۳] قولہ فان کان الفعل لفظًا الخ یعنی اگر فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا عطف اس کے ماقبل پر جائز ہو تو اس وقت مفعول معہ میں دو وجہ ہیں. عطف کرنا بھی جائز ہے اور بنا بر مفعولیت کے نصب دینا بھی جائز ہے جیسے قولہ جئت انا وزید وزیدًا کہ اس جگہ واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف ہو سکتا ہے. اس لئے کہ اس میں ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل انا کے ساتھ کی گئی ہے پس عطف جائز ہوگا اور بنا بر عطف کے زید مرفوع پڑھا جائیگا اور نصب دینا بھی جائز ہوگا اس لئے کہ وہ مفعول معہ ہے

(محمد مشیت اللہ)

لامحالہ کہنا پڑے گا کہ لفظ الا سے جو عدم جواز مفہوم ہوتا ہے اس سے مراد امتناع ہے تاکہ محذور لازم نہ آئے فتامل فانہ دقیق ۱۲ ۲؎ قولہ وان کان الفعل معنی الخ اور اگر فعل معنوی ہو یعنی ایسا امر ہو کہ جو لفظ سے مستنبط ہوتا ہے اور عطف جائز ہو یعنی ممتنع نہ ہو یہاں جواز بمعنی امکان عام ہے خواہ عطف واجب ہو یا نہ تو اس صورت میں عطف متعین ہوگا جیسے قولہ مالزید وعمرو اس لئے کہ اس میں فعل معنوی ہے اور عطف امر ظاہر ہے پس یہ نہ ہوگا کہ امر ظاہر کو چھوڑ کر امر ضعیف خفی کو اختیار کریں لہٰذا عطف متعین ہوگا ۱۲ ۳؎ قولہ والا تعین النصب الخ یعنی اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو اس صورت میں نصب متعین ہو جائیگا اس لئے کہ یہاں سوائے نصب کے اور کوئی صورت نہیں جیسے مالک و زیداً وماشانک وعمرواً کہ ان دونوں مثالوں میں عطف ممتنع ہے اور وجہ امتناع عطف کی یہ ہے کہ اگر ضمیر مجرور پر عطف کریں تو بدون اعادہ جار کے عطف لازم آئیگا اور وہ جائز نہیں اسیطرح عمرو کا عطف اگر شانک میں شان پر کریں تو یہ بھی جائز نہیں کیونکہ اس وقت خلاف مقصود لازم آئیگا مقصود دونوں کی شان سے سوال کرنا ہے نہ کہ ایک کی شان اور دوسرے کی ذات سے یہاں پر دو مثالیں مصنف اس لئے لائے ہیں کہ پہلی مثال مجرور بحرف جر کی ہے اور دوسری مثال مجرور باضافت کی ہے اور دونوں میں عطف جائز نہ ہونے کیوجہ سے نصب متعین ہے ۱۲ ۴؎ لان المعنی ما تصنع الخ یہ امثلہ مذکورہ میں فعل کے معنوی ہونے کی دلیل ہے چنانچہ مالک وزیداً کے معنی ما تصنع وعمرو کے ہیں اور مالزید وعمرو کے معنی ما یصنع زید وعمرو کے ہیں ۱۲ ۵؎ قولہ الحال حال لغت میں حال الشئ یحول بمعنی برگشتن تبدیل پذیر فتن سے ماخوذ ہے۔ اور حال اصطلاحی کو بھی حال اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اکثر اوقات انقلاب اور تغیر سے خالی نہیں ہوتا کذا فی حاشیہ عبد الغفور ۱۲ ۶؎ قولہ ما یبین ہیئۃ الفاعل الخ یعنی نحویوں کی اصطلاح میں حال وہ چیز ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی وہ ہیئت بیان کرے کہ جو بوقت صدور فعل یا بوقت وقوع فعل کے پائی جاتی ہے پھر فاعل ومفعول بہ عام ہیں خواہ لفظی ہوں یا معنوی۔ اس تعریف میں قولہ ما جنس ہے تمام اسماء کو شامل ہے اور لفظ ہیئت نے تمیز خارج ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ ذات کو بیان کرتی ہے نہ کہ صفت کو جیسے اعطیتہ عشرین درہما کہ اس جگہ درہم، لیبینہ عشرون ہے پھر ہیئت کی فاعل اور مفعول بہ کی طرف اضافت کر دینے سے وہ چیز خارج ہو گی جو کہ غیر فاعل ومفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرتی ہے جیسے زید العالم اخوک میں العالم مبتدا کی صفت ہے اور اس کی ہیئت کو بیان کرتی ہے۔ فاعل اور مفعول کی ہیئت کو پس اس قید سے مبتدا کی صفت سے احتراز ہو جائیگا لیکن بایں ہمہ فاعل مفعول کی صفات ابھی تک تعریف حال میں داخل ہیں ان کے اخراج کیلئے مناسب ہے کہ قید حیثیت کا اعتبار کیا جائے اور کہا جائے کہ حال وہ ہے کہ جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو اس حیثیت سے بیان کرے کہ وہ فاعل یا مفعول بہ ہے پس اس وقت فاعل ومفعول بہ کی صفات بھی تعریف حال سے خارج ہو جائیں گی اس لئے کہ وہ فاعل ومفعول بہ کی ہیئت پر مطلقاً دلالت کرتی ہے اس حیثیت سے دلالت نہیں کرتیں کہ وہ فاعل ہے یا مفعول بہ اور وجہ یہ کہ بقیہ حاشیہ ص ۶۹

الفِعلُ لفظاً وجاز العطفُ فالوجهانِ مثلُ (جزاء ۱۲ — عطف علی الشرط ۱۲ — ای جائزان ۱۲)

جئتُ انا وزيدٌ وزيداً والّا تعيّنَ[1] النصبُ

مِثلُ جئتُ وزيداً وان كان[2] معنىً وجازَ العطفُ (شرط ۱۲ — ای وان لم یجز العطف ۱۲)

تعيّنَ العطفُ نحو مالزيدٍ وعمرٍو والّا[3] تعيّن النصبُ مثلُ (جزاء ۱۲ — ہذا دلیل معنویۃ الفعل ۱۲)

مالكَ وزيداً وماشانكَ وعمرواً لانّ[4] المعنى ما تصنعُ الحالُ[5] ما يبيّنُ[6]

۱؎ قولہ والا تعین النصب الخ یعنی اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو نصب بنا بر مفعولیت کے متعین ہو جائیگا جیسے قولہ جئت وزیداً اس لئے کہ اس جگہ ضمیر متصل کی تاکید منفصل نہ آنے کیوجہ سے عطف ممتنع ہے لہٰذا سوائے نصب کے اور کوئی صورت نہیں پس نصب واجب ہوگا ۱۲

(فائدہ) قول مصنف جاز العطف میں جواز سے مراد امکان خاص بمعنی سلب ضرورت طرفین ہے اور یہ معنی ہیں کہ عطف اور نصب اس جگہ پر جائز ہیں کہ عطف کرنا اور نہ کرنا دونوں ضروری نہ ہوں اور اس کے مقابلہ میں والا تعین النصب سے جو عدم جواز مفہوم ہوتا ہے وہ معنی میں امتناع کے ہے اسلئے کہ لفظ الا سے امکان خاص کی نفی ہے جیسا کہ گزرا اور امکان خاص کی نفی میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ جانب مخالف کا ثبوت ضروری ہو یعنی عطف ممتنع ہو دوسرے یہ کہ جانب موافق کا ثبوت ضروری ہو یعنی عطف واجب ہو بر تقدیر ثانی جزا شرط پر مرتب نہیں ہوتی اس لئے کہ جب عطف واجب ہوگا تو نصب متعین نہ ہوگا پس

هَيْئَةَ الفَاعِلِ والمفعُولِ بِهٖ لفظًا او معنًى نحو ضَرَبْتُ[1] زيدًا قائمًا وزيدٌ[2] فى الدَّارِ قائِمًا وهٰذا[3]

گو یا کہ اس صورت میں ذوالحال فاعل یا مفعول بہ ہے اور جب تعریف مذکور میں بجائے لفظ بین کے تبین بصیغہ ماضی معلوم یا تبین . بصیغہ مضارع مجہول پڑھا جائے اور یہ اس کے متعلق کیا جائے تو اس وقت مفعول مطلق اور مفعول معہ سے حال اس میں داخل ہو جائیگا اور اس قدر تعمیم کی حاجت نہ ہوگی لیکن مضاف الیہ سے حال کیلئے اب بھی اس تعمیم کیضرورت ہوگی جو ماقبل مذکور ہوئی ۱۲ (صفحہ ۶۸ کا حاشیہ ختم ہوا) ۔ ١ے قولہ ضربت زیدًا قائمًا یہ مثال فاعل لفظی اور مفعول لفظی دونوں سے حال واقع ہونے کی ہو سکتی ہے اس لئے کہ فاعل لفظی اور مفعول لفظی سے مراد یہ ہے کہ فاعلیت فاعل کی اور مفعولیت مفعول کی لفظ کلام سے سمجھی جائے خارج از لفظ کسی امر کے اعتبار کرنے کی ضرورت نہ ہو. پس اگر قائمًا کو ضمیر متکلم سے حال کہیں تو یہ حال فاعل لفظی سے ہو جائے گا اور یہ معنی ہوں گے . کہ میں نے زید کو کھڑے ہونے کی حالت میں مارا اور اگر قائمًا کو زیدًا سے حال کہیں تو یہ مفعول لفظی سے حال ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ مثال مذکور میں فاعلیت متکلم کی اور مفعولیت زید کی لفظ کلام سے سمجھی جاتی ہے ۱۲ ٢ے قولہ زید فی الدار قائمًا الخ یہ مثال بھی فاعل لفظی سے حال واقع ہونے کی ہے مگر فرق یہ ہے کہ پہلی مثال تو لفظی حقیقی کی ہے اور یہ مثال لفظی حکمی ہے اس لئے کہ قائمًا اس مثال میں اس ضمیر سے حال ہے جو کہ ظرف میں مستتر اور ملفوظ حکمی ہے پس فاعلیت ضمیر کی یہاں باعتبار لفظ کلام کے ہوئی نہ باعتبار معنی خارج از لفظ کے ۱۲ ٣ے قولہ وہذا زید قائمًا یہ مثال مفعول معنوی سے حال واقع ہونے کی ہے فاعل اور مفعول بہ معنوی سے مراد یہ ہے کہ فاعلیت فاعل کی اور مفعولیت مفعول کی منطوق کلام سے نہیں سمجھی جاتی بلکہ فحوائے کلام سے سمجھی جاتی ہے (جیسا کہ) اس جگہ مفعولیت زید کی باعتبار لفظ اور منطوق کلام کے نہیں سمجھی جاتی بلکہ باعتبار معنی اشارہ اور تنبیہ کے مفہوم ہوتی ہے جو لفظ ہذا سے سمجھے جاتے ہیں پس اس وقت تقدیر کلام یہ ہوتی ہے اشیر الی زید حال کونہ قائمًا. بہرحال اگرچہ مطلق تنبیہ اور مطلق اشارہ لفظ ہذا سے مفہوم ہے مگر یہ اشارہ اور تنبیہ جو کہ متکلم کیطرف منسوب ہے فحوائے کلام ہی سے مفہوم ہوتی ہے الغرض یہ مثال مفعول معنوی سے حال واقع ہونے کی ہے نہ لفظی سے ۱۲

(بقیہ حاشیہ) صفت ہمیشہ اسی معنی پر دلالت کرتی ہے کہ جو متبوع میں پائے جاتے ہیں اس میں یہ حیثیت ملحوظ نہیں ہوتی کہ وہ متبوع فاعل ہے یا مفعول بہ یہی وجہ ہے کہ جاءنی زید العاقل میں زید کا صفت عاقل کیساتھ اتصاف ہر حالت میں ہے خواہ جاء کو ذکر کریں یا نہ کریں بخلاف حال کے کہ وہ فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت پر مطلقًا دلالت نہیں کرتا بلکہ اس میں فاعلیت و مفعولیت کی حیثیت سے پھر حیثیت کی یہ قید اگرچہ کلام مصنف میں مذکور نہیں مگر چونکہ تعریفات میں اکثر حیثیت کی قید معتبر ہوتی ہے لہٰذا شہرت پر اعتماد کر کے مصنف علام نے اس کو ذکر نہیں فرمایا اور اگر کوئی کہے کہ حال کی تعریف میں لفظ او سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حال صرف فاعل یا مفعول سے ہوتا ہے دونوں سے نہیں ہوتا حالانکہ وہ کبھی فاعل اور مفعول دونوں سے ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمرًا راکبین جواب یہ ہے کہ یہ تردید علیٰ سبیل منع الخلو ہے نہ کہ علیٰ سبیل منع الجمع اور مطلب یہ کہ حال بیان ہیئت فاعل و مفعول بہ سے خالی نہ ہوگا. خواہ ایک کی ہیت بیانکرے یا دونوں کی پس اب یہ تعریف اسصورت کو بھی شامل ہوگی کہ حال فاعل اور مفعول بہ دونوں کی ہیت بیانکرے پھر اگر کوئی کہے کہ حال کبھی مفعول مطلق اور مفعول معہ اور مضاف الیہ سے بھی ہوتا ہے جیسے ضربت الضرب شدیدًا اور جاءنی زید و عمرًا راکبًا اور قولہ تعالےٰ بل نتبع ملۃ ابراہیم حنیفا پس فاعل و مفعول کی تخصیص نہ ہوگی جواب یہ ہے کہ اس جگہ فاعل و مفعول بہ سے مراد عام ہے حقیقی ہوں یا حکمی اب مفعول مطلق اگرچہ حقیقۃً مفعول بہ نہیں حکمًا مفعول بہ ہے اس لئے کہ ضربت الضرب شدیدًا کے معنی احدثت الضرب شدیدًا کے ہیں اور یہی حال مفعول معہ کا ہے اگر وہ فاعل کے مصاحب ہو تو وہ حکمًا مفعول بہ ہے اسیطرح مضاف الیہ کو سمجھو کہ مضاف الیہ سے حال اسوقت ہوگا جب مضاف فاعل یا مفعول بہ ہو اور مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا قائمقام کرنا صحیح ہو جیسا کہ بل نتبع ملۃ ابراہیم حنیفا میں مضاف مفعول بہ ہے اور مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا قائمقام کرنا صحیح ہے چنانچہ بل نتبع ابراہیم حنیفا کہہ سکتے ہیں پس

کے معنی ہیں کہ حال کیلئے نکرہ ہونا شرط ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے ۱۲ ؎۴ قولہ وارسلہا العراک الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے
تقریر سوال کی یہ ہے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حال کے لئے نکرہ ہونا شرط ہے پس شرط مذکور کا اقتضاء یہ ہے کہ حال معرفہ نہ ہو حالانکہ چند مواضع ایسے
ہیں کہ جن میں حال معرفہ واقع ہوتا ہے جیسے ارسلہا العراک اور مررت بہ وحدہ اور فعلت جہدک پس حال کے نکرہ ہونے کی شرط کیونکر درست
ہوگی . جواب یہ ہے کہ سب متاول ہیں یعنی ان میں تاویل کرلی گئی ہے مصنف کا یہ قول دو جواب پر مشتمل ہے جن میں سے ایک تسلیمی اور دوسرا
انکاری ہے جواب تسلیمی یہ ہے کہ مثلاً وارسلہا العراک
میں الف ولام زائد ہے اصلہا عراکاً بمعنی معترک
ایسے ہی مررت بہ وحدہ میں معنی میں متوحد نکرہ کے ہے
اور ایسے ہی فعلت جہدک معنی میں مجتہداً نکرہ کے ہے
اور جواب انکاری یہ ہے کہ العراک اور وحدہ اور
جہدک اپنے اپنے فعل محذوف کے مفعول مطلق ہیں
ای تعترک العراک وینفرد وحدہ ای انفراداً وتجتہد
جہدک حال نہیں ہیں بلکہ حال جملہ فعلیہ ہے جس میں
یہ مفعول مطلق واقع اور چونکہ جملہ حکم میں نکرہ
کے ہوتا ہے اس لئے اب کوئی اعتراض وارد
نہیں ہوگا (فائدہ) جاننا چاہئے کہ قولہ وارسلہا
العراک الخ لبید شاعر کے شعر کا ایک جزء ہے پورا
شعر اس طرح ہے وارسلہا العراک ولم یذدہا
ولم یشفق علیٰ نغص الدخال حاصل شعر کا یہ ہے
کہ ایک دن لبید شاعر نے پہاڑ پر سے حمار وحشی
نر اور اس کی مادیوں کو دیکھا کہ
حمار وحشی نے اپنی مادیوں کو پانی پینے کے
لئے چھوڑا اور خود ان کی نگہبانی کے لئے ایک طرف
کھڑا ہو گیا کہ کوئی شکاری ان کا شکار نہ کرے پس
یہ دیکھ کر لبید شاعر نے کہا وارسلہا العراک . الخ
یعنی حمار وحشی نے اپنی مادیوں کو ایک ساتھ
چھوڑ دیا اور ان کو جمع ہونے سے نہ روکا اور نہ اس
امر کا خوف کیا کہ وہ اجتماع کی وجہ سے پوری
طرح سیراب نہ ہو سکیں گی ؎۵ قولہ فان کان
صاحبہا نکرۃ الخ یعنی جب ذوالحال نکرہ ہو تو تقدیم
حال کی ذوالحال پر واجب ہوگی ورنہ ذوالحال
کے منصوب ہونے کی صورت میں حال کا صفت
کے منصوب کے ساتھ التباس ہوگا جیسے رأیت جلاً
راکباً کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ راکباً جلاً کی صفت
ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ حال واقع ہو پس اس وقت حال کو ذوالحال پر مقدم کریں گے تاکہ حال کا صفت کے ساتھ التباس نہ ہو اسلئے کہ صفت اپنے موصوف پر کبھی مقدم نہیں ہوتی
بخلاف حال کے کہ وہ ذوالحال پر مقدم ہو سکتا ہے پس جب حال کو ذوالحال پر مقدم کریں گے تو معلوم ہو جائے کہ یہ حال ہے صفت نہیں
پھر ذوالحال کے منصوب ہونے کی حالت میں جب بخوف التباس حال کو ذوالحال پر مقدم کر دیا گیا تو دیگر مواضع میں بھی طرداً للباب مقدم
کیا گیا ۱۲ (محمد مشیت اللہ دیوبندی غفرلہٗ مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ)

زیدٌ قائماً وعاملُہا[1] الفعلُ اوشبہُہٗ اَو معناہُ وَ
شرطُہا[2] اَن تکونَ نکرۃً وصاحبُہا[3] معرفۃً غالباً وارسلَہا[4]
العِراکَ ومررتُ بہٖ وحدَہٗ ونحوُہٗ متاوّلٌ فان کانَ[5]

؎۱ قولہ وعاملہا الخ یعنی حال کا عامل کبھی تو فعل ہوتا ہے ملفوظ یا مقدر جیسے جاء نی زیدٌ راکباً و
زید فی الدار قائماً : اور کبھی شبہ فعل ہوتا ہے جو عمل فعل کرتا ہے اور فعل نہیں ہوتا جیسے زید ذاہبٌ راکباً
اور کبھی معنی فعل ہوتے ہیں بدون تصریح فعل اور تقدیر فعل کے جیسے ہذا زید قائماً کہ اس مثال
میں عامل فعل کے معنی ہیں جو کہ مخوائے کلام سے مستنبط ہوتے ہیں نہ فعل ملفوظ ہے اور مقدر ہے
؎۲ قولہ وشرطہا الخ حال کی شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو اس لئے کہ معنی حدثی مقید اور
حال اس کی قید ہے پس اگر حال معرفہ ہوگا تو فوقیت قید کی مقید پر لازم آئے گی
اور یہ امر نہایت مذموم ہے ۱۲ ؎۳ قولہ صاحبہا الخ یعنی ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا
ہے اس لئے کہ وہ حقیقت میں محکوم علیہ ہے اور اصل محکوم علیہ میں تعریف ہے لہٰذا وہ
معرفہ ہوگا لیکن کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ لفظ غالباً سے معلوم ہوتا ہے پھر مصنف کا
قول غالباً اس کے قول معرفہ کے متعلق نہیں ہو سکتا ورنہ کلام مصنف میں تناقض پیدا ہو جائیگا
اس لئے کہ اشتراط کا تو اقتضاء یہ ہے کہ ذوالحال ہر جگہ معرفہ ہو اور قولہ غالباً کا اقتضاء یہ ہے کہ ہر
جگہ معرفہ نہ ہو بلکہ اکثر جگہ معرفہ اور بعض جگہ نکرہ ہو اور ظاہر ہے کہ یہ معنی شرطیت کے منافی ہیں
پس اگر منافات سے بچنے کے لئے ہم قولہ غالباً کو اشتراط کے متعلق کریں تو زیادہ مناسب
ہوگا اس لئے کہ اس کلام کے یہ معنی ہوں گے کہ ذوالحال کے معرفہ ہونے کی شرط اکثر
مواد میں ہے نہ کہ بعض مواد میں پس اب محذور مذکور لازم نہ آئیگا نیز ہو سکتا ہے کہ قولہ صاحبہا
معرفۃ مبتدا و خبر ہو کر قولہ وشرطہا ان تکون نکرۃ پر معطوف ہو اب اس صورت میں قولہ غالباً
کا تعلق قولہ معرفۃ سے بھی ہو جائیگا اور اعتراض مذکور لازم نہ آئیگا اس لئے کہ اس وقت کلام

اعتبار سے مثلاً ذہبت راکبۃً بہند اذہبت راکبۃ بہند کے مترادف ہے پس حال کی تقدیم ذوالحال پر نا جائز نہ ہوگی اس لئے کہ مجرور حقیقت میں مجرور نہیں بلکہ حرف جر جزو فعل سے ہے پھر جاننا چاہیئے کہ ان بعض نحویوں کی جانب سے اہل مذہب صحیح پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قولہ تعالیٰ وما ارسلناک الا کافۃ للناس میں کافۃ حال ہے جو مجرور بحرف جر یعنی للناس سے حال واقع ہے اور اس پر مقدم ہے پس تقدیم مذکور نا جائز نہ ہوئی جواب یہ ہے کہ کافۃ اس جگہ لفظ ناس سے حال نہیں بلکہ کاف خطاب سے حال ہے یا یہ کہ کافۃ سرے سے حال ہی نہیں بلکہ وہ مفعول مطلق ہے ای رسالۃً کافۃ بکذا قیل فافہم ۱۲ ۳؎ قولہ وکل ما دل الخ یعنی جو اسم کی ہیئت پر دلالت کرے خواہ جامد ہو یا مشتق وہ حال ہو سکتا ہے مصنف کا مقصود اس سے ان بعض نحاۃ پر رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حال کے لئے مشتق یا معنی میں مشتق کے ہونا شرط ہے چنانچہ فرمایا کہ حال کے لئے مشتق ہونا ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ جس جگہ جامد حال واقع ہو اسکو تبادیل مشتق کیا جائے اس لئے کہ مقصود حال سے بیان ہیئت ہو جاتے تو اس کو تبادیل مشتق کرنے کی کیا ضرورت ہے ۱۲ ۴؎ قولہ مثل ہذا بسراً اور رطباً ہذا البسر اطیب منہ رطباً میں بسراً اور رطباً اسم جامد حال واقع ہیں اس لئے کہ بسراً صفت بسریت (گدرا پن) اور رطباً صفت رطبیت (پختہ پن) پر دلالت کرتا ہے پس اس جگہ بسر کو تبادیل مبسر اور رطب کی تبادیل مرطب کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اسیطرح دونوں جامد حال ہیں پھر رطباً میں تو عامل سب کے نزدیک اطیب ہے اور بسراً میں بھی محققین کے نزدیک یہ ہی عامل ہے لیکن ان لوگوں پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اس پر اس کا معمول مقدم نہیں ہو سکتا پس کیا وجہ ہے کہ یہاں بسراً کو اس کے عامل پر مقدم کیا گیا ہے جواب یہ ہے کہ نحویوں کے نزدیک یہ قاعدہ مسلم ہے کہ جب شئی واحد کیساتھ دو حال دو اعتبار مختلف سے متعلق ہوں تو ہر ایک کا اپنے متعلق کیساتھ متصل ہونا ضروری ہے تاکہ دونوں اعتباروں میں اشتباہ نہ رہے پس مثال مذکور میں چونکہ بسریت مشار الیہ ہذا کیساتھ اس حیثیت سے متعلق ہے کہ وہ مفضل ہے لہذا ضروری ہے کہ بسراً کو ہذا کیساتھ متصل کریں تاکہ وہ من تفضیلی پر مقدم ہو جائے اس لئے کہ مفضل من تفضیل پر مقدم ہوتا ہے اور مفضل علیہ موخر جیسا کہ الشمس انور من القمر میں الشمس مفضل اور قمر مفضل علیہ ہے اور اگر کوئی کہے کہ بسریت مشار الیہ ہذا کیساتھ مفضل ہونے کی حیثیت سے اسوقت معتبر ہوگی جب کہ اطیب میں اس کی ضمیر لی جائے گی اس سے پہلے اس کو مفضل کہنا باطل ہے اس لئے کہ مفضل اسم تفضیل کا مفعول ہے نہ کہ کوئی اور چیز جواب یہ ہے کہ چونکہ ضمیر بنسبت اسم ظاہر کے کالعدم ہے لہذا اسم ظاہر کو کیساتھ مفضل کے اتصال کو واجب کیا گیا اور بسریت کو اس کے ساتھ مفضل ہونے کی حیثیت سے متعلق کیا گیا پس بسراً کا اتصال ہذا کیساتھ ہوگا اور من تفضیلی پر اس کا تقدم ہوگا بخلاف رطباً کے کہ وہ ہذا سے موخر ہوگا۔ اس لئے کہ رطبیت ہذا کے ساتھ اس حیثیت سے متعلق ہے کہ وہ مفضل علیہ ہے اور چونکہ مفضل علیہ من تفضیل سے موخر ہوتا ہے لہذا اس کا مفضل علیہ ہونا باعتبار ضمیر منہ کے ہوگا اور لا محالہ مفضل علیہ یعنی رطباً کا اتصال ضمیر کیساتھ واجب ہوگا اور بعض نحوی جو کہ یہ کہتے ہیں کہ بسراً میں عامل ہذا کے معنی ہیں ای اشیر الیہ حال کونہ بسراً یہ قول صحیح نہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ اسوقت ہو جب کہ خرمے خشک ہوں گدرے نہ ہوں پس اشارہ بسریت کیساتھ مقید نہ ہوگا بلکہ مراد یہ ہے کہ ذات تمر حالت بسریت میں حالت رطبیت سے اطیب ہے عام از یں کہ اشارہ اور تکلم اسوقت ہو جب کہ وہ بسراً (گدرے) ہیں یا اس وقت جب کہ رطب (پختہ کھوریں) ہیں یا اس وقت جب کہ وہ تمر خشک (چھوارے) ہیں۔ فافہم واحفظ)۔

صاحبها نكرة وجب تقديمها ولا يتقدم[1] على العامل المعنوي بخلاف الظرف ولا[2] على المجرور على الاصح وكل ما دل[3] على هيئة صح ان يقع حالا مثل[4] هذا بسرا اطيب منه رطبا

۱؎ قولہ ولا یتقدم علی العامل الخ یعنی حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا اس لئے کہ عامل معنوی عامل ضعیف ہے پس وہ بوجہ اپنے ضعف عمل کے اپنے ماقبل میں عمل نہیں کر سکتا بخلاف ظرف کے کہ وہ عامل معنوی پر مقدم ہو سکتا ہے اس لئے کہ ظرف میں وسعت زیادہ ہے ۱۲ ۲؎ قولہ ولا علی المجرور الخ یعنی حال اپنے ذوالحال مجرور پر بھی مقدم نہیں ہو سکتا خواہ وہ مجرور باضافت ہو یا مجرور بحرف جر لیکن اگر مجرور باضافت ہو تو حال کی تقدیم اس پر بالاتفاق ممنوع ہے اس لئے کہ حال وجود میں ذوالحال کا تابع اور فرع ہے پس جس طرح کہ مضاف الیہ کا تقدم مضاف پر نا جائز ہے اسیطرح تابع مضاف الیہ کا تقدم بھی مضاف پر نا جائز ہوگا اور اگر حال کو صرف مضاف الیہ پر مقدم کریں تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل لازم آتا ہے اور وہ نا جائز ہے اور اگر ذوالحال مجرور بحرف جر ہو تو حال کو ذوالحال پر مقدم کرنے میں اختلاف ہے اکثر نحوی تقدیم مذکور کو نا جائز کہتے ہیں چنانچہ یہی مذہب مصنف کا ہے اور اسی وجہ سے علی الاصح کہا ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ مجرور جار پر مقدم نہیں ہوتا پس متعلق مجرور بھی بطریق اولیٰ جار پر مقدم نہ ہوگا اور جو لوگ کہ تقدیم مذکور کو جائز کہتے ان کی دلیل یہ ہے کہ حرف جر تعدیہ میں عین تفعیل اور ہمزہ افعال کیساتھ مناسبت رکھتا ہے یعنی جسطرح کہ باب تفعیل میں کبھی عین کی تضعیف اور باب افعال میں کبھی ہمزہ فعل لازم کو متعدی کرنے کیلئے ہوتا ہے اسیطرح حرف جر سے بھی کبھی فعل لازم کو متعدی کیا جاتا ہے پس گویا حرف جر تمام فعل اور اس کے بعض جزو سے ہے اور اس

وَقَدْ[1] تَکُوْنُ جُمْلَۃً خَبَرِیَّۃً فَالْاِسْمِیَّۃُ[2] بِالْوَاوِ وَالضَّمِیْرِ

(الحال ۱۲ — بالجملۃ ۱۲)

اَوْ بِالْوَاوِ[3] اَوْ بِالضَّمِیْرِ[4] عَلٰی ضُعْفٍ وَالْمُضَارِعُ[5]

(او بالضمیر — ای ضعف یا ۱۲)

الْمُثْبَتُ بِالضَّمِیْرِ وَحْدَہٗ وَمَا سِوَاھُمَا[6] بِالْوَاوِ

(نحو جاءنی زید یضرب ۱۲)

وَالضَّمِیْرِ اَوْ بِاَحَدِھِمَا وَلَا بُدَّ[7] فِی الْمَاضِی الْمُثْبَتِ

۱؎ قولہ وقد تکون یعنی کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے پس لفظ قد سے اس کی تقلیل کیطرف اشارہ ہے اس لئے کہ حال مثل خبر مبتداء کے ہے اور اصل خبر میں افراد ہے پس حال میں بھی افراد اصل ہوگا۔ باقی رہا جملہ انشائیہ سو وہ حال نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اوپر مذکور ہوا کہ حال ذو الحال سے بمنزلہ خبر کے ہے اور خبر محکوم بہ ہوتی ہے پس حال بمنزلہ محکوم بہ کے ہوگا اور ظاہر ہے کہ جملہ انشائیہ محکوم بہ نہیں ہو سکتا ہے مگر تاویل پس وہ حال نہ ہوگا۔ پھر جملہ چونکہ افادہ میں مستقل ہے لہذا وہ دوسری شئی کیسا تھ ارتباط کو مقتضی نہیں۔ بخلاف حال کے کہ وہ ذو الحال کیسا تھ مرتبط ہوتا ہے پس حال جملہ ہوگا تو لامحالہ رابطہ اس میں ضروری ہوگا اور وہ رابطہ ضمیر اور واؤ ہے ۱۲ ۲؎ قولہ فالاسمیۃ الخ یعنی جملہ اسمیہ اگر حال واقع ہو تو اس میں یا تو واؤ اور ضمیر دونوں لائیں گے اس لئے کہ جملہ اسمیہ استقلال میں قوی ہے لہذا اس کو ذو الحال کے ساتھ ربط دینے والا رابطہ بھی زیادہ قوی ہونا چاہئے جیسے جئت وانا راکب ۱۲ ۳؎ قولہ او بالواو یعنی یا رابطہ اسمیہ حالیہ میں صرف واؤ ہوگا۔ اس لئے کہ واؤ اول امر میں ربط پر دلالت کرتا ہے لہذا اس پر اکتفا کیا جائیگا جیسے کنت نبیا وآدم بین الماء والطین ۱۲ ۴؎ قولہ او بالضمیر الخ یعنی یا جملہ اسمیہ حالیہ میں رابطہ صرف ضمیر ہوگی لیکن صرف ضمیر سے متلبس ہو کر جملہ اسمیہ کا حال واقع ہونا ضعیف

ہے اس لئے کہ ضمیر کے لئے لازم نہیں ہے کہ وہ مثل واؤ کے ابتداء میں واقع ہو پس وہ ربط پر اول امر میں دلالت نہیں کرتی جیسے کلمتہ فوہ الی فی ۱۲ ۵؎ قولہ والمضارع المثبت الخ یعنی اگر فعل مضارع مثبت حال ہو تو اس وقت اس میں تنہا ضمیر ربط کے لئے کافی ہوگی اس لئے مضارع مثبت اسم فاعل کے مشابہ ہے اور اور اسم فاعل میں ربط کے لئے ضمیر ہی کافی ہے پس اس کے مشابہ میں بھی ضمیر کافی ہوگی لیکن فعل مضارع کا حال ہونا اس وقت صحیح ہوگا جب کہ وہ حرف استقبال یعنی سین اور لن سے خالی ہو ۶؎ قولہ وما سواھما الخ یعنی ہر وہ جملہ کہ ان دونوں جملوں کے علاوہ ہو خواہ وہ مضارع منفی ہو یا ماضی مثبت یا ماضی منفی تو اس وقت تینوں صورتیں جائز ہیں یا تو واؤ اور ضمیر دونوں رابطہ کے لئے لائیں گے یا ان میں سے کسی ایک پر اکتفا کرینگے اور اس صورت میں ضمیر پر اکتفا کرنے میں کسی قسم کا ضعف نہیں اس لئے کہ جملہ فعلیہ کا استقلال مثل جملہ اسمیہ کے نہیں ہے مضارع منفی کی مثالیں جیسے جاءنی زید وما یتکلم غلامہ اور جاءنی زید وقد یتکلم عمرو ماضی مثبت کی مثالیں جیسے جاءنی زید وقد خرج غلامہ اور جاءنی زید قد خرج غلامہ اور جاءنی زید وقد خرج عمرو ماضی منفی کی مثالیں جیسے جاءنی زید ما خرج غلامہ و جاءنی زید وما خرج غلامہ و جاءنی زید وما خرج عمرو ۷؎ قولہ ولا بد فی الماضی المثبت الخ یعنی ماضی مثبت جب کہ وہ حال واقع ہو لفظ قد کا داخل ہونا ضروری ہے خواہ قد لفظوں میں موجود ہو یا مقدر ہو اس لئے کہ ماضی زمانہ گذشتہ کی خبر دیتی ہے اور حال وہ ہے جو کہ زمانہ موجودہ پر دلالت کرے پس لامحالہ ماضی پر جبکہ وہ حال واقع ہو قد کو داخل کر دیتے ہیں تا کہ ماضی کو حال کے نزدیک کردے صورۃً اور مجازاً نہ کہ حقیقۃً اسلئے کہ قد حقیقت میں زمانہ ماضی کو زمانہ حال لغوی کے جو کہ زمانہ متکلم ہے نزدیک کرتا ہے نہ کہ زمانہ حال اصطلاحی کے کہ وہ زمانہ صدور فعل کا ہے مثال قد کی کہ لفظوں میں ظاہر ہو جیسے جاءنی قد رکب غلامہ اور مثال قد مقدرہ کی جیسے قولہ تعالیٰ او جاءکم حصرت صدورھم ای قد حصرت اور یہ قول سیبویہ اور مبرد کیخلاف ہے اسلئے کہ قد کا حذف ان کے نزدیک جائز نہیں پس وہ کہتے ہیں کہ حصرت صدورھم حال نہیں بلکہ حال سیبویہ کے نزدیک محذوف ہے اور جملہ حال محذوف کی صفت ہے جاءکم قوما حصرت صدورھم اور مبرد کہتا ہے کہ حصرت صدورھم جملہ دعائیہ ہے باقی رہا آیت کا ترجمہ تو وہ حال کہنے کی صورت میں تو یہ ہوگا وہ جماعت تمہارے قتل کیلئے اس حال میں آئی کہ وہ تنگدل تھی اور دعا سمجھنے کی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ وہ جماعت تمہارے قتل کیلئے آئی دل اس قوم کے تنگ ہو جائیں محمد مشیت اللہ دیوبندی

حذف کے لئے ایک دوسری قید کا اضافہ کرنا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ جملہ اسمیہ ایسے دو اسموں سے مرکب نہ ہو کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی حال میں عمل کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو ورنہ مذکور عمل کریگا اور حذف عامل واجب ہوگا جیسے اللّٰہ شہیدًا قائمًا بالقسط لغرض بعد متحقق ہونے شرط مذکور کے حال موکدہ کے عامل کا حذف کرنا واجب ہے اور یہ اس لئے کہ جملہ سابقہ عامل محذوف پر دلالت کرتا ہے مثلاً زید ابوک عطوفًا میں متکلم کا مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ زید مخاطب کا باپ ہے اور اس پر شفقت کرنیوالا ہے مخاطب کو صرف ابوہ زید کی خبر دینا نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ جملہ سابقہ احقہ پر دلالت کرتا ہے لہذا احقہ کو حذف کیا بخلاف اس حال موکدہ کے جو مضمون جملہ فعلیہ کی تقریر کرتا ہے کہ وہاں عامل حال کا حذف کرنا واجب نہیں اس لئے کہ اس سے پہلے کوئی ایسا جملہ اسمیہ نہیں جو کہ قائم مقام فعل کے ہو جائے ۱۲ ؎۴ قولہ التمییز الخ یعنی تمیز وہ اسم ہے جو ذات مذکورہ

مِن قدٍ ظاهرةً او مقدرةٍ ويجوز[1] حذفُ العاملِ
(ای عامل الحال ۱۲)

كقولك للمسافر راشدًا مهديًا ويجب[2] في المؤكدةِ
(ای من یرید السفر ۱۲) (الحال ۱۲)

مثل زيدٌ ابوك عطوفًا ای اُحِقُّه وشرطها[3]
(مبتدا)

(صفۃ لجملۃ ۱۲)
اَن تكون مُقرِّرةً لمضمون جملةٍ اسميةٍ التمييز[4]

؎۱ قولہ ویجوز حذف العامل الخ اور حال کے عامل کا حذف کرنا جائز ہے جبکہ اس کے حذف پر کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ موجود ہو جیسا کہ کوئی شخص سفر کا ارادہ کرے اس کو راشدًا مہدیًا کہیں اس مثال میں راشدًا حال ہے اور اس سے پہلے لفظ سِر محذوف ہے جس کو بقرینہ حال مخاطب کے حذف کر دیا گیا ہے ای سِر راشدًا مہدیًا اور قولہ مہدیًا یا تو راشدًا کی صفت ہے یا حال بعد حال ہے قرینہ مقالیہ کیمثال جیسے راکبًا اس شخص کے جواب میں کہیں کہ جس نے کہا کیف جئت ای جئت راکبًا پس جئت کو بقرینہ سوال مذکور کے حذف کر دیا گیا ہے ۱۲ ؎۲ قولہ ویجب فی المؤکدۃ الخ یعنی حال موکدہ میں عامل کا حذف کرنا واجب ہے اور حال موکدہ وہ ہے جو اپنے ذوالحال سے غالبًا جدا نہ ہو جیسے قولہ زید ابوک عطوفًا ای احقہ یہاں عطوفًا حال موکدہ ہے اس لئے کہ عطوفت اور مہربانی اغلب ہے کہ باپ سے جدا نہیں ہوتی پس اس سے پہلے احقہ فعل محذوف ہے اور اسکا حذف کرنا واجب ہے ۱۲ ؎۳ قولہ وشرطہا ان تکون مقررۃ الخ یعنی عامل حال موکدہ کے وجوب حذف کی شرط یہ ہے کہ وہ حال موکدہ مضمون جملہ اسمیہ کا ثابت کرنیوالا ہو پس اس قید سے وہ حال خارج ہو جائے گا جو کہ جملہ کے بعض اجزا کی تقریر کرتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ انا ارسلناک للناس رسولًا حال ہے اور صرف رسالت کی تقریر کرتا ہے پس اس مثال میں عامل کا حذف واجب ہوگا نیز جملہ اسمیہ کی قید سے وہ حال موکدہ خارج ہو جائیگا جو کہ جملہ فعلیہ کی تقریر کرتا ہے جیسے انا انزلناہ قرآنًا عربیًا پھر عامل حال موکدہ کے وجوب

یا مقدرہ سے اس ابہام کو دور کرے جو کہ اس کے معنی موضوع لہ میں راسخ ہو چکا ہے پس تعریف مذکور میں قولہ ما جنس ہے تمام اسماء کو شامل ہے اور قولہ یرفع الابہام بدل کو خارج کرتا ہے اس لئے کہ بدل مبدل منہ سے ابہام کو رفع کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ مبدل منہ حکم میں متروک کے ہے اور بدل مقصود ہوتا ہے پس بدل ترک مبہم اور ایراد معین کیلئے ہے نہ کہ کسی چیز سے رفع ابہام کے لئے۔ پھر قولہ المستقر کے یہ معنی ہیں کہ وہ ابہام معنی موضوع لہ میں اس حیثیت سے کہ وہ موضوع لہ ہے راسخ اور قرار پکڑ گیا ہو اور یہ معنی اس لئے ہیں کہ مستقر اگرچہ لغۃً بمعنی ہے لیکن وہ مطلق ہے اور مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے اور فرد کامل ابہام وضعی ہے لہذا یہی مراد ہوگا مصنف کے قول المستقر سے تین چیزیں خارج ہوتی ہیں۔ ایک لفظ مشترک کی صفت جیسے رأیت عینًا جاریۃ اس لئے کہ کلمہ جاریہ کا لفظ عین سے ابہام کو رفع کرتا ہے اور یہ ابہام لفظ عین کی وضع میں نہیں بلکہ استعمال میں باعتبار تعدد موضوع لہ کے پیدا ہوا ہے دوسرے صفت مبہم کی جیسے ہذا الرجل اس لئے کہ ہذا مثلاً یا تو مفہوم کلی کے لئے وضع کیا گیا ہے بشرط استعمالہ فی الجزئیات اور اس وقت ظاہر ہے کہ مفہوم کلی میں کوئی ابہام نہیں بلکہ ابہام از راہ تعدد مستعمل فیہ پیدا ہوا ہے اور یا کہ تحت اس کلی جتنی جزئیات ہیں ان میں سے ہر ایک کیلئے وضع کیا گیا ہے جیسا کہ جمہور کا قول ہے اور ظاہر ہے کہ ہر جزئی میں از راہ وضع کے ابہام نہیں بلکہ ابہام ہذا میں بسبب تعدد موضوع لہ کے پیدا ہوا ہے پس ہذا کی صفت الرجل اگرچہ اس سے ابہام کو دور کرتی ہے لیکن چونکہ یہ ابہام وضعی نہیں لہذا وہ تمیز سے خارج ہو جائیں گی تیسرے عطف بیان جیسے قولک ابوحفص عمر اس لئے کہ ہر ایک ابوحفص اور عمر سے شخص معین کے لئے کیا گیا ہے پس دونوں میں سے کسی میں ابہام نہیں لیکن چونکہ وہ عمر کے نام سے زیادہ مشہور ہیں لہذا ابوحفص میں بوجہ عدم شہرت کے خفا ہے اور یہ خفا عمر کہنے سے زائل ہو جاتا ہے پس عمر عطف بیان ہے نہ کہ تمیز اس لئے کہ تمیز کے لئے میز میں ابہام وضعی ہونا چاہئے اور یہ ابہام وضعی نہیں ہے اور قولہ عن ذات الخ نعت اور حال سے احتراز ہے اس لئے کہ یہ دونوں اس ابہام کو دور کرتے ہیں جو وصف مستقر میں ہوتا ہے ابہام ذات کو دور نہیں کرتے پھر جاننا چاہیئے کہ قولہ مذکورہ اور مقدرۃ قولہ ذات کی صفت ہے اور اس میں تمیز کی دو قسموں کیطرف باقی حاشیہ ص۷۴ پر

سے بیس سے کم اور زیادہ پر اس کا اطلاق نہیں پس اس میں ابہام ہونا ذاتی نہ ہوا اور جواب یہ ہے کہ عدد سے مقصود معدود ہے پس جب معدود میں ابہام ہوا تو گویا عدد میں بھی ابہام ہوا ۱۲ ؎۳ قولہ وسیاتی یعنی تمیز عدد کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ باب اسماء عدد میں آئیگا ۱۲ ؎۴ قولہ واما فی غیرہ یعنی یا وہ مفرد مقدار غیر عدد کے ضمن میں متحقق ہوگی جیسے رطل زیتا ومنوان سمنا وعلی التمرۃ مثلہا زبدا اب اگر کوئی کہے کہ تمیز غیر عدد کی صرف ایک مثال کافی تھی مصنف نے اس قدر مثالوں کو ذکر کیوں کیا جواب یہ ہے کہ تمیز کا عامل اسم تام ہوتا ہے پس مصنف نے چاہا کہ بذریعہ مثالوں کے اسم تام کی تمام صورتوں کو ذکر کریں چنانچہ اسم یا تنوین سے تام ہوتا ہے یا نون تثنیہ سے یا نون جمع سے یا اضافت سے جیسا کہ امثلہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اور اگر کوئی کہے کہ الف ولام سے بھی تو اسم تام ہو جاتا ہے کیونکہ تمامی اسم سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی حالت میں ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے وہ کسی دوسری چیز کیطرف مضاف نہ ہو سکتا ہو پس جب کہ الف ولام کے ساتھ بھی اسم مستعمل الاضافت ہے تو الف ولام کبھی اسم تام ہونا جواب یہ ہے کہ یہاں وہ اسم تام مراد ہے جو کہ ناصب تمیز ہو معرف باللام چونکہ ناصب نہیں لہذا وہ خارج ہے تفصیل مقام کی یہ ہے کہ اسم جب ان اشیاء کے ذریعے سے تام ہوگا تو اس کو مشابہت فعل کیساتھ ہو جائے گی پس جسطرح فعل اپنے فاعل سے تام ہوتا ہے اسیطرح یہ اسم بھی اشیاء مذکورۃ الصدر میں سے کسی ایک کے ذریعہ تام ہوتا ہے لہذا یہ اشیاء تو بمنزلہ فاعل کے اور تمیز بمنزلہ مفعول کے ہوگی اور جس طرح پر کہ فعل و فاعل کے بعد اسم منصوب ہوتا ہے اسیطرح تمیز بھی منصوب ہوگی اور ناصب وہ اسم تام ہوگا بخلاف معرف باللام کے کہ اس میں چونکہ الف ولام اول میں ہے اور ظاہر ہے کہ فاعل فعل کا ہمیشہ بعد میں ہوتا ہے پس معرف باللام کی مشابہت فعل کے ساتھ نہ ہوگی لہذا اس جگہ تمامی اسم میں الف لام کا اعتبار نہ کیا جائیگا اور معرف باللام کے بعد جو اسم ہوگا وہ منصوب نہ ہوگا ۱۲ ؎۵ قولہ فیفرد الخ یعنی جب تمیز جنس ہو تو اس کو مفرد لاتے ہیں اگرچہ اسم تام مثنی یا مجموع ہو اور مراد جنس سے یہ ہے کہ متشابہ الاجزاء ہو یعنی کل ایک تھا اس کے اجزا تمام ماہیت میں شریک ہوں اور بغیر تاء کے اس کا اطلاق قلیل وکثیر پر ہوتا ہے نیز اطلاق کل کا جز پر صحیح ہو پس اس صورت میں حاجت تثنیہ اور جمع کے لانے کی نہ ہوگی جیسے ماء اور تمر بخلاف رجل اور فرس کے کہ یہ اسم جنس ہیں اس لئے کہ اسم جنس وہ ہے کہ قلیل پر بولا جائے اور کثیر پر اطلاق نہ کیا جائے کذا فی حاشیۃ علی البدایۃ ۱۲

مَا يَرْفَعُ الْاِبْهَامَ الْمُسْتَقِرَّ عَنْ ذَاتٍ مَذْكُوْرَةٍ

موصوفۃ او موصوف ۱۲ — موصوف ۱۲ — صفت ۱۲

اَوْ مُقَدَّرَةٍ فَالْاَوَّلُ[۱] عَنْ مُفْرَدٍ مِقْدَارٍ غَالِبًا اِمَّا[۲]

مبتدا ۱۲

فِيْ عَدَدٍ نَحْوُ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَسَيَأْتِيْ[۳] وَاِمَّا[۴] فِيْ غَيْرِهٖ

تمیز ۱۲

نَحْوُ رِطْلٌ زَيْتًا وَمَنَوَانِ سَمْنًا وَقَفِيْزَانِ بُرًّا وَ

اسم مبہم ۱۲ — تمیز ۱۲ — مثال الکیل ۱۲ — تمیز ۱۲

عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا فَيُفْرَدُ[۵] اِنْ كَانَ جِنْسًا

مبتدا مؤخر ۱۲ — خبر مقدم ۱۲ — مثال القیاس ۱۲ — تمیز ۱۲ — جزا مقدم ۱۲ — شرط ان ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ کا) اشارہ ہے یعنی ایک تمیز تو وہ ہے جو ذات مذکورہ سے ابہام مستقر کو دور کرتی ہے جیسے رطل زیتا دوسرے وہ کہ ذات مقدرہ سے ابہام مستقر کو دور کرتی ہے جیسے طاب زید نفسا اس لئے کہ وہ قوت میں طاب شیٔ منسوب الی زید کے ہے اور نفسا تمیز ہے جو شیٔ سے ابہام کو رفع کرتی ہے ۱۲ پچھلے صفحہ کا حاشیہ ختم ہوا۔

؎۱ قولہ فالاول الخ یعنی تمیز کی قسم اول جو کہ ابہام کو ذات مذکورہ سے دور کرتی ہے وہ اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے مفرد سے مراد یہ ہے کہ جملہ اور شبہ جملہ نہ ہو اور مقدار اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس سے اشیاء کا اندازہ کیا جائے جیسے عدد کیل۔ وزن۔ مساحت وغیرہ ۱۲۔

؎۲ قولہ اما فی عدد الخ یعنی مفرد مقدار یا تو ضمن میں عدد کے پائی جائے گی جیسے عشرون درہما اس لئے عشرون عدد مبہم ہے کہ اس کا مصداق معلوم نہیں کہ کون سی چیز ہے درہم یا دینار یا ان کے غیر پس جب درہما تو تمام محتملات سے امتیاز ہو گیا اور اگر کوئی کہے کہ عشرون عدد معین کیلئے وضع کیا گیا

طرف بھی مضاف ہوجاتا ہے جیسے مشریک وعشری رمضان پس اگر اس کی اضافت تمیز کیطرف کرینگے تو بعض صورتوں میں تمیز کا التباس غیر تمیز کیساتھ لازم آئیگا اسلئے کہ مثلاً بوقت اضافت عشرین کے رمضان کیطرف یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بیس دن رمضان کے مراد ہیں کہ اضافت تمیز کی ہو یا بیسواں دن مقصد کا مراد ہے کہ اضافت غیر تمیز کیطرف ہو اور جب بعض صورتوں میں التباس ہوا تو نحویوں نے اضافت کو غیر صورت التباس میں بھی ناجائز کہا مگر بقلت ۱۲۔

الا انۡ[1] يُقصدَ الانواعُ ويُجمعُ[2] في غيره ثمّ[3] انۡ كان بتنوينٍ او بنون التثنية جازت الاضافة والا فلا وعن غيرِ مقدارٍ[4] مثل خاتمٌ حديدًا والخفضُ[5] اكثرُ والثاني[6] عن نسبةٍ في جملةٍ او ما ضاهاها

ای تمیز ۱۲ — ای وان لم یکن بتنوین او بنون التثنیۃ ۱۲

[1] قولہ الا ان یقصد الانواع یعنی جب جنس سے دو نوع یا چند نوع کا بیان کرنا مقصود ہو تو اس صورت میں حسب مراد اس کو تثنیہ اور جمع لایا جائیگا اس لئے کہ جنس انواع مختلفہ پر دلالت کرتی ہے پس تعدد انواع کیصورت میں اس کو تثنیہ اور جمع لائیں گے جیسے طابت زید برمبستین ۱۲ [2] قولہ ویجمع فی غیرہ یعنی تمیز کے غیر جنس ہونے کی صورت میں اس کو موافق اسم تام کے تثنیہ اور جمع لایا جائیگا اس لئے کہ جب اس کا اطلاق قلیل وکثیر پر صحیح نہ ہوا تو ضروری ہے کہ تثنیہ اور جمع موافق مقصود کے لائیں جیسے عندی ثوبین اوثوابا ۱۲ [3] قولہ ثم ان کان بتنوین الخ یعنی اگر مفرد مقدار تنوین یا نون تثنیہ کیساتھ تام ہو تو اس وقت اس کی اضافت تمیز کیطرف تخفیف کیوجہ سے جائز ہے اور یہ اضافت بیانیہ ہوگی اور اگر مفرد مقدار تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ تام نہ ہو بلکہ نون جمع یا اضافت کے ساتھ ہو تو اب کی اضافت جائز نہیں اور وجہ یہ ہے کہ اگر مضاف کو تمیز کیطرف مضاف کریں گے تو دو صورتیں ہیں پہلی اضافت جاتی رہے گی یا باقی رہے گی اگر جاتی رہے تو یہ جائز نہیں اس لئے کہ اس صورت میں ابطال عمل اور خلاف مفروض لازم آتا ہے اور اضافت اولیٰ باقی رہے تو یہ بھی جائز نہیں اسلئے کہ مضاف کی اضافت جائز نہیں۔ نیز دوبارہ اضافت کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ اسم تام اسم تام نہ رہے گا۔ اسلئے کہ اسم تام کے تو یہ معنی ہیں کہ وہ ایسی حالت پر ہو کہ اسکے ہوتے ہوئے اضافت جائز نہ ہو۔ جب اس کی اضافت ہوگی تو وہ اسم تام نہ رہا باقی رہا نون جمع سو اس کی اضافت بخوف التباس جائز نہیں اس لئے کہ وہ بالاتفاق غیر تمیز کی

[4] قولہ وعن غیر مقدار الخ اس کا عطف مقدار پر ہے یعنی تمیز جیسا کہ مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے اور مراد غیر مقدار سے یہ ہے کہ نہ عدد ہو اور نہ وزن اور نہ ذراع اور نہ کیل نہ مقیاس ۱۲ [5] قولہ والخفض اکثر یعنی مفرد غیر مقدار کی تمیز کو جر دینا اکثر ہے اس لئے کہ تمیز سے مقصود رفع ابہام ہے اور وہ خفض یعنی جر کی صورت میں تخفیف کے ساتھ حاصل ہوجاتا ہے [6] قولہ والثانی عن نسبۃ الخ یعنی دوسری قسم تمیز کی وہ ہے جو ابہام کو اس نسبت سے دور کرتی ہے جو جملہ اور شبہ جملہ میں ہے اب اگر کوئی کہے کہ مصنف رح کے کلام میں تعارض ہے اس لئے کہ ماقبل گزر چکا ہے کہ قسم ثانی وہ ہے جو ابہام کو ذات مقدرہ سے دور کرتی ہے اور یہاں ذات کا ذکر نہیں نسبت کا ذکر ہے اور وہ ایک امر معنوی ہے ذات نہیں لہذا مناسب یہ تھا کہ مصنف علام اس جگہ عن ذات مقدرہ فی نسبۃ فی جملۃ کہتے ہیں تاکہ تعارض لازم نہ آتا جواب یہ ہے کہ چونکہ طرف نسبت میں ابہام کا ہونا ابہام فی النسبۃ کو مستلزم ہے اور نسبت سے ابہام کو دور کرنا طرف نسبت سے ابہام کا دور کرنا ہے لہذا اسجگہ مصنف نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف عن نسبۃ کہدیا۔ تاکہ ضمن میں اس کے ایک دوسرا فائدہ حاصل ہو جائے۔ وہ یہ کہ درحقیقت قسم اول اور قسم ثانی کے مابین تقابل صرف نسبت سے ہے نہ کہ باعتبار ذکر ذات اور عدم ذکر ذات کے اس لئے کہ کبھی قسم اول میں بھی ذات کو ذکر نہیں کرتے جیسے نعم رجلاً اس لئے کہ اس جگہ رجلاً ابہام کو ذات مقدرہ سے دور کرتا ہے اور وہ ضمیر ہے نعم میں پس معلوم ہوا کہ تمیز کی دونوں قسموں میں ذات مذکورہ اور مقدرہ کا فرق نہیں بلکہ فرق یہ ہے کہ اول میں تو رفع ابہام غیر نسبت سے اور ثانی میں نسبت سے ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

کی صفت بنانا جائز ہوگا یا نہیں اور برتقدیر اول احتمال غیر کا رکھے گی یا نہیں اول کی مثال جیسے طاب زید ابوۃ اور ثانی کی مثال جیسے طاب زید علمًا اس لئے کہ ابوۃ اور علم کو زید کی صفت بوسکتی ہیں مگر ابوۃ میں تو احتمال غیر ہے کہ کسی اور کی بھی صفت ہو اور علم میں احتمال غیر کا نہیں اور برتقدیر ثانی جب کہ تمیز کو منتصب عنہ کی صفت بنانا جائز نہ ہوگا اس میں شقوق جاری نہ ہوں گی جیسے طاب زید دارًا اس لئے کہ دار نہ تو منتصب عنہ پر محمول ہے اور نہ اس کی صفت ہے اور علیٰ ہذا القیاس شبہ جملہ میں بھی یہی پانچ صورتیں متصور ہوتی ہیں لیکن مصنف نے بطور اختصار نسبت جملہ میں صرف نفس کو ذکر کیا اور باقی اقسام اربعہ کو چھوڑ دیا کیونکہ یہ اقسام شبہ جملہ کی مثالوں سے معلوم ہوتی ہیں اور جملہ میں اقسام اربعہ کو ذکر کیا اور نفس کو چھوڑ کر دیا اس لئے کہ نفس اشہر تمیزات سے ۱۲ ۳؎ قولہ اوفی اضافۃ یہ قولہ فی جملۃ وما ضنا ہا پر معطوف ہے ۱۲ ۴؎ قولہ مثل یعجبنی طیبہ الخ یہ چند مثالیں اس تمیز کی ہیں جو کہ نسبت اضافیہ سے ابہام کو دور کرتی ہیں لیکن یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ مصنف نے تمیز کی دونوں قسموں کی مثالوں کے بعد للہ درہ فارسًا کو ذکر کیا نہ تو قسم اول کی مثالوں میں اس کو درج کیا اور نہ قسم ثانی کی مثالیں میں جواب یہ ہے کہ اس سے مقصود ان بعض نحاۃ پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ تمیز کے لئے یہ شرط ہے کہ جامد ہو حتیٰ کہ اگر کوئی اسم مشتق بصورت تمیز دیکھا جائے گا تو وہ تمیز نہ ہوگا بلکہ حال ہوگا پس مصنف ان کا رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمیز سے مقصود رفع ابہام ہے پس اگر یہ مشتق سے حاصل ہو تو وہ بھی تمیز ہوگا تمیز کے لئے جامد ہونا شرط نہیں نیز مصنف اس مثال کو علیحدہ لاکر اس امر کیطرف اشارہ کرتے ہیں کہ بعض نحاۃ کا مسلک یہ ہے کہ اگر تمیز ضمیر سے واقع ہو تو قسم اول سے ہوگی یعنی ذات مذکورہ سے جیسا کہ صاحب مفصل نے اس مثال کو ذیل میں قسم اول کے ذکر کیا اور مصنف کے نزدیک اس میں تفصیل ہے اگر مرجع ضمیر کا معلوم ہے تو یہ تمیز ذات مقدرہ سے ہوگی اس لئے کہ اس وقت حقیقت میں مرجع ممیز ہے اور وہ اس جگہ مذکور نہیں اور اگر ضمیر کا مرجع معلوم نہ ہو تو اس وقت تمیز ذات مذکورہ سے ہوگی اس لئے کہ اس حالت میں ضمیر مبہم ہے اور وہ مذکور ہے اور اسی سے تمیز واقع ہے۔

نحو طَابَ زَیْدٌ[۱] نَفْسًا وَزَیْدٌ طَیِّبٌ[۲] اَبًا وَاُبُوَّۃً وَدَارًا

مثال الجملۃ ۱۲ — مثال لما یشبہ الجملۃ ۱۲

وَعِلْمًا اَوْ فِیْ[۳] اِضَافَۃٍ مِثْلُ یُعْجِبُنِیْ[۴] طِیْبُہٗ اَبًا وَ

معطوف علیٰ قولہ فی جملۃ ۱۲

اُبُوَّۃً وَدَارًا وَعِلْمًا وَلِلّٰہِ دَرُّہٗ فَارِسًا

۱؎ قولہ نحو طاب زید نفسًا اگر کوئی کہے کہ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ مصنف نے یہ مثال اس ذات مقدرہ کی دی ہے جو کہ جملہ میں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ مثال اس کی نہیں ہے اس لئے کہ ممیز اس جگہ مذکور ہے اور وہ زید ہے جواب یہ ہے کہ ممیز اس مثال میں محذوف ہے اور وہ لفظ شیٔ ہے اس لئے کہ یہ اصل میں طاب شیٔ منسوب الی زید تھا شیٔ کو حذف کر کے زید کو اس کے بجائے رکھ دیا گیا اس لئے کہ زید عین شیٔ ہے پس یہ مثال ذات مقدرہ کی ہوگی پھر اگر کوئی کہے کہ اب بھی مثال اور ممثل لہ میں مطابقت نہیں اس لئے کہ ممثل لہ یہ ہے کہ تمیز رفع ابہام نسبت جملہ سے کرے اور اس مثال میں رفع ابہام مسند الیہ سے ہے نہ کہ نسبت سے پس مثال و ممثل لہ میں مطابقت نہ ہوئی اور اس کا جواب وہی دیا جائے گا جو کہ ماقبل مذکور ہوا کہ ابہام طرف نسبت میں ابہام فی النسبۃ کو مستلزم ہے پس مثال مذکور میں جس طرح رفع ابہام مسند الیہ سے ہے اسی کے ساتھ نسبت سے بھی ہے ۱۲ ۲؎ قولہ وزید طیب الخ ان مثالوں میں تمیز نسبت شبہ جملہ سے ابہام کو دور کرتی ہے اور اگر کوئی کہے کہ اس جگہ مصنف نے کثرت سے کیوں مثالیں بیان کی ہیں جواب یہ ہے کہ یہاں تکثیر امثلہ سے مصنف اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تمیز کی باعتبار منتصب عنہ کی پانچ قسمیں ہیں اس لئے کہ تمیز یا تو منتصب عنہ پر بالذات محمول ہوگی یا نہ ہوگی اور برتقدیر اول احتمال غیر کا رکھے گی یا نہیں ثانی کی مثال جیسے طاب زید نفسًا اس لئے کہ نفس زید کے ساتھ خاص ہے غیر کا احتمال نہیں رکھتا اور اس پر بالذات محمول ہے اور اول کی مثال جیسے طاب زید ابًا اس لئے کہ ابًا زید پر بالذات محمول ہے اور غیر زید کا بھی احتمال رکھتا ہے اور برتقدیر ثانی جب کہ تمیز منتصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو دو صورتیں ہیں یا تو تمیز کو منتصب عنہ

محمد مشیت اللہ دیوبندی غفرلہ

ثُمَّ اِنْ كَانَ اِسْمًا يَصِحُّ جَعْلُهُ لِمَا انْتَصَبَ عَنْهُ جَازَ

(ای التمیز عن النسبۃ ۱۲ — غیر صفۃ ۱۲)

اَنْ يَكُوْنَ لَهُ وَلِمُتَعَلِّقِهِ وَاِلَّا فَهُوَ لِمُتَعَلِّقِهِ فَيُطَابِقُ فِيْهِمَا

(ای لمتعلق ما انتصب عنہ ۱۲ — التمیز ۱۲)

مَا قُصِدَ اِلَّا اِذَا كَانَ جِنْسًا اِلَّا اَنْ يُقْصَدَ الْاَنْوَاعُ وَ

اِنْ كَانَتْ صِفَةً كَانَتْ لَهُ وَطِبْقَهُ وَاحْتَمَلَتِ الْحَالَ

(تلک الصفۃ ۱۲)

وَلَا يَتَقَدَّمُ التَّمْيِيْزُ عَلٰى عَامِلِهِ وَالْاَصَحُّ اَنْ لَا يَتَقَدَّمَ عَلٰى

(ای مع المذاہب ۱۲)

۱ قولہ ثم ان کان اسما الخ یعنی اگر تمیز ایسا اسم غیر صفت ہو کہ جس کا حمل کرنا منتصب عنہ پر صحیح ہو یا وہ منتصب عنہ کی صفت ہو سکتا ہو تو اس صورت میں کبھی تو منتصب عنہ کیلئے کریں گے اور کبھی متعلق منتصب عنہ کے لئے غرض دونوں امر جائز ہیں لیکن اس عبارت میں ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ قولہ ان کان اسما الی قولہ ولمتعلقہ قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ ہے نہ کہ اتفاقیہ اس لئے کہ قضیہ اتفاقیہ دلائل اور دعاوی میں معتبر نہیں اور یہ امر اپنے موقع پر منطق میں واضح ہو چکا ہے کہ قضیہ شرطیہ لزومیہ وہ ہے کہ اس کا مقدم تالی کو مستلزم ہو جیسا کہ ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود میں طلوع شمس وجود نہار کو مستلزم ہے پس بنا علیہ لازم ہے کہ جس جگہ تمیز کا حمل کرنا منتصب عنہ پر ہو سکتا ہے ہو یا منتصب عنہ کا اتصاف تمیز کے ساتھ جائز ہو تو وہاں تمیز کا کبھی منتصب عنہ کے لئے ہونا اور کبھی اس کے متعلق کے لئے ہونا واجب ہوگا حالانکہ بعض مقام ایسے ہیں کہ ان میں عمل واتصاف مذکور جائز ہے مگر تمیز صرف منتصب عنہ کے لئے ہے متعلق منتصب عنہ کے لئے نہیں جیسے طاب زید نفسا وعلما جواب یہ ہے کہ کلام مصنف میں لفظ یصح بمعنی یمکن ہے پھر امکان دو قسم پر ہے امکان خاص اور امکان عام اور مراد اس جگہ امکان سے امکان خاص ہے جس میں جانب موافق ومخالف دونوں سے سلب ضرورت ہوتا ہے پس اس وقت قول یصح جعلہ لما انتصب عنہ کے یہ معنی ہوں گے کہ تمیز کو منتصب عنہ پر حمل کرنا اور اس کو منتصب عنہ کی صفت بنانا ضروری نہ ہو اور نہ عدم حمل اور عدم اتصاف ضروری ہو یعنی تمیز کو منتصب عنہ کے لئے کرنا اور نہ کرنا دونوں میں سے کوئی ضروری نہ ہو پس اب سلب ضرورت حمل سے وہ صورت خارج ہو جائے گی کہ جس میں تمیز کو منتصب کے لئے کرنا واجب ہے جیسے طاب زید نفسا وعلما اور سلب ضرورت عدم حمل سے وہ صورت خارج ہوگی کہ جس میں عدم فعل واجب ہے جیسے طاب زید دارا پس اس وقت قضیہ شرطیہ کے حکم میں صرف ابا اور ابوۃ باقی ہیں اور یہ دونوں ایسی تمیز ہیں کہ منتصب عنہ اور متعلق منتصب عنہ دونوں سے ہو سکتی ہے ۱۲ ۲ قولہ والا فہو لمتعلقہ یعنی اگر تمیز کا منتصب عنہ پر حمل کرنا یا تمیز کو اس کی صفت بنانا صحیح نہ ہو تو وہ تمیز علی الخصوص متعلق منتصب عنہ کے لئے ہوگی جیسے طاب زید دارا پس یہ میں دارا تمیز ہے اور وہ متعلق زید کے یعنی زید نہیں ۱۲ ۳ قولہ فیطابق فیہما الخ یعنی تمیز ہر حال میں خواہ منتصب عنہ کے لئے ہو یا صرف متعلق منتصب عنہ کیلئے موافق ومقصود کے تثنیہ اور جمع میں لائی جائے ۱۲ ۴ قولہ الا اذا کان جنسا الخ مگر جب تمیز جنس ہو تو مفرد لائی جائیگی اس لئے کہ اس کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر ہوتا ہے پس مفرد سے مقصود تام ہو جائیگا تثنیہ اور جمع لانے کی حاجت نہ ہوگی ہاں تمیز کے جنس ہونے کی صورت میں اگر انواع کا قصد ہو تو موافق مراد کے اسکو جمع اور تثنیہ لایا جائیگا جیسے طاب زید علمین اس صورت میں جبکہ یہ مقصود ہو کہ ایک زید علم کی ایک نوع کی وجہ سے اچھا ہے اور دوسرا زید دوسری نوع علم کی وجہ سے اچھا ہے ۱۲ ۵ قولہ وان کان صفۃ الخ یعنی اگر تمیز صفت ہو تو اس وقت وہ خاص منتصب عنہ کیلئے ہوگی اس لئے کہ صفت کیلئے موصوف کا ہونا ضروری ہے اور مذکور موصوفیت کیساتھ اولیٰ ہے ۱۲ ۶ قولہ وطبقہ الخ یہ واؤ بمعنی مع ہے اور طبق مصدر بمعنی مطابقت یعنی یہ صفت موافق منتصب عنہ کے ہوگی افراد تثنیہ اور جمع اور تذکیر اور تانیث میں اسلئے کہ درمیان موصوف وصفت کے تطابق ضروری ہے اور وجہ یہ ہے کہ صفت میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو موصوف کیطرف لوٹتی ہے اور ضمیر کا اپنے مرجع کیساتھ مطابق ہونا ضروری ہے ۱۲ ۷ قولہ واحتملت الحال یعنی صفت مذکورہ میں حال کا بھی احتمال ہے لیکن حال نہ ہوگی بوجہ فساد معنی مقصود کے ۱۲ ۸ قولہ ولا یتقدم التمیز الخ یعنی تمیز اپنے عامل پر مقدم نہ ہوگی اس لئے کہ اوپر گزر چکا ہے کہ اس کا عامل اسم تام ہوتا ہے اور وہ عامل ضعیف ہے پس اگر اس کا معمول اس پر مقدم ہوگا تو وہ عمل نہ کر سکے گا لیکن اس تقریر سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کا عامل فعل ہوگا تو چونکہ وہ عامل قوی ہے لہذا تمیز اس پر مقدم ہو جائے گی پس اس وہم کے دفع کرنے کیلئے مصنف فرماتے ہیں والاصح الخ یعنی اصح یہ ہے کہ تمیز فعل پر بھی مقدم نہ ہوگی اسلئے کہ تمیز حقیقت میں فاعل فعل ہے اور فاعل فعل پر مقدم نہیں ہوتا ۱۲ منہ

الفعلِ خلافاً للمازنیّ والمبرّدِ المستثنیٰ متّصلٌ و منقطعٌ فالمتّصلُ ھُوَ المخرجُ عن متعدّدٍ لفظاً او تقدیراً بالّا واخواتہا والمنقطعُ المذکورُ بعدھا غیرَ مخرجٍ وھُوَ منصوبٌ اذا کان بعدَ الّا غیرِ الصفۃ فی کلامٍ موجبٍ او مقدّماً علی المستثنیٰ منہ او منقطعاً فی الاکثرِ

سلہ قولہ خلافاً للمازنی والمبرد یعنی بخلاف مازنی اور مبرد کے کہ وہ اس دوسری صورت میں جب کہ عامل فعل ہو تمیز کی تقدیم کو فعل پر جائز رکھتے ہیں اس لئے کہ وہ اگرچہ معنیً عامل ہے مگر منصوب ہونے کیوجہ سے اس کی فاعلیت باقی نہیں رہی پس وہ مثل مفعلہ کے ہے دوسرے فعل عامل قوی ہے وہ اپنی قوت عمل کیوجہ سے مقدم اور موخر دونوں میں عمل کرسکتا ہے ۱۲ سلہ قولہ المستثنیٰ الخ یعنی مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں متصل اور منقطع اور اگر کوئی کہے کہ مستثنیٰ کی تعریف سے پہلے اس کی تقسیم کو شروع کر دینے سے تقسیم مجہول کی لازم آتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تقسیم مجہول کی نہیں اس لئے کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مخاطب مستثنیٰ کو نہیں جانتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ متکلم بھی نہ جانتا ہو اس لئے کہ متکلم کے عدم بیان سے اس کے عدم علم پر دلیل نہیں ہوسکتی زیادہ سے زیادہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جب متکلم جانتا تھا تو پھر بیان کیوں نہیں کیا جواب یہ ہے کہ چونکہ مستثنیٰ کی دو قسموں کی تعریف سے مستثنیٰ کی تعریف معلوم ہوتی ہے لہٰذا مصنف نے اس کے علیحدہ ذکر کرنے

کی حاجت نہ سمجھی ۱۲ سلہ قولہ فالمتصل الخ یعنی مستثنیٰ متصل وہ ہے کہ جو الا یا اس کے اخوات کے ذریعہ سے شئی متعدد سے نکالا گیا ہو خواہ وہ شئی متعدد یعنی مستثنیٰ منہ ملفوظ ہو یا مقدر مثال مستثنیٰ منہ ملفوظ کی جیسے جاءنی القوم الا زیداً اور مثال مستثنیٰ منہ مقدر کی جیسے ماجاءنی الا زیداً اب اگر کوئی کہے کہ قول ہو المخرج سے کیا مراد ہے شمول متعدد سے مستثنیٰ کو خارج کرنا یا حکم متعدد سے پہلی صورت قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ متعدد بعد استثنا کے بھی مستثنیٰ کو شامل ہوتا ہے اور نہ دوسری صورت قابل تسلیم ہے اسلئے کہ اس کے تسلیم کرنے میں تناقض لازم آتا ہے کیونکہ اخراج فرع ہے دخول کی پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مستثنیٰ حکم متعدد میں داخل بھی ہو اور خارج بھی جواب یہ ہے کہ مصنف کے قول ہو المخرج عن متعدد کے معنی ہیں ماخرج دخول فی المتعدد بالا واخواتہا کے ہیں پس اب کوئی محذور لازم نہیں آتا ۱۲ سلہ قولہ المنقطع الخ یعنی مستثنیٰ منقطع وہ ہے کہ جو الا و اخوات الا کے بعد مذکور ہو اور متعدد سے نہ نکالا گیا ہو اور اسلئے کہ استثنا منقطع میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوتا جیسے ماجاءنی احد الا حماراً میں ظاہر ہے حمار جنس احد سے نہیں ۱۲ سلہ قولہ وہو منصوب اب مستثنیٰ کی دو قسموں کے بیان کرنے کے بعد اعراب مستثنیٰ کو بیان کرتے ہیں کہ پانچ جگہیں ہیں کہ جن میں مستثنیٰ وجوباً منصوب ہوتا ہے ۱۲ سلہ قولہ اذا کان الخ یعنی جب مستثنیٰ کلام موجب میں الا غیر صفتی کے بعد واقع ہو تو مستثنیٰ وجوباً منصوب ہوگا کلام موجب سے مراد یہ ہے کہ ایسا کلام ہو کہ جس میں نفی و نہی اور استفہام نہ ہو جیسے جاءنی القوم الا زیداً اور وجہ اس وقت مستثنیٰ کے وجوباً منصوب ہونے کی یہ ہے کہ اس جگہ مستثنیٰ میں بدل ہونے کا احتمال نہیں لہٰذا بجز منصوب ہونے کے اس میں کوئی صورت نہیں والتفصیل فی الرضی فطالعہ ان شئت پھر جاننا چاہیئے کہ یہاں پر بعد الا کہنے سے وہ صورت خارج ہو جاتی ہے کہ جس میں مستثنیٰ غیر اور سوی کے بعد واقع ہے اس لئے کہ اس وقت یہ مستثنیٰ مجرور ہوگا اسیطرح الا کے بعد غیر الصفۃ کی قید لگانے سے مقصود یہ ہے کہ الا کی دو قسمیں ہیں ایک استثنائی دوسرے صفتی اور یہ حکم الا غیر صفتی کا ہے اس لئے کہ الا صفتی کے بعد جو اسم واقع ہوگا وہ مستثنیٰ منہ میں داخل ہوگا اور اعراب میں اپنے ماقبل کے تابع ہوگا جیسا کہ لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا میں اللہ مستثنیٰ ہے اور اعراب میں اپنے ماقبل کے تابع ہے ۱۲ سلہ قولہ او مقدماً الخ یہ قول بعد الا پر معطوف ہے اور مطلب ہے کہ جب مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو خواہ کلام موجب ہو یا غیر موجب تو اس وقت مستثنیٰ وجوباً منصوب ہوگا جیسے جاءنی الا زیداً القوم اور ماجاءنی الا زیداً احد یہ اس لئے کہ اس جگہ پر بھی بدل کا احتمال نہیں کیونکہ بدل مبدل منہ پر مقدم نہیں ہوتا ۱۲ سلہ قولہ او منقطعاً فی الاکثر الخ یعنی مستثنیٰ کا منصوب ہونا اس صورت میں بھی واجب ہے کہ مستثنیٰ منقطع الا کے بعد واقع ہو جیسے ماجاءنی احد الا حماراً اور یہ اکثر نحویوں کا مذہب ہے اس لئے کہ مستثنیٰ منقطع میں بجز بدل غلط کے اور کوئی صورت متصور نہیں پھر چونکہ بدل غلط از روئے سہو و غفلت کے واقع ہوتا ہے اور مستثنیٰ منقطع قصد اور تفکر کے بعد واقع ہوتا ہے لہٰذا وہ بدل غلط بھی نہیں ہو سکتا پس جب مستثنیٰ میں بدل غلط کا بھی احتمال نہیں تو وہ وجوباً منصوب ہوگا اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ مستثنیٰ منقطع بنا بر بدلیت کے مرفوع ہوگا جبکہ اس سے پہلے ایسا اسم ہو کہ جس کا حذف جائز ہے جیسے ماجاءنی القوم الا حمار۔ محمد مشیت اللہ غفرلہ دیوبندی۔

لفظ قد نہیں لائے جواب یہ ہے کہ چونکہ خلا اس جگہ موقع میں حرف استثنا کیواقع ہے لہذا اسکی فعلیت میں ضعف پیدا ہوگیا ہے پس اس پر قد کو داخل نہیں کریں گے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خلا معنی میں خالیا کے ہوکر حال واقع ہے واللہ اعلم ۱۲ ۲؎ قولہ اور ما خلا الخ جیسے جاء فی القوم ما خلا زیداً پس ما خلا بتاویل مصدر ہوکر مضاف الیہ ہے اور مضاف اس کا محذوف ہے اور وہ وقت ہے ای وقت خلو زید پس اسوقت ما خلا جار فی القوم کا مفعول فیہ ہوگا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ما خلا بتاویل مصدر ہوکر معنی میں اسم فاعل کے ہے ای جاء فی القوم خالیاً بجیہم من زید پس ما خلا اس وقت حال ہوگا ۱۲

اوکان بعد خلا وعدا فی الاکثر[۱] او ما خلا وما عدا[۲] اولیس ولایکون[۳] ویجوز فیہ النصب[۴] ویختار البدل

ای المستثنیٰ ۱۲ علی الاستثناء ۱۲

فی ما بعد الا فی کلام غیر موجب وذکر المستثنیٰ منہ

احتراز عن الموجب ۲

قولہ تعالیٰ

مثل ما فعلوہ الا قلیل والا قلیلا ویعرب[۵] علی

بالرفع علی البدل ۱۲ بالنصب علی الاستثناء

حسب العوامل اذا کان المستثنیٰ منہ غیر مذکور

خبر کان ۱۲

وھو فی غیر الموجب لیفید مثل ما ضربنی الا زید[۶]

۳؎ قولہ لیس ولا یکون جس یعنی جس طرح ما بعد ما خلا و ما عدا میں مستثنیٰ پر نصب واجب ہے اسیطرح لیس ولایکون کے بعد بھی مستثنیٰ پر نصب واجب ہے اس لئے کہ یہ دونوں افعال ناقصہ سے ہیں جو خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کا اسم ضمیر ہے جو فعل مذکور کے اسم فاعل کیطرف لوٹتی ہے اور یہ دونوں ترکیب میں بنا پر حالیت کے محل نصب میں ہیں ۱۲ ۴؎ قولہ ویجوز فیہ النصب الخ یعنی مستثنیٰ میں نصب بنا پر استثنا کے جائز ہے اور بدل مستثنیٰ منہ سے مختار ہے بشرطیکہ مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو جیسے قولہ تعالیٰ ما فعلوہ الا قلیل والا قلیلاً پس مثال مذکور میں اگرچہ الا قلیلاً کو بنا پر استثنا کے منصوب پڑھنا جائز ہے لیکن قلیل کو فعلوا کی ضمیر سے بدل بعض قرار دیکر مرفوع پڑھنا اولیٰ اور مختار ہے پھر بدل کے مختار ہونے کیوجہ یہ ہے کہ بدل ہونے کیصورت میں اس کا اعراب بالاصالت ہوگا اس لیے کہ بدل حکم میں تکرار عامل کے ہے . بخلاف مستثنیٰ کے کہ نصب اس میں مشابہت مفعول کیوجہ سے ہے ۱۲ ۵؎ قولہ ویعرب علی حسب العوامل الخ یعنی مستثنیٰ کو موافق اقتضاء عوامل کے اعراب دیا جاتا ہے جبکہ مستثنیٰ منہ کلام غیر موجب میں ہو غیر موجب میں ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ کلام معنی صحیح کا فائدہ دے اور اگر کوئی کہے کہ صورت مذکورہ میں اعراب علی حسب العوامل کی دلیل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہوگا تو فعل اپنے

۱؎ قولہ اوکان بعد خلا الخ بعض نحاۃ کے نزدیک خلا اور عدا حروف جر سے ہیں پس مستثنیٰ ان دونوں کے بعد مجرور ہوگا اور اکثر نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں حرف جر سے نہیں ہیں اس لئے کہ ان پر ما مصدریہ داخل ہوتا ہے اور ما مصدریہ کا دخول فعل پر ہوتا ہے پس یہ دونوں فعل ہیں اور ضمیر فاعل سے مل کر اپنے ما بعد کو بنا پر مفعولیت کے نصب دیتے ہیں جیسے جاء فی القوم خلا زیداً پس خلا میں ایک ضمیر ہے جو بھی کیطرف کہ لفظ جاء سے مفہوم ہوتا ہے لوٹتی ہے ای جاء فی القوم حال انہ خلا بعضہم زیداً غرض کہ زیداً سابق سے حال واقع ہے اور اگر کوئی کہے کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہوتا ہے تو اس میں قد ضروری ہے کیا وجہ ہے کہ یہاں

معمول یعنی مستثنیٰ منہ کے نہ پائے جانے کیوجہ سے فیر عامل باقی نہ رہیگا پس جس وقت وہ اپنے سامنے کسی چیز کو دیکھے گا یقیناً اس میں عمل کریگا مگر الا کہ اس میں عمل نہ کر سکے گا اس لئے کہ وہ حرف ہے پس لا محالہ ما بعد الا میں عمل کریگا اور اس کا اعراب علی حسب العوامل ہوگا ۶؎ قولہ ما ضربنی الا زید الخ یعنی مجھ کو زید کے سوا کسی نے نہیں مارا یہ معنی صحیح ہیں اس لئے کہ ممکن ہے کہ متکلم کو سوائے زید کے کوئی اور نہ مارے بخلاف ضربنی الا زید کے کہ یہ معنی درست نہیں اس لئے کہ سوائے زید کے متکلم کو تمام افراد انسانی کا مارنا ممکن نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ تمام افراد انسان کا اس جگہ اکٹھا ہونا کہ جہاں متکلم ہے ممتنع ہے ۱۲

سے اور اگر کوئی کہے کہ جس طرح پر مثال مذکور میں ایام سے ایام معلومہ مراد ہیں اسیطرح ہو سکتا ہے کہ مثلاً ضربنی الا زید میں بھی مراد ضربنی ناس قرینۃ الا زید ہو پس اس جگہ بھی معنی مستقیم ہو جائیں گے جواب یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے مثل قرأت الا یوم کذا میں تو ایام معلومہ کے مراد ہونے کا قرینہ پایا جاتا ہے اور مثل ضربنی الا زید میں اناس قریبہ کے مارنے کا قرینہ نہیں پایا جاتا ۱۲ [2] قولہ ومن ثم لم یجز الخ یعنی اسوجہ سے کہ مستثنیٰ منہ کا حذف کلام موجب میں اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ معنی مستقیم نہ ہوں اس لئے مازال زید الا عالما ناجائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ مازال میں معنی اثبات کے ہیں کیونکہ زال میں معنی نفی کے ہیں نفی نفی پر نفی داخل ہونے سے اثبات ہو گیا اور یہ معنی ہو گئے کہ زید صفت علم کے سوا تمام صفات کیساتھ ہمیشہ موصوف رہا اور ظاہر ہے کہ یہ معنی درست نہیں اس لئے کہ زید کے لئے تمام صفات متضادہ اور غیر متضادہ ممکنہ اور غیر ممکنہ کا ثابت ہونا محال ہے ۱۲ [3] قولہ واذا تعذر البدل الخ یعنی جن صورتوں میں بدل پڑھنا مختار ہے اگر لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرتے ہوئے بدل دشوار ہو تو محل مستثنیٰ منہ پر حمل کرکے بدل پڑھیں گے تا کہ بقدر امکان مختار پر عمل ہو سکے جیسے قولہ ما جاءنی من احد الا زید اور لا احد فیہا الا عمرو اور ما زید شیئا الا شیئ لا یعبأ بہ تیسری مثال میں لا یعبأ بہ مستثنیٰ کی صفت ہے اور وجہ اس صفت کے لانے کی یہ ہے کہ استثنا شیئ عن نفسہ لازم نہ آئے بلکہ مستثنیٰ منہ عام اور مستثنیٰ خاص ہو کر استثنا خاص کا عام سے ہو جائے جو کہ کلام عرب میں شائع ذائع ہے ۱۲ [4] قولہ لان من لا تزاد الخ یعنی مثال اول میں مستثنیٰ کو لفظ مستثنیٰ پر حمل کرتے ہوئے بدل قرار دینا اس وجہ سے متعذر ہے کہ اگر زید کو لفظ احد پر محمول کریں گے تو من اس کے اول میں زیادہ ہوگا اس لئے کہ بدل حکم میں تکرار عامل کے ہے جیسا کہ گزرا اور من کی زیادتی زید کے اول میں ہو نہیں سکتی اس لئے کہ من استغراقیہ اثبات کے بعد زیادہ نہیں ہوتا اور یہاں مثال مذکور میں نفی الا کیوجہ سے منتقض ہو کر اس کا ما بعد کلام مثبت ہو گیا ہے پس جب مستثنیٰ کا حمل لفظ احد پر ممکن نہ ہوا تو اس کے محل پر ہوگا اور وہ رفع ہے بنا پر فاعلیت کے اس لئے کہ احد حقیقت میں فاعل کا فعل ہے ۱۲ [5] قولہ وما ولا لا تقدران الخ یعنی لفظ مستثنیٰ منہ پر تعذر حمل کیوجہ مثال ثانی وثالث میں یہ ہے کہ اگر لفظ پر حمل کریں گے تو مثال ثانی میں لا کو عمرو پر اور مثال ثالث میں ما کو شیئ پر بر سبیل عمل مقدر کریں گے جیسا کہ بدل میں ہوتا ہے اور یہ تقدیر یہاں ممکن نہیں اس لئے کہ لا نفی جنس اور ما بلیس معنی نفی کیوجہ سے عمل کرتے ہیں اور نفی دونوں صورتوں میں الا کیوجہ سے ٹوٹ گئی ہے پس ضروری ہے کہ حملاً علی المحل دونوں کو مرفوع پڑھیں اس لئے کہ احد مثال ثانی میں بنا بر ابتداء کے اور شیئ مثال ثالث میں بنا بر خبریت کے محل رفع میں ہے پس مستثنیٰ ان دونوں مثالوں میں بھی محل مستثنیٰ منہ پر عمل کرتے ہوئے مرفوع ہوگا ۱۲ (بندہ محمد مشیت اللہ عفرلہ)

الّا اَنْ[1] يَسْتَقِيْمَ المعنٰى مثل قرأتُ الّا يومَ كذا او

استثناء من قوله في كلام غير موجب ١٢

مَنْ ثَمَّ[2] لم يَجُز ما زال زيدٌ الّا عالمًا واذا تعذّر[3]

فعل ناقص ١٢ — خبر مازال ١٢ — شرط ١٢

البدل على اللفظ فعلى الموضع مثل ما جاءني مِن احدٍ

زائدہ ١٢

الّا زيدٌ ولا احد فيها الّا عمرو وما زيدٌ شيئًا الّا شيئٌ لا

نكرہ موصوفہ ١٢

يُعبأ به لانّ[4] مِنْ ولا لا تزاد بعد الاثبات وما[5] ولا لا تقدران

مبتدا ١٢

عاملتين بعدہ لانهما عملتا للنفي وقد انتقض النفي بالّا

[1] قولہ الا ان یستقیم المعنی الخ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ مستثنیٰ کا اعراب علی حسب العوامل کلام غیر موجب میں ہوتا ہے اب مصنف رح اس سے استثنا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کلام موجب میں بھی اگر بوقت محذوف ہونے مستثنیٰ منہ کے معنی صحیح ہو جائیں تو اس وقت کلام موجب میں بھی مستثنیٰ کا اعراب علی حسب العوامل ہوگا جیسے قولہ قرأت الا یوم کذا اس لئے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے ان تمام ایام میں پڑھا جو میرے اور مخاطب کے درمیان معلوم ہیں مگر فلاں یوم میں نہیں پڑھا پس چونکہ اس صورت میں معنی درست ہو گئے لہذا یہاں کلام موجب میں بھی مستثنیٰ پر اعراب علی حسب العوامل

بخلاف لیس زیدٌ شیئاً الا شیئاً لانها عملت للفعلیة

اى لیس ١٢ — اى لکونہا فعلا ١٣

فلا اثر فیها لنقض معنى النفی لبقاء الامر العامل هى

اى فی عمل لیس ١٢

لاجله ومن ثم جاز لیس زیدٌ الا قائماً وامتنع ما زیدٌ

بکسر السین وضمہا ١٢

الا قائماً ومخفوض بعد غیر وسِوى وسَواء وبعد حاشا

عطف علی قولہ وہو منصوب — بفتح السین وکسرہا مع المد ١٢ — وبضمہا او

فی الاکثر واعراب غیر فیه کاعراب المستثنى بالا على

عطف علی قولہ وہو منصوب ١٢

التفصیل وغیر صفة حملت على الا فی الاستثناء کما حملت

اى لفظ غیر ١٢ — خبر غیر ١٢ — کلمۃ ١٢

الا علیها فی الصفة اذا کانت تابعة لجمع منکور

غیر محصور لتعذر الاستثناء

---

۱ قولہ بخلاف لیس زید شیئا الخ یعنی بدل اس جگہ لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرتے ہوئے جائز ہے اسلئے کہ لیس کا عمل فعلیت کیوجہ سے ہے نہ کہ معنی نفی کیوجہ سے پس اگر الا کی وجہ سے مابعد الا میں نفی ٹوٹ گئی تو اس سے اس کے عمل میں کوئی فتور پیدا نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا عمل فعلیت کیوجہ سے ہے اور وہ باقی ہے ۲ قولہ ومن ثم جاز الخ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا کہ لیس کا عمل تو فعلیت کیوجہ سے ہے اور ما کا عمل نفی کیوجہ سے ہے تو اب ترکیب لیس زید الا قائما جائز ہو جائیگی اس لئے کہ اگرچہ اس میں معنی نفی کے الا کیوجہ سے باطل ہو گئے ہیں لیکن فعلیت باقی ہے پس کلمہ لیس کا قائما میں عمل کر سکتا ہے بخلاف ما زید الا قائما کے کہ یہ ترکیب ناجائز ہے اس لئے کہ کلمہ ما کا نفی کیوجہ سے عمل کرتا ہے پس جب معنی نفی کے الا کی وجہ سے منتقض ہو گئے تو کلمہ ما کا قائما کو نصب دیگا ۳ قولہ ومخفوض بعد غیر الخ یعنی مستثنیٰ جب بعد غیر اور بعد سویٰ (بالقصر والکسر) والضم اور بعد سواء (بالکسر وبالفتح) کے واقع ہوتا ہے تو اضافت کے ساتھ مجرور ہوتا ہے اور اکثر نحویوں کے نزدیک مستثنیٰ حاشا کے بعد بھی مجرور ہوتا ہے اسلئے کہ وہ حرف جر ہے اور بعض نحوی مستثنیٰ کو حاشا کے بعد بنا پر مفعولیت کے نصب دیتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حاشا فعل متعدی ہے اور ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے اور معنی یہ ہیں کہ مستثنیٰ اس چیز سے پاک ہے جو مستثنیٰ منہ کیطرف منسوب ہے جیسے ضرب القوم عمروا حاشا زیدا ای برأ اللہ سبحانہ عن ضرب عمرو یعنی خدا تعالیٰ نے اسکو عمر کے مارنے سے پاک رکھا ۱۲ ۴ قولہ واعراب غیر الخ یعنی لفظ غیر کا اعراب باب استثنا میں نہ کہ صفت میں مثل اعراب مستثنیٰ بالا کے ہے اس تفصیل پر کہ سابقا مذکور ہوئی ہے اسلئے کہ لفظ غیر نے جب اپنے مابعد کو اضافت کے ساتھ مجرور کر دیا تو گویا اس کے اعراب کو خود قبول کر لیا اور یہ قید کہ غیر صفت میں نہ ہو اس لئے لگائی ہے کہ صفت اعراب موصوف کے ساتھ معرب ہوتی ہے ۱۲ ۵ قولہ وغیر صفۃ الخ یعنی اصل کلمہ غیر میں یہ ہے کہ صفت واقع ہو جیسے جاءنی رجل غیر زید اور اسی طریقہ پر اس کا استعمال کلام میں بہت ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کلمہ غیر کو الا پر محمول کرکے استثنا میں اس کا استعمال کرتے ہیں جیسے جاءنی القوم غیر زید کہ یہاں صفت متعذر ہے اس لئے کہ موصوف اور صفت کے مابین تعریف و تنکیر میں مطابقت شرط ہے اور اس جگہ قوم معرفہ اور غیر اگرچہ معرفہ کیطرف مضاف ہے مگر توغل ابہام کیوجہ سے نکرہ ہے بخلاف الا کے کہ اس میں اصل یہ ہے کہ استثنا میں مستعمل ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ الا کو غیر پر محمول کرکے صفت بنا دیتے ہیں پھر یہ حمل الا کا غیر پر صفت میں اس وقت ہوگا جبکہ الا ایسی جمع کے بعد ہو جو منکور یعنی نکرہ ہو اور غیر محصور ہو یعنی افراد اس کے شمار کئے ہوئے معین نہ ہوں جیسے جاءنی رجال الا زید پس مثال مذکور میں الا کا حمل غیر صفتی پر اس وجہ سے ہے کہ اس جگہ استثنا متعذر ہے نہ متصل ہو سکتا ہے اور نہ منقطع اسلئے کہ استثنا متصل میں مستثنیٰ کا دخول مستثنیٰ منہ میں یقینی ہوتا ہے اور استثنا منقطع میں مستثنیٰ کا خروج مستثنیٰ منہ سے قطعی ہوتا ہے اور یہاں مثال میں ممکن ہے کہ زید جماعت رجال میں داخل ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نہ داخل ہو لہذا اسجگہ استثنا کی دونوں قسموں میں سے کوئی قسم بھی متصور نہیں ہو سکتی بخلاف جاءنی الرجال الا زید کے کہ اس میں الرجال معرف باللام ہونیکی وجہ سے سب کو شامل ہے پس زید یقینا اس میں داخل ہے اور یہ استثنا متصل ہے اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ یہاں جمع منکور غیر محصور کی قید اس وجہ سے ہے کہ اگر الا سے پہلے جمع محصور ہوگی تو وہاں استثنا جائز ہوگا جیسے لزید علی عشرۃ دراہم الا واحدا او اثنین الی غیر ذلک اسلئے کہ ایک اور دو اور ان کا غیر نو تک جتنے اعداد ہیں سب دس میں یقینا داخل ہیں منجملہ ان مثلوں کے کہ جن میں الا صفت پر محمول ہے باری تعالیٰ کا قول لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا و بقیہ صفحہ ۸۲ پر دیکھئے

مثل لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا وضعف[1]
حرف الشرط کان فعل ناقص ۱۲ — اسم کان موصوف ۱۲ — صفۃ (الا بمعنی غیر) ۱۲ — جزاء الشرط

فی غیرہ واعراب سوی[2] وسواء النصب علی الظرف
مبتدا و مضاف ۱۲ — مضاف الیہ ۱۲ — خبرہ ۱۲

علی الاصح خبر کان[3] واخواتہا ھو المسند بعد
مضاف الیہ ۱۲ — عطف علی کان ۱۲

دخولہا مثل کان زید[4] قائما وامرہ[5] کامر خبر المبتدأ
ای کان واحدی اخواتہا ۱۲ — مبتدا — خبرہ ۱۲ — وامرہ ای امر خبر کان

ویتقدم[6] معرفۃ وقد یحذف[7] عاملہ فی نحو الناس

مجزیون باعمالہم ان خیرا فخیر وان شرا فشر

وضعف فی غیرہ الخ یعنی الا کو غیر صفتی پر محمول کرنا جمع منکور غیر محصور کے غیر میں ضعیف ہے اس لئے کہ اس جگہ استثنا صحیح ہے اور اگر کوئی کہے کہ یہاں پر مناسب تو یہ تھا کہ لفظ امتناع یا لم یجز کہتے لفظ ضعیف کہنے کی وجہ کیا ہے جواب یہ ہے کہ اکثر نحوی الا کو صفت کیلئے غیر پر غیر جمع منکور غیر محصور میں بھی محمول کرتے ہیں اور اسکو جائز کہتے ہیں لہذا امتناع کہنا مناسب تھا ۱۲ [2] قولہ سوی وسواء الخ یعنی سوی اور اس کے اخوات کا اعراب استثنا میں ظرفیت مقدرہ پر نصب ہے پس جاءنی القوم سوی زید کے یہ معنی ہیں کہ بجائے زید کے سب قوم آئی زید نہیں آیا پس ظرف مقدر ہے نہ کہ محقق اور یہ مذہب سیبویہ کا ہے جو کہ اصح ہے برخلاف بعض نحاۃ کے کہ ان کے نزدیک سوی اور سواء اور ان کے اخوات کا اعراب مثل غیر کے بحسب العوامل ہے [3] قولہ خبر کان الخ یعنی کان اور اس کے اخوات کی خبر وہ ہے جو کہ ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے اب اس تعریف پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ تعریف مذکورہ دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ کان زید ابوہ قائم میں قائم پر یہ تعریف صادق آتی ہے حالانکہ وہ کان کی خبر نہیں جواب یہ ہے کہ دخول سے مراد اثر کا پہنچانا ہے اور وہ دو قسم پر ہے لفظی اور معنوی لفظی تو یہ ہے کہ اسم کو مرفوع اور خبر کو منصوب کرے اور معنوی یہ کہ خبر کو اسم کیلئے ثابت کرے پس اس جگہ کان قیام اب کو زید کے لئے ثابت کرتا ہے نہ کہ صرف قیام کو پس کان کا دخول قیام اب پر متحقق ہوگا نہ کہ فقط قیام پر کہ تعریف منتقض ہو ۱۲ [4] قولہ مثل کان زید قائما اس مثال میں زید کان کا اسم اور قائما خبر ہے ۱۲ [5] قولہ وامرہ کامر خبر المبتدأ یعنی اقسام اور شرائط اور احکام میں کان کی خبر کا حال مثل حال خبر مبتداء کے ہے ۱۲ [6] قولہ ویتقدم معرفۃ الخ یہ قول کامر خبر المبتدأ سے بمنزلہ استثنا کے ہے اور مطلب یہ کہ جمیع احکام میں کان اور اخوات کان کا حال مثل حال خبر مبتدا کے ہے مگر ایک حکم میں کہ کان کی خبر مخالف خبر مبتدا کے ہے اور وہ یہ کہ جب خبر مبتداء کی معرفہ ہو تو اسکی تقدیم مبتداء پر جائز نہیں ورنہ التباس لازم آجائے گا بخلاف کان کی خبر کے کہ اگر وہ معرفہ ہو تو اس کی تقدیم اس کے اسم پر جائز ہے اس لئے کہ اس وقت بوجہ اختلاف اعراب اسم و خبر کے تقدیم میں التباس پیدا نہیں ہوگا البتہ اگر کان کی اسم و خبر میں اعراب اور قرینہ دونوں منتفی ہو جائیں تو اس وقت بوجہ التباس کے تقدیم یہاں بھی ناجائز ہوگی جیسے کان الفتی ہذا ۱۲ [7] قولہ وقد یحذف عاملہ یعنی کبھی عامل خبر کان کو حذف کر دیتے ہیں نہ کہ عامل خبر اخوات کان کا اور مراد عامل خبر سے کان ہے پھر کان کا اختصاص حذف کیساتھ بوجہ اس کے کثیر الاستعمال ہونے کے ہے اس لئے کہ کثرت استعمال موجب تخفیف کا ہے ۱۲ ش۔

بقیہ ص ۸۱) اس لئے کہ اس جگہ الا بمعنی غیر ہے اور آلہۃ کی صفت ہے اور آلہۃ جمع منکور غیر محصور ہے اس میں لفظ اللہ کا داخل ہونا اور نہ ہونا دونوں امر غیر یقینی ہیں پس استثنا متصل ہوگا اور نہ منقطع کما مر پس لا الٰہ الا اللہ آلہۃ کی صفت ہوگا اور یہ معنی ہوں گے کہ اگر آسمان و زمین میں سوائے اللہ کے کئی معبود ہوتے تو زمین و آسمان تباہ ہو جاتے مطلب یہ کہ اللہ موجود ہے اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ورنہ فساد لازم آجاتا پس ظاہر ہے کہ یہ معنی توحیدی سی وقت حاصل ہوں گے جب کہ الا بمعنی غیر ہو (قد بقی لبعد خبایا فی زوایا الکلام والتفصیل فی المطولات ۱۲ [1] قولہ

وضمت بوجہ قلت وکثرت حذف کے ہے ۱۲ ؎۲ قولہ ویجب الحذف الخ یعنی واجب ہے حذف عامل خبر کان کا مثل اس مثال میں اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں کان کو حذف کرکے اس کے عوض کسی دوسری چیز کو لائیں اس لئے کہ اس جگہ اگر کان کو ذکر کرینگے تو اجتماع عوض اور معوض عنہ کا لازم آئیگا اور وہ جائز نہیں پس اصل ما انت کی لان کنت تھی اول لام کو حذف کیا اس لئے کہ لام کا حذف اسم تادیل سے قیاسی اور بکثرت ہے اس کے بعد کان کو اختصاراً حذف کر دیا اور ضمیر کان کو منفصل سے بدل کیا اور

وَيَجُوْزُ فِيْ مِثْلِهَا[۱] اَرْبَعَةُ اَوْجُهٍ وَيَجِبُ الْحَذْفُ[۲] فِيْ مِثْلِ
ای ترکیب مذکورہ ۱۲ — ای حذف کان ۱۲

اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا انْطَلَقْتُ اَیْ لِاَنْ كُنْتَ مُنْطَلِقًا

اِسْمُ اِنَّ[۳] وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا
احترز بہ عما اذا لم یکن مسند الیہ ۱۲

مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ اَلْمَنْصُوْبُ[۴] بِلَا الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ هُوَ[۵]
احتراز عن خبر المبتدا وسائر اقسام المسند الیہ ۱۲ — نصب النسب بیان — تمییز ایضاً ۱۲

الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا يَلِيْهَا نَكِرَةً مُضَافًا اَوْ مُشَبَّهًا

بِهٖ مِثْلُ لَا غُلَامَ[۶] رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِيْهَا وَلَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا لَكَ

فعل محذوف کی عوض میں کلمہ ما کو زائد کیا اس لئے کہ ما مصدریہ زمان پر دلالت کرتا ہے مثل کان کے اور نون کو میم میں ادغام کو دیا پس اما انت منطلقا ہو گیا اور چونکہ کلمہ ما فعل کان کے عوض میں ہے لہٰذا فعل یعنی کان کا حذف واجب ہوگا اور اس وقت اس کے معنی یہ ہیں کہ میں تیرے منطلق ہونے کیوجہ سے منطلق ہوا ۱۲ ؎۳ قولہ اسم ان واخواتہا الخ ان اور اس کے اخوات کا اسم منصوبات سے ہے اور وہ وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے جیسے قولہ ان زیداً قائم اور معنی دخول کے اس جگہ بھی وہی ہیں جو ماقبل بارہا گزر چکے ہیں پس اب ان زیداً ابوہ قائم میں مثل ابوہ سے تعریف منتقض نہ ہوگی ۱۲ ؎۴ قولہ المنصوب بلا الخ یہاں پر مصنف نے اور منصوبات کیطرح اسم لا التی لنفی الجنس نہ کہا اس لئے کہ اسم لا ہر حال میں منصوب نہیں ہوتا پس اگر لا کہتے ہیں تو یہ توہم ہوتا کہ ہر اسم لا کا منصوب ہوتا ہے اس لئے کہ یہ باب منصوبات کا ہے پس اس سے عدول کرکے المنصوب بلا کہا ۱۲ ؎۵ قولہ ہو المسند الیہ الخ یعنی منصوب بلا نفی جنس وہ اسم ہے جو لا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو اور لا کے بعد بلا فاصلہ واقع ہو دراں حالیکہ وہ مسند الیہ نکرہ مضاف ہو یا مشابہ بمضاف اس تعریف میں بعد دخولہا کی قید سے جمیع مسند الیہ خارج ہو گئے اس لئے کہ ان میں سے کوئی بھی بعد داخل ہونے لا کے مسند الیہ نہیں پھر اگرچہ مطلق اسم لائے نفی جنس کی تعریف یہاں تک کافی ہے لیکن چونکہ مقصود اس اسم کا بیان

؎۱ قولہ ویجوز فی مثلہا الخ یعنی مثل اس صورت میں چار وجہ جائز ہیں اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں ان شرطیہ کے بعد اسم ہو اور اس کے بعد فاء اور پھر فاء کے بعد ایک اسم ہو وہ چار صورتیں ہیں (۱) اول کا نصب و ثانی کا رفع جیسے ان خیراً فخیر ای ان کان عملہ خیراً فجزاءہ خیر۔ اور یہ تمام صورتوں میں قوی صورت ہے اس لئے کہ اس میں بہ نسبت دوسری صورتوں کے قلت حذف ہے (۲) دونوں کا نصب جیسے ان کان خیراً فخیراً ای کان کان العمل خیراً فکان جزاءہ خیراً (۳) دونوں کا رفع جیسے ان خیر فخیر ای ان کان فی عملہ خیر فجزاءہ خیر (۴) اول کا رفع اور ثانی کا نصب جیسے ان خیر فخیراً ای ان کان فی عملہ خیر فکان جزاءہ خیراً اور جاننا چاہیئے کہ ان وجوہ کی قوت

کرنا ہے جو کہ منصوب ہوتا ہے لہٰذا اس پر اپنے قول یلیہا نکرہ الخ کا اضافہ کیا اور ترکیب کے اعتبار سے یہ چاروں یعنی قولہ یلیہا اور نکرۃً اور قولہ مضافا اور قولہ مشبہا بہ حال ہیں اور ان سب کا ذوالحال ایک ہے یعنی ضمیر مجرور متصل قولہ المسند الیہ میں پس اس وقت یہ احوال مترادفہ ہونگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلا حال یعنی یلیہا تو قولہ الیہ کے ضمیر مجرور سے حال واقع ہو اور باقی یلیہا کی ضمیر مستتر سے پس اس وقت یہ احوال متداخلہ ہوں گے ؎۶ قولہ قولہ لا غلام رجل الخ یہ مثال نکرہ مضاف کی ہے جو کہ لا کے متصل ہے ۱۲ ؎۷ قولہ ولا عشرین درہما الخ یہ مثال نکرہ مشابہ مضاف کی ہے کہ لا کے متصل ہے ۱۲ ش۔

اسم لا کے معرفہ اور مفصول ہونے کی صورتیں

١	معرفہ اور مضاف اور مفصول نہ ہو
٢	معرفہ اور مفصول ہو مضاف نہ ہو جیسے
٣	مفصول اور مضاف ہو معرفہ نہ ہو
٤	مفصول ہو نہ مضاف اور نہ مشابہ
٥	معرفہ مضاف ہو مفصول نہ ہو جیسے
٦	معرفہ ہو مفصول نہ ہو اور نہ مضاف

سے یہاں چھ صورتیں ہوتی ہے جیسا نقشہ سے ظاہر ہے بہرحال یہ چھ صورتیں اسم لا کی ایسی ہیں کہ ان میں اسم لا کو ابتدا کی بنا پر رفع اور لا کی تکریر مع اسم کے واجب ہے رفع تو اس لئے واجب ہے کہ لا صفت نکرہ کی نفی کیلئے موضوع ہے لہذا اس کا اثر معرفہ میں ممتنع ہے اور چونکہ لا عامل ضعیف ہے اور معمول مفصول میں عمل کرنا عامل قوی کا کام ہے لہذا حالت فصل میں بھی وہ عمل نہیں کر سکتا پس بنا پر ابتدا کے رفع واجب ہوگا

فَاِنْ[١] كَانَ مُفْرَدًا فَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى مَا يُنْصَبُ بِهٖ وَاِنْ[٢]
اى اسم لا التى لنفى الجنس ١٢

كَانَ مَعْرِفَةً اَوْ مَفْصُوْلًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ لَا وَجَبَ الرَّفْعُ
على الابتداء ١٢

وَالتَّكْرِيْرُ وَمِثْلُ[٣] قَضِيَّةٌ وَلَا اَبَا حَسَنٍ لَهَا مُتَاَوَّلٌ وَ
مبتدا ١٢　خبر ١٢　اى ما كرر فيه ١٢

فِىْ[٤] مِثْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ خَمْسَةُ اَوْجُهٍ

[١] قولہ فان کان مفردا الخ یعنی اگر اسم لا کا مفرد ہو تو وہ علامت نصب پر مبنی ہوگا اور مراد مفرد سے یہ ہے کہ مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو پس یہ حکم تثنیہ اور جمع کو بھی شامل ہوگا جیسے لا رجل فی الدار ولا مسلمات فی الدار ولا مسلمین ولا مسلمین لک اور وجہ اس کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ وہ معنی من کو متضمن ہوتا ہے چنانچہ معنی لا رجل فی الدار کے لا من رجل فی الدار کے ہیں اس لئے کہ یہ اس آدمی کے جواب میں ہے کہ جس نے کہا کہ ہل من رجل فی الدار پس من کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا اور متضمن معنی حرف ہونے کیوجہ سے اس کو مبنی کیا باقی رہا یہ امر کہ علامت نصب پر کیوں مبنی کیا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس لئے کیا گیا تاکہ حرکت اور حرف بنائی موافق حرکت اور حرف اعرابی کے ہو جائے اور حتی الامکان عمل اصلی کی رعایت ہو جائے ١٢ [٢] قولہ وان کان معرفۃ الخ یعنی اگر شرط نکارت کی منتفی ہو جائے اور لا کا اسم معرفہ ہو یا اتصال کی شرط معدوم ہو جائے اور درمیان اسم اور لا کے فصل واقع ہو عام ازیں کہ مضاف یا مشابہ مضاف ہونے کی شرط منتفی ہونے یا نہ ہو تو اس وقت اسم لا کو بنا بر ابتدا کے رفع ہوگا اور لا کی تکریر مع اسم کے واجب ہوگی پھر یہ دونوں شرطیں یعنی اسم لا کا معرفہ ہونا اور مفصول ہونا علی سبیل منع الخلو ہیں کہ دونوں سے خالی ہو لیس دونوں کے درمیان جمع بایں طور کہ اسم لا معرفہ بھی ہو اور مفصول بھی جائز ہے اور اس اعتبار نقشہ اوپر حاشیہ میں ملاحظہ فرمایئے۔

اور تکریر معرفہ میں اس لئے واجب ہے کہ لا اصل میں نفی جنس کے لئے ہوتا ہے اور جنس میں تعداد ہے معرفہ میں تعدد نہیں لہذا تکریر کو قائمقام تعدد جنس کے کیا گیا اور مفصول میں تکریر اس لئے واجب ہے کہ یہ افیہا رجل ام امراۃ کے جواب میں بولا جاتا ہے پس سوال کی مطابقت سے جواب میں تکریر واجب ہوئی ١٢ [٣] قولہ ومثل قضیۃ الخ یہ ایک سوال کا مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ ما قبل مذکور ہو چکا ہے کہ جب لا کا اسم معرفہ ہو تو رفع اور تکریر واجب ہوتی ہے مگر کلام عرب میں اس کے خلاف پایا جاتا ہے مثلاً قضیۃ ولا ابا حسن لہا میں ابا حسن معرفہ ہے حضرت علیؓ کی کنیت ہے اور نہ مرفوع ہے اور نہ مکرر بلکہ منصوب ہے پس اس کا جواب مصنف یہ دیتے ہیں کہ قول متاول ہے پھر اس کی تاویل دو وجہ پر ہے ایک یہ کہ لا ابا حسن میں مضاف محذوف ہے اے لا مثل ابی حسن پس اس وقت اسم معرفہ نہ ہوگا اس لئے کہ لفظ مثل اگرچہ معرفہ کیطرف مضاف ہے مگر بوجہ کثرت ابہام کے معرفہ نہیں دوسری یہ کہ علم سے مراد اس جگہ وہ وصف ہے کہ جس کیساتھ صاحب علم مشہور ہے پس معنی لا ابا حسن لہا کے لا فیصل لہا کے ہیں اور جب وصف مشہور مراد ہوا تو علمیت اور تعریف باطل ہو گئی [٤] قولہ وفی مثل لا حول الخ یعنی مثل لا حول ولا قوۃ الا باللہ میں پانچ صورتیں جائز اور مراد مثل لا حول سے وہ ترکیب ہے کہ جس میں لا بر سبیل عطف مکرر ہو اور ہر لا کے بعد نکرہ غیر مفصول ہو ١٢ ش

فتحهما وفتح الاول ونصب الثاني ورفعه ورفعهما و

رفع الاول على ضعف وفتح الثاني واذا دخلت الهمزة

على لا النافية الجنس ١٢

لم يتغير العمل ومعناها الاستفهام والعرض والتمني

اى معنى الهمزة الداخلة على لا ١٢

ونعت المبني الاول مفردا يليه مبني ومعرب رفعا

بالرفع على انه صفت النعت ١٢

ونصبا مثل لا رجل ظريف وظريف وظريفا

حملا على محله ١٢ بالفتح ١٢ بالرفع ١٢ بالنصب ١٢

ے قولہ فتحہا یعنی وجہ اول یہ ہے کہ دونوں نکرتے مفتوح ہوں اور ہر ایک میں لا نفی جنس کا ہو پس اس صورت میں بھی احتمال ہے کہ مثال مذکور ایک جملہ ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ دو جملہ ہوں اگر ایک جملہ ہو تو تقدیر عبارت اسطرح ہوگی کہ لاحول عن المعصیۃ ولا قوۃ علی الطاعۃ موجود ان لشئی الا باللہ اور اگر دو جملے ہوں تو اسطرح ہوں گے لاحول الا باللہ ولا قوۃ الا باللہ پس جملہ اولیٰ کی خبر کو بقرینہ خبر جملہ ثانیہ حذف کر دیا گیا ے قولہ ونصب الثانی یہ دوسری وجہ ہے اس میں اول کا فتحہ اور ثانی کا نصب پڑھا جاتا ہے پس اسوقت لائے اول نفی جنس کا اور لائے ثانی زائدہ تاکید نفی کے لئے ہے اور قولہ قوۃ کا لفظ حول پر عطف ہے اور اسصورت میں بھی اگر دو خبر مقدم ہوں تو یہ دو جملے ہوں گے اور ایک خبر مقدم کریں تو ایک جملہ ہوگا ١٢ ے قولہ ورفعہ یہ تیسری وجہ ہے اس میں اول کا فتحہ اور ثانی کا رفع پڑھا جائیگا اول کا فتحہ تو اسوجہ سے کہ لائے اول نفی جنس کا ہے اور ثانی کا رفع اس بنا پر کہ لا زائدہ ہے اور ثانی کا عطف محل اول پر ہے اور دو بنا بر ابتدا رفع ہے پھر دونوں کی اگر ایک خبر مانی جائے تو عطف مفرد کا مفرد پر ہوگا اور اگر دو خبر ہوں تو عطف جملہ کا جملہ پر ہوگا

۱۲ ے قولہ ورفعہا یہ چوتھی وجہ ہے اس میں دونوں کو بنا بر ابتدا کے مرفوع پڑھا جاتا ہے پس اسوقت دونوں لا ملغی ہونگے اس لئے کہ یہ قول ان کے قول الغیر اللہ حول وقوۃ کے جواب میں بولا گیا ہے پس دونوں کو مرفوع پڑھا جائیگا تاکہ سوال جواب کیساتھ مطابق ہو جائے اور اس صورت میں بھی اس کو ایک جملہ اور دو جملے بنانا دونوں ترکیبیں جائز ہیں ١٢ ے قولہ ورفع الاول الخ یہ پانچویں وجہ ہے اور اس میں اول کا رفع اور ثانی کا فتحہ پڑھا جاتا ہے اول کا رفع تو اس وجہ سے کہ یہ لا بمعنی لیس ہے اور ثانی کا فتحہ اس لئے کہ اس پر لا نفی جنس کا ہے اور یہ صورت ضعیف ہے اس لئے کہ لا بمعنی لیس کا عمل قلیل ہے ای لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس صورت میں ترکیب مذکور ایک جملہ نہیں ہو سکتی ہے اس لئے کہ خبر لائے نفی جنس کی مرفوع اور خبر لا مشابہ بلیس کی منصوب ہوتی ہے پس اگر عطف مفرد کا مفرد پر کرکے دونوں کی ایک خبر مقدم مقدر کریں تو اسم واحد کا آن واحد میں اعراب مختلفہ کے ساتھ معرب ہونا لازم آئیگا اور یہ محال ہے اور مستلزم امر محال کا خود محال ہوتا ہے لہذا دونوں کو ایک جملہ بنانا محال ہوگا لیکن اگر اول کا رفع بنا بر ابتدا کے مانا جائے تو ضعیف نہ ہوگا اور ایک جملہ بنانا بھی صحیح ہوگا ١٢ ے قولہ واذا دخلت الہمزۃ الخ یعنی جب لائے نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو تو اس کا عمل نہیں بدلے گا پس اگر لا کا اسم مبنی ہے تو مبنی ہی رہیگا اور معرب ہے تو معرب ہی رہیگا البتہ اس ہمزہ کے معنی کبھی استفہام کے ہونگے جیسے الا رجل فی الدار اور کبھی عرض کے جیسے الا نزول عندی اور کبھی تمنی کے ہونگے جیسے الا ماء اشربہ ے قولہ ونعت المبنی الخ اس قولہ الاول نعت کی صفت اور مفرد مبنی کی ضمیر سے جو کہ نعت کی طرف لوٹتی ہے حال ہے پس ذو الحال حال سے موخر ہے اور قولہ یلیہ بھی ضمیر مبنی سے حال ہے یا مفرد کی صفت ہے نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مفردا اور یلیہ دونوں نعت سے حال واقع ہیں اعلی کون النعت مفردا حال کون النعت یلیہ بہر حال جب اسم مبنی بلا کی صفت اول ہو اور ثانی اور ثالث نہ ہو نیز وہ صفت اول ہونے کیساتھ مفرد ہو مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو اور اسم لا مبنی کے متصل ہو یعنی ان کے درمیان فاصلہ نہ ہو تو اس صفت میں تین وجہ جائز ہیں اول اس کا مبنی بر فتحہ ہونا جیسے لا رجل ظریف اور وجہ اس کے مبنی بر فتحہ ہونے کی یہ ہے کہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب کلام منفی مقید با قید ہوتا ہے تو نفی حقیقت میں قید کیطرف راجع ہوتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا نفی قید پر داخل ہے قید سے مراد اسجگہ نعت ہے اس لئے کہ وہ اپنے منعوت کی قید ہے پس بقاعدہ مذکور جب نفی مقید با قید پر داخل ہو کر قید یعنی نعت کی نفی ہوئی تو گویا نفی نعت پر داخل ہے اور چونکہ وہ مفرد ہے لہذا مبنی بر فتحہ ہوگی دوم اس کو مرفوع پڑھنا سوم اس کو منصوب پڑھنا اور وجہ ان دونوں اعراب کی یہ ہے کہ مبنی کے توابع میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے متبوعات کے اعراب میں تابع ہوں کہ لا بنا میں اس لئے کہ بنا ایک عارضی امر ہے اور اصل اسم میں اعراب ہے لہذا نعت مذکور یا تو اسم لا کے محل پر حمل کرنے کیوجہ سے مرفوع ہوگی اس لئے کہ لا کا اسم حقیقت میں مبتدا ہے اور محلا مرفوع یا اسم لا کے لفظ یا محل قریب پر حمل کرنے کیوجہ سے منصوب ہوگی اور وہ نصب مع تنوین ہے باقی ہے فوائد قیود یہ ہیں کہ مبنی کے قید سے نعت معرب کی خارج ہو جائیگی جیسے لا غلام رجل ظریفا اور الاول کی قید سے وہ نعت مبنی کی خارج ہوگی جو ثانی یا ثالث ہے جیسے لا رجل ظریف کریم فی الدار اور مفرد کی قید سے وہ نعت مبنی کی خارج ہوگی جو کہ مفرد نہیں بلکہ مضاف ہے جیسے لا رجل حسن الوجہ اور قید یلیہ سے وہ نعت مبنی کی خارج ہوگی جو کہ مفصول ہو جیسے لا غلام فیہا ظریف اس لئے کہ مخرجات مذکورہ میں تین وجہ جائز نہیں جو کہ اوپر مذکور ہوئیں ے قولہ لا رجل ظریف وظریف یہ مثال اسم مبنی بلا کی صفت کی ہے جو کہ اول اور مفرد اور متصل ہے ١٢ اشفی

رکھا جاتا ہے اور مثل غلامین سے نون کو حذف کیا جاتا ہے پھر قولہ تشبیہا ترکیب میں فعل محذوف کا مفعول لہ ہے اور نیز تشبیہا اور ضمیر لہ کی قولہ تشبیہا لہ میں مثل کیطرف راجع ہے اور وہ تشبیہا کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اس لئے کہ تشبیہا اس جگہ مصدر مبنی للمفعول ہے بمعنی و تشبیہ (داد۔ منخدن) اور لام لیس فائدہ سے تفصیل تمام کر یہ ہے اصل تو ان دونوں ترکیبوں میں یہ ہے کہ لا اب لہ و لا غلامین لہ کہا جائے مگر بر سبیل قلت لا اباہ اور لا غلامی لہ کہنا بھی جائز ہے یعنی یہ کہ ان دونوں اسموں پر احکام اضافت کے جاری کئے جائیں اگرچہ در حقیقت یہ دونوں مضاف نہیں اور وجہ یہ ہے کہ اس جیسی ترکیبوں کو مضاف کیساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس لئے کہ یہ مضاف کیساتھ اس کے اصل معنی میں مشارک ہیں مضاف کے اصل معنی تخصیص کے ہیں اس لئے کہ اضافت سے کبھی مقصود تعریف ہوتی ہے اور کبھی تخصیص لیکن تعریف تقدیر حرف جر سے ہوتی ہے جیسے غلام زید اور تخصیص حرف جر ملفوظ سے بھی ہو جاتی ہے جیسے غلام لک اور ظاہر ہے کہ تلفظ بہ نسبت تقدیر کے اصل ہے پس ثابت ہو گیا کہ معنی اضافت میں اصل تخصیص ہے اور وہ ان دونوں ترکیبوں میں پائی جاتی ہے اس لئے کہ اب مختص بابن ہے اور غلام مختص بمولی ہے پس دونوں ترکیبوں کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دیکر ان پر احکام اضافت کے جاری کر دیئے گئے اور علی ہذا القیاس اس علت کی بنا پر ان جیسی دوسری ترکیبوں میں کیا جائیگا ۱۲ ۴ قولہ ومن ثم لم یجز لا ابا فیہا یعنی جب کہ مثل ان دونوں ترکیبوں کا جواز اس پر موقوف ہے کہ غیر مضاف مضاف کے ساتھ اس کے اصل معنی میں مشابہ نہ ہو پس ترکیب لا ابا فیہا ناجائز ہوگی اس لئے کہ اختصاص درمیان اب اور دار کے مثل اس اختصاص کے نہیں جو کہ درمیان اب اور ابن کے ہے ۱۲ ۵ قولہ لیس بمضاف الخ یہ جملہ مشبہ پر معطوف ہے جو کہ تشبیہا کے ضمن میں سمجھا جاتا ہے یعنی مثل ان دونوں ترکیبوں کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے مضاف حقیقی نہیں ہیں اس لئے کہ اگر مضاف حقیقی ہوتی تو دو قباحتیں پیدا ہوں گی ایک لفظی دوسرے معنوی قباحت معنوی تو یہ ہے کہ اصل معنی لا اب لہ اور لا غلامین لہ کے یہ ہیں کہ فلاں آدمی ثابت النسب نہیں اور فلاں آدمی کے مطلقاً غلام نہیں اس لئے کہ جب نکرہ تحت میں نفی کے واقع ہوتا ہے تو فائدہ عموم و شمول کا دیتا ہے بخلاف اس کے کہ دونوں ترکیبوں میں اضافت مابین اور لا اباہ اور لا غلامیہ کہیں تو اب معنی ہونگے کہ متکلم کے نزدیک فلاں آدمی کا باپ جو معلوم الوجود ہے وہ اب موجود نہیں اور فلاں آدمی کے دو غلام جو متکلم کے نزدیک معلوم الوجود ہیں اب موجود نہیں فروخت ہو گئے یا مر گئے اور درمیان ان دونوں کے فرق ظاہر ہے باقی رہی قباحت لفظی سو وہ دو طرح ہے ایک یہ کہ اضافت حقیقی میں مضاف الیہ سے لام کو حذف کر دیتے اور یہاں حذف نہیں کیا گیا دوسرے یہ کہ معرفہ کیطرف مضاف ہونے سے اسم معرفہ ہو جاتا ہے پس اضافت کیصورت میں لا اباہ اور لا غلامی لہ معرفہ ہو جائیں گے اور یہ قاعدہ بھی گزر چکا ہے کہ لائے نفی جنس کا اسم جب معرفہ ہو جاتا ہے تو رفع اور تکرار لا اس اسم کے واجب ہوتی ہے حالانکہ نہ اس جگہ رفع ہے اور نہ تکرار پس معلوم ہوا کہ یہ مضاف نہیں ہیں مضاف کیساتھ مشابہت رکھتے ہیں ۱۲ (بندہ محمد مشیت اللہ دیوبندی)

والافالاعراب[۱] والعطف[۲] على اللفظ وعلى المحل جائز

في مثل لا اب وابنا وابن[۳] ومثل لا اباله ولا غلامي له
(مبتدا ۱۲)

جائز تشبيها له بالمضاف لمشاركته له في اصل معناه
(خبر ۳ — المجرور ۱۲)

ومن ثم[۴] لم يجز لا ابا فيها وليس[۵] بمضاف لفساد المعنى
(و مضاف الیہ ۱۲)

۱ قولہ والا فالاعراب یعنی اگر نعت اوصاف مذکورہ کیساتھ متصف نہ ہو تو وہ صرف معرب ہوگی مرفوع یا منصوب اور اس جگہ پر چار صورتیں متصور ہوتی ہیں (۱) نعت معرب کی ہو (۱) نعت اول نہ ہو (۲) غیر مفرد (۳) غیر متصل ہو ان چار صورتوں کی مثالیں بیان فوائد قیود میں گزر چکی ہیں۔ فتامل ۱۲ ۲ قولہ والعطف علی اللفظ الخ یعنی لائے نفی جنس کے اسم مبنی پر عطف جائز ہے جب کہ نکرہ بلا تکرار لا کے ہو اور اس وقت معطوف میں دو وجہ جائز ہیں ایک عطف لفظ یا محل قریب پر اور وہ نصب ہے دوسرے عطف محل بعید پر اور وہ رفع ہے جیسے قول شاعر۔ ولا اب وابنا و ابن مثل مروان وابنہ۔ میں کہ یہاں معطوف کو ابن مرفوع اور ابنا منصوب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں مگر مبنی نہیں پڑھ سکتے اس لئے کہ اس میں اور معطوف علیہ میں حرف کا فصل واقع ہے پس دونوں یکساں نہیں ہو سکتے ۱۲ (فائدہ) جاننا چاہیئے کہ لائے نفی جنس کے اسم مبنی کا محل قریب نصب ہے اور محل بعید اس کا رفع ہے بنا بر ابتدا کے کہ یہ کہ لا اپنے مبنی کیساتھ بنا بر ابتدا کے محل رفع میں ہے ۱۲ ۳ قولہ مثل لا اباہ ولا غلامی لہ جائز الخ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں لائے نفی جنس کے اسم کے بعد لام اضافت ہو اور اسم پر احکام اضافت جاری کئے جائیں جیسا کہ مثالیں مذکورہ میں اسم لائے نفی جنس کے بعد لام اضافت ہے اور اسم لائے نفی جنس پر احکام اضافت جاری ہیں کہ مثل اب میں الف کو ثابت

خِلافًا لِسِیْبُوَیْہِ[1] وَیُحذَفُ[2] کَثِیرًا فِی مِثلِ لَا عَلَیکَ

ای لا باسَ علیکَ خَبَرُ[3] مَا وَلَا المُشَبَّهَتَینِ بِلَیسَ
(مبتداء ۱۲)

هُوَ المُسنَدُ بَعدَ دُخُولِهِمَا وَهِیَ[4] لُغَةٌ حِجَازِیَّةٌ وَاِذَا[5] زِیدَتْ
(مبتدا ثان ۱۲) (مضاف الیہ مضاف الی الضمیر المثنیۃ ۱۲)

اِنْ مَعَ مَا اَوِ انتَقَضَ النَّفیُ بِاِلَّا اَو تَقَدَّمَ الخَبَرُ
(علی الاسم نحو ما قائم الا زید ۱۲)

بَطَلَ العَمَلُ وَاِذَا[6] عُطِفَ عَلَیهِ بِمُوجِبٍ فَالرَّفعُ
(ای خبر ما ولا ۱۲)

۱؎ قولہ خلافاً لسیبویہ الخ یعنی سیبویہ کہتا ہے کہ مثل ان دونوں ترکیبوں میں اضافت حقیقی پائی جاتی ہے اب سیبویہ پر وہ اعتراضات وارد ہوں گے جو اوپر مذکور ہوئے مگر سیبویہ سب اعتراضوں کا جواب ایک دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ لام لاابا لہ اور لاغلامی لہ میں تاکید کے لئے اور عوض میں لام مقدرہ کے ہے لام اضافت نہیں اس لئے کہ نحویوں کے نزدیک یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ وہ جب اس جیسے معرفہ کو نکرہ کرتے ہیں تو دوسرا لام عوض میں محذوف کے تاکید کیلئے لاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ نکرہ ہے پس اس وقت یہ تینوں اعتراض دفع ہو جائیں گے اس لئے کہ یہ معلوم ہو گیا کہ یہ لام لام اضافت نہیں نیز اضافت منتفی ہونے سے تعریف بھی منتفی ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ اب اور غلام نکرہ ہیں معرفہ نہیں ہیں اور جب معرفہ نہ ہوئے تو نہ رفع واجب ہوگا نہ تکرار اور نہ فساد معنی لازم آئیگا ۱۲
۲؎ قولہ ویحذف اسم لا یعنی لائے نفی جنس کا اسم مثل لاعلیک میں اکثر حذف کر دیا جاتا ہے تاکہ عموم کے معنی زیادہ ہو جائیں پس لاعلیک اصل میں لاباس علیک تھا لا کے اسم کو حذف کر دیا گیا اور مراد لاعلیک سے وہ ترکیب ہے کہ جس میں اسم لا کے حذف پر قرینہ قائم ہو جیسا کہ قرینہ اس مثال میں لا حرف پر داخل ہوتا ہے اور لا حرف پر داخل نہیں ہوتا پس معلوم ہوا کہ اس میں لا کا اسم محذوف ہے ۱۲ ۳؎ قولہ خبر ما ولا الخ یعنی وہ ما ولا جو لیس کیساتھ معنی نفی اور جملہ اسمیہ پر داخل ہونے میں مشابہت رکھتے ہیں ان کی خبر منصوبات سے ہے اور وہ وہ ہے کہ جو ان کے داخل کے بعد مسند ہوتی ہے ۱۲ ۴؎ قولہ وہی لغۃ حجازیۃ الخ یعنی ما ولا کی خبر کی خبریت اور اسیطرح ان کے اسم کی اسمیت اہل حجاز کی لغت ہے لغت بنی تمیم میں یہ دونوں عمل نہیں کرتے اور چونکہ قرآن عزیز کا نزول لغت حجازیت اس لئے اس میں ما کو عمل دیا گیا ہے جیسے قولہ تعالیٰ ما ہذا بشرا ۱۲ ۵؎ قولہ واذا زیدت یعنی جب لفظ ان کو کلمہ ما کے بعد زیادہ کیا جائے تو اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے اس لئے کہ ما عامل ضعیف ہے پس جب ما اور اس کے معمول کے درمیان فاصلہ ہوگا عمل نہ کر سکے گا جیسے ما ان زید قائم اور صرف ما کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نحویوں کے استعمال میں ان کا کلمہ لا پر زائد ہونا درست نہیں بصریوں کے نزدیک یہ ان زائدہ ہے۔ اور کوفیوں کے نزدیک نافیہ موکدہ ہے نفی اول کی تاکید کرتا ہے ایسے ہی جب کہ معنی نفی کے الا کے ذریعہ منتقض ہو جائیں تو ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے ما زید الا قائم اسلئے کہ ما مشابہت لیس کی وجہ سے عمل کرتا ہے اور یہ مشابہت معنی نفی اور جملہ پر داخل ہونے کے اعتبار سے ہے پس جب معنی نفی کے منتقض ہو گئے تو اس کی مشابہت باقی نہیں رہی لہٰذا عمل نہیں کریگا ایسے ہی اگر خبر اسم پر مقدم ہو جائے گی تو ما کا عمل باطل ہو جائیگا اس لئے کہ عامل ضعیف اسوقت عمل کریگا۔ جب کہ اس کے معمول باترتیب ہوں ترتیب کے بدلنے کے عمل نہ کر سکے گا جیسے ما قائم زید ۶؎ قولہ واذا عطف علیہ الخ علیہ کی ضمیر کے مرجع میں کافیہ کی شراح مضطرب ہیں۔ بعض خبر ما ولا کیطرف راجع کرتے ہیں اور بعض صرف خبر ما کیطرف اور مطلب یہ کہ جب کسی اسم کا عطف ما کی خبر پر یا ما ولا دونوں کی خبر پر بذریعہ ایسے حرف عطف کے کیا جائے کہ جو موجب ہے (اور وہ بل ولکن ہیں) ان کو موجب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے مابعد کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں تو معطوف میں رفع واجب ہوگا اگرچہ معطوف علیہ منصوب ہے اور وجہ یہ ہے کہ معنی نفی کے جو کہ عمل ما کا سبب تھے بسبب اس حرف موجب کے باقی نہیں ہے پس عطف محل خبر پر ہوگا اور اس کا محل خبر مبتدا ہونے کی صورت حیثیت سے رفع ہے پس رفع واجب ہوگا جیسے ما زید قائما بل قاعد ۱۲۔

اَلْمَجْرُوْرَاتُ[۱] هُوَ مَا اشْتَمَلَ[۲] عَلٰی عَلَمِ الْمُضَافِ اِلَیْهِ وَالْمُضَافُ[۳] اِلَیْهِ كُلُّ اسْمٍ نُسِبَ اِلَیْهِ شَیْءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا مُرَادًا فَالتَّقْدِیْرُ[۴] شَرْطُهٗ اَنْ یَّكُوْنَ الْمُضَافُ اِسْمًا مُجَرَّدًا تَنْوِیْنُهٗ لِاَجْلِهَا وَهِیَ[۵] مَعْنَوِیَّةٌ وَلَفْظِیَّةٌ فَالْمَعْنَوِیَّةُ[۶] اَنْ یَّكُوْنَ الْمُضَافُ غَیْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰی مَعْمُوْلِهَا

مبتداء — ای المجرور الذی فی ضمن المجرورات ۱۲ — خبر ۱۲ — فعل مجہول ۱۲ — مفعول مالم یسم فاعلہ ۱۲ — الفاء التفسیر ۱۲ — مبتدا ثان ۱۲ — بتاویل مصدر خبر المبتدا الثانی فعل ناقص ۱۲ — عطف علی الجر ۱۲ — الفاء التفسیر ۱۲ — مصدریہ ۱۲ — فعل ما قبل ۱۲ — صفت ۱۲ — جارۃ ۱۲

۱؎ قولہ المجرورات اور اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ مجرور صرف مضاف الیہ ہے اور وہ ایک ہے لہذا اس کو مفرد لانا چاہئے تھا جمع لانے کی کیا وجہ ہے اور جواب ہے کہ مجرور کی انواع و اقسام پر نظر کرتے ہوئے اس کو جمع لائے ہیں ۱۲ ۲؎ قولہ ہو ما اشتمل الخ یعنی مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو اس حیثیت سے کہ وہ مضاف الیہ ہے مجرور کی اس تعریف میں کلمہ ما سے مراد اسم ہے اس لئے کہ وہ مقسم ہے اور مقسم تعریفات اقسام میں معتبر ہوتا ہے پس اس وقت تعریف مجرور سے حرف اور اخر خارج ہو جائیں گے مضاف الیہ کی علامت جر خواہ وہ کسرہ ہو یا فتحہ یا یا اور خواہ جر تقدیری ہو یا لفظی ۱۲ ۳؎ قولہ والمضاف الیہ الخ یعنی مضاف الیہ وہ اسم ہے کہ جس کیطرف کسی شئی کی نسبت بواسطہ حرف جر کے کی گئی ہو عام ازیں کہ وہ حرف جر لفظوں میں ہو جیسے مررت بزید یا مقدر ہو مگر مراد ہو یعنی اس کا اثر لفظوں میں باقی ہو جیسے غلام زید یا فعل ہو جیسے مررت بزید ہو ترکیب قولہ لفظا اور تقدیرا حال ہے اور ذوالحال حرف جر ہے اور عامل اس میں واسطہ کے معنی ہیں ای یتوصل بحرف الجر ظاہرا او مقدرا اور

قولہ مرادًا حال بعد حال ہے ای مقدرًا مرادًا اور محتمل ہے کہ لفظًا اور تقدیرًا معنی میں مفعول کے ہو کر کان محذوف کی خبر ہو ای کان الحرف ملفوظًا او مقدرًا اور قولہ مرادًا کان محذوف کے اسم سے حال واقع ہو نیز یہ ہو سکتا ہے کہ قولہ مراد قولہ تقدیرًا سے تمیز ہو پھر قولہ مرادًا سے مفعول فیہ اور مفعول معہ سے احتراز ہے اس لئے کہ تقدیر حرف جر کی ان دونوں میں مراد نہیں ورنہ وہ منصوب نہ ہوتے (فائدہ) جاننا چاہئے کہ مضاف الیہ کی یہ تعریف اصطلاح قوم کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ مجرور بحرف جر لفظی کو مضاف الیہ نہیں کہتے نیز جاننا چاہئے کہ مصنف مضاف الیہ کی تعریف کو جب بواسطہ حرف الجر کی قید کے ساتھ مقید کیا تو اس سے مضاف الیہ باضافت لفظی خارج ہو جائیگا اس لئے کہ وہ بتقدیر بر حرف جر نہیں ہوتا لیکن چونکہ اضافت معنوی اصلی اور اضافت لفظی اس کی فرع ہے لہذا وہ تبعًا اس میں داخل ہو گی کذا قیل ۱۲ ۴؎ قولہ فالتقدیر شرطہ الخ یعنی وہ اضافت جو بتقدیر حرف ہوتی ہے اس کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایک ایسا اسم ہو جو اضافت کیوجہ سے اپنی تنوین یا قائم مقام تنوین مثلاً نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی ہو اس لئے کہ کلمہ تنوین یا قائم مقام تنوین کیساتھ تام ہونے کیوجہ سے انفصال پر دلالت کرتا ہے اور اضافت مقتضی اتصال ہے ۱۲ ۵؎ قولہ وہی معنویۃ یعنی اضافت بتقدیر حرف جر دو قسم پر ہے معنویہ اور لفظیہ معنویہ معنی کیطرف منسوب ہے اور یہ اضافت مضاف میں چونکہ معنی تعریف اور تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اسلئے اسکو معنویہ کہتے ہیں اور لفظیہ لفظ کی طرف منسوب ہے اس اضافت سے صرف لفظ میں تخفیف آجاتی ہے اور مضاف میں معنی تعریف اور تخصیص کے حاصل نہیں ہوتے اسلئے اسکو لفظیہ کہتے ہیں ۱۲ ۶؎ قولہ فالمعنویۃ الخ یعنی اضافت معنویہ وہ ہے کہ جسمیں مضاف وہ صفت نہ ہو جو کہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہے اور اسجگہ تین صورتیں متصور ہیں ایک یہ کہ مضاف نہ صیغہ صفت ہو اور نہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید دوسرے یہ کہ مضاف صیغہ صفت ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے کریم البلد تیسرے یہ کہ مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم (فائدہ) اس جگہ صفت سے مراد اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل ہیں اور معمول سے مراد فاعل اور مفعول بہ ہیں ۱۲

وهي إمّا بمعنى اللام في ما عدا جنس المضاف وظرفه

(مبتدأ ١٢ — حرف الترديد ١٢ — أي الإضافة — موصولة ١٢ — الظرف خبر المبتدأ ١٢)

وإمّا بمعنى من في جنس المضاف أو بمعنى في في

(عطف على قوله جنس المضاف ١٢ — التي للبيان — الظرف خبر مبتدأ محذوف ١٢)

ظرفه وهو قليل مثل غلام زيد وخاتم فضة وضرب

(خبر مبتدأ محذوف مثال للأقسام الثلاثة للإضافة المعنوية ١٢)

اليوم وتفيد تعريفاً مع المعرفة وتخصيصاً مع

(المتمكن فاعلاً ١٢ — عطف على قوله تعريفاً ١٢)

النكرة وشرطها تجريد المضاف من التعريف وما

(خبر ١٢ — عطف على قوله مع المعرفة ١٢ — مبتدأ — مبتدأ)

أجازه الكوفيون من الثلاثة الأثواب وشبهه من

(بيان لما ١٢)

العدد ضعيف واللفظية أن يكون المضاف صفة

(خبر ١٢ — أي الإضافة اللفظية ١٢ — علامتها ١٢)

مضافة إلى معمولها مثل ضارب زيد وحسن الوجه

(إضافة اسم الفاعل إلى الفاعل ١٢)

ل قوله وہی اما بمعنی اللام الخ یعنی اضافت معنوی بتقدیر لام اس جگہ ہوتی ہے کہ جہاں مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو اور نہ مضاف کا ظرف ہو بلکہ مضاف الیہ کے جنس مضاف سے ہونیکے یہ معنی ہیں کہ مضاف الیہ اور غیر مضاف الیہ دونوں پر صادق آئے اور مضاف الیہ، مضاف الیہ اور غیر مضاف دونوں پر صادق آئے اور اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں کے درمیان عام وخاص من وجہ کی نسبت ہو ۲ قوله واما بمعنی من الخ یعنی جبکہ مضاف الیہ جنس مضاف سے ہو تو اضافت معنوی بتقدیر من ہوتی ہے ۳ قوله او بمعنی فی الخ یعنی اضافت بتقدیر فی اس جگہ ہوتی ہے کہ جس جگہ مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہو ۱۲ ۴ قوله وہو قلیل الخ یعنی اضافت بمعنی فی استعمالات میں قلیل ہے ۱۲ ۵ قوله نحو غلام زید الخ یہ اضافت بمعنی لام کی مثال ہے اصل میں غلام لزید تھا ۱۲ ۶ قوله وخاتم فضة الخ یہ اضافت بمعنی من کی مثال ہے اصل میں خاتم من فضة تھا ۱۲ ۷ قوله وضرب الیوم الخ یہ اضافت بمعنی فی کی مثال ہے ای ضرب ارتج فی الیوم اس لئے کہ ایک چیز کے ظرف ہونیکے یہ معنی ہیں کہ وہ چیز اس دوسری چیز میں پائی جائے ۱۲ ۸ قوله وتفید تعریفا الخ یعنی اسم کو معرفہ کیطرف مضاف کرنے سے تخصیص یعنی قلت اشتراک حاصل ہوتی ہے لیکن یہ حکم مثل وغیر اور ان کے مانند میں جاری نہ ہوگا اس لئے کہ یہ اسما بوجہ کثرت ابہام کے معرفہ کی طرف مضاف ہونے سے معرفہ نہیں ہوتے مگر جبکہ مضاف الیہ کا مقابل شی واحد ہو یا مضاف الیہ کا کوئی ایسا مثل مشہور ہو کہ جس کی مماثلت مضاف الیہ کے ساتھ اوصاف میں سے کسی خاص وصف مثلاً علم اور شجاعت میں پائی جائے تو یہ معرفہ ہو جائیں گے چنانچہ جب ہم جاء مثلک کہیں گے تو اس میں مثل معرفہ ہو جائے گا بشرطیکہ مقصود اس سے اس کا مماثل خاص ہو ۱۲ ۹ قوله وشرطها الخ یعنی اضافت معنوی کی شرط یہ ہے کہ مضاف کو تعریف سے خالی کریں اس لئے کہ جب مضاف معرفہ ہو تو دو صورتیں ہیں مضاف الیہ یا معرفہ ہوگا یا نکرہ برتقدیر اول تحصیل حاصل اور برتقدیر ثانی مطلب اعلیٰ کے باوجود حصول ادنیٰ لازم آتا ہے اور وہ مذموم ہے ۱۰ قوله وما اجازه الکوفیون الخ یہ جملہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ مضاف سے تجرید مضاف کی شرط غیر مسلم اس لئے کہ نحاۃ کوفہ ان اعداد میں جو اپنی تمیز کیطرف مضاف ہیں تعریف باللام کو جائز رکھتے ہیں جیسے الثلاثة الاثواب اور الخمسة الدراہم اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اسماء عدد مضاف مقصود ہوتا ہے اور مضاف الیہ کو مضاف سے ابہام رفع کرنے کیلئے لاتے ہیں پس اگر مضاف نکرہ ہو گا تو استکمال اعلیٰ کا ادنیٰ سے لازم آئیگا اور یہ نہایت مذموم ہے پس اس کا جواب مصنف علام نے یہ دیا کہ کوفیوں کا الثلاثة الاثواب وغیرہ کو جائز رکھنا ضعیف ہے اس لئے کہ یہاں پر مضاف کے نکرہ ہونے کیصورت میں استکمال اعلیٰ کا ادنیٰ سے لازم نہیں آتا بلکہ استکمال ادنیٰ کا اعلیٰ سے لازم آتا ہے اور وہ جائز ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ درحقیقت مضاف الیہ مقصود ہوتا ہے مضاف کو بیان مقدار کیلئے لاتے ہیں کما ہو الظاہر ۱۲ ۱۱ قوله واللفظیة الخ یعنی اضافت لفظی کی علامت یہ ہے کہ صفت اپنے معمول کیطرف مضاف ہو خواہ وہ معمول فاعل ہو یا مفعول جیسے قوله ضارب زید کہ یہاں صفت اپنے معمول مفعول کیطرف مضاف ہے اور جیسے قوله حسن الوجه یہ مثال اس صفت کی ہے جو اپنے معمول فاعل کیطرف مضاف ہے ۱۲

ممتنع ہے اس لئے کہ اس میں موصوف یعنی زید معرفہ اور صفت یعنی حسن الوجہ نکرہ ہے ۱۲ ۳؎ **قولہ** وجاز الخ یعنی یہ دو ترکیبیں الضارباً زیداً و الضاربو زید جائز ہیں کیونکہ اول میں تخفیف بحذف نون تثنیہ اور ثانی میں بحذف نون جمع حاصل ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں اضافت کیوجہ سے محذوف ہوتے نہ کہ لام تعریف کیوجہ سے اس لئے کہ نون اضافت کے وقت کبھی عود نہ کرتے ۱۲ ۴؎ **قولہ** وامتنع الضارب زید الخ ۱۲ یعنی ترکیب الضارب زید کی ممتنع ہے اس لئے کہ اسجگہ اضافت سے تخفیف نہیں آئی جیساکہ ظاہر ہے کہ یہ تنوین الضارب سے لام تعریف کیوجہ سے محذوف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کیوجہ سے ورنہ نون اضافت کیوقت عود کرتی حالانکہ عود نہیں کرتی ۱۲ ۵؎ **قولہ** خلافاً للفراء الخ یعنی فراء نحوی اس ترکیب کو جائز کہتا ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک لام کا دخول الضارب زید میں اضافت کے بعد ہوا ہے یعنی کہ اس میں اضافت کیوجہ سے بذریعہ حذف تنوین کے اول تخفیف آس کے بعد وہ معرف باللام ہوگیا علاوہ ازیں ترکیب مذکور کے جواز پر قول شاعر الواہب المائۃ الہجان وعبدہا الخ سے دلیل لاتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ مصرعہ مذکور میں تین ترکیبیں حاصل ہیں ایک یہ کہ الواہب المائۃ مثل الضارب الرجل ہے دوسرے المائۃ الہجان مثل الثلاثۃ الاثواب کے ہے تیسرے قولہ وعبدہا کا عطف المائۃ پر ہے اور الواہب اس کی طرف مضاف ہے اور قاعدہ ہے کہ معطوف علیہ سے پہلے جو قید ہوتی ہے وہ معطوف کی طرف لوٹتی ہے پس گویا شاعر نے کہا الواہب عبدہا اور یہ مثل الضارب زید کے ہے پس جب الواہب عبدہا صحیح ہوگیا یہ فراء کا استدلال ہے اور اس کا جواب مصنف نے اپنے قول اور ضعف الواہب الخ سے یہ دیا کہ استدلال مذکور ضعیف ہے اس لئے کہ دلیل مذکور قطعی نہیں بلکہ احتمال ہے کہ عبدہا مجرور نہ ہو بلکہ منصوب ہو اور ترکیب میں مفعول معہ ہو اور اگر اس کا مجرور ہونا تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی استدلال مذکور صحیح نہیں اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ بغیر عطف کے تنہا الواہب عبدہا ممتنع ہو اور عطف کیساتھ ترکیب الواہب المائۃ وعبدہا جائز ہو اس لئے کہ لبسا اوقات معطوف میں وہ امر جائز ہوتا ہے جو معطوف علیہ میں جائز نہیں ہوتا جیسے رب شاۃ وسخلتہا کہ یہاں رب کا دخول عطف کے ساتھ سخلتہا معرفہ پر ہوگیا اور یہ ترکیب جائز ہے اور بغیر عطف کے تنہا اس کا دخول معرفہ پر کرتے اور رب سخلتہا کہتے تو جائز نہ تھا پھر یہ تقریر اس وقت ہے جب کہ ضعف قولہ وضعف الخ میں ضعیف کا فاعل استدلال فراء کو قرار دیں اور احتمال ہے کہ ضعف کا فاعل نفس یہ قول ہو یعنی ضعف ہذا القول اور اس صورت میں وجہ ضعف اس قول کی یہ ہوگی کہ قول المائۃ الہجان پر مشتمل ہے اور وہ مثل الثلاثۃ الاثواب کے ہے اور الثلاثۃ الاثواب ضعیف ہے جیساکہ اوپر گزرچکا ہے لہذا المائۃ الہجان ضعیف ہوگا اور اس سے استدلال بھی ضعیف ہوگا اس لئے کہ قول ضعیف غیر پر تخفیف نہیں ہوسکتا ۱۲ مولانا محمد منیت اللہ رحمۃ اللہ تعالے

وَلَا تُفِيْدُ[1] اِلَّا تَخْفِيْفًا فِى اللَّفْظِ وَمِنْ[2] ثَمَّ جَازَ مَرَرْتُ

لا تفید تعریفاً ولا تخصیصاً ۱۲ — الحصول التخفیف بحذف التنوین ۱۲

بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ وَامْتَنَعَ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ حَسَنِ الْوَجْهِ وَجَازَ[3]

لحصول التخفیف بحذف نون الجمع ۱۲ — لحصول التخفیف بحذف نون التثنیہ ۱۲

الضَّارِبَا زَيْدٍ وَالضَّارِبُوْ زَيْدٍ وَامْتَنَعَ[4] الضَّارِبُ زَيْدٍ خِلَافًا[5]

لعدم التخفیف لسقوط التنوین باللام دون الاضافۃ ۱۲

لِلْفَرَّاءِ وَضُعِّفَ[6] الْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا

۱؎ **قولہ** ولا تفید الخ یعنی اضافت لفظی لفظ میں صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے تعریف اور تخصیص اس سے حاصل نہیں ہوتی پھر یہ تخفیف کبھی تو فقط مضاف میں ہوتی ہے جیسے ضارب زید کہ اصل میں ضاربٌ زیداً تھا پس اضافت کیوجہ سے تنوین ضارب سے ساقط ہوگئی اور کبھی صرف مضاف الیہ میں ہوتی ہے بذریعہ حذف ضمیر کے جیسے القائم الغلام کہ اصل میں القائم غلامہ تھا غلام سے ضمیر مضاف الیہ کو حذف کرکے القائم میں اس کو مستتر مان لیا گیا اور القائم کو اسطرف مضاف کردیا گیا پس مضاف الیہ میں تخفیف حاصل ہوگئی اور کبھی مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف ہوتی ہے جیسے حسن الوجہ کہ اصل میں حسن وجہہ تھا پس اضافت سے تنوین حسن کی اور ضمیر وجہہ کی محذوف ہوگئی اور عوض میں ضمیر وجہہ کے لام تعریف کو لائے پس مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف آگئی ۱۲ ۲؎ **قولہ** ومن ثم جاز یعنی جب یہ معلوم ہوچکا کہ اضافت لفظی صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے تو اب ترکیب مررت برجل حسن الوجہ جائز ہوگی اس لئے کہ اس میں بوجہ اضافت کے مضاف سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر محذوف ہوگئی تعریف اور تخصیص حاصل نہیں لہذا اس اعتبار سے حسن الوجہ کا نکرہ کی صفت واقع ہونا صحیح ہے ورنہ اگر تعریف یا تخصیص حاصل ہوتی تو اس کا نکرہ کی صفت ہونا صحیح نہ تھا اس لئے کہ موصوف اور صفت میں مطابقت ضروری ہے بخلاف ترکیب مررت بزید حسن الوجہ کے کہ وہ

وَاِنَّمَا جَازَ الضَّارِبُ الرَّجُلِ حَمْلاً عَلَى الْمُخْتَارِ فِی

الْحَسَنِ الْوَجْهِ وَالضَّارِبُكَ وَشِبْهُهُ فِیْمَنْ قَالَ اَنَّہٗ

ای فی قول ابو سیبویہ (من تابوا) ۱۲

مُضَافٌ حَمْلاً عَلَی ضَارِبُكَ وَلَا یُضَافُ مَوْصُوْفٌ

اِلٰی صِفَتِہٖ وَلَا صِفَۃٌ اِلٰی مَوْصُوْفِہَا

اول تو جمہور نحاۃ اس ترکیب میں اضافت کے قائل نہیں ہیں بلکہ اکثر کا مذہب یہ ہے کہ الف ولام اس میں بمعنی الذی اور ضارب بمعنے ضرب اور کاف بنا پر مفعول ہونے کے منصوب المحل ہے پس ان لوگوں کے قول کے موافق استدلال صحیح نہ ہوگا۔ دوسرے یہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس جگہ اضافت ہے جیسے کہ بعض کا مذہب ہے تب بھی فراء کا استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ وہ اس ترکیب کو ضاربک پر محمول ہونے کی وجہ سے جائز کہتے ہیں اور ضاربک میں سقوط تنوین اتصال ضمیر کیوجہ سے ہے نہ کہ اضافت کیوجہ سے اس لئے کہ اگر اضافت کیوجہ سے تنوین محذوف ہوتی ہے تو فک اضافت کے ساتھ ضاربک کہنا درست ہوتا حالانکہ کبھی ایسا سنا نہیں گیا پس استدلال فراء کا اس سے بھی صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ استدلال اس چیز سے ہوتا ہے جو بنفسہ جائز ہو اور اگر فراء یہ کہے کہ میں الضارب زید کو مثل الضاربک کے ضاربک پر حمل کرتا ہوں تاکہ الضارب زید بھی بلا تخفیف کے صحیح ہو تو جواب یہ ہے کہ الضارب زید کو ضاربک پر محمول نہیں کر سکتے ہیں اس لئے کہ یہ دونوں ایک باب سے نہیں بخلاف الضاربک اور ضاربک کے کہ دونوں اس امر میں مشارک ہیں کہ اسم فاعل ضمیر کے ساتھ متصل ہے پس یہ ایک دوسرے پر محمول ہو سکتے ہیں ۱۲

ؔ۱ قولہ وانما جاز الضارب الرجل الخ یعنی فراء نے اپنے مطلوب پر الضارب الرجل سے استدلال کیا ہے اور کہا کہ الضارب الرجل بالاتفاق جائز ہے اور وہ مثل الضارب زید کے ہے لہذا یہ نہ ہوگا کہ الضارب الرجل جائز ہو اور الضارب زید ناجائز ہو پس اس کا جواب مصنف یہ دیتے ہیں کہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ ترکیب الضارب الرجل بھی ناجائز ہو اس لئے کہ اس میں اضافت سے کوئی تخفیف نہیں آتی بلکہ تخفیف اس میں محض لام کیوجہ سے ہے مگر تاہم یہ ایک دوسری وجہ سے جائز ہے وہ یہ کہ ترکیب مذکور الحسن الوجہ کی وجوہ میں سے وجہ مختار پر محمول ہے اور وہ الوجہ کا اضافت کیوجہ سے مجرور ہونا ہے پس الضارب الرجل کے جواز کی ایک وجہ موجود ہے وہ یہ کہ یہ اور الحسن الوجہ دونوں دو امر میں مشارک ہیں ایک یہ کہ دونوں ترکیبوں میں مضاف صیغہ صفت اور معرف باللام ہے دوسرے یہ مضاف الیہ دونوں ترکیبوں میں اسم جنس اور معرف باللام ہے بخلاف الضارب زید کے کہ اس کی الحسن الوجہ کیسا تھ مشابہت نہیں لہذا ترکیب الضارب زید ناجائز ہوگی ۱۲ ؔ۲ قولہ وضاربک وشبہہ الخ یہ بھی فراء کے استدلال کا جواب ہے تقریر استدلال کی یہ ہے کہ الضارب زید مثل الضاربک کے ہے اس لئے کہ دونوں میں تنوین لام کے سبب محذوف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کے سبب پس جب کہ ترکیب الضاربک بالاتفاق جائز ہے تو ترکیب الضارب زید بھی محمول ہو کر جائز ہوگی جواب ہے کہ

ؔ۳ قولہ ولا یضاف موصوف الخ یعنی موصوف صفت کی طرف مضاف نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ صفت حقیقت میں عین موصوف ہے اور مضاف مضاف الیہ کے مغائر ہوتا ہے پس اگر موصوف کو اس کی صفت کی طرف مضاف کریں گے تو نسبت میں غیریت لازم آئے گی اور لازم باطل ہے پس ملزوم اس کے مثل ہے یا یہ کہا جائے کہ موصوف دو حال سے خالی نہیں صفت سے اخص ہوگا یا اس کے مساوی اگر اخص ہو تو استدلال اعلے کا ادنے سے لازم آئیگا اور وہ جائز نہیں اور مساوی ہو تو اضافت سے کچھ فائدہ نہیں تحصیل حاصل ہے ۱۲ ؔ۴ قولہ ولا صفۃ الی موصوفہا الخ یعنی ایسے ہی یہ بھی جائز نہیں کہ صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف ہو اس لئے کہ اس وقت غیریت بجائے عینیت کے لازم آئیگی نیز فوقیت تابع کی متبوع پر لازم آئے گی اور وہ ناجائز ہے ۱۲ محمد مشیت اللہ غفرلہ۔

نہیں ورنہ تمام اوقات میں انسان مسجد میں مجتمع ہوتے اور یہ باطل ہے اور ایسے ہی جانب الغربی اصل میں جانب المکان الغربی تھا پس اسم وقت غربی صفت مکان کی ہوگا نہ کہ جانب کی علی ہذا القیاس صلوٰۃ الاولیٰ صلوٰۃ الساعۃ الاولیٰ تھا اور بقلۃ الحمقاء بقلۃ الحبۃ الحمقاء تھا تمام میں موصوف محذوف ہے پس قاعدہ کلیہ علی حالہا باقی ہے ^۲ قولہ مثل جرد قطیفۃ الخ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ ہم اضافت صفت کو موصوف کیطرف ناجائز تسلیم نہیں کرتے ہیں جیسا کہ امثلہ مذکورہ فی المتن میں جرد اور اخلاق صفت ہیں اور اپنے موصوف یعنی قطیفۃ اور ثیاب کیطرف مضاف ہیں پس اس کا جواب مصنف یہ دیتے ہیں کہ جرد قطیفۃ (پرانی چادریں) اور اخلاق ثیاب (پرانے کپڑے)

وَمِثْلُ مَسْجِدُ الْجَامِعِ وَجَانِبُ الْغَرْبِيِّ وَصَلٰوةُ الْأُولٰى وَ

مبتدا ۱۲

بَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ مُتَأَوَّلٌ وَمِثْلُ جَرْدُ قَطِيفَةٍ وَ أَخْلَاقُ

خبر ۱۲ مبتدا ۱۲

ثِيَابٍ مُتَأَوَّلٌ وَلَا يُضَافُ اسْمٌ مُمَاثِلٌ لِلْمُضَافِ إِلَيْهِ

خبر ۱۲ مفعول مالم یسم فاعلہ برائے لایضاف ۱۲

فِي الْعُمُومِ وَالْخُصُوصِ كَلَيْثٍ وَأَسَدٍ وَحَبْسٍ وَمَنْعٍ

مثال مترادفین من الاعیان ۱۲ مثال مترادفین من المعانی ۱۲

لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ بِخِلَافِ كُلِّ الدَّرَاهِمِ وَعَيْنِ الشَّيْءِ

فی الاضافۃ وہو التعریف او التخصیص ۱۲

فَإِنَّهُ يَخْتَصُّ بِهِ وَقَوْلُهُمْ سَعِيدُ كُرْزٍ وَنَحْوُهُ مُتَأَوَّلٌ

مبتدا ۱۲ خبر ۱۲

اور ان کی مثل متاول ہیں اور تاویل یہ ہے کہ اگرچہ موصوف ذات پر دلالت کرتا ہے اور صفت ذات مبہم پر مع وصف کے دلالت کرتی ہے لیکن کبھی صفت کو ذات کے درجہ میں مطلق ذکر کرتے ہیں پس جب مثلاً جرد کو ذات کے درجہ میں ذکر کریں تو اس میں ابہام پیدا ہوگا کہ جرد کیا چیز ہے پھر جس وقت قطیفہ کو رفع ابہام کے طور پر اسکے بعد ذکر کیا اور جرد کو اس کی طرف مضاف کیا تو ابہام جاتا رہا پس معلوم ہوا کہ یہ اضافت اس حیثیت سے نہیں کہ جرد قطیفہ کی صفت ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ گویا جرد ایک جنس مبہم ہے اس کو قطیفہ کیطرف اسلئے مضاف کیا گیا ہے کہ اس میں تخصیص پیدا ہو جائے اور ابہام جاتا رہے اور اسی پر اخلاق ثیاب کو بھی قیاس کر لینا چاہئے کہ اس میں بھی بعینہ یہی تاویل جاری ہوگی ۱۲ ^۳ قولہ لا یضاف الخ یعنی جب ایک اسم دوسرے اسم کے ساتھ عموم وخصوص میں مماثل اور مشابہ ہو تو دونوں میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف نہ ہوگی خواہ وہ دونوں اعیان میں سے ہوں جیسے لیث واسد یا معانی اور احداث سے ہوں جیسے منع و حبس اس لئے کہ اس اضافت سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ جو چیز مقصود ہے وہ اضافت سے قطع نظر کرکے صرف مضاف سے حاصل ہو جائیگی پس اضافت لغو ہوگی ^۴ قولہ بخلاف کل الدراہم الخ یعنی بخلاف اس اضافت کے جو عام کی خاص کیطرف ہو وہ مفید ہوتی ہے جیسے کل الدراہم اور عین الشئ کہ ان دونوں مثالوں میں مضاف عام ہے اسلئے کہ کل اضافت سے پہلے دراہم اور دنانیر دونوں کو شامل تھا اضافت سے اسمیں تخصیص آگئی اور دراہم کیساتھ خاص ہوگیا ایسے ہی لفظ عین اضافت سے قبل عام تھا موجود اور معدوم دونوں پر اس کا اطلاق عام ہوتا تھا اضافت سے اس میں تخصیص پیدا ہوگئی اور وہ موجود کیساتھ خاص ہو گیا اسلئے کہ اسکا مضاف الیہ خاص ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ شئی کا حمل صرف موجود پر ہوتا ہے پس اس اضافت سے چونکہ فائدہ مقصود ہے کہ مضاف میں تخصیص آجاتی ہے لہذا یہ جائز ہوگئی ^۵ قولہ وقولہم سعید کرز الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ سعید اور کرز دونوں ایک ذات کے علم ہیں پس دونوں ایک دوسرے کے مماثل ہیں لہذا ان میں اضافت نہ ہونی چاہئے تھی حالانکہ سعید کی اضافت کرز کیطرف ہے جواب یہ ہے کہ یہ مثلہ متاول ہیں بایں طور کہ مضاف سے مراد مسمی کی ذات ہے اور مضاف الیہ سے مراد نفس لفظ ہے پس معنی سعید کرز کے یہ ہوئے کہ وہ ذات جو لفظ کرز کے ساتھ مسمیٰ اور ملقب ہے ۱۲

^۱ قولہ ومثل مسجد الجامع الخ یہ سوال مقدر کا جواب تقریر سوال کی یہ ہے کہ تمہارا یہ کہنا موصوف اپنی صفت کیطرف مضاف نہیں ہوتا ہمیں تسلیم نہیں کیونکر تسلیم ہو سکتا ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کلام عرب میں بکثرت موصوف کی اضافت صفت کیطرف کی گئی ہے جیسا کہ امثلہ مذکورہ فی المتن میں موصوف کی اضافت صفت کیطرف ہے پس قاعدہ کلیہ باطل ہوگیا اور تقریر جواب کی یہ ہے کہ امثلہ مذکورہ متاول ہیں چنانچہ مسجد الجامع دراصل مسجد الوقت الجامع تھا پس جامع اس میں صفت وقت کی ہے نہ کہ مسجد کی اور دلیل یہ ہے کہ انسانوں کا جمع کرنے والا نماز کا وقت ہے مسجد

وَاِذَا اُضِيْفَ الْاِسْمُ الصَّحِيْحُ اَوِ الْمُلْحَقُ بِهٖ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ
نحو غلامی ودلوی وظبیی ۱۲
تخفیفۃ ۱۲

كُسِرَ اٰخِرُهٗ وَالْيَاءُ مَفْتُوْحَةٌ اَوْ سَاكِنَةٌ فَاِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ
موافقۃ للیاء ۱۲ 　 لان الاصل فی المبنی علی الحرکۃ الفتح ۱۲

اَلِفًا تَثْبُتُ وَهُذَيْلٌ تَقْلِبُهَا لِغَيْرِ التَّثْنِيَةِ يَاءً وَاِنْ كَانَ
ای آخر الاسم المضاف الی یاء المتکلم ۱۲ 　 ای الالف نحو عصای ورحای

يَاءً اُدْغِمَتْ وَاِنْ كَانَ وَاوًا قُلِبَتْ يَاءً وَاُدْغِمَتْ وَفُتِحَتْ
عطف علی قولہ قلبت ۱۲

الْيَاءُ لِلسَّاكِنَيْنِ وَاَمَّا الْاَسْمَاءُ السِّتَّةُ فَاَخِيْ وَاَبِيْ وَاَجَازَ
مفعول مالم یسم فاعلہ ۱۲

الْمُبَرِّدُ اَخِيَّ وَاَبِيَّ وَتَقُوْلُ حَمِيْ وَهَنِيْ وَيُقَالُ فِيَّ فِي الْاَكْثَرِ وَفَمِيْ

۱؎ قولہ واذا اضیف الاسم الخ یعنی جب اسم صحیح یا ملحق بالصحیح کی اضافت یاء متکلم کیطرف کی جائیں گی تو اسم کے آخر کو مناسبت یاء کی وجہ سے کسرہ دیں گے اور یاء متکلم کو مفتوح یا ساکن پڑھیں گے مفتوح اسلئے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے اور سکون میں تخفیف ظاہر ہے جیسے ثوبی وظبیی پھر صحیح اصطلاح نحاۃ میں وہ ہے کہ اسکے اخیر میں حرف علت نہ ہو جیسے زید اور ملحق بالصحیح وہ ہے کہ اس کے آخر میں واؤ یا یائے ماقبل ساکن ہو جیسے دلو ظبی ۱۲ ۲؎ قولہ فان کان آخرہ الفا الخ یعنی اگر اس اسم کے اخیر میں جو یاء متکلم کیطرف مضاف ہے الف ثابت رکھا جائے گا جیسے عصای اور رحای اسلئے کہ اسجگہ سبب ابدال کا تحقق نہیں ہے ۱۲ ۳؎ قولہ وہذیل تقلبہا الخ یعنی قبیلہ ہذیل غیر تثنیہ میں اس الف کو یاء سے بدل کر یاء متکلم میں ادغام کرتا ہے جیسے عصی اور دلیل یہ ہے کہ جسطرح پر ماقبل یاء متکلم کے جب فتحہ ہوتا ہے تو وہ کسرہ سے بدل جاتا ہے اسیطرح جب ماقبل یاء متکلم کے الف ہو تو وہ بھی یاء سے بدل جائیگا ثیاثا ملی الفتح ۱۲ ۴؎ قولہ وان کان یاء الخ یعنی اگر اس اسم کے آخر میں جو یاء کی طرف مضاف ہے یاء ہو تو اس کو یاء متکلم میں ادغام کریں گے ۱۲ ۵؎ قولہ وان کان واوا الخ یعنی اگر واؤ ہوگی تو اس کو یاء سے بدل لیں گے جیسے مسلمی اس لئے کہ جب مسلمون کو یاء متکلم کیطرف سے مضاف کیا تو نون کو اضافت کیوجہ سے گرا دیا اور واؤ کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کیا اور مناسبت یاء کیوجہ سے ضمہ میم کو کسرہ سے بدل لیا ۱۲ ۶؎ قولہ وفتحت الیاء الخ یعنی یاء متکلم کو التقائے ساکنین سے بچنے کیلئے تینوں صورتوں میں فتحہ دیں گے اس لئے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے اور التقائے ساکنین محال ۱۲ ۷؎ قولہ واما الاسماء الستۃ الخ یعنی اسمائے ستہ میں حال اخ اور اب کا جب کہ یہ یائے متکلم کیطرف مضاف ہوں یہ ہے کہ اخی اور ابی کہیں اور محذوف کو رد نہ کریں اس لئے کہ کثرت استعمال ان دونوں کا تخفیف کو چاہتا ہے لہذا لام کلمہ کو جو کہ نسیًا منسیًا کے درجہ میں محذوف ہو چکا ہے یاء متکلم کیطرف اضافت کرتے وقت رد نہ کریں گے ۱۲ ۸؎ قولہ واجاز المبرد الخ یعنی مبرد ان دونوں کو یاء متکلم کیطرف سے مضاف کرتے وقت اخی اور ابی کہتا ہے اور یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ کثرت استعمال سے ثقیل کا ثقل زائل ہوجاتا ہے پس واؤ محذوف کو رد کریں گے اور اس کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کریں گے ۱۲ ۹؎ قولہ وتقول حمی یعنی الخ یہاں پر تقول مونث غائب کا صیغہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ بوقت اضافت حم اور ہن کی طرف یاء متکلم کے حمی ہنی بغیر واپس لائے محذوف کے کہے پھر ان دونوں کو اخی اور ابی سے اس لئے جدا کیا ہے کہ ان دونوں میں جمہور کے ساتھ مبرد کی مخالفت مشہور نہیں اور تقول صیغہ مونث کا اس لئے لائے کہ حم یعنی دیور کی اضافت مذکر کی طرف ممتنع ہے ۱۲ ۱۰؎ قولہ ویقال فی الخ یعنی جب فوہ کی اضافت یاء متکلم کیطرف کریں گے تو فی کہیں گے اس لئے کہ اس کلمہ میں لام فعل کہ ہاء ہے نسیًا منسیًا کے درجہ میں خلاف قیاس محذوف ہوگئی ہے پس یاء متکلم کیطرف اضافت کرتے ہوئے محذوف کو رد نہ کریں گے اور واؤ کو کہ عین کلمہ ہے یاء میں ادغام کرینگے اور فاء کلمہ کو بوجہ مناسبت یاء کسرہ دیں گے فی ہوجائیگا اور یہ لغت اکثر ہے ۱۲ ۱۱؎ قولہ وفمی الخ یعنی بعض لغات میں فمی کہتے ہیں اور دلیل اس پر یہ ہے کہ اوپر مذکور ہوچکا ہے کہ کلمہ اصل میں فوہ تھا جیسا کہ اس کی افواہ اس پر دلالت کرتی ہے ہا کو خلاف قیاس حذف کیا گیا ہے اس کے بعد واؤ کو میم سے بدل لیا اس لئے کہ وہ دونوں قریب المخرج ہیں فم ہوگیا پھر جب غیر حالت اضافت میں فم کو کہتے ہیں تو حالت اضافت یاء متکلم کیصورت میں اس کے نظائر پر قیاس کرکے فمی کہیں گے ۱۲

ہیں سے ہے ضمیر کیطرف مضاف نہیں ہوگا اس لئے کہ ذو اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ اسم جنس کیطرف مضاف ہو کر اس کو دوسری چیز کیصفت قرار دے پس اگر وہ ضمیر کیطرف مضاف ہوگا تو خلاف وضع لازم آئیگا اس لئے کہ ضمیر اسم جنس نہیں ہے اور چونکہ اس کی اضافت اسم جنس کیطرف لازم ہے اس لئے وہ اضافت سے علیٰحدہ بھی نہ کیا جائیگا جیسا کہ کہیں جاءنی رجل ذو مال پس یہاں مال اسم جنس ہے اور بواسطہ ذو کے رجل کی صفت ہے ۱۲ ۵؎ قولہ التوابع الخ یہ تابع کی جمع ہے اور صفت ہے اسمیت کیطرف منقول ہے اسلئے کہ فاعل وصفی کی جمع فواعل کے وزن پر نہیں آتی بلکہ فاعل اسمی کی جمع فواعل کے وزن پر آتی ہے جیسا کہ کاہل بین الکتفین کی جمع کواہل آتی ہے ۶؎ قولہ کل ثان باعراب الخ یعنی تابع نحویوں کی اصطلاح میں ہر وہ ثانی ہے جو اپنے سابق کے اعراب میں موافق ہو اور دونوں کے اعراب کی جہت ایک ہو یعنی اگر پہلے کلمہ پر اعراب جہت فاعلیت سے آیا ہو تو دوسرے کلمہ پر بھی اسی جہت سے آئے اور اگر اس پر اعراب جہت مفعولیت سے آئے ہو تو اس پر بھی جہت مفعولیت سے آئے غرض دونوں کلموں کے اعراب کی جہت ایک ہونی چاہیے جیسے جاءنی زید العالم کہ اس میں العالم تابع ہے اس لئے کہ وہ بہ نسبت زید کے دوسرے درجہ میں ہے اور اعراب یعنی رفع میں اس کے موافق ہے پھر دونوں ایک ہی جہت سے مرفوع ہیں اور وہ جہت فاعلیت ہے پس جس طرح زید فاعل ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے اور پھر اسیطرح العالم بھی بوجہ زید کے ساتھ متحد ہونے کی اسی حیثیت سے مرفوع ہے پس دونوں کا رفع ایک ہی حیثیت اور جہت سے ہے پھر چونکہ یہاں ثانی سے مراد موخر ہے لہذا یہ تعریف تابع ثالث اور رابع کو بھی شامل ہو گی اسلئے کہ ہر ایک بلحاظ اپنے متبوع کے درجہ ثانی میں ہے اور اگر کوئی کہے کہ اس جگہ توابع جمع ہے اور قاعدہ ہے کہ جمع افراد پر دلالت کرتی ہے پس معرف بالفتح افراد ہوئے ایسے ہی کبھی لفظ کل افرادی ہوتا ہے پس اس میں بھی افراد متصور ہیں اور چونکہ کل ثان الخ معرف بالکسر ہے لہذا معرف بالکسر بھی افراد ہوئے پس اسوقت تعریف الافراد بالافراد لازم آئے گی حالانکہ یہ ناجائز ہے نہ افراد کی تعریف ہو سکتی ہے اور نہ افراد کے ساتھ کسی کی تعریف جائز ہے جیسا کہ اوائل کتاب میں مفصل گزرا اور جواب یہ ہے کہ تعریف سے کبھی تو مقصود ماہیت کا پہچاننا ہوتا ہے اور کبھی انحصار افراد فقط اور مقصود تعریف سے اس جگہ معنی ثانی ہیں نہ کہ اول پس اس تقدیر پر تعریف الافراد میں کوئی قباحت نہیں نیز جواب میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ تعریف الافراد بالافراد کا ناجائز ہونا مطابق اصطلاح منطقیوں کے ہے نحویوں کے قواعد کی رعایت ضروری نہیں پس اصطلاح نحاۃ پر یہ اعتراض وارد نہ ہوگا باقی رہے فوائد قیود سو وہ یہ ہیں کہ قولہ کل ثان بمنزلہ جنس ہے ہر اسم موخر کو شامل ہے اور قولہ باعراب سابقہ بمنزلہ فصل کے ہے کہ اس سے سوائے خبر مبتدا اور مفعول ثانی علمت اور مفعول ثالث باب علمت کے سب خارج ہو گئے اور قولہ من جہۃ واحدۃ سے یہ بھی خارج ہو گئے اسلئے کہ مثلاً مبتدا کی خبر اگرچہ مبتدا کے اعراب میں موافق ہے مگر دونوں ایک جہت سے مرفوع نہیں بلکہ مبتدا مسند الیہ کی جہت سے مرفوع ہے اور خبر کا مسند ہونے کی جہت سے ایسے ہی باب علمت کا مفعول ثانی معلوم ہونے کے سبب سے منصوب ہے اور مفعول اول معلوم فیہ ہونے کی وجہ سے ہے ۱۲۔

وَاِذَا[1] قُطِعَتْ قِيْلَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَفَتْحُ الْفَاءِ اَفْصَحُ

عطف جملہ ۱۲ — مبتدا ۱۲ — مضاف الیہ ۱۲

مِنْهُمَا وَجَاءَ[2] حَمٌ مِثْلُ يَدٍ وَخَبْءٍ وَدَلْوٍ وَعَصًا مُطْلَقًا[3]

خبر المبتدا ای من ضمہ و کسرہ ۱۲ — فی کونہ مہموز او معربا بالحرکات الثلث ۱۲ — ای حالۃ رفع اسنادہا علیہا ۱۲

وَجَاءَ[4] هَنٌ مِثْلُ يَدٍ مُطْلَقًا وَذُوْ[5] لَا يُضَافُ اِلٰى مُضْمَرٍ وَلَا

ای کل حالۃ ۱۲ — مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

يُقْطَعُ التَّوَابِعُ[6] كُلُّ ثَانٍ بِاِعْرَابِ[7] سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَّاحِدَةٍ

من الاضافۃ ۱۲ — مبتدا ۱۲ — خبر مضاف ۱۲ — ای متلبس باعرابہ ۱۲

۱؎ قولہ واذا قطعت الخ یعنی جب اسماء ستہ میں سے اسماء خمسہ مذکورہ کو اضافت سے قطع کریں گے تو ان پر مطلقاً اعراب کو بحرکات جاری کریں گے جیسا کہ کہیں اخ واب حم وہن وفم اور فم میں تین لغت ہیں فاء کا ضمہ اور فاء کا کسرہ اور فاء کا فتحہ لیکن تینوں میں فاء کا فتحہ اسکے ضمہ اور کسرہ سے افصح ہے ۱۲ ۲؎ قولہ وجاء حم الخ یعنی حم میں چند لغت ہیں ایک یہ کہ وہ اعراب میں ید کیطرح پر ہے خواہ یاء متکلم کیطرف مضاف ہو یا کسی اور کیطرف یا بالکل مضاف نہ ہو جیسے ہذا حم الخ اور یہ لغت سابق میں معلوم ہو چکا ہے دوسرے یہ کہ وہ مہموز الآخر ہو مثل خبء کی اور اعراب میں اس کے مثل ہو پس کہیں گے ہذا حمء الخ تیسرے یہ کہ اس کے آخر واو اور ماقبل اس کا ساکن ہو جیسے واو پس کہیں گے ہذا حمو کہ چوتھے یہ کہ لام فعل الف سے بدل جائے اور وہ حالت رفع اور نصب اور جر میں عصا کی مثل ہو جائے چنانچہ عصاک کیطرح حماک حالت اضافت میں کہیں گے اور حالت افراد عن الاضافت میں اس کو عصا پر قیاس کرینگے ۳؎ قولہ مطلقاً الخ یعنی حم کا اسماء اربعہ مذکورہ کیطرح ہونا ہر حال میں ہے خواہ حالت اضافت ہو یا حالت افراد ۱۲ ۴؎ قولہ وجاء ہن الخ یعنی ہن میں علاوہ لغت مذکورہ بالا کے ایک لغت اور ہے وہ یہ کہ اس کو حالت اضافت اور غیر اضافت میں مثل ید کی پڑھیں محذوف کو واپس نہ لائیں اور رفع اور نصب اور جر میں اس پر حرکات ثلثہ جاری کریں جیسا کہ حم میں گزرا ۵؎ قولہ وذو لا یضاف الخ یعنی ذو کہ اسمائے ستہ

میں معنی متبوع پر دلالت کرتی ہے اور اگر کوئی کہے کہ نعت کبھی اپنے متبوع کے معنی پر دلالت نہیں کرتی جیسے مررت برجل حسن غلامہ کہ یہاں معنی حسن کے غلام میں ہیں نہ کہ رجل میں پس یہ تعریف جامع نہ ہوئی اور جواب یہ ہے کہ اسجگہ معنی متبوع سے مراد عام ہیں خواہ حقیقی ہوں یا اعتباری پس مثال مذکور میں اگرچہ معنے حسن متبوع یعنی رجل میں حقیقۃً نہیں پائے جاتے ہیں اسلئے کہ جس کا غلام اچھا ہوگا وہ خود اس اعتبار سے اچھا ہوگا ۱۲ ۲؎ قولہ وفائدتہ تخصیص الخ یعنی نعت کا فائدہ نکرہ میں تخصیص ہے جیسے جاءنی رجل عالم اور معرفہ میں توضیح ہے جیسے جاءنی زید الظریف پھر توضیح سے مراد یہ ہے کہ متبوع سے اجمال کو دور کیا جائے جیسا کہ مثال مذکور میں صفت سے پیشتر زید میں اجمال تھا کہ کونسا زید آیا ظریف یا غیر ظریف پس جب اس کی صفت ظرافت لاتے تو یہ اجمال جو زید میں تھا اس سے دور ہوگیا ۱۲ ۳؎ قولہ وقد یکون لمجرد الثناء الخ یعنی کبھی نعت کو مجرد ثنا اور ذم کے لئے لاتے ہیں تخصیص اور توضیح اس سے مقصود نہیں ہوتی اور یہ اس جگہ ہوتا ہے کہ منعوت معرفہ ہو اور نعت مخاطب کے نزدیک نعت لانے سے قبل منعوت میں معلوم ہو جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم مثال اول ثنا کی اور مثال ثانی ذم کی ہے ۱۲ ۴؎ قولہ او التاکید یعنی کبھی نعت کو مجرد تاکید کیلئے لاتے ہیں اور یہاں پر بھی یہی شرط ہے کہ نعت مخاطب کے نزدیک نعت لانے سے پہلے ضمناً منعوت میں معلوم ہوئے جیسا کہ نفخۃ واحدۃ کہ اس میں واحدۃ کے لانے سے قبل تا وحدت پر دال ہے ۱۲ ۵؎ قولہ ولا فصل بین الخ یہ ان بعض نحاۃ پر رد ہے کہ جو کہتے ہیں نعت کی شرط یہ ہے کہ وہ مشتق ہو یہاں تک کہ کبھی غیر مشتق ہو تو اس کو بتاویل مشتق کر لیتے ہیں پس اس مذہب کو رد کرتے ہوئے مصنف یہ فرماتے ہیں کہ نعت کے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں کوئی فرق نہیں پس جس طرح نعت مشتق ہوتی ہے اس طرح غیر مشتق کبھی ہوتی ہے بشرطیکہ اس کی وضع اس معنی پر جو کہ متبوع میں پائے جاتے ہیں دلالت کرنے کے لئے بطریق عموم ہو یعنی اس کی دلالت اس معنی پر جو متبوع میں ہیں جمیع استعمالات میں پائی جاتی ہیں جیسے تمیمی اور ذو مال تمیمی کی دلالت تو ہمیشہ اس ذات پر ہے جو قبیلہ بنی تمیم کی طرف منسوب ہے اور ذو مال کی دلالت ہمیشہ اس ذات پر ہے جو کہ صاحب مال ہے ۱۲ ۶؎ قولہ او خصوصاً الخ اس کا عطف عموماً پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ یا اس غیر مشتق کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کیلئے جو متبوع میں ہیں بطریق خصوص ہو یعنی بعض مواضع میں وہ اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو کہ متبوع میں پائے جاتے ہیں پس اس وقت اس کا نعت واقع ہونا صحیح ہوگا جیسے مررت برجل ای رجل میں ای رجل کمال رجلیت پر دلالت کرتا ہے لہٰذا وہ رجل کی نعت واقع ہوگی ایسے ہی مررت بھذا الرجل میں اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو متبوع میں ہیں اس لئے کہ ہذا ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے اور الرجل ذات معین پر اور چونکہ خصوصیت ذات معین کی بمنزلہ ایک ایسے معنی ہے جو ذات مبہم میں پائے جاتے ہیں اس لئے اس اعتبار سے الرجل کا ہذا کی صفت ہونا صحیح ہو جائیگا علی ہذا القیاس مررت بزید ہذا میں چونکہ ہذا اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو زید میں پائے جاتے ہیں لہٰذا وہ زید کی صفت ہو جائیگا بخلاف اس صورت کے موصوف اسم اشارہ اور صفت علم ہو پس یہ ترکیب ناجائز ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں موصوف کا صفت سے کمتر ہونا لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں ۱۲

النعتُ[1] تابعٌ یدلُّ علی معنًی فی متبوعہ مطلقاً وفائدتُہ[2]

مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — الظرف صفۃ لمعنی ۱۲ — مبتدا ۱۲

تخصیصٌ او توضیحٌ وقد یکونُ[3] لمجردِ الثناءِ او الذمِّ

خبر المبتدا ۱۲ — عطف علیہ ۱۲ — للتقلیل ۱۲ — النعت ۱۲

او التوکیدِ[4] نحو نفخۃٌ واحدۃٌ ولا فصلَ[5] بینَ ان یکونَ

خبر مبتدا محذوف ۱۲ — ای لا فرق ۱۲ — ظرف مضاف ۱۲

مشتقًّا او غیرہ اذا کان وضعُہ لغرضِ المعنی عموماً

ای غیر مشتق ۱۲ — جار مجرور مضاف ۱۲

نحو تمیمیٍّ وذی مالٍ او خصوصاً[6] مثل مررتُ برجلٍ

مضاف ۱۲ — خبر مبتدا محذوف ای ہو ۱۲

ایِّ رجلٍ ومررتُ بھذا الرجلِ وبزیدٍ ھذا ۱۲

۱؎ قولہ النعت تابع الخ یعنی نعت وہ تابع ہے کہ جو اس معنی اور وصف پر کہ اس کے متبوع میں ہیں مطلقاً ہر حال میں دلالت کرے پس اس وقت تمام توابع خارج ہو جائیں گے اور نعت کی تعریف دخول غیر سے مانع ہو جائے گی اس لئے کہ بعض توابع مثل بدل اور تاکید معطوف کے اگرچہ گاہ بگاہ اس معنی پر کہ جو ان کے متبوع میں ہیں دلالت کرتے ہیں مگر یہ دلالت ہمیشہ نہیں بلکہ بعض مادہ کے ساتھ خاص ہے مثلاً اعجبنی زید علمہ میں علمہ بدل ہے اور یہ اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو متبوع میں ہیں مگر یہ دلالت ہر حال میں نہیں بلکہ اس میں خصوصیت مادہ کا لحاظ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر بجائے علمہ کے غلامہ کہیں تو اس وقت بدل کی دلالت متبوع کے معنی پر نہیں ہوگی بخلاف صفت کے کہ وہ ہر حال اور ہر مادہ

وتوصف[1] النكرة بالجملة الخبرية ويلزم الضمير و

مضاف مجرور مسند ۱۲ مسند الیہ ۱۲

توصف[2] بحال الموصوف بحال متعلقه نحو مررت برجل حسن

الباء جارة والحال مجرور مضاف ۱۲

غلامه فالاول[3] يتبعه في الاعراب والتعريف والتنكير والافراد

ای الوصف بحال الموصوف ۱۲ عطف علی الاعراب ۱۲

والتثنية والجمع والتذكير والتانيث والثاني[4] يتبعه في

ای الوصف بحال المتعلق ۱۲

الخمسة الاول وفي البواقي[5] كالفعل ومن[6] ثم حسن قام

مجرور موصوف ۱۲ صفت فعل لازم ۱۲

رجل قاعد غلمانه وضعف قاعدون غلمانه ويجوز[7] قعود غلمانه

سه[1] قولہ وتوصف النکرۃ الخ یعنی کبھی جملہ خبریہ نکرہ کی صفت ہو جاتا ہے اگرچہ اس کا صفت ہونا قیاس کے خلاف ہے اس لئے کہ جملہ مستقل ہوتا ہے اور صفت کا موصوف کیساتھ ارتباط ضروری ہے مگر تاہم جملہ خبریہ تو نکرہ کی صفت ہو جاتا ہے اور جملہ انشائیہ نہیں ہو سکتا اس لئے جملہ انشائیہ کی مشابہت مفرد کے ساتھ جو کہ صفت ہیں اصل ہے متحقق نہیں اس لئے کہ مفرد کے لئے خارج میں محکی عنہ پایا جاتا ہے اور جملہ انشائیہ کیلئے خارج میں محکی عنہ نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ وہ صدق اور کذب کے ساتھ بھی متصف نہیں ہوتا پس وہ صفت نہیں ہوگا بخلاف جملہ خبریہ کے کہ وہ نکرہ کی صفت ہو جائیگا نہ کہ معرفہ کی اس لئے کہ جملہ من حیث انہا جملۃ اگرچہ نہ معرفہ ہے اور نہ نکرہ مگر چونکہ وہ از ذات تعریف سے خالی ہوتا ہے اس لئے وہ حکم میں نکرہ کے ہے اور اس کا نکرہ کی صفت ہونا صحیح ہے اور اسوقت اس میں ایک ضمیر کا ہونا لازم ہے تاکہ وہ موصوف کی طرف عائد ہو اور اس کے ذریعہ درمیان موصوف وصفت کے ارتباط پیدا ہو ۱۲ سه[2] قولہ وتوصف بحال الموصوف الخ یعنی وصف دو قسم پر ہے صفت بحال موصوف اور صفت بحال متعلق موصوف صفت بحال موصوف وہ ہے کہ جو ایسے معنی پر دلالت کرے کہ ذات موصوف میں پائے جاتے ہیں اور صفت بحال متعلق موصوف وہ ہے کہ جو اس معنی پر دلالت کرے جو بالذات متعلق موصوف میں اور بالاعتبار موصوف میں پائے جاتے ۱۲ سه[3] قولہ فالاول یتبع الخ یعنی صفت کی قسم اول اپنے موصوف کے ساتھ ان دس وصفوں میں تابع ہوتی ہے جن میں سے ہر ترکیب میں چار کا موجود ہونا ضروری ہے اعراب میں سے ایک افراد اور تثنیہ اور جمع میں سے ایک اور تعریف تنکیر میں سے ایک اور تذکیر و تانیث میں ایک سه[4] قولہ والثانی یتبعہ فی الخمسۃ الخ یعنی صفت کی قسم ثانی اپنے موصوف کیساتھ اوصاف عشرہ مذکورہ میں سے ان پانچ میں تابع ہوگی جو کہ اولا مذکورہ ہیں یعنی رفع نصب اور جر تعریف اور تنکیر اور ہر ترکیب میں ان پانچ میں سے دو وصف ایک ساتھ پائے جائیں گے سه[5] قولہ وفی البواقی کالفعل الخ یعنی ان دس وصفوں میں سے باقی میں کہ افراد اور تثنیہ اور جمع اور تذکیر اور تانیث ہیں صفت مثل فعل کے ہوگی اس لئے کہ وہ اپنے مابعد کیطرف مسند ہونے میں فعل کے مشابہ ہے پس اس کے فاعل کو دیکھا جائیگا اگر وہ مفرد یا تثنیہ یا جمع ہو تو صفت کو مفرد لایا جائیگا جیسا کہ فعل کو مفرد لایا جاتا ہے وہکذا الاحکام الباقیہ ۱۲ سه[6] قولہ ومن ثم الخ یعنی چونکہ صفت بحال متعلق موصوف باقی پانچ چیزوں میں مثل فعل کے ہے اس لئے ترکیب قام رجل قاعد غلمانہ بوجہ مفرد لانے صفت قاعد کے حسن ہے اور ترکیب قام رجل قاعدون غلمانہ بوجہ جمع لانے صفت کے ضعیف ہے اور اگر کوئی کہے کہ جبتک یہ ترکیب خلاف قاعدہ ہے تو ممتنع ہونی چاہیے تھی اسکو ضعیف کیوں کہا جاتا ہے اور جواب یہ ہے کہ اسکے طریقہ پر صحیح ہو سکتی ہے وہ یہ کہ اسکے ضعیف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسرے طریقہ پر صحیح ہو سکتی ہے وہ یہ کہ بعض نحوی اسطرف گئے ہیں کہ واؤ اور نون علامت فاعل ہے نہ نفس فاعل پس تعدد فاعل لازم نہ آئیگا یا کہا جائیگا کہ واؤ اور نون مبدل منہ اور غلمانہ اس سے بدل ہے پس یہ باب واسروا النجوی الذین ظلموا سے ہوگا یا کہا جائیگا کہ غلمانہ مبتدا مؤخر اور قاعدون خبر مقدم ہے ۱۲ سه[7] قولہ ویجوز قعود غلمانہ الخ یعنی ترکیب قعود غلمانہ جائز ہے نہ حسن ہے اور ضعیف ہے اسلئے کہ قعود اگرچہ جمع ہے اور غلمانہ اس کا فاعل ہے مگر چونکہ وہ جمع تکسیر ہے اور جمع تکسیر حکم میں مفرد کے ہوتی ہے لہذا کہا جائیگا کہ گویا وہ جمع ہی نہیں پس یہ ترکیب مثل ترکیب ثانی کے نہیں ہے کہ ضعیف ہو اور نہ مثل ترکیب اول ہے کہ اس کو حسن کہا جائے ۱۲

یعنی موصوف کو صفت سے اخص یا مساوی ہونا چاہیے۔ ورنہ فوقیت تابع کی متبوع پر لازم آئے گی ۴؎ قولہ ومن ثم لم یوصف الخ یعنی اس جگہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معرف باللام کی صفت ایسی جیسے معرفہ کی ساتھ کی جاوے گی اس لئے کہ معرف باللام تمام معرفہ کی قسموں میں کمتر ہے پس اگر اس کی صفت دیگر معرفہ کے ساتھ کی جائے گی تو فوقیت تابع کی متبوع پر لازم آئے گی اور وہ جائز نہیں ۵؎ قولہ او بالمضاف الخ یعنی یا معرف باللام کی صفت اس اسم کے ساتھ ہوگی جو اس جیسے معرفہ کی طرف مضاف ہے جیسے جاء الرجل صاحب القوم اسلئے کہ یہ بھی اسکے مرتبہ میں ہے پس فوقیت مذکور لازم نہ آئے گی ۶؎ قولہ وانما التزم

والمضمرُ ۱ لا یوصَفُ ۲ ولا یوصَفُ بهِ ۳ والموصوفُ ۴ اخصُّ او مساوٍ (من الصفة ۱۲)

ومِن ثَمَّ ۵ لم یوصَفْ ذو اللامِ الا بمثلهِ او بالمضافِ الی مثلهِ (ای لاجل ان شرط الموصوف ان یکون اخص او مساویا ۱۲)

وانما التزمَ ۶ وصفُ بابِ هٰذا بذی اللامِ للابهامِ ومِن ثَمَّ ۷ (ای اسم الاشارة ۱۲)

ضَعُفَ مررتُ بهٰذا الابیضِ وحسُنَ ۸ بهٰذا العالمِ

العطفُ ۹ تابعٌ مقصودٌ بالنسبةِ مع متبوعهِ یتوسّطُ (بمعنی المعطوف ۱۲)

بینهُ وبینَ متبوعهِ احدُ الحروفِ العشرةِ وسیاتی مثل قامَ زیدٌ (ای المعطوف علیه ۱۲) (فاعل یتوسط ۱۲)

۱؎ قولہ والمضمر لا یوصف الخ۔ یعنی ضمیر کسی صفت کے ساتھ موصوف نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ضمیر متکلم اور مخاطب معرفہ کی تمام قسموں میں اعرف اور اوضح ہیں اور اوپر گذر چکا ہے کہ مقصود توصیف معرفہ سے اس کی توضیح ہے پس جب یہ دونوں توضیح کیلئے وضع ہیں تو اب ان دونوں کی توضیح کی حاجت نہیں باقی رہی ضمیر غائب اس کو طرداً للباب ان دونوں پر حمل کر لیا گیا ہے پس ثابت ہوا کہ ضمیر موصوف نہ ہوگی ۱۲ ۲؎ قولہ ولا یوصف بہ الخ۔ یعنی ضمیر کسی چیز کی صفت بھی نہ ہوگی اس لئے کہ صفت وہ ہے جو ان معنی پر کہ موصوف میں پائے جائیں دلالت کرتی ہے۔ اور ضمیر چونکہ ذات پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس معنی پر دلالت نہیں کرتی۔ جو کہ ذات میں پائے جاتے ہیں۔ لہذا وہ صفت نہ ہوگی ۱۲ ۳؎ قولہ والموصوف اخص الخ

وصف الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ جس طرح معرف باللام کی صفت کو معرف باللام اور مضاف الی معرف باللام دونوں طرح لانا صحیح ہے اسیطرح باب ہذا یعنی اسم اشارہ کی صفت کو بھی معرف باللام اور مضاف الی معرف باللام دونوں طرح لانا صحیح ہونا چاہیے اس لئے کہ معرف باللام اور مضاف بسوئے معرف باللام دونوں رتبہ میں یکساں ہیں پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اسم اشارہ کی صفت صرف معرف باللام آتی ہے مضاف بسوئے معرف باللام نہیں آتی جواب یہ ہے کہ ہذا میں ابہام ہے اور جو اسم کہ معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے اسمیں بھی ابہام ہے وہ اپنا ابہام بذریعہ اضافت کے دور کرلیتا ہے پس وہ دوسرے کے ابہام کو کس طرح پر دور کریگا ۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند ۷؎ قولہ ومن ثم ضعف الخ۔ یہ قول اول سے ترقی ہے کہ ہذا کی صفت مضاف معرف باللام تو کیا بعض جگہ معرف باللام بھی نہ ہوگی جب کہ اس کے صفت واقع ہونے سے ابہام موصوف میں باقی رہتا ہو جیسا کہ مثال مذکور میں ہذا جنس مبہم ہے الابیض سے معلوم نہیں ہوتی لیکن چونکہ ابہام فی الجملہ رفع ہوجاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ موصوف اسود نہیں لہذا ترکیب مذکور ممتنع نہ ہوگی بلکہ ضعیف ہے ۱۲ ۸؎ قولہ وحسن بہذا العالم الخ یعنی ترکیب مررت بہذا العالم حسن ہے اسلئے کہ اس وصف سے ابہام بالکلیہ جاتا رہا اور معلوم ہوگیا کہ مشار الیہ انسان بلکہ خاص مرد ہے ۹؎ قولہ العطف تابع یعنی عطف بحرف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ نسبت میں مقصود

ہو یعنی نسبت سے مقصود تابع و متبوع دونوں ہوں۔ پس تعریف مذکورہ میں قولہ تابع تمام توابع کو شامل ہے اور مقصود بالنسبۃ کی قید سے نعت اور تاکید اور عطف بیان خارج ہیں اسلئے کہ یہ نسبت سے مقصود نہیں ہیں بلکہ انکا متبوع فقط مقصود ہوتا ہے اور مع متبوعہ کی قید سے بدل خارج ہو جائیگا۔ اس لئے کہ وہ خود بدون اپنے متبوع کے مقصود ہوتا ہے اسکا متبوع یعنی مبدل منہ صرف توطیہ اور تمہید کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ مثلاً جاءنی زید اخوک میں اخوک بدل ہے اور وہی اس نسبت سے مقصود ہے پھر قید یتوسط بینہ الخ کی بیان واقعی ہے اور بیان حروف عشرہ کا مباحث حرف میں آئیگا جیسے قام زید وعمرو کہ اس مثال میں عمرو تابع ہے اور زید متبوع اور دونوں نسبت قیام سے مقصود ہیں اور ان کے درمیان حروف عشرہ میں سے ایک حرف ہے اور وہ واو ہے ۱۲

کا عطف ضمیر مرفوع پر کرنے کیلئے انا ضمیر منفصل سے تاکید لائی گئی ہے ۱۲ ؏ قولہ الا ان یقع فصل الی آخرہ۔ مگر جب ضمیر مرفوع متصل اور معطوف کے درمیان فاصلہ ہوگا تو اس وقت ترک تاکید جائز ہے اسلئے کہ فاصل قائم مقام تاکید کے ہوجائیگا اور اس کے ذریعہ عطف مذکور صحیح ہوگا۔ جیسے قول ضربت الیوم وزید کہ یہاں مثل مذکور میں الیوم فاصل ہے اور قائم مقام تاکید ہے ۳؎ قولہ واذا اعطف علی الضمیر المجرور الخ یعنی جب ضمیر مجرور پر کسی چیز کا عطف کرینگے تو جار کو خواہ حرف ہو یا اسم معطوف پر اعادہ کرینگے اسلئے کہ جار اور ضمیر مجرور شدت اتصال کیوجہ سے مثل کلمہ واحدہ کے ہیں پس اگر خافض کا اعادہ نہ کرینگے تو عطف کلمہ مستقل کا جزو کلمہ پر لازم آئیگا اور وہ ناجائز ہے جیسے قولہ مررت بک وبزید۔ یہ مثال مصنف حرف خافض کی لائے ہیں اسم خافض کی مثال نہیں لائے کیونکہ وہ ظاہر ہے جیسا کہ کہیں جاءنی اخوک واخو زید ۴؎ قولہ والمعطوف فی حکم المعطوف علیہ الخ یعنی معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو چیز کہ معطوف علیہ کے لئے جائز ہوتی ہے معطوف کیلئے بھی جائز بھی ہوتی ہے اور جو چیز کہ معطوف علیہ کیلئے ممتنع ہوتی ہے معطوف کے لئے بھی ممتنع ہوتی ہے ۱۲

وعمرو واذا عطف علی المرفوع المتصل اکد بمنفصل

انا قید بالمرفوع لانہ لو کان منصوبا او مجرورا جاز العطف بلا تاکید ۱۲

مثل ضربت انا وزید الا ان یقع فصل فیجوز

ترکہ مثل ضربت الیوم وزید واذا عطف علی الضمیر

ای ترک التاکید ۱۲

المجرور اعید الخافض نحو مررت بک وبزید والمعطوف

فی حکم المعطوف علیہ ومن ثم لم یجز فی ما زید

بقائم او قائما ولا ذاہب عمرو الا الرفع وانما جاء

فاعل مرفوع ۱۲

الذی یطیر فیغضب زید الذباب لانہا فاء السببیۃ

۵؎ قولہ ومن ثم لم یجز الخ یعنی چونکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے ترکیب ما زید بقائم ولا ذاہب عمرو اور ترکیب ما زید قائما ولا ذاہب عمرو میں ذاہب کا جر اور نصب دونوں ناجائز ہیں صرف رفع جائز ہے کیونکہ اگر ذاہب کو منصوب یا مجرور پڑھیں گے تو اس کا عطف قائم یا قائما پر ہوگا اور وہ اس وقت زید کا خبر ہوگا جیسا کہ معطوف علیہ اس کی خبر ہے پھر چونکہ معطوف علیہ میں ایک ضمیر ہے جو زید کی طرف عائد ہے اور معطوف یعنی ذاہب میں کوئی ضمیر نہیں جو زید کی طرف عائد ہو۔ لہذا ذاہب کا زید کی خبر واقع ہونا ممتنع ہوگا پس لامحالہ ذاہب میں رفع ہونا متعین ہو جائیگا اور وہ خبر مقدم اور عمرو اس کا مبتدا مؤخر ہوگا اور عطف جملہ کا جملہ پر ہوگا نیز کہہ سکتے ہیں کہ ذاہب مبتدا کی قسم ثانی ہے اور عمرو اس کی خبر قائم مقام فاعل کے ہے ۱۲ ۶؎ قولہ وانما جاء الذی یطیر الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ قاعدہ مذکورہ عرب کے قول الذی یطیر الخ سے منتقض ہے اس لئے کہ یطیر میں ضمیر ہے جو موصول کی طرف عائد ہے اور یغضب باوجودیکہ یطیر پر معطوف ہے ضمیر موصول سے خالی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فا اس ترکیب میں عطف کے لئے نہیں ہے بلکہ محض سببیت کیلئے ہے خلاصہ ورلان الکلام فی المعطوف لا فی غیرہ یا کہا جائے کہ فا اس جگہ عطف اور سببیت دونوں کے لئے ہے مگر چونکہ ضمیر کا لانا ربط کے لئے ہوتا ہے اور ربط درمیان سبب اور مسبب کے حاصل ہے لہذا ضمیر کی ضرورت نہ ہوگی۔ یا کہا جائے کہ فا عطف محض کے لئے ہے اور ضمیر رابط محذوف ہے یعنی الذی یطیر فیغضب زید منہ الذباب ۱۲ مش

۱؎ قولہ واذا عطف علی المرفوع المتصل الخ یعنی جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی چیز کا عطف کریں گے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائیں گے اسلئے کہ ضمیر مرفوع متصل مثل جزو کلمہ کے ہے۔ پس اگر بغیر تاکید کے اس پر عطف کیا جائے گا تو کلمہ مستقل کا عطف جزو کلمہ پر لازم آئیگا اور وہ ناجائز ہے جیسے ضربت انا وزید کہ یہاں زید

وَاِذَا عُطِفَ[1] عَلٰی عَامِلَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ لَمْ یَجُزْ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ

(فانہ یجوز العطف علی معمولی عاملین مختلفین مطلقا ۱۲)

اِلَّا فِیْ نَحْوِ فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو خِلَافًا[2] لِسِیْبَوَیْهِ

اَلتَّاکِیْدُ[3] تَابِعٌ یُقَرِّرُ اَمْرَ الْمَتْبُوْعِ فِی النِّسْبَةِ اَوِ الشُّمُوْلِ

(ای نسبة الحکم الی المتبوع ۱۲)

وَهُوَ لَفْظِیٌّ[4] وَمَعْنَوِیٌّ فَاللَّفْظِیُّ[5] تَکْرِیْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ

(مضاف ۱۲)

نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ وَیَجْرِیْ[6] فِی الْاَلْفَاظِ کُلِّهَا وَ

(مثال اللفظی ۱۲)

الْمَعْنَوِیُّ[7] بِاَلْفَاظٍ مَحْصُوْرَةٍ وَهِیَ نَفْسُهٗ وَعَیْنُهٗ

(خبر المبتدا ای کائن بالفاظ محصورة ۱۲)

وَکِلَاهُمَا وَکُلُّهٗ وَاَجْمَعُ وَاَکْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ

۱؎ قولہ واذا عطف علی عاملین الخ یعنی جب ایک حرف عطف سے دو عامل مختلف کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف کیا جائیگا تو یہ عطف جمہور کے نزدیک ناجائز ہوگا اسلئے کہ ایک حرف عطف اپنے ضعف کی وجہ سے قائم مقام دو عامل مختلف کا نہیں ہو سکتا۔ پھر جمہور کا یہ قول فراء نحوی کے خلاف ہے اسلئے کہ وہ دو عامل مختلف کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف مثل فی الدار زیدٌ والحجرة عمروٌ پر قیاس کرتے ہوئے جائز رکھتا ہے اور جمہور کہتے ہیں کہ اس مثال پر قیاس کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ یہ مثال عرب سے خلاف قیاس مسموع ہے اور جو چیز خلاف قیاس مسموع ہوتی ہے وہ مورد سماع پر منحصر ہوتی ہے اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس کرنا جائز نہیں اور مراد فی الدار زید الخ سے یہ ہے کہ معطوف علیہ مجرور ہو اور اس کے مابعد مرفوع یا منصوب ہو اور معطوف بھی ایسا ہی ہو پس اسمیں باوجودیکہ دو عامل مختلف رفی اور ابتداء ۱ کے دو معمول الدار اور زید پر دو اسم الحجرة اور عمرو کا عطف بذریعہ ایک حرف کے ہے مگر خلاف قیاس جائز ہے بخلاف ان زیدا فی الدار وعمرو فی الحجرة کے کہ یہ جائز نہیں

۲؎ قولہ خلافا لسیبویہ۔ یعنی بخلاف سیبویہ کے کہ وہ اس عطف کو مطلقا جائز نہیں کہتے اور ان مثالوں میں کہ جو عرب سے مسموع ہیں مثلا فی الدار والحجرة عمرو تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس جگہ معطوف میں خافض مقدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے فی الدار زید وفی الحجرة عمرو پس اس وقت عطف جملہ کا جملہ پر ہوگا دو عامل مختلف کے دو معمولوں پر نہ ہوگا

۳؎ قولہ التاکید تابع الخ یعنی تاکید وہ تابع ہے جو امر متبوع کو نسبت میں ثابت کرتا ہے کہ وہ نسبت میں منسوب ہے یا منسوب الیہ کوئی اور شئی نہیں یا وہ معمول میں اپنے متبوع کے حال کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام افراد کو اس حکم میں شامل ہے جو کہ اس کے لئے ہے پس تعریف مذکور میں قولہ تابع مابہ الاشتراک ہے کہ تمام توابع کو شامل ہے اور یقرر کی قید سے سوائے تاکید کے تمام توابع خارج ہیں اس لئے کہ تاکید کے سوا کسی میں حال متبوع کی تقریر نسبت اور شمول میں نہیں ہے

۴؎ قولہ وہو لفظی ومعنوی یعنی تاکید کی دو قسمیں ہیں ایک لفظی جو کہ لفظ کی طرف منسوب ہے اور تکریر لفظ سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے معنوی جو معنی کی طرف منسوب ہے اور معنی کے لحاظ کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے وجہ تسمیہ ہر ایک کی ظاہر ہے

۵؎ قولہ فاللفظی تکریر اللفظ الاول الخ یعنی تاکید لفظی لفظ اول کے مکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے جیسے قولہ جاءنی زید زید۔ پس یہاں زید ثانی زید اول کی تاکید لفظی ہے جو کہ زید کے مکرر لانے سے حاصل ہوتی

۶؎ قولہ ویجری فی الالفاظ کلہا الخ یعنی لفظ کی تکریر ہر لفظ میں جاری ہوتی ہے خواہ وہ اسم ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ مفرد ہو یا نہ ہو۔ بخلاف تاکید اصطلاحی کے وہ صرف اسماء میں جاری ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ اس جگہ الفاظ سے مراد اسماء ہوں اور معنی یہ ہوں کہ تکریر مذکور تمام اسماء میں جاری ہوتی ہے اس وقت مصنف کا یہ قول اصطلاح کے مطابق ہو جائیگا

۷؎ قولہ والمعنوی بالفاظ محصورة الخ یعنی تاکید معنوی چند الفاظ کیساتھ خاص ہے اُن کے غیر میں نہیں پائی جاتی وہ الفاظ یہ ہیں نفسہ وعینہ وکلاہما وکلہ واجمع واکتع وابتع وابصع۔ پس ان سے زیادہ اور الفاظ تاکید معنوی کے نہیں ہیں ۱۲

فالاولان[1] يعمان باختلاف صيغتهما وضميرهما تقول[2] نفسه

(ای النفس والعین) (فی المذکر الواحد)

نفسها وانفسهما وانفسهم وانفسهن والثاني[3] للمثنى تقول

(فی المؤنث الواحدة) (فی جمع المؤنث وغیر العاقل من المذکر)

كلاهما وكلتاهما والباقي[4] لغير المثنى باختلاف الضمير في كله

(فی جمع المذکر العاقل) (دون الصیغة)

كلها كلهم كلهن والصيغ[5] في البواقي تقول اجمع وجمعاء واجمعون

(تاکید للمذکر) (تاکید لجمع المذکر)

وجمع ولا يؤكد[6] بكل واجمع الا ذو اجزاء يصح افتراقها حسا

(فاعل ومفعات)

او حكما مثل[7] اكرمت القوم كلهم واشتريت[8] العبد كله

بخلاف[9] جاء زيدا كله واذا اكد[10] الضمير المرفوع المتصل

(اذا ارید تاکیده)

بالنفس والعين اكد بمنفصل مثل[11] ضربت انت نفسك

۱؎ قولہ فالاولان یعمان الخ یعنی تاکید معنوی کے الفاظ میں سے دو اول کے یعنی نفس اور عین عام ہیں مفرد اور تثنیہ اور جمع سب کیلئے آتے ہیں۔ البتہ متبوع کے لحاظ سے اُن کا صیغہ اور ضمیر بدلتی رہے گی۔ لیکن پھر متبوع کے لحاظ سے صیغہ کا بدلنا صرف واحد اور جمع میں ہوگا تثنیہ کے لئے جمع کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے جیسے جاء زید نفسہ وجاء الزیدان نفسہما وجاءت فالدۃ نفسہا ۲؎ قولہ تقول نفسہ الخ یعنی واحد مذکر میں نفسہ اور واحد مؤنث میں نفسہا اور تثنیہ مذکر اور مؤنث میں لفظ نفس کو جمع لاکر ضمیر تثنیہ کو اس کے ساتھ لاحق کر کے انفسہما کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک تثنیہ میں نفسا ہما کہتے ہیں اور جمع مذکر عاقل میں انفسہم اور جمع مؤنث عاقل اور جمع مذکر غیر عاقل میں انفسہن کہتے ہیں ۳؎ قولہ والثانی للمثنی الخ یعنی جو لفظ کہ نفس اور عین کے بعد ہے یعنی کلاہما اور کلتاہما۔ یہ دونوں تثنیہ کے لئے ہیں۔ اول تثنیہ مذکر اور ثانی تثنیہ مؤنث کے لئے ۱۲ ۴؎ قولہ والباقی لغیر المثنی الخ اور باقی جتنے ہیں وہ سب غیر تثنیہ یعنی واحد اور جمع کے لئے آتے ہیں اور ان میں صرف لفظ کل باختلاف ضمیر آتا ہے پس واحد مذکر میں کلہ اور مؤنث میں کلہا اور جمع مذکر میں کلہم اور جمع مؤنث میں کلہن کہتے ہیں ۵؎ قولہ والصیغ فی البواقی الخ یعنی کل کے غیر اور باقی الفاظ باختلاف صیغہ آتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں اجمع وجمعاء واجمعون وجمع اور یہی حال دیگر الفاظ کا ہے ۶؎ قولہ ولا یؤکد بکل واجمع الخ یعنی لفظ کل اور اجمع کے ساتھ اُس چیز کی تاکید کی جاتی ہے کہ جو ذو اجزاء ہے اور اجزاء بھی ایسے کہ اُن کا افتراق از روئے حس یا حکم کے صحیح ہو ۷؎ قولہ مثل اکرمت القوم کلہم الخ۔ یہ مثال اس مؤکد کی ہے کہ جس کے اجزاء کا افتراق از روئے حس صحیح ہے ۸؎ قولہ واشتریت العبد کلہ الخ یہ مثال اس مؤکد کی ہے کہ جس کے اجزاء کا افتراق حکما صحیح ہے اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ کسی غلام کے نصف کو ایک شخص خریدے اور نصف آخر کو کوئی دوسرا شخص ۹؎ قولہ بخلاف جاء زید کلہ الخ یعنی بخلاف جاء زید کلہ کے وہ ناجائز ہے اس لئے کہ افتراق اجزاء زید کا بالکل صحیح نہیں نہ حسا اور نہ حکما ۱۰؎ قولہ واذا اکد الضمیر المرفوع الخ یعنی جب کہ ضمیر مرفوع متصل کی لفظ نفس اور عین کے ساتھ تاکید کرینگے تو اولاً اسکی تاکید ضمیر منفصل کی ساتھ لائیں گے اسلئے کہ اگر ضمیر متصل کی تاکید اولاً ضمیر منفصل کیساتھ نہ لائینگے تو بعض مواقع میں تاکید کا التباس فاعل کیساتھ ہوگا مثلاً جب ہم بلا تاکید ضمیر منفصل کے زید اکرمنی نفسہ کہیں گے تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ نفسہ فاعل ہے یا فعل میں ضمیر مرفوع مستتر ہے اور وہ فاعل ہے اور نفسہ اس کی تاکید ہے پس اس التباس سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ اولاً ضمیر منفصل کی ساتھ تاکید لائیں پھر لفظ نفس اور عین سے تاکید کریں باقی جن صورتوں میں التباس نہیں ان میں بھی ضمیر منفصل کیساتھ تاکید لانے کو ضروری قرار دیا گیا ۱۱؎ قولہ مثل ضربت انت ونفسک الخ پس مثال مذکور میں تا ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لفظ نفسک ہے جو کہ بعد تاکید لانے ضمیر منفصل انت کے لائی گئی ہے ۱۲

وَالتَّبَعُ واخواته اتباعٌ لاجمع فلا تتقدم عليه وذكرها دونه
(مبتدا ۱۲ — ای نظیراه ۱۲ — خبر ۱۲ — ای ذکر اکتع وابصع وغیرہما ۱۲)

ضَعِيفٌ اَلْبَدَلُ تابعٌ مقصودٌ بما نُسِبَ الى المتبوع دُونَهٗ

وَهُوَ بدل الكل والبعض والاشتمال والغلط فالاول
(ای کل المبدل منه ۱۲ — یعنی ان معناهما واحد ۱۲ — ای بدل الکل ۱۲)

مَدلوله مدلول الاول والثانى جزءه والثالث بينه و
(ای المبدل منه ۱۲ — بدل البعض ۱۲ — بدل الاشتمال ۱۲)

بَيْنَ الاول ملابسة بغيرهما والرابع ان تقصد اليه
(بدل الغلط ۱۲)

بعد ان غلطت بغيره ويكونان معرفتين ونكرتين ومختلفتين

۱ قولہ والتبع واخواتہ الخ یعنی اکتع اور اس کی دو نظیر ابتع اور ابصع اجمع کے تابع ہیں یعنی تابع ہونیکی حیثیت سے مذکور ہوتے ہیں اصالۃً مذکور نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ نہ تو اجمع پر مقدم ہوتے ہیں اور نہ ان کا ذکر اجمع کے بغیر قوی ہے اسلئے کہ الفاظ مذکورہ کی دلالت معنی جمیعت پر ظاہر نہیں بخلاف اجمع کے کہ اس کی دلالت معنی پر مذکورہ پر زیادہ تر ہے۔ نیز اجمع کے بدون ان کے ذکر کرنے میں تابع کا ذکر بدون متبوع کے لازم آتا ہے اور یہ مستحسن نہیں فائدہ مسند الیہ کی تاکید چار فائدوں کے لئے ہوتی ہے کبھی تاکید سے مسند الیہ کے مفہوم اور مدلول کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اس طریقہ پر کہ گمان غیر کا جاتا رہے جیسا کہ جاءنی زید زید کہیں جب کہ متکلم غفلت سامع کا خیال کرتا ہے اور کبھی تاکید وہم مجاز دور کرنے کے لئے آتی ہے جیسے قطع اللص

الامیر الامیر او نفسہ او عینہ کہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ قطع کی اضافت امیر کی طرف مجازی نہیں اور کبھی تاکید توہم سہو کے دفع کرنے کیلئے آتی ہے جیسے جاءنی زید زید کہیں پس اس سے یہ وہم کہ جاءنی غیر زید ہے اور زید کا ذکر بر سبیل سہو ہے دور ہو جاتا ہے۔ اور کبھی تاکید عدم شمول کے توہم کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہے جیسے جاءنی القوم اجمعون کہیں پس اس تاکید سے یہ وہم نہیں ہوتا۔ کہ بعض قوم نہیں آئی اور اکثر کا حکم کل پر لگایا گیا ہے۔ نیز یہ وہم نہیں ہوتا کہ فعل بعض سے ہوا ہے مگر اس کے نفس کو تمام کا فعل شمار کیا گیا ہے اس لئے کہ وہ سب حکم میں شخص واحد کے ہیں رکذا قال العلامۃ التفتازانی فی مختصرہ) ۲ قولہ البدل الخ یعنی بدل وہ تابع ہے کہ جو اس چیز کی نسبت سے کہ متبوع کی طرف ہے مقصود ہو اور اس نسبت سے متبوع مقصود نہ ہو بلکہ وہ صرف اپنے تابع کے لئے توطیہ اور تمہید کے طور پر آیا ہو جیسے جاءنی زید اخوک کہ یہاں مجیئت کی نسبت سے مقصود اخوک ہے اور زید کا ذکر صرف توطیہ اور تمہید کیلئے ہے پھر تعریف مذکور تابع تمام توابع کو شامل ہے اور قولہ مقصود بما نسب الی المتبوع کی قید سے نعت اور تاکید اور عطف بیان خارج ہو گئے اس لئے کہ نسبت سے یہ سب مقصود نہیں ہوتے بلکہ ان کے متبوع ہوتے ہیں اور دونہ کی قید سے معطوف بحرف خارج ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے متبوع کے ساتھ مقصود ہوتا ہے ۳ قولہ وھو بدل الکل الخ پھر مصنفؒ نے بدل کی تعریف سے فارغ ہو کر اس کی تقسیم کو بیان کیا کہ بدل کی چار قسمیں ہیں۔ بدل الکل بدل البعض بدل الاشتمال بدل الغلط ۴ قولہ فالاول الخ یعنی بدل کل میں تابع اور متبوع معنی از روئے ذات کے متحد ہوتے ہیں جیسے جاء زید اخوک ایک ہے ۵ قولہ والثانی جزءہ۔ یعنی بدل بعض مبدل منہ کا جز ہوتا ہے جیسے ضربت زیدا راسہ کہ اس میں راس زید کا جزء ہے ۶ قولہ والثالث بینہ وبین الاول الخ یہ بدل اشتمال کی تعریف ہے یعنی بدل اشتمال وہ ہے کہ اس کے اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیت کے علاوہ کوئی اور تعلق اور علاقہ ہو خواہ مبدل منہ بدل پر مشتمل ہو جیسے یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ کہ یہاں شہر حرام قتال کو مشتمل ہے اور خواہ بدل مبدل منہ کو مشتمل ہو جیسے سلب ثوبہ کہ یہاں ثوب زید کو مشتمل ہے اور خواہ بدل اور مبدل منہ میں سے کوئی بھی دوسرے کو شامل نہ ہو جیسے اعجبنی زید علمہ کہ یہاں نہ زید علم کو مشتمل ہے ورنہ علم زید کو۔ پھر بدل اشتمال کو بدل الاشتمال اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اول کلام بالاجمال آخر کلام پر دلالت کرتا ہے پس گویا اول بمنزلہ مشتمل کے ہے ثانی پر مثلاً جب ہم اعجبنی زید کہیں تو یہ معلوم ہوگا کہ ذات زید کی تعجب انگیز نہیں بلکہ اسکی کوئی شئے تعجب خیز ہے پس اس وقت کلام کے یہ معنی ہونگے کہ اعجبنی شئی من زید اور یہ معنی بالاجمال علم وغیرہ سب کو شامل ہیں اور یہ وجہ تسمیہ ایسا ہے کہ تمام اقسام بدل اشتمال کو شامل ہے ۱۲ ۷ قولہ والرابع ان تقصد الیہ الخ یعنی بدل غلط وہ ہے کہ جس کا قصد مبدل منہ کو غلط ذکر کرنے کے بعد کیا جائے جیسے جاءنی زید حمار کہ اس مثال میں حمار بدل غلط ہے اسلئے کہ متکلم جاءنی حمار کہنا چاہتا تھا غلطی سے اسکی زبان سے زید مذکور ہو گیا اور اسلئے اس غلطی کے تدارک کیلئے بعد زید کے حمار کہا ۸ قولہ ویکونان معرفتین الخ یعنی کبھی بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ ہوتے ہیں جیسے جاءنی زید اخوک ۹ قولہ ونکرتین الخ یعنی اور کبھی دونوں نکرہ ہوتے ہیں جیسے جاءنی رجل غلام لک ۱۲ ۱۰ قولہ ومختلفین الخ یعنی کبھی دونوں مختلف ہوتے ہیں کہ ایک نکرہ اور دوسرا معرفہ ہوتا ہے جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ اور جاءنی رجل غلام زید ۱۲ ۔

کل کی صورت میں مبدل منہ ضمیر متکلم یا ضمیر مخاطب ہو اور بدل اسم ظاہر تو لازم آئے گا کہ متکلم اور مخاطب غائب بن جائیں اس لئے کہ جتنے اسم ظاہر ہیں سب بمنزلہ غائب کے ہیں اور قاعدہ ہے کہ مدلول بدل کا بدل کل میں عین مبدل منہ ہوتا ہے پس لازم آئے گا کہ متکلم اور مخاطب عین بدل ہو کر غائب ہو جائیں اور وہ باطل ہے اور جب کہ مبدل منہ ضمیر غائب اور بدل کل اسم ظاہر ہو تو یہ جائز ہے۔ اس لئے کہ اسم ظاہر ہو دل پر غائب ہے کما مر پس اسوقت مدلول بدل اور مدلول مبدل منہ کے ایک ہونے میں کچھ قباحت نہیں ۴؎ قولہ نحو ضربتہ زیدًا الخ۔ یہ مثال اس بدل کل کی ہے کہ جو اسم ظاہر ہے اور ضمیر غائب سے لایا گیا ہے ؎

وَاِذَا كَانَ[1] نَكِرَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ فَالنَّعْتُ مِثْلُ بِالنَّاصِيَةِ
(البدل ۱۲ — ای البدل من معرفة ۱۲ — مبدل منہ ۱۲)

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَيَكُونَانِ[2] ظَاهِرَيْنِ وَمُضْمَرَيْنِ وَمُخْتَلِفَيْنِ
(بدل ۱۲ — ای المبدل والمبدل منہ ۱۲ — ای یکون احدہما ظاہرا والآخر مضمرا ۱۲)

وَلَا يُبْدَلُ[3] ظَاهِرٌ مِنْ مُضْمَرٍ بَدَلَ الْكُلِّ اِلَّا مِنَ الْغَائِبِ
(استثناء من قولہ لا یبدل — ای لا یبدل من کل مضمر الا من المضمر الغائب ۱۲)

نَحْوُ[4] ضَرَبْتُهُ زَيْدًا عَطْفُ[5] الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ
(مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲)

يُوَضِّحُ مَتْبُوعَهُ مِثْلُ اَقْسَمَ بِاللّٰهِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ وَفَصْلُهُ[6] مِنَ
(عطف بیان ۱۲ — ای فرق عطف البیان)

الْبَدَلِ لَفْظًا فِيْ مِثْلِ اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ
(ای بعتبار اللفظ ۱۲ — ای فی کل ترکیب ۱۲ — ای ابن الکبر ۱۲)

۱؎ قولہ واذا کان نکرۃ الخ اور جب بدل نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ تو اسوقت لغت لانا نکرۃ کی واجب ہے اس لئے کہ نکرہ بہ نسبت معرفہ کے انقص ہے پس نکرہ کی صفت لائیں گے تاکہ مقصود غیر مقصود سے انقص نہ ہو ۲؎ قولہ ویکونان ظاہرین الخ یعنی کبھی بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں جیسے جاء زید اخوک۔ اور کبھی دونوں مضمر ہوتے ہیں جیسے الزیدون لقیتہم ایاہم۔ اور کبھی مخالف ہوتے ہیں کہ ایک مظہر اور دوسرا مضمر ہوتا ہے جیسے اخوک ضربتہ زیدًا واخوک ضربت زیدًا ایاہ ۳؎ قولہ ولا یبدل ظاہر الخ یعنی اسم ظاہر سوائے ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر سے بدل کل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اگر بدل

۵؎ قولہ عطف البیان تابع الخ یعنی عطف بیان وہ تابع ہے کہ جو باوجود صفت نہ ہونے کے اپنے متبوع کی وضاحت کرے پھر اس کی صفت نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ مثل صفت کے اس معنی پر دلالت نہیں کرتا کہ جو ذات متبوع کے ساتھ قائم ہیں عطف بیان کی تعریف میں اس قید سے باقی تین توابع خارج ہو گئے عطف بیان کی مثال اقسم باللہ ابو حفص عمر ہے مثال مذکور میں عمر عطف بیان ہے کہ باوجودیکہ وہ ابو حفص کی صفت نہیں مگر اس کی وضاحت کرتا ہے تنبیہ جاننا چاہئے کہ اسم اور کنیت میں سے جو اشہر ہوتا ہے اس کو عطف بیان کیا جاتا ہے پس اس جگہ چونکہ اسم عمر بہ نسبت اُن کی کنیت ابو حفص کے اشہر تھا اس لئے کہ عمر کو عطف بیان کیا گیا ۶؎ قولہ وفصلہ من البدل لفظاً الخ جاننا چاہیئے کہ فرق درمیان عطف بیان اور بدل کل کے باعتبار معنی کے جمیع احوال میں اظہر من الشمس ہے اس لئے کہ بدل کل مقصود بالنسبۃ ہے اور عطف بیان مقصود بالنسبۃ نہیں پس اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ ان دونوں کے درمیان فرق باعتبار لفظ کے چونکہ خفی تھا اس لئے مصنفؒ نے اس فرق کو بیان کیا کہ عطف بیان اور بدل میں فرق اندروئے احکام لفظی کے مثل انا ابن التارک الخ میں واقع ہے اور مراد مثل سے ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں عطف بیان کا متبوع وہ معرف باللام ہو جو صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہے۔ جیسے الضارب الرجل زید وانا ابن التارک البکری بشر پس مثال مذکور میں بشر عطف بیان اور البکری اسکا متبوع ہے جو کہ التارک صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہے اور اس وقت اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن جب ہم بشر کو البکری سے بدل قرار دیں تو قباحت لازم آئیگی۔ اسلئے کہ بدل حکم میں تکریر عامل کے ہوتا ہے پس تقدیر عبارت یہ ہوگی انا ابن التارک بشر اور یہ جائز نہیں۔ اسلئے کہ ترکیب التارک بشر مثل الضارب زید کی ہے اور اس کا ناجائز ہونا ماقبل مذکور ہو چکا ہے بخلاف عطف بیان کے کہ اس میں چونکہ عامل مکرر نہیں ہوتا پس تقدیر عبارت کی التارک بشر نہ ہوگی بلکہ صرف التارک البکری ہوگی اور وہ جائز ہے اسلئے کہ وہ مثل الضارب الرجل کی ہے اور اس کا جائز ہونا پہلے گذر چکا ہے ۱۲

المبنیُّ[1] ما ناسبَ مبنیَّ الاصلِ او وقع غیرَ مرکّبٍ[2] والقابُهٗ[3]

ضمٌّ وفتحٌ وکسرٌ ووقفٌ وحکمُهٗ ان لا یختلفَ اٰخرُهٗ

لاختلافِ العواملِ وهی[4] المضمراتُ واسماءُ الاشارةِ و

الموصولاتُ والمرکّباتُ والکنایاتُ واسماءُ الافعالِ و

الاصواتُ وبعضُ الظروفِ[5] المضمرُ[6] ما وضع لمتکلّمٍ

او مخاطبٍ او غائبٍ تقدّم ذکرُهٗ لفظًا او معنًی او حکمًا

جملہ صفت برائے غائب ۱۲

ـــــــ

[1] قولہ المبنی ما ناسب الخ یعنی مبنی دو قسم پر ہے۔ ایک وہ کہ اس کی مناسبت مبنی اصل کے ساتھ منع اعراب میں مؤثر ہو کیونکہ مبنی کی تعریف میں یہ قید کہ مناسبت مؤثر ہو فی منع الاعراب ہو ضروری ہے تاکہ تعریف دخول غیر سے مانع ہو جائے باقی رہے اقسام مناسبت مؤثرہ کے وہ اوائل کتاب میں گذر چکے ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں مبنی اصل وہ ہے کہ جو اپنی اصل وضع میں مبنی ہو اور وہ تین چیزیں ہیں فعل ماضی اور امر حاضر اور جملہ حروف اور قسم دوم مبنی کی یہ ہے کہ غیر مرکب ہو جیسے زید عمرو بکر فرس لباط اور جب ان میں سے کوئی یا ان کا مثل مرکب ہوگا تو معرب ہو جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ قسم دوم مبنی کی مبنی بالفعل اور معرب بالقوہ ہے ۱۲ [2] قولہ والقابہ الخ۔ یعنی مبنی کے حرکات اور سکنات کے القاب ضم اور فتح اور کسر اور وقف ہیں یہاں تک کہ مبنی کے حرکات کو جب تعبیر کریں گے تو ضم اور فتح اور کسر اور سکون ہی وقف کہیں گے [3] قولہ وحکمہ ان لا یختلف آخرہ الخ یہاں حکمہ کی ضمیر مبنی کی قسم اول کی طرف راجع ہے اور یہ حکم اس اسم مبنی کا ہے کہ جو مبنی اصل کے مناسب اور مشابہ ہے ورنہ اگر یہ حکم مبنی کی دونوں قسموں کا ہوگا تو لازم آئیگا کہ وہ اسم جو عدم ترکیب کے سبب مبنی ہے ترکیب کے بعد بھی مبنی رہیگا حالانکہ وہ ترکیب کے بعد معرب ہوتا ہے کما مر [4] قولہ وہی المضمرات الخ ضمیر مرفوع ہی مبنی کی طرف لوٹتی ہے اور گو وہ مذکر ہے لیکن ضمیر کی تانیث باعتبار تانیث خبر کے ہے جیسے کہ ماقبل گذر چکا ہے کہ ضمیر مبتدا کو مذکر اور مؤنث لانے میں خبر کی رعایت ہوتی ہے نہ کہ مرجع کی [5] قولہ وبعض الظروف الخ مصنف نے اس جگہ بعض الظروف اسلئے کہا ہے کہ جملہ ظروف مبنی نہیں بلکہ بعض ظروف از قبیل معربات ہیں اور اگر کوئی کہے کہ بعض موصولات بھی تو مبنی نہیں ہیں پس ان کو مطلق کیوں ذکر کیا بعض الموصولات نہ کہا جواب یہ ہے کہ موصولات کو برعایت جانب اکثر مطلق ذکر کیا ہے اس لیے کہ اکثر کے لئے حکم کل کا ہے فائدہ جاننا چاہیئے کہ اسماء اشارہ اور اسماء موصول کو باوجودیکہ وہ معرفہ کی اقسام میں سے ہیں مبہمات کہتے ہیں اور وجہ یہ ہے کہ اسم اشارہ کی چیز کی طرف اشارہ کیے بغیر مخاطب کے نزدیک مبہم ہے اور ایسے ہی موصولات بدون صلہ کے ذکر کیے مخاطب کے نزدیک مبہم ہیں [6] قولہ المضمر ما وضع الخ یعنے مضمر وہ اسم ہے کہ جس کو متکلم کے لئے یا مخاطب کیلئے یا اس غائب کیلئے کہ جس کا ذکر پہلے لفظا یا معنی یا حکما ہو چکا ہے وضع کیا گیا ہو پس قولہ تقدم ذکرہ غائب کی صفت ہے اور قولہ لفظا اور معنی اور حکما یہ اس کے ذکر یعنی مرجع کی تفصیل ہے لفظا سے مراد یہ ہے کہ مرجع مطابقۃً مذکور ہو جیسے زید ضربتہ اور معنی سے مراد یہ ہے کہ وہ تضمنا یا التزاما مذکور ہو۔ اول کی مثال جیسے اعدلوا ہو اقرب للتقوی۔ اور ثانی کی مثال جیسے ولابویہ لکل واحد منہما السدس اس لئے کہ ذکر میراث کا مورث پر التزاما دلالت کرتا ہے اور تقدم حکمی ضمیر شان اور ضمیر قصہ میں ہوتا ہے جیسے قل ہو اللہ احد اور جیسے انہا امرأۃ صالحۃ پھر ضمیر شان وہ ضمیر ہے کہ جس کو بلا مرجع کے ذکر کیا جاتا ہے جب کہ کسی چیز کی عظمت اور فخامت کا بیان مقصود ہوتا ہے اور اس کی تفسیر اس کے بعد سے کی جاتی ہے اور یہی حال ضمیر قصہ کا ہے مگر فرق یہ ہے کہ ضمیر شان ضمیر مذکر اور ضمیر قصہ ضمیر مؤنث ہوتی ہے اور اگر کوئی کہے کہ جب اس ضمیر کا مرجع اس سے پہلے مذکور نہیں ہوتا تو اس کے لانے سے فائدہ کیا ہے جواب یہ ہے کہ جب ضمیر کو بلا مرجع کے ذکر کریں گے تو سامع کو طلب اور شوق اس کے مرجع کا پیدا ہوگا۔ پھر وہ جب طلب اور شوق کے بعد اس کی تفسیر کو پائے گا تو وہ اوقع فی النفس ہوگی ۱۲

وَهُوَ مُتَّصِلٌ وَمُنْفَصِلٌ فَالْمُنْفَصِلُ الْمُسْتَقِلُّ بِنَفْسِهٖ وَ
(ای المضمر ۱۲)

الْمُتَّصِلُ غَيْرُ الْمُسْتَقِلِّ بِنَفْسِهٖ وَهُوَ مَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ

فَالْاَوَّلَانِ مُتَّصِلٌ وَمُنْفَصِلٌ وَالثَّالِثُ مُتَّصِلٌ فَقَطْ
(ای المرفوع والمنصوب ۱۲) (ای لا منفصل لامتناع الفصل بین الجار والمجرور ۱۲)

فَذٰلِكَ خَمْسَةُ اَنْوَاعٍ اَلْاَوَّلُ ضَرَبْتُ وَضُرِبْتُ اِلٰى ضَرَبْنَ وَضُرِبْنَ
(ای المرفوع المتصل ۱۲)

وَالثَّانِيْ اَنَا اِلٰى هُنَّ وَالثَّالِثُ ضَرَبَنِيْ اِلٰى ضَرَبَهُنَّ وَاِنَّنِيْ اِلٰى
(ای المنصوب المتصل ۱۲)

اِنَّهُنَّ وَالرَّابِعُ اِيَّايَ اِلٰى اِيَّاهُنَّ وَالْخَامِسُ غُلَامِيْ وَلِيْ اِلٰى
(ای المنصوب المنفصل ۱۲)

غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ فَالْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ خَاصَّةً يَسْتَتِرُ فِي الْمَاضِيْ

[illegible]

لِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ وَالْمُضَارِعِ لِلْمُتَكَلِّمِ مُطْلَقًا

---

۱ قولہ وهو متصل و منفصل الخ یعنی ضمیر دو قسم پر ہے متصل اور منفصل ضمیر منفصل وہ ہے جو بذاتہ مستقل ہو کہ اس کا تلفظ بدون لائے کلمہ سابق کے بقاعدہ لغت کر سکتے ہوں جیسے ہُوَ اور ضمیر متصل وہ ہے کہ جو بذاتہ غیر مستقل ہو یعنی اس کا تلفظ بقاعدہ لغت بدون لائے ہوئے عامل نہ ہو سکتا ہو جیسے ضربنی میں یا ۱۲ ۲ قولہ وهو مرفوع الخ ہو مطلق ضمیر کی طرف راجع ہے اور یہ باعتبار اعراب کے ضمیر کی تین قسموں کا بیان ہے کہ وہ مرفوع اور منصوب اور مجرور ہوتی ہے ۳ قولہ فالاولان الخ یعنی ان تینوں میں سے دو پہلی یعنی مرفوع اور منصوب متصل اور منفصل دونوں قسم کی ہوتی ہے اور تیسری یعنی ضمیر مجرور فقط متصل ہوتی ہے۔ منفصل نہیں ہوتی اس لئے کہ اصل ضمیر میں اتصال ہے اور مانع اتصال سے مجرور میں کوئی چیز نہیں لہٰذا وہ ہمیشہ متصل ہوگی ۴ قولہ فذلک یعنی پس اس وجہ سے ضمیر پانچ قسم کی ہوئی۔ مرفوع متصل اور منصوب متصل اور منصوب منفصل اور مجرور متصل ۵ قولہ الاول الخ یعنی ضمیر مرفوع متصل ضربت ماضی معروف اور ضربت ماضی مجہول سے لے کر ضربن اور ضُربن تک ہیں پوری گردان یہ ہے کہ ضربت ضربنا ضربت ضربتما ضربتم ضربت ضربتما ضربتن۔ ضرب ضربا ضربوا ضربت ضربتا ضربن اور اسی قیاس پر ماضی مجہول ہے الغرض نحویوں کے نزدیک ضمیر متکلم اعرف المعارف ہونے کی وجہ سے ضمیر مخاطب پر مقدم ہے اور وہ ضمیر غائب پر مقدم ہے بخلاف صرفیوں کے کہ ان کے یہاں ضمیر غائب تمام ضمائر پر مقدم ہے پھر ضمیر مخاطب کا درجہ ہے پھر ضمیر متکلم کا جیسا کہ صرف و نحو کی ابتدائی کتابوں میں مذکور ہے ۶ قولہ والثانی الخ یعنی ضمیر مرفوع منفصل انا سے لیکر ہُنّ تک اس طرح پر ہے انا نحن انت انتما انتم انتِ انتما انتن ہو ہما ہم ہی ہما ہن ۷ قولہ والثالث الخ یعنی ضمیر منصوب متصل ضربنی سے لیکر ضربہن تک اور اننی سے انہن تک ہیں مثال اول میں ناصب فعل ہے اور ثانی میں حرف ہے ۸ قولہ والرابع الخ یعنی ضمیر منصوب منفصل ایای سے ایاہن تک ہے ۹ قولہ والخامس الخ یعنی ضمیر مجرور متصل غلامی اور لی سے لیکر غلامہن اور لہن تک ہے۔ مثال اول میں ضمیر مجرور اسم کے ساتھ متصل ہے اور مثال ثانی میں حرف کے ساتھ تفصیل ظاہر ہے ۱۰ قولہ فالمرفوع خاصۃ الخ یعنی خاص ضمیر مرفوع متصل ماضی کے صیغہ واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائبہ میں جبکہ وہ دونوں کسی اسم ظاہر کی طرف مسندہ نہ ہوں مستتر ہوتی ہے۔ جیسے زید ضرب وہند ضربت اور مضارع متکلم کے صیغوں میں مطلقاً مستتر ہوتی ہے خواہ واحد ہو یا زائد مذکر ہو یا مؤنث اور مضارع مخاطب واحد مذکر میں اور مضارع غائب اور غائبہ میں مستتر ہوتی ہے جیسے اضرب اور نضرب اور تضرب اور زید یضرب وہند تضرب کہ ان سب میں ضمیر ہی مستتر ہیں۔ اسی طرح ضمیر مرفوع متصل جبکہ وہ اسم ظاہر کی طرف مسندہ نہ ہو صیغہ صفت میں مطلقاً مستتر ہوتی ہے خواہ وہ اسم فاعل ہو یا مفعول یا صفت مشبہ یا اسم تفضیل اور خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث اور یا واحد ہو یا زائد۔ اور اگر کوئی کہے کہ الف ضاربان میں اور واؤ ضاربون میں ضمیر ہے (باقی صفحہ ۱۰۵ پر)

والمخاطب والغائب والغائبة فی الصفة مطلقا ولا یسوغ[۱] المنفصل الا لتعذر المتصل وذلک[۲] بالتقدیم
اى تعذر المتصل ۱۲

علیٰ عامله او بالفصل[۳] لغرض او بالحذف[۴] او یکون[۵]
بین الضمیر وعامله ۱۲

العامل معنویا او حرفا[۶] والضمیر مرفوع او بکونه[۷]

مسندًا الیه صفة جرت علیٰ غیر من هی له مثل[۸]

ایاک ضربت وما ضربک[۹] الا انا وایاک[۱۰] والشر وانا زید[۱۱] و
مثال للتقدیم علی العامل ۱۲ — مثال الفصل لغرض — مثال کون العامل معنویا ۱۲

ما انت[۱۲] قائما وهند[۱۳] زید ضاربته هی
مثال کون العامل حرفا ۱۲ — مثال الضمیر الذی اسندت الیه صفة جرت علی غیر من هی له ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۴) ہے پس صفت میں مطلقاً ضمیر مستتر نہ ہوئی جواب یہ ہے کہ ان دونوں کو ضمیر کہنا درست نہیں اسلئے کہ ضمیر متغیر نہیں ہوتی اور یہ دونوں متغیر ہوتے ہیں (پچھلا حاشیہ ختم ہوا) [۱] قولہ ولا یسوغ المنفصل الخ۔ یعنی ضمیر منفصل کا استعمال جائز نہیں ہے مگر اس جگہ کہ ضمیر متصل کا لانا متعذر ہو اس لئے کہ ضمیر کو اختصار

کے لئے وضع کیا ہے اور متصل منفصل سے اختصار میں اکمل ہے ۱۲ [۲] قولہ وذلک بالتقدیم الخ تعذر ضمیر متصل کا چند وجہ سے ہوتا ہے کبھی تو ضمیر کو بقصد حصر اس کے عامل پر مقدم کرنے سے ہوتا ہے جیسے ایاک ضرب میں کہ اگر ضمیر کو اس کے عامل کے ساتھ متصل کیا جائے اور تقدیم کو چھوڑ دیا جائے تو حصر مقصود فوت ہو جائیگا [۳] قولہ او بالفصل لغرض الخ یعنی کبھی تعذر متصل کا ضمیر اور اس کے عامل میں فصل واقع ہونیکی وجہ سے ہوتا ہے بشرطیکہ یہ فصل کسی غرض کے لئے ہو جیسے ما ضربک الا انا اس لئے کہ اگر ضمیر مذکور متصل ہوگی تو غرض فوت ہو جائے گی [۴] قولہ او بالحذف الخ یعنی کبھی تعذر متصل کا عامل کے محذوف ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے کہ جب یہاں کوئی ایسی چیز نہ ہوگی کہ جس کے ساتھ ضمیر متصل ہو تو لا محالہ منفصل ہوگی [۵] قولہ او یکون العامل معنویا الخ یعنی کبھی تعذر متصل کا عامل کے معنوی ہونیکی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے کہ اتصال اس وقت میں ممتنع ہے [۶] قولہ او حرفا والضمیر مرفوع الخ کبھی تعذر متصل کا اس لئے ہوتا ہے کہ عامل حرف ہے اور ضمیر مرفوع ہے۔ ضمیر مرفوع کا اتصال حرف کے ساتھ متعذر ہے [۷] قولہ او بکونہ مسندا الیہ الخ یعنی کبھی تعذر اتصال کا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ضمیر کی طرف ایک ایسی صفت مسند ہے جو اس ذات کے غیر پر کہ جس کی یہ صفت ہے جاری ہو اس لئے کہ اسوقت اگر ضمیر کو صفت سے منفصل کر کے نہ لایا جائیگا تو بعض صورتوں میں التباس پیدا ہوگا جیسے زید عمرو ضاربہ ہو پس اس جگہ اگر زید عمرو ضاربہ ہو نہ کہا جائے تو سامع پر ملتبس ہوگا کہ ضارب زید ہے یا عمرو بلکہ متبادر یہ ہے کہ مارنے والا عمرو ہے اسلئے کہ وہ اس ضمیر سے کہ ضارب میں ہے زیادہ قریب ہے بخلاف زید عمرو ضاربہ ہو کے کہ اسمیں التباس نہیں اسلئے کہ اصل ضمیر میں اتصال ہے اور انفصال خلاف اصل ہے پس جب ضمیر کو برخلاف ظاہر کے منفصل لایا گیا تو معلوم ہوا کہ اسکا مرجع بھی خلاف ظاہر ہے ورنہ حاجت ضمیر کے منفصل لانے کی نہ تھی اور جب کہ بدون انفصال ضمیر کے بعض صورتوں میں التباس واقع ہوا تو بعض دوسری صورتوں کو کہ جنمیں التباس نہیں طرداً للباب اس پر حمل کیا گیا جیسے ہند زید ضاربتہ ہی۔ [۸] قولہ مثل ایاک ضربت الخ یہ مثال عامل پر ضمیر کے مقدم ہونے کی ہے [۹] قولہ وما ضربک الا انا الخ یہ فصل کی مثال ہے کہ بغرض تخصیص درمیان ضمیر اور عامل ضمیر کے کیا گیا ہے [۱۰] قولہ وایاک والشر الخ یہ مثال عامل ضمیر کے محذوف ہونے کی ہے اصل اس کی اتق نفسک والشر ہے اول فعل کو حذف کیا گیا ہے پھر ضمیر کو منفصل لائے [۱۱] قولہ وانا زید الخ یہ مثال ضمیر کے عامل معنوی ہونے کی ہے [۱۲] قولہ وما انت قائم الخ یہ مثال عامل کے حرف ہونے کی ہے [۱۳] قولہ وہند زید ضاربتہ ہی الخ یہ مثال اس ضمیر کی ہے کہ جس کی طرف ایک ایسی صفت مسند ہے جو اس ذات کے غیر پر کہ جس کیلئے وہ صفت ہے جاری ہے اسلئے کہ اسناد ضمیر ہی طرف ضاربتہ کی ہے اور ضاربتہ ایک ایسی صفت ہے کہ جو ہند کے غیر یعنی زید پر جاری ہے اسلئے کہ وہ اسکی خبر ہے حالانکہ وہ ہند کی صفت ہے اسلئے کہ ضرب اُسکے ساتھ قائم ہے نہ کہ زید کیساتھ پس اس جگہ ضمیر کو منفصل لائے طرداً للباب نہ بوجہ خوف التباس کے اسلئے کہ یہاں تائے تانیث فارق ہے ۱۲۔

وَاِذَا اجْتَمَعَ[1] ضَمِيْرَانِ وَلَيْسَ اَحَدُهُمَا مَرْفُوْعًا فَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمَا اَعْرَفَ وَقَدَّمْتَهُ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي الثَّانِيْ (ای ضمیر الثانی) (فی ایرادک ایاہ متصلا او منفصلا ۱۲) نَحْوُ اَعْطَيْتُكَهُ وَاَعْطَيْتُكَ اِيَّاهُ وَضَرَبْتُكَ وَضَرَبِي اِيَّاكَ وَاِلَّا[2] فَهُوَ مُنْفَصِلٌ (ای الثانی ۱۲) نَحْوُ اَعْطَيْتُهُ اِيَّاهُ اَوْ اِيَّاكَ وَالْمُخْتَارُ[3] (مبتدا ۱۲) فِيْ خَبَرِ بَابِ كَانَ الْاِنْفِصَالُ (خبر) وَالْاَكْثَرُ[4] لَوْلَا اَنْتَ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَعَسَيْتَ[5] اِلٰى اٰخِرِهَا وَجَاءَ[6] لَوْلَاكَ وَعَسَاكَ[7] اِلٰى اٰخِرِهِمَا[8] (بالمتصل فیہما ۱۲)

[1] قولہ واذا اجتمع ضمیران الخ۔ یعنی جب دو ضمیریں ایک جگہ جمع ہوں اور دونوں میں سے کوئی بھی مرفوع نہ ہو اس لئے کہ مرفوع مثل جزء فعل کے ہے پس گویا کہ فصل درمیان فعل اور ضمیر کے بالکل متحقق نہیں پس دونوں کا اتصال اس وقت واجب ہے جیسے اکرمتک عرض دو ضمیریں ایک جگہ جمع ہوں اور دونوں میں سے ایک بھی مرفوع نہ ہو۔ نیز دونوں میں سے ایک ضمیر دوسری ضمیر سے اعرف ہو اس لئے کہ اگر دونوں مساوی ہوں جیسے اعطاہ ایاہ تو ثانی میں انفصال واجب ہوگا تاکہ ترجیح بلا مرجح لازم نہ آئے۔ نیز اعرف کو مقدم کیا گیا ہو۔ اس لئے کہ اگر اعرف کو موخر کریں گے تو انفصال لازم

آئے گا۔ بہرحال جب یہ تمام شرائط مذکورہ پائی جائیں تو ضمیر ثانی میں اختیار ہوگا کہ اس کو متصل لائیں جیسے قولہ اعطیتکہ وضربیکہ یا منفصل جیسے قولہ اعطیتک ایاہ وضربی ایاک۔ [2] قولہ والا فہو منفصل الخ۔ یعنی اگر دونوں میں سے ایک دوسرے سے اعرف نہ ہو جیسے اعطیتہ ایاہ یا اعرف تو ہو مگر اس کو مقدم نہ کیا گیا ہو جیسے اعطیتہ ایاک تو ان دونوں صورتوں میں ضمیر ثانی کا منفصل لانا ضروری ہوگا۔ تاکہ صورت اولیٰ میں احد المثلین کی تقدیم سے ثانی پر ترجیح بلا مرجح لازم نہ آئے اور صورت ثانیہ میں انقص کی تقدیم اقوی پر اس چیز میں لازم نہ آئے جو کہ بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہے ۱۲ [3] قولہ والمختار فی خبر باب کان الخ۔ یعنی مختار کان اور اس کے نظائر کی خبر میں انفصال ہے اگرچہ اس میں اتصال اور انفصال دونوں جائز ہیں۔ جواز اتصال تو اس لئے کہ کان کی خبر بمنزلہ مفعول کے ہے اور ضمیر مفعول وجوباً متصل ہوتی ہے۔ پس اس کا شبیہ اس سے کمتر نہ ہوگا کہ جوازاً متصل ہو اور انفصال کا مختار ہونا اس لئے ہے کہ افعال ناقصہ کی خبر اصل میں خبر مبتدا ہے اور مبتدا کی خبر میں جب ضمیر ہو تو انفصال واجب ہے پس اصل کی رعایت رکھتے ہوئے اگر انفصال واجب نہ ہو تو کم از کم وہ مختار و اولیٰ ضرور ہونا چاہیے [4] قولہ والاکثر لولا انت الی آخرہ۔ یعنی اکثر استعمال میں لولا کے بعد ضمیر مرفوع منفصل ہوتی ہے اس لئے کہ لولا کے بعد مبتدا محذوف الخبر ہے [5] قولہ وعسیت الی آخرہا الخ یعنی اکثر استعمالات میں عسی کے ساتھ اتصال ضمیر کا ہے اس لئے کہ عسی اکثر کے نزدیک فعل ہے اور اس کے بعد ضمیر فاعل ہے اور ضمیر فاعل فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے [6] قولہ وجاء لولاک الخ یعنی لولا کے ساتھ ضمیر مجرور کا اتصال بھی ثابت ہے۔ اس لئے کہ لولا بہ سبب وجود اول کے انتفائے ثانی کے لئے آتا ہے۔ پس اصل لولا زید کی لولا وجود زید ہے۔ وجود کو حذف کرکے لولا کو اس کا قائم مقام کیا۔ اور ضمیر کی طرف مضاف کردیا۔ پس یہ ضمیر مجرور ہوگی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ لولا حرف جر اس کا مابعد ضمیر مجرور متصل ہے [7] قولہ وعساک یعنی عسا کے ساتھ ضمیر منصوب متصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ عسی کو لعل کے ساتھ مشابہت ہے اسی لئے کہ دونوں کے معنی رجاء اور طمع کے ہیں۔ پس جو ضمیر کہ عسی کے بعد ہوگی وہ بنابر اسمیت منصوب ہوگی ۱۲ [8] قولہ الی آخرہما الخ ضمیر تثنیہ لولاک اور عساک کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ لولاک الی آخرہ اور عساک الی آخرہ ۱۲

محمد مشیت اللہ دیوبندی

۱ قولہ ونون الوقایۃ مع الیاء الخ یعنی یائے متکلم جب فعل ماضی کیساتھ لاحق ہو تو اسوقت ماضی کے تمام صیغوں میں نون وقایہ کا لانا واجب ہوتا ہے تاکہ اس کی وجہ سے ماضی کا آخر جو قابل کسرہ سے جس کو یائے متکلم مقتضی ہے محفوظ رہے جیسے اکرمنی ۲ قولہ وفی المضارع یعنی نون وقایہ کا مضارع کے ان صیغوں میں ہونا بھی لازم ہے جو کہ نون اعرابی سے خالی ہیں جب کہ ان کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہوتا کہ اس کی وجہ سے حرکت اعرابیہ کسرہ کیطرف مائل ہونے سے محفوظ رہے ۳ قولہ وانت مع النون فیہ الخ اور تجھ کو مضارع کے ان صیغوں میں کہ جن میں نون اعرابی ہے نون وقایہ کے لانے اور نہ لانے میں اختیار ہے اور ایسے ہی لدن اور ان اور کان وغیرہا میں اختیار ہوگا کہ نون وقایہ لائیں یا نہ لائیں لفظ لدن میں نون کا لانا سکون بنائی کی محافظت کی وجہ سے ہے اور غیر لدن میں اس لئے ہے کہ حرکت بنائی اپنے حال پر محفوظ رہے۔ اور نون نہ کا لانا اس وجہ سے ہوتا ہے تاکہ دو یا دو سے زائد نون کا اجتماع لازم نہ آئے ۴ قولہ ویختار فی لیت الخ یعنی مختار ہے نون وقایہ کا لاحق کرنا لیت میں اور اسیطرح من وعن میں جو کہ حرف ہیں اور قد اور قط میں جو کہ معنی میں حسب کے ہیں تاکہ کلمات مذکورہ اپنے سکون پر جو کہ قلت حروف کیساتھ بنا میں اصل ہے باقی رہیں ۵ قولہ وعکسہا لعل الخ یعنی برعکس لیت کے لعل میں نون کا نہ لانا مختار ہے اسلئے کہ لام مشدد نون کے مخرج قریب ہے پس اگر نون وقایہ لائینگے تو اس وقت چند نون مجتمع ہوجائینگے اور حکم واحد میں کثرت حروف کا ہونا لازم آئیگا اور وہ باطل ہے ۶ قولہ ویتوسط بین المبتدا والخبر الخ یعنی مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل کا واقع ہونا ہے جو افراد وتثنیہ وجمع وتذکیر وتانیث وتکلم وخطاب وغیبت میں مبتدا کے مطابق ہوتا ہے اس صیغہ کا نام فصل ہے اور فائدہ اس کے لانیکا یہ ہے کہ وہ خبر اور نعت کے درمیان فرق کردیتا ہے پھر مبتدا اور خبر پر اس صیغہ کا داخل ہونا دو طرح پر ہے ایک عوامل لفظی کے داخل ہونے سے پیشتر جیسے زید ہو القائم دوسرے عوامل لفظی کے درمیان داخل ہونے کے بعد جیسے کنت انت الرقیب فائدہ مصنف نے ضمیر مرفوع نہ کہا اور صیغہ مرفوع منفصل کہا اس لئے کہ بعض اس کو نسبت غیر مستقل پر دلالت کرنیکی وجہ سے حرف کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ اسم ہے پس مصنف نے اس میں توقف کیا اور دونوں مذہبوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دی ۷ قولہ وشرطہ

ونونُ الوقایۃ مع الیاء لازمۃٌ فی الماضی وفی المضارع

عریًّا (حالیا ۱۲) عن نون الاعراب وانت مع النون (مبتدا ۱۲) فیہ ولدن

وانّ واخواتہا مخیّرٌ (خبر ۱۲) ویختار فی لیت ومن وعن وقد

وقط وعکسہا (ای عکس لیت ۱۲) لعلّ ویتوسط بین المبتدا والخبر قبل

العوامل وبعدہا صیغۃ (فاعل یتوسط ۱۲) مرفوع منفصل مطابق

للمبتدا ویسمّٰی فصلاً لیفصل بین کونہ (تلک الصیغۃ ۱۲) خبرا ونعتا

وشرطہ ان یکون الخبر معرفۃً او افعل من کذا

مثل کان زیدٌ ہو افضل من عمرو ولا موضع لہ عند الخلیل

ان یکون الخبر الخ یعنی صیغہ فصل لانے کی شرط یہ ہے کہ خبر یا تو معرفہ ہو اس لئے کہ اگر نکرہ ہوگی تو خبر اور نعت کے درمیان التباس نہ ہوگا کہ اس کے ازالہ کیلئے صیغہ فصل لانے کی ضرورت ہو اور یا خبر اسم تفضیل مستعمل بمن ہو اس لئے کہ یہ بھی حکم میں معرفہ کے ہے پس دونوں صورتوں میں صیغہ فصل لانیکی ضرورت ہے تاکہ خبر نعت کیساتھ ملتبس ہو ۸ قولہ مثل کان زید افضل من عمرو الخ اس مثال میں ہو ضمیر مرفوع منفصل ضمیر فصل ہے کہ اس سے افضل من عمرو کے صفت زید ہونیکا شبہ زائل ہوگیا اسلئے کہ ضمیر منفصل نسبت تامہ پر دلالت کرتی ہے اور درمیان نعت اور منعوت کے نسبت تامہ نہیں ہوتی پس متعین ہوگیا کہ یہ خبر ہے نعت نہیں ۹ قولہ ولا موضع لہ الخ یعنی خلیل کے نزدیک ترکیب میں اس صیغہ مرفوع منفصل کیلئے کوئی محل اعراب نہیں کہ وہ اس کے نزدیک بصورت ضمیر حرف ہے پس افضل اس مثال میں مفتوح ہوگا اس لئے کہ وہ خبر کان کی ہے ۱۲

وَبَعْضُ الْعَرَبِ[1] يَجْعَلُ مُبْتَدَأً وَمَا بَعْدَهٗ خَبَرَهٗ وَيَتَقَدَّمُ[2] قَبْلَ

مستترا لحیث یکون مبتدأ　والجملۃ خبرہ ۱۲

الْجُمْلَةِ ضَمِيْرٌ غَائِبٌ يُسَمّٰى ضَمِيْرَ الشَّانِ وَالْقِصَّةِ يُفَسَّرُ بِالْجُمْلَةِ

مرفوع علی انہ صفۃ ضمیر ۱۲　ان کان مذکرا　ان کان مؤنثا ۱۲

بَعْدَهٗ وَيَكُوْنُ[3] مُنْفَصِلًا وَمُتَّصِلًا مُسْتَتِرًا وَبَارِزًا عَلٰى حَسَبِ

ای ذلک التفسیر ۱۲

الْعَوَامِلِ نَحْوُ هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَكَانَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاِنَّهٗ زَيْدٌ قَائِمٌ وَ

مثال المنفصل　مثال المتصل المستتر　مبتدأ　مثال المنفصل البارز ۱۲

حَذْفُهٗ[4] مَنْصُوْبًا ضَعِيْفٌ اِلَّا مَعَ[5] اَنْ اِذَا خُفِّفَتْ فَاِنَّهٗ لَازِمٌ اَسْمَاءُ[6]

مبتدأ　خبر ۱۲　من المثقلۃ ۱۲

الْاِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِمُشَارٍ اِلَيْهِ وَهِيَ[7] ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَلِمُثَنَّاهُ ذَانِ وَ

رفعا

ذَيْنِ وَلِلْمُؤَنَّثِ تَا وَذِيْ وَتِيْ وَتِهْ وَذِهْ وَتِهِيْ وَذِهِيْ وَلِمُثَنَّاهُ

نصبا وجرا

تَانِ وَتَيْنِ وَلِجَمْعِهِمَا اُوْلَاءِ مَدًّا وَقَصْرًا

ای المذکر والمؤنث ۱۲

---

[1] قولہ وبعض العرب یجعلہ الخ یعنی اور بعض عرب اس صیغہ فصل کو مبتدا کہتے ہیں اور اس کے مابعد کو اس کی خبر پس فصل اس مثال میں مرفوع ہوگا اس لئے کہ وہ مبتدا کی خبر ہے اور مبتدا صیغہ فصل ہے پھر یہ جملہ ملکر مبتدا اول کی خبر ہوگا ۱۲ [2] قولہ ویتقدم قبل الجملۃ ضمیر الخ یعنی جملہ اسمیہ یا فعلیہ سے پہلے ایک ضمیر ہوتی ہے غائب کی اس ضمیر کو ضمیر شان اور قصہ کہتے ہیں اور یہ ضمیر اگر مفرد ضمیر مذکر ہے تو ضمیر شان ہے جیسے ہو زید قائم اور قل ہو اللہ احد ای الامر والشان زید قائم واللہ احد اور اگر مفرد مونث ہے تو ضمیر قصہ ہے جیسے ھی زینب جالسۃ اس ضمیر غائب کی تفسیر اس کے مابعد والے جملہ سے ہوتی ہے [3] قولہ ویکون منفصلا الخ یعنی ضمیر شان وقصہ متصل بھی ہوتی ہے اور منفصل بھی بارز بھی ہوتی ہے اور مستتر بھی علی حسب العوامل پس اگر عامل انفصال کو مقتضی ہو بایں طور کہ ضمیر مذکور کا عامل معنوی ہو تو ضمیر منفصل ہوگی اور اگر عامل اتصال کو مقتضی ہو بایں طور کہ اس کا عامل لفظی ہو تو اس کا ضمیر مذکور متصل ہوگی اور عامل استتار ضمیر کی صلاحیت رکھتا ہے تو ضمیر مستتر ہوگی ورنہ بارز جیسا کہ امثلہ مذکورہ سے ظاہر ہے [4] قولہ وحذفہ منصوبا الخ یعنی اس ضمیر کا حذف کرنا بوقت اس کے مرفوع ہونے کے ناجائز ہے اس لئے کہ حذف عمدہ کا جائز نہیں اور ضمیر مذکور کو جبکہ وہ منصوب ہو لفظ سے حذف کر کے مقدر ماننا بھی جائز ہے مگر ضعف کیساتھ حذف اس لئے کہ وہ فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے اور ضعف کے ساتھ حذف اسلئے کہ بعد الحذف یہ معلوم نہ ہوگا کہ ضمیر شان تھی یا نہیں [5] قولہ الا مع ان الخ یعنی ضمیر مذکور کے منصوب ہونے کے وقت اس کا حذف ضعیف ہے مگر جب کہ ضمیر مذکور اس ان مفتوحہ کے ساتھ ہو جو مثقلہ سے مخفف کیا گیا ہے تو اس وقت اس کا حذف بدون کسی ضعف کے لازم ہوگا اس لئے کہ ان اور ان لفظا اور معنی فعل کیساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور دونوں میں سے ان مفتوحہ کو صورۃ بھی فعل کے ساتھ مشابہت ہے پس اس کی مشابہت قوی اور ان بالکسر کی مشابہت ضعیف ہے اور اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بعد تخفیف کے ان مکسورہ تو عمل کرتا ہے جیسے قولہ تعالے وان کل لما لیوفینہم اور ان مفتوحہ عمل نہیں کرتا جیسا کہ قولہ تعالے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین میں کہ یہاں مابعد ان مفتوحہ کا بعد تخفیف کے مرفوع ہے پس اس وقت ضعیف کا عامل ہونا اور قوی کا غیر عامل ہونا لازم آیا ہے اور یہ نہایت قبیح ہے لہذا اس قباحت سے بچنے کے لئے نحوی ان مفتوحہ کے بعد ضمیر شان کو مقدر مانتے ہیں تاکہ اس میں عمل کرے اور مزیت ضعیف کی قوی پر لازم نہ آئے [6] قولہ اسماء الاشارۃ ما وضع الخ یعنی اسماء اشارہ وہ اسماء ہیں کہ جن کو مشار الیہ کے لئے وضع کیا گیا ہے [7] قولہ وہی ذا للمذکر الخ اسماء اشارہ کی تفصیل یہ ہے کہ ذا واحد مذکر کیلئے اور ذان اور ذین تثنیہ مذکر کے لئے آتے ہیں بایں طور کہ حالت رفع میں ذان اور حالت نصبی و جری میں ذین اور واحد مونث کیلئے آتا ہے تا وتی وذی وتہ وذہ وتہی وذہی اور تثنیہ مونث کے لئے تان حالت رفعی میں اور تین حالت نصبی و جری میں آتے ہیں اور جمع مذکر و مونث کے لئے اولاء مد کے ساتھ اور اولی قصر کے ساتھ آتا ہے ۱۲۔

لہ قولہ ویلحقہا الخ یعنی اسماء اشارہ کے ساتھ حرف تنبیہ لاحق ہوتا ہے اس لئے کہ اشارہ سے مقصود مخاطب کو تنبیہ کرنا ہے پس ہا تنبیہ کو اس کے اول میں لایا جاتا ہے تاکہ مخاطب مقصود سے غافل نہ ہو جیسے ہذا ہذا اسما اشارہ کیساتھ حرف خطاب بھی متصل ہوتا ہے تاکہ وہ مخاطب کے مفرد و تثنیہ اور جمع و مذکر اور مونث ہونے پر دلالت کرے ٢ہ قولہ وہی خمسۃ الخ یعنی حرف خطاب پانچ ہیں مفرد مذکر مفرد مونث مثنی مذکر و مونث جمع مذکر جمع مونث اس لئے کہ تثنیہ مشترک ہے اور اسما اشارہ بھی پانچ ہیں مفرد مذکر مفرد مونث تثنیہ مذکر تثنیہ مونث . جمع مذکر و مونث کہ دونوں کے لئے ایک اسم اشارہ ہے پس پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس قسمیں ہوئیں ٣ہ قولہ وہی ذاک الی ذاکن الخ یعنی یہ پچیس قسمیں اسطرح ہیں ذاک سے ذاکن تک اور ذانک سے ذانکن تک اور علی ہذا القیاس البواقی ٤ہ قولہ ویقال ذا للقریب الخ یعنی مشار الیہ قریب کے لئے ذا بولا جاتا ہے اس لئے کہ وہ قلیل الحروف ہے اور مشار الیہ بعید کے لئے ذلک لایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ کثیر الحروف ہے اور ذاک متوسط کے لئے مستعمل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ان دونوں سے قلت اور کثرت حروف میں متوسط ہے ١٢ ٥ہ قولہ مثل ذلک الخ یعنی تلک اور تانک اور ذانک درآں حالیکہ ان دونوں میں نون مشددہ ہو اور اولالک مثل ذلک کے ہے بعد اشارہ میں کہ چاروں سے بعید کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے ٦ہ قولہ اما ثم الخ یعنی لیکن ثم بفتح ثاء اور ہنا بضم ہاء و تخفیف نون اور بفتح ہاء اور تشدید نون خاص کر مکان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں ٧ہ قولہ الموصول وہ اسم ہے کہ جو صلہ اور عائد کے بغیر کلام کا جزء تام یعنی مسند یا مسند الیہ نہ ہو سکے اور اگر کوئی کہے کہ اس تعریف میں دور لازم آتا ہے اس لئے کہ تعریف موصول کی صلہ سے کی گئی ہے اور صلہ کی تعریف موصول سے کرتے ہیں پس موصول کا سمجھنا صلہ پر اور صلہ کا سمجھ موصول پر موقوف ہوا اور یہی دور ہے جواب یہ ہے کہ تعریف مذکور میں دور لازم نہیں آتا اس لئے کہ اس جگہ صلہ سے معنی لغوی یعنی ربط مراد ہے ورنہ اگر معنی اصطلاحی مراد ہوتے تو عائد کا ذکر اس کے بعد درست نہ ہوتا اس لئے کہ صلہ اور عائد دونوں متحد ہیں پس جب کہ یہاں پر صلہ سے مراد معنی لغوی ہیں نہ اصطلاحی اور وہ صلہ جس کی تعریف موصول کیساتھ کی جاتی ہے اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی تو دور لازم نہ آئیگا ٨ہ قولہ

وَيَلْحَقُهَا[1] حَرْفُ التَّنْبِيهِ وَيَتَّصِلُ بِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهِيَ
(یدخل فی اول اسماء ١٢ — ای متصل و آخر اسماء الاشارۃ ١٢)

خَمْسَةٌ[2] فِي خَمْسَةٍ فَيَكُونُ خَمْسَةٌ وَعِشْرِينَ وَهِيَ[3] ذَاكَ إِلَى
(ای تلک الخمسۃ والعشرون ١٢)

ذَاكُنَّ وَذَانِكَ إِلَى ذَانِكُنَّ وَكَذَلِكَ الْبَوَاقِي وَيُقَالُ[4] ذَا

لِلْقَرِيبِ وَذَلِكَ لِلْبَعِيدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ وَتِلْكَ وَتَانِكَ
(للمشار الیہ القریب ١٢ — ای للمشار الیہ البعید)

وَذَانِّكَ مُشَدَّدَتَيْنِ وَأُولَالِكَ مِثْلُ[5] ذَلِكَ وَأَمَّا[6] ثَمَّ

وَهُنَا وَهَنَّا فَلِلْمَكَانِ خَاصَّةً الْمَوْصُولُ[7] مَا لَا يَتِمُّ
(ای موضوع لاشارۃ المکان ١٢ — مبتدا — خبر ١٢)

جُزْءًا إِلَّا بِصِلَةٍ وَعَائِدٍ وَصِلَتُهُ[8] جُمْلَةٌ خَبَرِيَّةٌ وَالْعَائِدُ

ضَمِيرٌ لَهُ وَصِلَةُ[9] الْأَلِفِ وَاللَّامِ اسْمُ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ

وصلتہ جملۃ خبریۃ الخ یعنی موصول کا صلہ خبریہ ہوتا ہے نہ کہ انشائیہ اس لئے کہ صلہ کیلئے ثبوت بنفسہا لازم ہے اور جملہ انشائیہ اس سے خالی ہوتا ہے پھر عائد صلہ میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو مرف موصول کیطرف لوٹتی ہے ٩ہ قولہ وصلۃ الالف واللام الخ یعنی الف ولام بمعنی الذی کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے اس لئے کہ یہ لام ذوجہتین ہے صورۃ میں لام تعریف حرفی کیساتھ مشابہت رکھتا ہے اور حقیقت میں اسم ہے پس اس کا صلہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ صورۃ مفرد ہو اور حقیقتہ جملہ تاکہ ذوجہتین ہو جائے اور وہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہے ١٢. محمد مشیت اللہ دیوبندی

وهي الذي[۱] والتي واللذان واللتان بالالف والياء

(المفرد والمذکر ۱۲ — مفرد والمونث ۱۲ — مثنی المذکر — مثنی المونث ۱۲)

والاولى والذين واللائي واللاء واللاي واللاتي واللواتي

(ای ذو المنسوبة الی بنی طے ای التی یستعملونہا بنی طے بمعنی والتی ۱۲)

ومن وما واي واية وذو الطائية وذا بعد ما للاستفهام

والالف واللام والعائد[۲] المفعول يجوز حذفه واذا[۳] اخبرت

بالذي صدرتها وجعلت موضع المخبر عنه ضميرا لها

(ای کلمۃ الذی ۱۲)

واخرته خبرا عنه فاذا[۴] اخبرت عن زيد من ضربت

(ای لفظ الذی ۱۲)

زيدا قلت الذي ضربته زيد وكذلك[۵] الالف واللام

(ای مثل الذی ۱۲)

في الجملة الفعلية خاصة ليصح بناء اسم الفاعل والمفعول

---

[۱] قولہ وہی الذی الخ یعنی موصولات یہ ہیں الذی واحد مذکر کے لئے اور التی واحد مونث کیلئے اور اللذان اور اللتان حالت رفعی میں تثنیہ مذکر و مونث کیلئے اور اللذین اور اللتین حالت نصبی اور جری میں تثنیہ مذکر و مونث کیلئے اور الاولی بروزن علی جمع مذکر و مونث دونوں کیلئے ہے اور الذین جمع مذکر کیلئے اور اللائی (ہمزہ اور یا کیساتھ) اور اللاء (بدون یا کے ہمزہ سے) اور اللای (بدون ہمزہ کے یا کیساتھ) یہ تینوں جمع مونث کے لئے ہیں اور من مذکر اور مونث دونوں کیلئے مطلقاً آتا ہے لیکن اول غیر ذوی العقول کیلئے اور ثانی ذوی العقول کے لئے ہے اور ای مذکر کیلئے اور آیۃ مونث کیلئے ہے اور ذو الطائیہ یعنی لغت بنی طے میں ذو اسم موصول ہے جو معنی میں الذی کے ہوتا ہے کما فی قول الشاعر ع وبئری ذو حفرت و ذو طویت ای الذی حفرتہ والذی طویتہ اور وہ ذا جو کہ بعد ما استفہامیہ کے ہے موصول ہوتا ہے جیسے ماذا صنعت ای ما الذی صنعت اور وہ الف ولام جو کہ اسم فاعل و اسم مفعول پر ہوتا ہے موصول ہوتا ہے نیز وہ اپنے مدخول کے اعتبار سے بمعنی الذی یا التی یا اللذان یا اللتان یا الذین یا اللاتی ہوتا ہے

[۲] والعائد المفعول الخ یعنی وہ ضمیر جو صلہ میں موصول کی طرف لوٹتی ہے جب کہ وہ مفعول واقع ہو تو اس کا کلام سے حذف کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ فضلہ ہے لیکن جب حذف مذکور پر کوئی مانع موجود ہو تو اس وقت ضمیر مفعول کا حذف کرنا ناجائز ہوگا

[۳] قولہ واذا اخبرت بالذی الخ یہاں سے مصنفؒ باب الاخبار بالذی اور مایقوم مقامہ کا بیان مع اس کی مثال کے کرتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب الذی کے ذریعہ کسی جملہ کے جز سے خبر دینا چاہئے تو وہ تین شرطوں کیساتھ مشروط ہے اول یہ کہ الذی کو جملہ ثانیہ کے شروع میں لائیں دوسرے یہ کہ جملہ ثانیہ میں مخبر عنہ کی جگہ یعنی اس جگہ کہ جہاں جملہ اولیٰ میں جز وجملہ تھا ایک ضمیر لائیں جو الذی کیطرف عائد ہو تیسرے یہ کہ مخبر عنہ کو اس کی جگہ موخر کریں اور اں حالیکہ وہ الذی سے خبر ہو

[۴] قولہ فاذا اخبرت عن زیدا لخ یہ اخبار بالذی کی مثال ہے اور مطلب یہ کہ جب تم الذی کے ذریعہ زید سے جو ضربت زیدا میں ہے خبر دینا چاہو تو بقاعدہ مذکورہ بالا الذی ضربتہ زید کہو اس لئے کہ یہاں جملہ اولی ضربت زیدا میں ہے اس کے جز یعنی زید سے الذی کے ذریعہ خبر دینا مقصود ہے پس الذی کو جملہ ثانیہ یعنی الذی ضربتہ زید کے شروع میں لائے اور موضع میں مخبر عنہ یعنی زید کے ضمیر لائے اور الذی ضربتہ کہا اور زید کو اسکی جگہ سے کہ محل مفعول کا ہے موخر کرکے الذی کی خبر بنا دیا اور الذی ضربتہ زید کہا فافہم واحفظ پھر جاننا چاہئے کہ فائدہ اس اخبار کا یہ ہے کہ مخاطب بھی مرکو تو جانتا ہے کہ متکلم سے ایک فعل سرزد ہوا ہے مگر وہ علی التعین یہ نہیں جانتا کہ کس پر واقع ہے پس موصول نے اس کی شناخت کرا دی کہ وہ کون شخص ہے جیسا کہ مثال میں بذریعہ اخبار بالذی کے معلوم ہو گیا کہ وہ شخص جس کو متکلم نے ارادہ زید ہے

[۵] قولہ وکذلک الالف واللام الخ یعنی اخبار الذی کیطرح الف ولام کے ذریعہ اس اسم سے خبر دے سکتے ہیں جو کہ خاص جملہ فعلیہ میں واقع ہے اس لئے کہ الف ولام کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے جو فعل سے ہی بنایا جاتا ہے پس جب کہ قام زید میں مثلاً زید سے بذریعہ الف ولام خبر دیں تو القائم زید کہیں گے ۱۲ -

فان[1] تعذر امر منها تعذر الاخبار ومن ثم[2] امتنع
شرط ۱۲ — جزا ۱۲ — ای الاخبار بالذی

فی ضمیر الشان والموصوف والصفة والمصدر

والعامل والحال والضمیر المستحق لغیرها و

الاسم المشتمل علیه وما[3] الاسمیة موصولة
مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

واستفهامیة وشرطیة موصوفة وتامة

بمعنی شیء وصفة ومن کذلک[4] الا فی

التامة والصفة وای وایة[5] کمن

[1] قوله فان تعذر امر منها الخ. یعنی اگر شروط ثلاثہ مذکورہ میں سے کوئی شرط متعذر ہو تو اخبار مذکورہ متعذر ہوگی ۱۲ [2] قوله ومن ثم امتنع الخ. یعنی اور اس وجہ سے کہ تعذر شرط کا مانع اخبار ہے۔ ضمیر شان سے بذریعہ الذی کے خبر دینا ممتنع ہے اس لئے کہ ضمیر شان صدارت کلام کو چاہتی ہے پس اگر اس کو خبر بنائیں گے تو وہ الذی سے مؤخر ہوگی اور صدارت لازم جاتی رہے گی۔ اسی طرح اخبار مذکور موصوف اور صفت میں بھی ممتنع ہے۔ اس لئے کہ ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے اور نہ صفت پس اگر موصوف سے بدون صفت کے اور صفت سے بدون موصوف کے بذریعہ الذی خبر دیں تو صورت اولیٰ میں ضمیر کا موصوف ہونا اور صورت ثانیہ میں اس کا صفت ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اسی طرح مصدر عامل سے بھی بدون معمول کے بذریعہ الذی خبر دینا ممتنع ہے۔ اس لئے کہ مصدر عامل اپنے معمول پر مقدم ہوتا ہے پس اگر اس کو مؤخر کریں گے تو وہ بوجہ اپنے ضعف عمل کے عمل نہیں کرے گا۔ نیز اس وقت اس ضمیر کا جو کہ مصدر کی جگہ واقع ہے مصدر کی طرح عمل کرنا لازم آئے گا۔ حالانکہ ضمیر میں عمل کرنے کی صلاحیت نہیں۔ اسی طرح حال سے بھی خبر دینا ممتنع ہے اس لئے کہ حال کا نکرہ ہونا ضروری ہے اور ضمیر معرفہ ہے لہذا ضمیر اس کی جگہ پر واقع نہ ہوگی اسی طرح بذریعہ الذی کے اس ضمیر سے خبر دینا بھی ممتنع ہے جو کہ کلمہ الذی کے غیر کی طرف راجع ہے جیسے زید ضربته میں ضمیر مفعول سے خبر دینا اور الذی زید ضربته کہنا جائز نہیں اس لئے کہ اگر ضمیر کو زید کی طرف راجع کریں تو موصول بلا عائد کے باقی رہیگا اور اگر موصول کی طرف راجع کریں تو زید مبتدا اس ضمیر سے جس کا وہ مستحق ہے محروم رہ جائیگا۔ علیٰ ہذا القیاس اس اسم سے بھی خبر دینا جائز نہیں جو اس ضمیر پر مشتمل ہو جو کہ کلمہ الذی کے غیر کی طرف لوٹتی ہے جیسے زید ضربت غلامه میں غلامه سے بذریعہ الذی خبر دینا اور الذی زید ضربته غلامه کہنا جائز نہیں اس لئے کہ اگر ضمیر کو موصول کی طرف عائد کریں تو زید مبتدا بلا عائد رہ جائے گا اور زید کی طرف راجع کریں تو موصول بلا عائد رہ جائے گا۔ اور دونوں شقیں باطل ہیں ۱۲ [3] قوله وما الاسمیة موصولة الخ. یعنی ما اسمیہ چند قسم پر ہے (۱) موصولہ جیسے عرفت ما اشتریت (۲) استفہامیہ جیسے ما عندک (۳) شرطیہ جیسے ما تصنع اصنع (۴) موصوفہ خواہ اس کی صفت مفرد ہو جیسے مررت بما معجب لک یا جملہ ہو جیسے ربما تکرہ النفوس من الامر له فرجة کحل العقال (۵) تامہ معنی میں شئے کے ہوتا ہے جیسے فنعما ہی ای فنعم شئی ہی (۶) صفت جیسے اضربه ضربا ما ای ای ضرب کان ۱۲ [4] قوله ومن کذلک الخ یعنی کلمہ من جمیع اقسام مذکورہ میں شل لفظ ما ہے لیکن وہ تامہ اور صفت نہیں ہوتا ۱۲ [5] قوله وای وایة کمن الخ یعنی ای وایة ثبوت امور اربعہ اور انتفائے تامہ اور صفت میں شل من کی ہیں ۱۲

مضاف بر تقدیر ثانی وہ معرب ہیں خواہ اُن کا صدر صلہ مذکور ہو یا نہ ہو اور بر تقدیر اول اگر صدر صلہ مذکور نہ ہو تو مبنی ہوں گے جیسے قولہ تعالیٰ ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد علی الرحمن عتیا الخ ای ایھم ھو اشد پس ای اس قرأت میں کہ ایھم کو مرفوع پڑھیں مبنی ہے اس لئے کہ مثال مذکور میں ای کا صدر صلہ مذکور نہیں۔ نیز وہ مضاف ہے اور اس صورت میں ایؐ اور ایۃؐ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب اُن کے صلہ کا صدر یعنی جزء اول حذف ہو گیا تو اس وقت اُن کی حرف کے ساتھ احتیاج الی الغیر میں مشابہت زیادہ قوی ہو گئی پس مبنی ہوں گے اور بالخصوص مبنی بر ضم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صدر صلہ کے حذف کرنے میں اس کی مشابہت غایات کے ساتھ ہو جاتی ہے پس جس طرح پر کہ غایات سے مضاف الیہ کو حذف کر دیتے ہیں حالانکہ وہ اس کے لئے مبین ہے اسی طرح پر یہاں اس چیز کو حذف کر دیتے ہیں جو کہ ای اور ایۃ کو واضح کرتی ہے ۱۲

وهي معربة[۱] وحدها الا اذا حذفت صدر صلتها

وفي ماذا صنعت وجهان[۲] احدهما الذي وجوابه

رفع والآخر اي شيء وجوابه نصب اسماء[۳] الافعال

(مبتدا ۱۲ — خبر مبتدا محذوف ۱۲ — على انه مفعول للفعل المحذوف)

ما كان بمعنى الامر او الماضي نحو رويد زيدا اي امهله

(خبرا — تقدم الامر لان اكثر اسماء الافعال بمعناه ۱۲ — شان ما يكون معنى الماضي ۱۲)

وهيهات ذلك اي بعد وفعال[۴] بمعنى الامر من

(مبتدا)

الثلاثي قياس كنزال بمعنى انزل وفعال[۵] مصدرا معرفة

(خبر ۱۲)

كفجار وصفة مثل يا فساق مبني لمشابهته لعدله ووزنه

۲ قولہ وفی ماذا صنعت وجہان یعنی ماذا صنعت میں دو وجہیں ہیں اول یہ کہ ما استفہامیہ اور ذا بمعنی الذی ہو ای ما الذی صنعتہ۔ یعنی وہ کیا چیز ہے جس کو تو نے کیا۔ پس ما مبتدا ہو گا۔ اور اس کا مابعد خبر یا بالعکس۔ اور اس وقت اس کا جواب مرفوع ہو گا۔ مثلاً جس وقت ماذا صنعت کہیں تو اس کے جواب میں خیرٌ کہا جائے گا ای الذی صنعتہ خیرٌ تاکہ سوال وجواب دونوں اس امر میں کہ دونوں جملہ اسمیہ ہیں مطابق ہو جائیں دوسرے یہ کہ ما استفہامیہ بمعنی ای شیٔ ہو۔ اور اس فعل سے جو اس کے بعد مذکور ہے محلاً منصوب ہو اور لفظ ذا زائد ہو ای ای شیٔ صنعت اور اس وقت اس کا جواب نصب کے ساتھ ہو گا تاکہ سوال وجواب میں مطابقت رہے مثلاً کہیں خیراً ای صنعت خیراً ۱۲ ۳ قولہ اسماء الافعال الخ یعنی اسماء افعال وہ اسماء ہیں جو معنی میں ماضی یا امر کے ہوں اور اُن کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ موقع میں مبنی اصل کے واقع ہیں جیسے رُوید زیداً ای امہلہ اور ہیہات ای بَعُدَ اور یہ دونوں سماعی ہیں ۱۲ ۴ قولہ وفعال بمعنی الامر الخ یہ تمام اسماء افعال میں سے ایک صیغہ فعال کا ہے جو کہ معنی میں امر کے ہوتا ہے اور وہ ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے جیسے نزال بمعنی انزل اور تراک بمعنی اُترک اور مناع بمعنی امنع اور اس فعال کے مبنی ہونے میں شک نہیں ہے ۱۲ ۵ قولہ وفعال مصدر معرفۃ یعنی ایسے ہی مبنی ہے بالاتفاق وہ فعال جو کہ مصدر معرفہ سے معدول ہے جیسے فجار الفجور سے اور حماد المحمدۃ سے معدول ہیں۔ نیز وہ فعال بھی مبنی ہے جو صفت مؤنث سے معدول ہے جیسے فساق فاسقۃ سے اور لکاع لکعاء سے معدول ہیں اور وجہ ان دونوں کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ یہ دونوں فعال بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن میں مشابہت رکھتے ہیں ۱۲

۱ قولہ وہی معربۃ وحدہا الخ۔ یعنی ان سب میں صرف ای اور ایۃؐ تمام صورتوں میں معرب ہوتے ہیں مگر صرف ایک صورت میں مبنی ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ ان کے صلہ کا جزء اول محذوف ہو اور یہ مضاف ہوں پھر جاننا چاہئے کہ ایؐ اور ایۃ کی چار حالتیں ہیں۔ اس لئے کہ ہر ایک ان میں سے یا تو مضاف ہو گا یا غیر

وزن میں مشابہ ہے اور بنی تمیم کے نزدیک یہ فعال معرب ہے۔ لیکن وہ فعال کہ جس کے آخر میں راء ہے اکثر بنی تمیم کے نزدیک مبنی ہے اس لئے کہ راء حرف مکرر ثقیل ہے پس اگر اس پر اعراب مختلف جاری کریں گے۔ تو ثقل ہو جائے گا۔ لہٰذا مبنی ہوگا **۲ قولہ الاصوات کل لفظ الخ** یعنی منجملہ مبنیات لازمۃ البناء کے اسماء اصوات ہیں اور وہ عبارت ہے اس لفظ سے کہ جس سے کسی کی آواز کو نقل کیا جائے۔ جیسے غاق کہ اس سے کوے کی آواز کو نقل کرتے ہیں یا وہ لفظ ہے کہ اس سے بہائم (چوپائے) میں سے کسی کو آواز دی جائے جیسے نخ کہ اس سے اونٹ کو بٹھاتے ہیں اور وجہ اسماء اصوات کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ یہ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے اور اگر ترکیب میں واقع ہوں تو ان میں تصرف نہیں کرتے۔ تاکہ حکایات مقصودہ باقی رہیں **۳ قولہ المرکبات الخ** یعنی مرکبات بھی مبنیات سے ہیں اور مرکب ہر وہ اسم ہے کہ جو دو کلموں سے مرکب ہو اور ان کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو یعنی ترکیب اسنادی اور اضافی اور توصیفی نہ ہو **۴ قولہ فان تضمن الخ** یعنی پس اگر جزء ثانی کسی حرف کو متضمن ہو تو اس کے دونوں جزء مبنی ہوں گے جزء اول تو اس لئے کہ وہ جزء ثانی کا محتاج ہے۔ پس احتیاج میں حرف کے مشابہ ہے اور جزء ثانی اس لئے کہ وہ حرف کو جو کہ مبنی اصل ہے۔ متضمن ہے۔ جیسے خمسۃ عشر وحادی عشر اور اس کے اخوات یعنی تسعۃ عشر وغیرہ کہ یہ سب مبنی ہیں۔ اس لئے کہ ان کا جزء ثانی حرف کو متضمن ہے مگر اثنا عشر اور اثنتا عشر کہ ان دونوں کا جزء ثانی فقط مبنی ہے اور جزء اول مبنی نہیں بلکہ معرب ہے۔ حالاں کہ مبنی ہونے کی علت اس میں بھی پائی جاتی ہے یعنی اس کا وسط کلمہ میں واقع ہونا جو کہ محل اعراب کا نہیں۔ لیکن باوجود علت بناء کے جزء اول معرب ہے اور وجہ معرب ہونے کی یہ ہے کہ نون کے ساقط ہونے کی وجہ سے وہ مضاف کے ساتھ مشابہ ہے اور ترکیب اضافی مبنی ہونے کو واجب نہیں کرتی۔ باقی رہا یہ امر کہ اثنا عشر سے نون کے محذوف ہونے کی علت کیا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بوجہ ترکیب کے واؤ کو کہ انفصال کی خبر دیتا ہے۔ حذف کیا گیا تو حذف نون بھی واجب ہو گیا تاکہ بادی النظر میں یہ معلوم ہو کہ یہاں انفصال نہیں اور اگر کوئی کہے کہ حذف نون سے اس کی مشابہت مضاف کی ساتھ کیوں ہوتی ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ نون تثنیہ اور جمع کا حذف معہود نہیں ہے۔ مگر ساتھ اضافت کے پس جب اثنا عشر میں نون محذوف ہوا تو گویا کہ وہ مضاف ہے اور ترکیب اضافی مبنی ہونے کو واجب نہیں کرتی کما مر **۵ قولہ والا اعرب الثانی الخ** یعنی اگر جزء ثانی متضمن حرف کو نہ ہو تو وہ معرب ہوگا اور جزء اول افصح لغت کی بنا پر مبنی ہوگا۔ اس لئے کہ وہ وسط کلمہ میں واقع ہے ۱۲

وفعالِ[۱] علماً للاعیان مؤنثاً کقطامِ وغلابِ مبنیٌّ
(لشمس من الاستشہار ۱۲ — علم امراۃ ۱۲ — علم امراۃ ۱۲)

فی الحجاز ومعربٌ فی تمیمٍ الا ما کان فی آخرہ راءٌ نحو

حضارِ الاصوات[۲] کلُّ لفظٍ حُکی بہ صوتٌ او
(مبتداء — خبر)

صُوّت بہ البہائمُ فالاول کغاقِ والثانی کنخِ المرکبات[۳]
(ای الحکی بہ صوت ۱۲ — حکایۃ من صوت الغراب — کاصوت بالبہائم)

کلُّ اسمٍ من کلمتین لیس بینہما نسبۃٌ فان تضمّن[۴] الثانی
(اصلا لانی الحال ولانی الاصل ۱۲ — ای الثانی من الکلمتین)

حرفاً بُنیا کخمسۃَ عشرَ وحادیَ عشرَ واخواتہا الا
(اصل خمسۃ عشر خمسۃ وعشر حذف الواو لقصد المزج ۱۲)

اِثنی عشرَ والا[۵] اُعرب الثانی کبعلبکَ وبُنی الاول علی الاصحّ
(ای وان لم یتضمن الجزء الثانی حرفا ۱۲)

۱ قولہ وفعال علما للاعیان مؤنثا الخ یعنی وہ فعال کہ اعیان مؤنث کا علم ہے جیسے قطام وحذام و ... اور ان کی نظائر اس میں اختلاف ہے پس یہ فعال اہل حجاز کے نزدیک مبنی ہے اس لئے کہ یہ فعال بمعنی امر کے ساتھ عدل اور

الکنایاتُ کم وکذا للعدد ولیتَ وذیتَ للحدیث

فکم الاستفہامیۃُ ممیّزہا منصوبٌ مفردٌ والخبریّۃ

مبتداء — خبر ا — فا ممیزکم الخبریۃ ۱۲

مجرورٌ مفردٌ ومجموعٌ وتدخل مِنْ فیہما ولہما صدرُ

البیانیۃ ۱۲ — ای للاستفہامیۃ والخبریۃ ۱۱

الکلامِ وکلاہما یقع مرفوعًا ومنصوبًا ومجرورًا

---

۱ قولہ الکنایات الخ یہ کنایہ کی جمع ہے اور کنایہ وہ ہے کہ کسی شئی کو کسی غرض کی وجہ سے ایسے لفظ سے تعبیر کریں کہ دلالت کرنے میں وہ صریح نہ ہو ۲ قولہ وکذا للعدد الخ - یعنی کم وکذا عدد کے کنایہ کے لئے آتے ہیں اور جاننا چاہئے کہ کم کی دو قسمیں ہیں۔ استفہامیہ اور خبریہ - کم استفہامیہ تو اس لئے مبنی ہے کہ وہ متضمن معنی حرف استفہام کو ہے اور کم خبریہ بنا، یں اس پر محمول ہے اور کذا کا ف تشبیہ۔ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے اور وہ دونوں مبنی ہیں۔ پس جو چیز کہ ان دونوں سے مرکب ہے وہ بھی مبنی ہوگی اور اگر کوئی کہے کہ زید بھی تین حروف سے مرکب ہے اور وہ تینوں مبنی اصل ہیں۔ پس چاہیے کہ ان سے مرکب یعنی زید بھی مبنی ہو اور جواب یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے کذا وہ اسم مبنی سے مرکب ہے لہذا وہ مبنی ہوگا۔ بخلاف زید کے کہ وہ تین حروف سے مرکب ہے۔ پس ترکیب کے بعد اس کا وہ حکم نہ ہوگا - جو کہ ترکیب سے پہلے حروف ہجا کا ہے۔
۳ قولہ کیت وذیت الحدیث الخ کیت اور ذیت حدیث اور کلام سے کنایہ کے لئے آتے ہیں اور یہ دونوں مبنی ہیں اور وجہ ان کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ یہ جملہ کی جگہ واقع ہوتے ہیں۔ اور جملہ من حیث انہا جملہ اگرچہ نہ معرب ہے اور نہ مبنی مگر بوقت تقسیم اس کو مبنی میں داخل کرتے ہیں۔ نیز جملہ صاحب مفصل زمخشری کے نزدیک مبنی ہے ۱۲۔ ۴ قولہ فکم الاستفہامیہ ممیزہا الخ - یعنی کم استفہامیہ کی تمیز منصوب اور مفرد ہوتی ہے۔ جیسے کم دینارا عندک - اور کم خبریہ کی تمیز کبھی مجرور ہوتی ہے۔ جیسے کم رجل عندی اور کبھی مجرور مجموع ہوتی ہے۔ جیسے کم رجال عندی اس لئے کہ کم اعداد میں سے ہے اور عدد کے لئے تین مرتبہ ہیں قلیل اور کثیر اور وسط پس مناسب یہ ہے کہ کم کی تمیز عدد کے مراتب ثلاثہ کی تمیز کی طرح پر ہو۔ پھر چونکہ کم استفہامیہ کم خبریہ سے اونے ہے اس لئے کہ خبر کا درجہ استفہام کے بعد ہے لہذا انسب یہ ہے کم استفہامیہ میں عدد وسط کا لحاظ کریں اس لئے کہ خیر الامور اوسطہا یعنی اس کی تمیز کو منصوب مفرد کریں جیسا کہ عدد وسط کی تمیز کو منصوب مفرد کرتے ہیں اس کے بعد کم خبریہ باقی رہا اور عدد کے دو مرتبہ باقی ہیں۔ پس ان دونوں مرتبوں کی تمیز کا لحاظ کم خبریہ کی تمیز میں ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ کم خبریہ کی تمیز کو کبھی مجرور مفرد کرتے ہیں اور کبھی مجرور مجموع تاکہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ تمیز عدد کے مراتب ثلاثہ کی تمیز کو شامل ہو جائے ۱۲
۵ قولہ وتدخل من الخ یعنی من بیانیہ کم استفہام اور کم خبریہ دونوں کی تمیز کے شروع میں آتا ہے اور اس وقت ان کی تمیز مجرور ہوتی ہے ۱۲ ۶ قولہ ولہما صدر الکلام الخ یعنی کم استفہامیہ اور کم خبریہ دونوں کو صدر کلام میں لانا ضروری ہے اس لئے کہ کم استفہامیہ اقسام کلام میں سے ایک قسم پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس کا صدر کلام میں ہونا ضروری ہے کہ بادی النظر میں یہ معلوم ہو جائے کہ کلام کس قسم کا ہے رہا کم خبریہ سو وہ اس پر محمول ہے ۷ قولہ وکلاہما یقع الخ - یعنی کم استفہامیہ اور کم خبریہ میں سے ہر ایک کبھی مرفوع المحل ہوتا ہے اور کبھی منصوب اور کبھی مجرور اس لئے کہ ہر ایک ان دونوں میں سے اسم ہے اور ہر اسم مرکب کے لئے اعراب ضروری ہے اور یہ دونوں قابل عوامل رفع اور نصب اور جر کے ہیں پس مرفوع اور منصوب اور مجرور ہوں گے ۱۲

فَكُلُّ مَا بَعْدَهُ فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيرِهِ كَانَ مَنْصُوبًا مَعْمُولًا عَلٰى حَسَبِهِ[1] وَكُلُّ مَا قَبْلَهُ حَرْفُ جَرٍّ اَوْ مُضَافٌ[2] فَمَجْرُوْرٌ وَاِلَّا[3] فَمَرْفُوْعٌ مُبْتَدَاءٌ اِنْ لَّمْ يَكُنْ ظَرْفًا وَخَبَرٌ اِنْ كَانَ ظَرْفًا وَكَذٰلِكَ[4] اَسْمَاءُ الْاِسْتِفْهَامِ وَالشَّرْطِ وَفِيْ مِثْلِ[5] (ای مثل کم الخ) ع كَمْ عَمَّةٍ لَّكَ يَا جَرِيْرُ وَخَالَةٍ ؛ ثَلٰثَةُ اَوْجُهٍ

[1] قولہ فکل مابعدہ فعل الخ یعنی ہر کم استفہامیہ یا خبریہ کہ جس کے بعد ایک ایسا فعل واقع ہے جو ضمیر کم میں عمل نہیں کرتا تو ایسا کم فعل مذکور کے عمل کے موافق منصوب ہوتا ہے یعنی کبھی مفعول فیہ ہو کر منصوب ہوتا ہے جیسے کم یوما سرت اور کبھی مفعول بہ ہو کر منصوب ہوتا ہے جیسے کم رجلا اکرمت۔ پس جس طرح پر فعل مذکور کا اقتضا ہوگا۔ اسی طرح کم میں عمل کرے گا۔ [2] قولہ وکل ماقبلہ حرف جر الخ یعنی اگر کم استفہامیہ یا خبری سے قبل حرف جر ہو یا مضاف ہو تو وہ مجرور ہوتا ہے جیسے بکم درہما اشتریت وغلام کم رجل اکرمت اگر کوئی کہے کہ کم کے لئے تو صدارت کلام ضروری ہے پس اس پر حرف جر کیونکر داخل ہوگا۔ یا مضاف اس پر کس طرح مقدم ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ عمل حرف جار کا ضعیف ہے لہذا اس کا مجرور سے موخر ہونا ممتنع ہے۔ پس بنا علیہ کم پر جار کے مقدم ہونے کو نحاۃ نے جائز رکھا اور جار مجرور کو حکم میں کلمہ واحدہ کے کر کے کم کو مستحق صدارت ہی رکھا۔ تاکہ مجرور اپنے مرتبہ سے ساقط نہ ہو [3] قولہ والا فمرفوع الخ یعنی جب ان دو وجہوں میں سے جو اوپر مذکور ہوئیں کوئی وجہ نہ ہو تو اس وقت

کم بنا بر مبتدا ہونے کے مرفوع ہوگا۔ بشرطیکہ ظرف نہ ہو جیسے کم رجلا اخوتک۔ اور بنا بر خبر ہونے کے مرفوع ہوگا۔ اگر وہ ظرف ہوگا جیسے کم یوما سفرک [4] قولہ وکذالک اسماء الاستفہام الخ یعنی کم کی طرح جمیع اسمائے استفہام اور شرط ہیں۔ پس جس طرح کم میں اعراب کی چار وجہ ہیں۔ نصب وجر وانح بنا بر ابتدا اور رفع بنا بر خبریت اسی طرح مجموعہ اسماء شرط اور استفہام میں چار وجوہ ہیں نہ یہ کہ ہر ایک کلمہ استفہام اور شرط میں چار چار وجوہ جاری ہیں اور جو شرائط کم میں مذکور ہوئیں وہی شرائط اسما استفہام اور شرط میں ملحوظ ہیں [5] قولہ وفی مثل کم عمۃ لک الخ یعنی مثل اس مصرعہ میں تین وجوہ جائز ہیں اور مراد مثل اس مصرعہ سے ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں کم محتمل استفہام وخبر ہو اور اسکی تمیز محتمل ذکر وحذف ہو۔ اور بعض نسخوں میں ہے وفی مثل تمیز کم عمۃ پس بر تقدیر نسخہ اولیٰ احتمال ہے کہ معنی کلام کے یہ ہوں کہ اس جگہ کم میں یا تمیز کم میں تین وجوہ جائز ہیں اور بر تقدیر ثانی احتمال ثانی منصوص اور مقطوع بہ ہے۔ یعنی یہ کہ کم کی تمیز عمۃ میں تین وجوہ ہیں اول عمۃ کا رفع بابتدا خواہ کم استفہامیہ ہو یا خبریہ۔ دوسرے اس کا نصب اس تقدیر پر کہ کم استفہامیہ ہو۔ تیسرے اس کا جر اس بنا پر کہ کم خبریہ ہو۔ اب اگر کوئی کہے کہ مصنف نے فرمایا کہ تمیز کم میں تین وجوہ ہیں حالانکہ جب کم کی تمیز یعنی مثلاً عمۃ کو رفع دیا جائیگا تو وہ تمیز کم کی نہ ہوگی بلکہ اس کی تمیز محذوف ہوگی جواب یہ ہے کہ تمیز سے مراد یہ ہے کہ تمیز باعتبار اغلب کے ہو۔ پس عمۃ اگرچہ بوقت مرفوع ہونے کے تمیز نہیں ہے مگر باعتبار اغلب کے تمیز ہے باقی رہا بیان وجوہ ثلاثہ کا کم میں سو وہ یہ ہے کہ ایک اس کا رفع بابتدا اور دوسرے اس کا نصب بنا بر ظرفیت کے اور اس صورت میں اس کی تمیز محذوف ہوگی ای کم مرۃ تیسرے اس کا نصب بنا بر مصدریت کے اور اس صورت میں بھی اس کی تمیز محذوف ہوگی اس لئے کہ ظرفیت اور مصدریت کم کی باعتبار اس کی تمیز کے ہے ای کم حلبۃ حلبت اور یہ بیت فرزدق شاعر کا ہے جریر کی ہجو میں کہتا ہے پورا شعر اس طرح پر ہے ؎ کم عمۃ لک یا جریر و خالۃ فدعاء قد حلبت علی عشاری یعنی اے جریر تیری بہت سی پھوپھیاں اور خالائیں کج دست یا کج پا ہیں جنھوں نے میری دس ماہ کی حاملہ اونٹنیوں کا دودھ دوہا ہے ہاتھوں کے ٹیڑھے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ یا تو کثرت محنت کی وجہ سے ایسی ہوگئی ہیں اور یا وہ خلقۃً ایسی ہی ہیں اور دس ماہ کی حاملہ اونٹنیوں کے دودھ دوہنے کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسی اونٹنیوں کے دوہنے میں تکلیف ہوتی ہے پھر حلبت فعل کو علی کیساتھ متعدی کرنے سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ فرزدق ان کی خدمت گاری کو بوجہ ان کی خست کے مکروہ سمجھتا ہے اور جب کہ عمۃ کو کم استفہامیہ کی تمیز کہیں تو اس میں مبالغہ زیادہ ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ جریر کی خالائیں بکثرت سے فرزدق کی خدمت میں ہیں کہ اس کو ان کا عدد یاد نہیں رہا بس جریر سے سوال کرتا ہے اور اسی کو تہکم اور استہزا کہتے ہیں۔

الاضافت ہیں پس دیکھنا یہ ہے کہ ان کا مضاف الیہ مذکور ہے یا محذوف۔ اگر مذکور ہو تو اس وقت یہ دونوں معرب ہوں گے۔ اور محذوف ہوں تو دو صورتیں ہیں مضاف الیہ نسیاً منسیاً کے درجہ میں ہوگا۔ یا محذوف منوی ہوگا۔ اگر نسیاً منسیاً ہو تو دونوں معرب ہوں گے اور محذوف منوی ہو تو اس وقت مبنی ہوں گے۔ کیونکہ اس صورت میں مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں ان کی مشابہت حرف کے ساتھ ہے ۱۲ [3] قولہ واجری مجراہ الخ یعنی لفظ لاغیر اور لیس غیر باوجودیکہ ظرف نہیں۔ لیکن حذف مضاف الیہ اور مبنی برضم ہونے میں ظروف مقطوع الاضافت کے قائم مقام ہیں پھر ان دونوں کا ظروف مذکورہ کے قائم مقام ہونا ان کے زیادت ابہام میں مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے ۱۱ [4] قولہ وحسب الخ یعنی ایسے ہی لفظ حسب کو لفظ غیر کی ساتھ کثرت استعمال اور عدم تعریف بالاضافت میں مشابہ ہونے کی وجہ سے قائم مقام ظروف مذکورہ کے کیا گیا ہے [5] قولہ ومنہا حیث یعنی ظروف مبنیہ میں سے حیث ہے اور وہ اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور جملہ من حیث ہی جملہ اگرچہ مضاف اور مضاف الیہ نہیں ہوتا۔ مگر بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہو جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مضاف الیہ در اصل مصدر ہے جو کہ مذکور نہیں اور جب حیث کا مضاف الیہ مذکور نہ ہوا تو وہ مضاف الیہ کا محتاج ہوگا اور عدم ذکر مضاف الیہ میں اس کو مشابہت غایات یعنی ظروف مقطوعہ عن الاضافۃ کے ساتھ ہوگی۔ لہذا مبنی ہوگا۔ اور حیث کبھی مفرد کی طرف بھی مضاف ہو کر مستعمل ہوتا ہے اور اس وقت وہ معرب یا مبنی ہوگا علے اختلاف القولین ۱۱ [6] قولہ ومنہا اذا الخ یعنی ظروف مبنیہ میں سے اذا ہے اور وہ زمانہ مستقبل کے لئے ہے۔ اگرچہ ماضی پر داخل ہو۔ اور اذا کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے ۱۲ [7] قولہ وفیہا معنی الشرط الخ اور اذا میں معنی شرط کے پائے جاتے ہیں اور یہ اس کے مبنی ہونے کی علت ہے پھر چونکہ اذا میں معنی شرطیت کے پائے جاتے ہیں لہذا اس کے بعد فعل کا لانا مختار ہے کیونکہ فعل کو شرط کی ساتھ مناسبت ہے ۱۲ [8] قولہ وقد تکون المفاجاۃ الخ یعنی کبھی اذا صرف مفاجاۃ کے لئے آتا ہے اور اس وقت اس میں معنی شرط کے نہیں ہوتے لہذا اس کے بعد مبتدا کا ہونا لازم ہے۔ تاکہ اذا مفاجاتیہ اور شرطیہ میں فرق ہو جائے۔ تنبیہ یاد رکھو کہ یہاں پر لزوم بمعنی کثرت وقوع ہے تاکہ اس قول میں اور مصنف کے اس قول میں جو کہ باب اسم عامل میں گزرا۔ تعارض پیدا نہ ہو ۱۲ [9] قولہ ومنہا اذ للماضی یعنی ظروف مبنیہ میں سے اذ ہے اور وہ ماضی کے لئے آتا ہے۔ اگرچہ مستقبل پر داخل ہو۔ پھر اذ کے مبنی ہونے کی وجہ یا تو وہی ہے جو حیث میں مذکور ہوئی یا اس کی وضع کا مثل وضع حرف کے ہونا اس کے مبنی ہونے کا سبب ہے اور چونکہ اذ معنی شرط کو متضمن نہیں ہوتا لہذا اس کے بعد کبھی جملہ اسمیہ ہوتا ہے جیسے کان ذلک اذ زید قائم ۱۱ ؂

وقد يُحذف[1] في مثل كم مالك (اي مميزكم ١٢ — اي درهما ١٢) وكم ضربت (اي كم مرة ١٢) الظروف[2] منها ما قُطع عن الاضافة كقبل وبعد أُجري[3] مجراه لاغير وليس غير وحسب[4] ومنها حيث[5] ولا يضاف الا الى الجملة في الاكثر ومنها[6] اذا (اي من الظروف المبنية ١٢) وهي للمستقبل وفيها[7] معنى الشرط ولذلك اختير بعدها الفعل وقد[8] تكون للمفاجاة فيلزم المبتدأ بعدها ومنها[9] اذ للماضي ويقع بعدها الجملتان

[1] قولہ وقد یحذف التمیز فی مثل کم مالک الخ یعنی جس جگہ پر کم کی تمیز کے حذف پر قرینہ موجود ہو تو اس جگہ کبھی تمیز کو حذف کر دیتے ہیں جیسے کم مالک وکم ضربت۔ اول میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں تمیز محذوف ہے ای کم درہما اور درہم مالک۔ اور مثال ثانی میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا پس اس میں بھی تمیز محذوف ہے ای کم مرۃ اور کم مرۃ ضربت ۱۲ [2] قولہ الظروف منہا ما قطع عن الاضافۃ الخ ظروف میں سے بعض وہ ظرف جو مبنی ہیں وہ ہیں جو اضافت سے قطع کئے گئے جیسے قبل اور بعد اور تفصیل یہ ہے کہ قبل اور بعد لازم

وَمِنْهَا أَيْنَ وَأَنّٰى[1] لِلْمَكَانِ اِسْتِفْهَامًا وَشَرْطًا وَمَتٰى[2] لِلزَّمَانِ فِيهِمَا وَأَيَّانَ[3] لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا وَكَيْفَ[4] لِلْحَالِ اِسْتِفْهَامًا وَ مُذْ وَمُنْذُ[5] بِمَعْنٰى أَوَّلِ الْمُدَّةِ فَيَلِيهِمَا الْمُفْرَدُ الْمَعْرِفَةُ وَبِمَعْنَى الْجَمِيعِ فَيَلِيهِمَا الْمَقْصُودُ بِالْعَدَدِ وَقَدْ يَقَعُ[6] الْمَصْدَرُ أَوِ الْفِعْلُ أَوْ أَنَّ وَأَنْ فَيُقَدَّرُ زَمَانٌ مُضَافٌ وَهُوَ مُبْتَدَأٌ[7] وَخَبَرُهُ مَا بَعْدَهُ خِلَافًا لِلزَّجَّاجِ وَمِنْهَا[8] لَدَى وَلَدُنْ وَقَدْ جَاءَ لَدْنِ وَلَدِنْ وَلُدْنِ وَلَدْ وَلُدْ وَلُدُ وَمِنْهَا[9] قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَنْفِيِّ وَعَوْضُ لِلْمُسْتَقْبَلِ الْمَنْفِيِّ

(في الشرط والاستفهام ١٢ — اي جميع الى ١٢ — اي من الظروف المبنية ١٢ — صفت مبتدأ ١٢ — خبر مقدم ١٢ — موصوف مبتدأ ١٢ — ازمان المستقبل)

[1] قولہ ومنہا این وانی الخ۔ یعنی ظروف مبنیہ میں سے این اور انی ہیں جو مکان کے لئے بمعنی شرط اور استفہام آتے ہیں۔ این اور انی کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں معنی حرف شرط اور استفہام کو متضمن ہوتے ہیں ١٢ [2] قولہ ومتی للزمان الخ یعنی متی زمان کے ساتھ مختص ہے اور استفہام اور شرط کیلئے آتا ہے جیسے متی القتال اور متی تخرج اخرج ١٢ [3] قولہ وایان للزمان یعنی ایان استفہام کیساتھ خاص ہے اس میں شرط کے معنی نہیں ہوتے ہیں۔ مثال استفہام کی جیسے ایان یوم الدین ١٢ [4] قولہ وکیف للحال الخ یعنی کیف حالت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے کیف زید یعنی زید کی حالت اور کیفیت کیا ہے ١٢ [5] قولہ مذ ومنذ الخ یعنی مذ ومنذ ظروف مبنیہ میں سے ہیں اور ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں قلت بنا میں حروف کے مشابہ ہیں۔ مذ اور منذ کی دو صورتیں ہیں اول مدت کے لئے آتے ہیں اور اس وقت ان کے بعد مفرد معرفہ بغیر فصل کے واقع ہوتا ہے اس لئے کہ اول مدت امر واحد معین ہے جیسے ما رأیتہ مذ یوم الجمعۃ اور کبھی جمیع مدت کے لئے آتے ہیں اور اس وقت ان کے بعد عدد کا مجموعہ متصل ہوتا ہے کہ جس کا قصد کیا گیا ہے خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع جیسے ما رأیتہ مذ یومان اور منذ ثلاثۃ ایام۔ یعنی اس کو میرے نہ دیکھنے کی تمام مدت یہ ہے ١٢ [6] قولہ وقد یقع المصدر الخ یعنی کبھی مذ اور منذ کے بعد مصدر یا فعل یا ان متقلہ یا مخففہ واقع ہوتا ہے پس ان صورتوں میں مذ اور منذ کے بعد لفظ زمان مقدر ہوتا ہے جیسے ما خرجت مذ ان ذہبت ای منذ زمان ذہابک وہکذا [7] قولہ وہو مبتدا الخ یعنی مذ اور منذ میں سے ہر ایک ترکیب میں مبتدا ہوتا ہے اس لئے کہ دونوں بتاویل ثابت معرفہ اور معنی میں اول مدت یا جمیع مدت کے ہیں اور ما بعد ان کا خبر ہے بخلاف زجاج نحوی کے کہ اس کے نزدیک مذ اور منذ خبر مقدم اور اس کا ما بعد مبتدا مؤخر ہے زجاج کی دلیل یہ ہے کہ دونوں نکرہ ہیں لہذا مبتدا نہیں ہو سکتے۔ جمہور کہتے ہیں کہ دونوں مأول بمعرفہ ہیں ١٢ [8] قولہ ومنہا لدی ولدن الخ یعنی ظروف مبنیہ میں سے لدی اور لدن ہیں اور ان میں چند لغت اور ہیں لدن اور لدن اور لدن اور لد اور لد اور لد اور وجہ ان ظروف کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ ان میں سے بعض تو قلت بنا میں مشابہ حرف کے ہیں اور باقی ان پر محمول ہیں ١٢ [9] قولہ ومنہا قط الخ یعنی ظروف مبنیہ میں سے قط ہے اور وہ ماضی منفی میں استغراق نفی کے لئے آتا ہے جیسے ما رأیتہ قط یعنی میں نے اس کو کبھی نہیں مارا اور قط کبھی مخفف ہوتا ہے۔ پس حرف کے ساتھ قلت بنا میں مشابہ ہوگا لہذا مبنی ہوگا۔ اور عوض مستقبل منفی میں استغراق نفی کے لئے آتا ہے جیسے لا اکلمہ عوض یعنی میں اس کو کبھی نہیں کہوں گا اور چونکہ مضاف الیہ عوض کا محذوف معنوی ہوتا ہے لہذا یہ بھی مبنی ہوگا ١٢۔

۱ قولہ والظروف المضافۃ الخ یعنی وہ ظروف جو جملہ یا کلمہ اذ کی طرف مضاف ہوتے ہیں تخفیف کی وجہ سے ان کا مبنی بر فتحہ ہونا جائز ہے جیسے یوم ینفع الصادقین صدقہم کہ یہاں یوم جملہ کی طرف مضاف اور مبنی بر فتحہ ہے اسی طرح ومن خزی یومئذ کہ اس میں یوم اذ کی طرف مضاف ہے اور مبنی بر فتحہ ہے نیز مصنف کے قول یجوز سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ان ظروف کا جو کہ جملہ یا اذ کی طرف مضاف ہیں مبنی بر فتحہ پڑھنا جائز ہے۔ اسی طرح ان کو معرب بھی پڑھ سکتے ہیں۔ پس اول میں یوم کو بنا بر خبر مبتدا کے مرفوع اور ثانی میں خزی کے مضاف الیہ ہونے کی بنا پر مجرور پڑھ سکتے ہیں ۲ قولہ وکذلک مثل وغیرہ یعنی اسیطرح لفظ مثل اور غیر جب کہ ما اور ان مصدریہ اور اَن مشدد کیساتھ واقع ہوں جواز اعراب اور بناء میں ظروف مذکورہ کے مثل ہونگے اس لئے کہ یہ جملہ کیطرف مضاف ہونے میں ظرف مذکورہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں لہذا ان دونوں کا مبنی بر فتحہ ہونا بھی جائز ہے اور معرب ہونا بھی۔ جیسے قیامی مثل ما قام زید ومثل ان قام زید وقیامی غیر ما قام زید ۳ قولہ المعرفۃ والنکرۃ یعنی یہ باب معرفہ اور نکرہ کے بیان میں ہے ۱۲ ۴ قولہ المعرفۃ ما وضع الخ یعنی معرفہ وہ اسم ہے کہ جسکو کسی ایسی چیز کیلئے وضع کیا ہو جو متکلم اور مخاطب کے نزدیک معین اور معلوم ہے پس نکرہ اس تعریف سے خارج ہو جائے گا ۵ قولہ وہی المضمرات الخ یعنی معرفہ کے اقسام چھ ہیں جو کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہیں

والظروفُ[۱] المضافۃُ الی الجملۃِ واذ یجوز بناؤھا علی

ای بناء تلک الظروف ۱۲

الفتحِ وکذلکَ[۲] مثلُ وغیرُ مع ما واَن واَنَّ المعرفۃُ[۳]

ای کالظروف المذکورۃ ۱۲

والنکرۃُ المعرفۃُ[۴] ما وُضِعَ لشیٍٔ بعینہٖ وھی[۵] المضمراتُ

والاعلامُ والمبہماتُ وما عُرِّفَ باللامِ اوِ النداءِ و

ای العہدیۃ او الجنسیۃ او الاستغراقیۃ ۱۲

المضافُ الی احدِھا معنًی العَلَمُ[۶] ما وُضِعَ لشیٍٔ بعینہٖ

ای الی احد الامور المذکورۃ ۱۲ مبتدا ۱۲ خبر ۱۲

غیرُ متناولٍ غیرَہٗ بوضعٍ واحدٍ واعرفُھا[۷] المضمرُ المتکلمُ

ای اعرف المعارف ۱۲

ثم المخاطبُ النکرۃُ[۸] ما وُضِعَ لشیٍٔ لا بعینہٖ

مبتدا ۱۲ خبر ۱۲

اقسام معرفہ:

- مضمرات ۱۲
- اعلام ۱۲
- مبہمات یعنی اسماء اشارہ اور اسماء موصولہ ۱۲
- معرف باللام ۱۲
- معرف بالنداء ۱۲
- مضاف [illegible]

کو بیان نہیں کیا ۱۲ ۸ قولہ النکرۃ ما وضع الخ یعنی نکرہ وہ اسم ہے کہ جس کو شی غیر معین کے لئے وضع کیا گیا ہے تعریف نکرہ میں لا بعینہ کی قید سے معرفہ خارج ہو گیا ۱۲

تنبیہ۔ یہ یاد رکھو کہ امور مذکورہ میں سے کسی ایک کی طرف اضافت سے مراد اضافت معنوی ہے اس لئے کہ اضافت لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی نیز امور مذکورہ سے منادی کے سوا مراد ہیں اس لئے کہ منادی کیطرف اضافت نہیں ہوتی ۶ قولہ العلم ما وضع الخ یعنی علم وہ اسم ہے کہ جسکو کسی شئے معین کیلئے وضع کیا گیا ہے اور وہ وضع واحد میں اس شئی کے غیر کو شامل نہ ہو تعریف مذکور میں ذلک شئی بعینہ سے نکرہ خارج ہے اور غیر متناول غیرہ کی قید سے تمام معارف سے احتراز ہے اور وضع واحد کی قید سے اعلام مشترکہ خارج ہیں جیسے زید جبکہ دو شخصوں کا نام ہو پس اسوقت اگرچہ زید غیر کو شامل ہے مگر وضع واحد سے شامل نہیں بلکہ اوضاع متعددہ سے وہ شامل ہے ۷ قولہ واعرفہا المضمر المتکلم الخ یعنی اعرف المعارف ضمیر متکلم ہے اس لئے کہ اس میں التباس سب سے کم ہے اور اس کے بعد ضمیر مخاطب جیسا کہ ظاہر ہے اور چونکہ ضمیر غائب اور علم میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے کون اعرف ہے لہذا مصنف نے ضمیر غائب

أَسْمَاءُ الْعَدَدِ[1] مَا وُضِعَ لِكَمِّيَّةِ آحَادِ الْأَشْيَاءِ[2] أُصُولُهَا[3] اثْنَتَا عَشَرَةَ كَلِمَةً وَاحِدٌ إِلَى عَشَرَةٍ وَمِائَةٌ وَأَلْفٌ تَقُولُ[4] وَاحِدٌ اثْنَانِ (للمذکر ۱۲) وَاحِدَةٌ اثْنَتَانِ وَثِنْتَانِ (للمونث ۱۲) وَثَلٰثَةٌ إِلَى عَشَرَةٍ (للمذکر ۱۲) وَثَلٰثٌ إِلَى عَشْرٍ وَأَحَدَ عَشَرَ[5] اثْنَا عَشَرَ إِحْدٰى عَشَرَةَ (للمونث ۱۲) اثْنَتَا عَشَرَةَ وَثِنْتَا عَشَرَةَ وَثَلٰثَةَ عَشَرَ إِلَى تِسْعَةَ عَشَرَ وَثَلٰثَ عَشَرَةَ إِلَى تِسْعَ عَشَرَةَ وَتَمِيمٌ[5] تَكْسِرُ الشِّينَ فِي الْمُؤَنَّثِ وَعِشْرُونَ[6] وَأَخَوَاتُهَا فِيهِمَا وَاحِدٌ وَعِشْرُونَ (فی المذکر ۱۲) وَإِحْدٰى وَعِشْرُونَ (فی المونث ۱۲)

۱؎ قولہ اسماء العدد الخ یعنی اسماء عدد وہ الفاظ ہیں جن کو افراد اشیا کی مقدار بیان کرنے کیلئے وضع کیا گیا جیسے ثلاثۃ رجال میں ثلاثۃ اسماء عدد سے ہے اور رجل کے تین فرد پر دلالت کرتا ہے ۱۲ ۲؎ قولہ اصولہا الخ یعنی اصول اسماء عدد کے بارہ کلمے ہیں ایک سے دس تک اور مائۃ اور الف اب باقی رہے دیگر مراتب اعداد کے سو وہ ان بارہ کلموں سے ماخوذ ہیں ۳؎ قولہ تقول واحد الخ اب یہاں سے مصنف رح ہر ایک کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ لفظ واحد مفرد مذکر کے لئے اور لفظ اثنان تثنیہ مذکر کے لئے اور واحدۃ اور اثنتان اور ثنتان مونث کے لئے ہیں اور یہ قیاس کے موافق مذکر کے لئے مذکر اور مونث کے لئے مونث ہے لیکن تین سے دس تک اعداد خلاف قیاس آتے ہیں مذکر کے لئے علامات تانیث لائی جاتی ہے۔ جیسے ثلاثۃ رجال اور مونث کے لئے علامت تانیث نہیں لائی جاتی۔ جیسے ثلاث نسوۃ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ جمع باعتبار جماعت کے مونث ہے۔ پس عدد میں اس کی علامت تانیث کی لائیں گے۔ تاکہ ممیز اور تمیز میں مناسبت باقی رہے پھر جب مذکر میں تین سے لے کر دس تک علامت تانیث کی لائے تو مونث میں ان کے علامت تانیث کی نہ لائیں گے تاکہ مذکر اور مونث کے درمیان فرق ہو اب اگر کوئی کہے کہ بر عکس کیوں نہیں کیا گیا جواب یہ ہے کہ بوجہ اصالت اور شرافت کے مذکر مقدم ہے پس اولا اس کے حال پر نظر کی گئی اور علامت تانیث اس کو دی گئی اس کے بعد مونث کا لحاظ کیا اور مذکر اور مونث میں فرق کرنے کے لئے اس میں علامت مونث کی نہیں لائے ۱۲۔ ۴؎ قولہ احد عشر الخ یعنی دس کے عدد میں ترکیب کے ساتھ عطف نہ کیا جائے گا۔ اور گیارہ اور بارہ مطابق قیاس کے مذکر کے لئے احد عشر اور اثنا عشر۔ اور مونث کے لئے احدی عشرۃ اور اثنتا عشرۃ اور ثنتا عشرہ کہا جائے گا۔ اور تیرہ سے لے کر انیس تک پہلا جز خلاف قیاس ہو گا۔ جیسا کہ ترکیب سے پیشتر تھا۔ تاکہ فرع اور اصل میں موافقت رہے اور دوسرا جز موافق قیاس کے ہو گا چنانچہ مذکر کے لئے ثلاثۃ عشر تا تسعۃ عشر اور مونث کے لئے ثلث عشرۃ تا تسع عشرۃ کہا جائے گا۔ ۵؎ قولہ وتمیم تکسر الشین الخ یعنی بنی تمیم ترکیب کے وقت عشرۃ کے شین کو کسرہ دے دیتے ہیں۔ تاکہ توالی اربع متحرکات کی ثقل ترکیب کے ساتھ لازم نہ آئے۔ لیکن اہل حجاز شین مذکور کو کبھی ساکن کرتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ تا علیحدہ کلمہ ہے۔ پس توالی چار فتحوں کی کلمہ واحد میں لازم نہیں آتی ۶؎ قولہ وعشرون واخواتہا یعنی عشرون اور اس کے نظائر ثلاثون وغیرہ میں مذکر اور مونث دونوں مساوی ہیں جیسے عشرون رجلا، عشرون امراۃ اور بیس کے بعد مذکر کے لئے احد وعشرون اور مونث کے ہے احدی وعشرون کہیں گے ۱۲۔

ثُمَّ[1] بِالعَطْفِ بِلَفْظِ مَا تَقَدَّمَ اِلٰی تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ وَ
مِائَةٌ[2] وَّاَلْفٌ مِائَتَانِ وَاَلْفَانِ فِيْهِمَا ثُمَّ[3] بِالعَطْفِ عَلٰی مَا
تَقَدَّمَ وَفِيْ[4] ثَمَانِيْ عَشَرَةَ فَتْحُ اليَاءِ وَجَازَ اِسْكَانُهَا وَ
(ای اسکان الیاء تحقیقا ۱۲)
شَذَّ حَذْفُهَا بِفَتْحِ النُّوْنِ وَمُمَيِّزُ[5] الثَّلٰثَةِ اِلَى العَشَرَةِ
(مبتداء ۱۲)
مَخْفُوْضٌ مَّجْمُوْعٌ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى اِلَّا[6] فِيْ ثَلٰثِ مِائَةٍ
(خبر ۱۲)
اِلٰی تِسْعِ مِائَةٍ وَّكَانَ قِيَاسُهَا مِئَاتٍ اَوْ مِئِيْنَ
وَمُمَيِّزُ[7] اَحَدَ عَشَرَ اِلٰی تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُّفْرَدٌ
(مبتداء ۱۲)　(خبر ۱۲)

۱؎ قولہ ثم بالعطف بلفظ ما تقدم الخ یعنی جس کے بعد جب کہ احد اور اثنان کیساتھ عقد متصل ہو تذکیر اور تانیث میں موافق قیاس کے ہوگا اور اس کے مافوق میں برخلاف قیاس پھر ترکیب بذریعہ عطف ہوگی اور عقد یعنی دہائیوں

کا عطف ۔ زائد یعنی اکائیوں پر ہوگا اور یہ حکم ننانوے تک ہے یعنی اکیس سے لیکر ننانوے تک جتنے عدد اکائی و دہائی سے مرکب ہیں ان سب میں دہائیوں کا عطف اکائیوں پر ہوگا ۲؎ قولہ مائۃ الخ یعنی مائۃ اور الف اور مائتان اور الفان مذکر اور مونث میں برابر ہیں ۳؎ ثم بالعطف علی ما تقدم الخ یعنی پھر جب مائۃ اور الف پر کوئی عدد زائد ہوگا تو اس پر زائد کا عطف اسی صورت سے ہوگا یعنی واحد اور اثنان میں موافق قیاس کے مائۃ و واحد و مائۃ و اثنان اور ثلاثۃ سے لیکر تسعۃ تک خلاف قیاس مائۃ و ثلاثۃ رجال و مائۃ و ثلاث نسوۃ کہتے ہیں ۔ اور علی ہذا القیاس بقاعدہ مذکورہ بالا مائۃ واحد عشر و مائۃ واحدی عشر کہتے ہیں اور یہی حال مائۃ اور الف کے تثنیہ اور جمع کا ہے اور سب صورتوں میں عدد زائد کا عطف مائۃ پر ہوتا ہے ۔ لیکن اس کا برعکس بھی جائز ہے مثلاً واحد و مائۃ رجل بھی کہہ سکتے ہیں ۴؎ قولہ وفی ثمانی عشر الخ یعنی اصل ثمانی عشرۃ میں یاء کا فتحہ ہے اس لئے کہ اعداد مرکبہ فتحہ پر مبنی ہوتے ہیں لیکن ثقل ترکیب کی وجہ سے یاء کو ساکن کرنا بھی جائز ہے ۔ لیکن یہ صورت کہ یاء کو حذف کرکے نون کو فتحہ دیں شاذ ہے اس لئے کہ قیاس یہ تھا کہ کسرہ باقی رہے جیسے جارنی القاض میں ۔ مگر جب تخفیف کی وجہ سے نون کو فتحہ دیا گیا تو چونکہ یہ فتحہ یاء کے خلاف پر قرینہ نہیں ہو سکتا ۔ لہذا ناجائز نہ ہوگا ۔ گو شاذ ہے ۵؎ قولہ ومیز الثلاثۃ الخ یعنی تمیز ثلاثۃ کی عشرہ تک مجرور ہوتی ہے اور مجموع لفظاً و معنی جیسے ثلاثۃ رجال یا صرف معنی جیسے ثلاثۃ رہط پھر اس تمیز کا مجرور ہونا اس لئے ہے کہ وہ کثرت استعمال میں عدد کا مضاف الیہ ہوتی ہے اور اس کا مجموع ہونا اس لئے ہے کہ ثلاثۃ سے لے کر عشرۃ تک جمع قلت ہے پس مناسب یہ ہے کہ تمیز کو جمع لایا جائے تاکہ عدد اور معدود میں مطابقت رہے اور وہ جمعیت پر دلالت کرے ۱۲ ۶؎ قولہ الا فی ثلاثۃ مائۃ الخ یعنی جب تمیز ثلاثۃ سے لے کر تسعۃ تک لفظ مائۃ ہو تو اس وقت تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے تمیز کا مجرور ہونا تو اس لئے کہ وہ عدد کا مضاف الیہ ہے اور مانع جر سے کوئی چیز نہیں ۔ اور مفرد ہونا اس لئے کہ مائۃ کی دو جمع ہیں ایک بصورت جمع مذکر سالم یعنی مئین اور دوسرے جمع مونث سالم یعنی مئات دونوں ثلاثۃ اور اس کے اخوات کی تمیز نہیں ہو سکتی مئین تو اس لئے نہیں ہو سکتی کہ عدد کی اضافت جمع مذکر سالم کی طرف جائز نہیں اور مئات اس لئے نہیں ہو سکتی کہ اس کی تمیز بننے میں چند تاء کا اجتماع لازم آتا ہے ایک تاء مائۃ کا جز کہ تاء تانیث کی ہے ۔ دوسری تاء جمع کا تیسرے تاء مقدرہ کا جو کہ موافقت مائۃ سے ثلاث میں ہوتی ہے اور یہ یعنی اجتماع چند تاء کا ناجائز ہے پس تمیز اس جگہ مفرد ہوگی ۔ ۷؎ قولہ ومیز احد عشر الخ یعنی احد عشر سے لیکر تسع و تسعین تک کی تمیز منصوب اور مفرد ہوتی ہے منصوب تو اس لئے کہ اس جگہ اسکے مجرور ہونے کی کوئی سبیل نہیں اسلئے کہ جر اضافت سے حاصل ہوتا ہے اور یہاں اگر اضافت کرینگے تو لازم آئیگا کہ تین کلمے مثل کلمہ واحدہ کے ہوں اور یہ ان کے نزدیک قبیح ہے اور مفرد اس سے کہ عدد اس جگہ کثرت پر دلالت کرتا ہے پس کثرت تمیز کی کوئی حاجت نہیں ۱۲

وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَالْفٍ وتَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعِهِ[۱] مَخْفُوضٌ مُفْرَدٌ وَاِذَا كَانَ الْمَعْدُودُ[۲] مُؤَنَّثًا وَاللَّفْظُ مُذَكَّرًا اَوْ بِالْعَكْسِ فَوَجْهَانِ وَلَا يُمَيَّزُ[۳] وَاحِدٌ وَاثْنَانِ اسْتِغْنَاءً بِلَفْظِ التَّمْيِيْزِ عَنْهُمَا مِثْلَ رَجُلٌ وَرَجُلَانِ لِاِفَادَةِ النَّصِّ الْمَقْصُوْدِ بِالْعَدَدِ وَتَقُوْلُ[۴] فِي الْمُفْرَدِ مِنَ الْمُتَعَدِّدِ بِاعْتِبَارِ تَصْيِيْرِهِ الثَّانِي وَالثَّانِيَةَ اِلَى الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ لَا غَيْرُ

ای فی الواحد ۱۲ — ای فی استعمال العدد فی احاد المعدودات ۱۲

[۱] قولہ ومیز مائۃ والف الخ یعنی مائۃ اور الف کی تمیز مجرور ہوتی ہے اور مفرد مجرور اضافت کی وجہ سے اور مفرد اس لئے کہ مائۃ اور الف خود کثرت پر دلالت کرتے ہیں اور اسی طرح مائۃ اور الف کے تثنیہ اور صرف الف کی جمع کا حال ہے نہ کہ مائۃ کی جمع کا۔ اس واسطے کہ مائۃ کی جمع کا استعمال مع اس کی تمیز کے متروک ہے لہذا ثلث مات رجل نہیں کہا جائے گا [۲] قولہ واذا کان المعدود مونثا الخ یعنی جب معدود باعتبار معنی کے مونث اور باعتبار لفظ کے مذکر ہو یا برعکس ہو کہ لفظ کے اعتبار سے مونث اور معنی کے لحاظ سے مذکر ہو تو اس وقت اس میں دو وجہ جائز ہیں۔ اس لئے کہ کبھی رعایت لفظ کی کرتے ہیں اور کبھی رعایت معنی کی۔ اول کی مثال لفظ شخص ہے جب کہ اس سے مونث کا ارادہ کریں۔ پس باعتبار لفظ کے ثلثۃ اشخاص کہیں گے اس لئے کہ لفظ مذکر ہے اور باعتبار معنی کے ثلث اشخاص کہیں گے اس لئے کہ وہ باعتبار معنی کے مونث ہے اور ثانی کی مثال لفظ نفس ہے جب کہ اس کا اطلاق مذکر پر کیا جائے۔ پس اس میں دو وجہ جائز ہیں۔ باعتبار معنی کے ثلاثۃ انفس اور باعتبار لفظ کے ثلث انفس کہیں گے اس لئے کہ باعتبار لفظ کے وہ مونث سماعی ہے ۱۲ [۳] قولہ ولا یمیز واحد واثنان الخ یعنی واحد اور اثنان کی تمیز نہیں آتی۔ چنانچہ نہ تو واحد رجل کہا جاتا ہے اور نہ اثنا رجل اس لئے کہ لفظ تمیز کا مثلاً رجل اور رجلان باعتبار مادہ کے جنس پر اور باعتبار صیغہ کے وحدت اور تثنیہ پر دلالت کرتا ہے پس تمیز کو ذکر کرنے کے بعد واحد اور اثنان سے استغناء لازم آئے گا اور وہ باطل ہے ۱۲ [۴] قولہ وتقول فی المفرد الخ مصنف جب عدد اور اس کی تمیز کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب یہاں سے حال اور تصییر کو بیان کرتے ہیں کہ دونوں میں کیا فرق ہے تفصیل مقام کی یہ ہے کہ جب کسی عدد کا اعداد سے انتخاب کرنا چاہیں۔ تو اس کی دو صورتیں ہیں درجہ عدد کا اس میں لحاظ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر درجہ عدد کا ملحوظ نہ ہو تو نہ حال ہے اور نہ تصییر جیسا کہ واحد من الثلاثۃ اور اگر درجہ عدد کا ملحوظ ہو تو دو صورتیں ہیں۔ نسبت ماتحت ملحوظ ہوگی یا نہ ہوگی۔ اگر نسبت ماتحت ملحوظ ہو تو تصییر ہے۔ جیسے ثالث اثنین یعنی واحد جو دو کو تین کرنے والا ہے اور مطلب یہ کہ دو کا عدد تین کے مرتبہ کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ایک اور عدد نہ ملایا جائے لہذا یہ عدد واحد ایسا ہے کہ اس نے دو کو ثالث کے مرتبہ پر پہنچا دیا اور نسبت ماتحت ملحوظ نہ ہو تو حال ہے جیسے ثالث ثلثۃ یعنی تین سے تیسرا بہرحال مصنف نے قولہ وتقول فی المفرد سے حال اور تصییر کا بیان کیا کہ جب عدد کا استعمال معدودات میں کیا جائے تو اس وقت واحد من المتعدد میں اس اعتبار سے کہ وہ واحد عدد الفص کو ایک مرتبہ عدد زائد کر دیتا ہے۔ الثانی اور الثانیۃ کہتے ہیں۔ اول مذکر کے لئے اور ثانی مونث کے لئے اور یاد رکھو کہ تصییر مصدر متعدی بدو مفعول ہے اور یہاں پر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے اور اس کے دونوں مفعول محذوف ہیں ای تصییر النقص ازید نیز جاننا چاہئے کہ مصنف نے تصییر کا اعتبار ثانی سے کیا ہے اس لئے کہ واحد سے پیشتر کوئی عدد بھی نہیں جو اس عدد کو واحد بنائے نیز بمعنی تصییر کا اعتبار عشرہ سے زاید میں نہیں کیا اس لئے کہ اس کا مافوق مرکب ہے اس سے اسم فاعل کا اشتقاق نہیں ہو سکتا حالانکہ تصییر میں یہ ضروری امر ہے۔ بخلاف حالی کے اس میں اسم فاعل بنانے کی حاجت نہیں ۱۲

(بندہ مشیت اللہ دیوبندی غفرلہ)

وباعتبار حالہ الاول[۱] والثانی والاولی والثانیۃ الی
العاشر والعاشرۃ والحادی عشر والحادیۃ عشرۃ والثانی
عشر والثانیۃ عشرۃ الی التاسع عشر والتاسعۃ عشرۃ و
من ثم قیل[۲] فی الاول ثالث اثنین ای مصیرھما ثلثۃ
من ثلثۃ ھما وفی الثانی ثالث ثلثۃ ای احدھا وتقول[۳]
حادی عشر احد عشر علی الثانی خاصۃ وان شئت[۴] قلت حادی
احد عشر الی تاسع تسعۃ عشر فتعرب الاول المذکر والمؤنث[۵] المؤنث[۶]
ما فیہ علامۃ التانیث لفظا او تقدیرا

(فی المؤنث ۱۲ — فی المذکر ۱۲ — فی المؤنث ۱۲ — ای باضافۃ المرکب الی المرکب الآخر — ای ھذا باب المذکر والمؤنث ۱۲)

لہ قولہ وباعتبار حالہ الخ۔ یہ باعتبار تصییرہ پر معطوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ لعدمن المتعدد کو باعتبار حال اور مرتبہ کے جو اس میں ہے۔ مذکر کے لئے الاول اور الثانی۔ اور مونث کے لئے الاولی اور الثانیہ کہتے ہیں۔ اسی طرح عاشر اور عاشرہ تک اور علی ہذا القیاس حادی عشر اور حادیہ عشرۃ سے لے کر تاسع عشر اور تاسعہ عشرہ تک وکذالک الی لا نہایۃ لہ۔ لہ قولہ ومن ثم قیل الخ یعنی چونکہ اعتبار تصییر اور اعتبار حال میں اختلاف ہے۔ پس اس وجہ سے عدد کی طرف ان کی اضافت کرتے ہیں کبھی اختلاف ہے۔ تصییر کی صورت میں عدد کی اس کے ماتحت کی طرف اضافت کرتے ہیں مثلاً ثالث اثنین کہتے ہیں۔ یعنی دو کو تین کرنے والا عدد اور حال کی صورت میں اس کے مساوی یا مافوق عدد کی طرف اضافت کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہیں ثالث ثلثۃ یعنی تین میں کا تیسرا یا کہیں ثالث خمسۃ۔ یعنی پانچ میں کا تیسرا عدد لہ قولہ وتقول حادی عشر احد عشر الخ یعنی مرکب اول کی مرکب ثانی کی طرف اضافت جائز ہے باعتبار حال کے نہ کہ باعتبار تصییر کے۔ کیونکہ اعتبار تصییر میں جیسا کہ معلوم ہوا دس سے تجاوز نہیں کرتا۔ پس باعتبار حال کے حادی عشر احد عشر کہہ سکتے یعنی گیارہ میں کا گیارہواں اور باعتبار تصییر کے نہیں کہہ سکتے لہ قولہ وان شئت قلت الخ یعنی مرکب اول سے بقرینۂ ثانی جزو آخر یعنی عشر کو حذف کر کے حادی احد عشر تا تاسع تسعۃ عشر کہنا بھی جائز ہے لیکن اس وقت مرکب اول کا جز اول معرب ہوگا۔ اس لئے کہ اس کا مبنی ہونا وسط کلمہ میں واقع ہونے کی وجہ سے تھا پس جب مرکب اول کا جزء ثانی ساقط ہو گیا تو جز اول وسط کلمہ میں نہ رہا لہذا معرب ہوگا لہ قولہ المذکر والمونث الخ مباحث عدد کا اجزاء چونکہ ذکر تانیث اور تذکیر کے ساتھ وابستہ تھا۔ لہذا ذکر عدد کے بعد تذکیر و تانیث کا ذکر مناسب معلوم ہوا لہ قولہ المونث ما فیہ یعنی مونث وہ اسم ہے کہ جس میں علامت تانیث کی پائی جائے لفظاً جیسے طلحۃ کہ اس میں تاء علامت تانیث لفظوں میں ہے۔ یا تقدیراً جیسے ارض کہ دراصل ارضۃ تھا بدلیل اریضۃ اس لئے کہ تصغیر اسماء کو ان کی اصل کی طرف لے جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ارض میں تاء تانیث مقدر ہے تنبیہ۔ مصنف رح نے تعریف میں مونث کو مذکر پر مقدم کیا۔ یا تو اس وجہ سے کہ اس میں اختصار عبارت ہے اور یا اس وجہ سے کہ مونث کی تعریف وجودی ہے اور مذکر کی عدمی اور قاعدہ ہے کہ وجودی عدمی پر مقدم ہوتا ہے ۱۲

(محمد منیت اللہ دیوبندی)

۱؎ قولہ والمذکر بخلافہ الخ یعنی مذکر وہ اسم ہے جو مونث کے خلاف ہو یعنی اس میں علامت تانیث نہ پائی جائے نہ لفظاً اور نہ تقدیراً ۲؎ قولہ وعلامۃ التانیث الخ یعنی علامت تانیث کی تین ہیں (۱) تاء جیسے طلحۃ (۲) الف مقصورہ جیسے حبلیٰ (۳) الف ممدودہ جیسے حمراء ۳؎ قولہ وھو حقیقی ولفظی الخ یعنی مونث دو قسم پر ہے حقیقی اور لفظی۔ حقیقی وہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں جنس حیوان مذکر ہو جیسے امرأۃ کہ اس کے مقابلہ میں رجل ہے اور جیسے ناقۃ کہ اس کے مقابلہ میں جمل ہے اور لفظی وہ ہے جو حقیقی کے خلاف ہو یعنی اس کے مقابلہ میں جنس حیوان سے مذکر نہ ہو جیسے ظلمۃ اور عین۔ پہلی مثال تانیث لفظی حقیقی کی ہے اور دوسری مثال تانیث لفظی تقدیری کی ہے اس لئے کہ تاء تانیث لفظاً عین میں مقدر ہے۔ بدلیل عیینۃ کے اس لئے کہ تصغیر اسماء کو اپنی اصل پر لے جاتی ہے ۴؎ قولہ واذا اسند الفعل الخ یعنی جب فعل مونث حقیقی کی طرف مسند ہو تو اس وقت فعل میں تاء لازم ہے جیسے ضربت ہند عمراً ۵؎ قولہ وانت فی ظاہر غیر الحقیقی الخ یعنی اگر فعل اسم ظاہر مونث غیر حقیقی کیطرف مسند ہو تو تجھ کو فعل میں اختیار ہے خواہ اس کو مذکر لا۔ یا اس میں علامت تانیث زیادہ کر جیسے طلع الشمس اور طلعت الشمس ۶؎ قولہ وحکم ظاہر الجمع یعنی اسم ظاہر جمع کا حکم بشرطیکہ جمع مذکر سالم نہ ہو اسم ظاہر مونث غیر حقیقی کا ہے مطلقاً خواہ اس کا واحد مونث ہو جیسے مومنات یا نہ ہو جیسے الرجال پس اس جمع کے فعل میں بھی اختیار ہے کہ علامت تانیث کی لائیں۔ مثلاً جاءت الرجال کہیں یا علامت تانیث کی نہ لائیں مثلاً جاء الرجال کہیں پھر جمع مذکر سالم کو اس حکم سے خارج کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسکے فعل میں علامت تانیث کا لانا بالکل جائز نہیں پس وہاں جاءت الزیدون نہیں کہہ سکتے ۷؎ قولہ وضمیر العاقلین الخ یعنی جو ضمیر بھی جمع مذکر عاقل کی طرف لوٹے جو جمع مذکر سالم کے غیر ہے تو وہ ضمیر دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ضمیر مستتر ہوگی جو بتاویل جماعت لوٹتی ہے جیسے الرجال جاءت اور یا فعلوا کی ضمیر بارز ہوگی جیسے الرجال جاؤا ۸؎ قولہ والنساء والایام الخ یعنی وہ ضمیر جو نساء اور ایام جیسی جمع کی طرف لوٹتی ہے وہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔ فعلت کی ضمیر ہوگی یا فعلن کی جیسے النساء قالت والنساء قلن اور الایام خلت والایام مضین ۱۲

وَالْمُذَكَّرُ بِخِلَافِهٖ ۱؎ وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ ۲؎ اَلتَّاءُ وَالْاَلِفُ

(مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — ای مالم یوجد فیہ علامۃ التانیث ۱۲ — خبر ۱۲)

مَقْصُوْرَةً اَوْ مَمْدُوْدَةً وَهُوَ ۳؎ حَقِيْقِيٌّ وَلَفْظِيٌّ فَالْحَقِيْقِيُّ مَا

(ای مونث ۱۲)

بِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِّنَ الْحَيَوَانِ كَامْرَاَةٍ وَّنَاقَةٍ وَاللَّفْظِيُّ

(بمقابلہ ۱۲ — ای ذکر کائن من جنس الحیوان احترازٌ من نخلۃ ۱۲)

بِخِلَافِهٖ كَظُلْمَةٍ وَعَيْنٍ وَاِذَا ۴؎ اُسْنِدَ الْفِعْلُ اِلَيْهِ

فَالتَّاءُ وَاَنْتَ ۵؎ فِيْ ظَاهِرِ غَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ بِالْخِيَارِ وَحُكْمُ ۶؎

ظَاهِرِ الْجَمْعِ غَيْرِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ مُطْلَقًا حُكْمُ ظَاهِرِ

غَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ وَضَمِيْرُ ۷؎ الْعَاقِلِيْنَ غَيْرَ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ

(باعتبار الجماعۃ ۱۲)

فَعَلَتْ وَفَعَلُوْا وَالنِّسَاءُ ۸؎ وَالْاَيَّامُ فَعَلَتْ وَفَعَلْنَ

(علیٰ ما یقتضیہ الاصل ۱۲)

المثنٰی[1] مَا لحِقَ اٰخرہٗ الفٌ (نحو مسلمان ۱۲) او یاءٌ (نحو مسلمین ۱۲) مفتوحٌ مَا
قبلہا ونونٌ مکسورۃٌ لیدلَّ علی انَّ معہٗ مِثلہٗ (احتراز من الجمع فان ماقبل یائہ مکسور فیہ ۱۲)
مِن جنسہٖ فالمقصور[2] ان کانت الفہٗ عن واو
وھو ثلاثی قلبت واوًا (حال ۱۲) والّا (وان لم یکن الفہ منقلبۃ من واو ۱۲) فبالیاء[3] و
الممدود[4] ان کانت ھمزتہٗ اصلیۃً (ای غیر زائدۃ ولا منقلبۃ ۱۲) ثبتت
وان کانت للتانیث قُلبت واوًا والّا فالوجہان[5] (جائزان ۱۲)
ویُحذف نونہٗ[6] للاضافۃ (ای نون المثنی ۱۲) وحُذفت تاء
التانیث فی خصیانِ والیانِ

---

[1] قولہ المثنی الخ یعنی تثنی وہ ہے جس کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ لاحق ہو اور یہ اس لئے کہ اس لحوق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غیر جیسا کہ اس کے ساتھ اس کے جنس سے ایک اور بھی ہے جیسے رجلان تثنیہ ہے اور اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ رجل کی ساتھ اور ایک رجل ہے [2] قولہ فالمقصور الخ یعنی ہر وہ اسم مقصور کہ اس کا الف واؤ سے بدلا ہو ہو اور ثلاثی ہو تثنیہ بناتے وقت اس کے الف کو واؤ سے بدل دیں گے اس لئے کہ اصل اس میں واؤ ہے نیز ثلاثی خفیف ہے پس خفت کی وجہ سے واؤ کے آنے میں ثقالت پیدا نہ ہوگی جیسے عصی اور عصوان ۱۲ [3] قولہ والا فبالیاء الخ یعنی اگر لفظ ثلاثی نہ ہو عام ازیں کہ اس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہو جیسے ملہی ملہیان یا کسی چیز سے بدلا ہوا نہ ہو جیسے حباری حباریان یا ثلاثی ہو مگر اس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہو جیسے رحی وارحیان یا کسی چیز سے بدلا ہوا نہ ہو جیسے فتی فتیان تو ان سب صورتوں میں اس الف کو یاء سے بدل لینگے کما ظہر بالامثلہ [4] قولہ والممدود یعنی اگر اسم کے آخر میں الف ممدودہ ہو تو تثنیہ بناتے وقت ہمزہ ثابت رہے گا بشرطیکہ اصلی ہو۔ اس لئے کہ اصل بقا کو مقتضی ہے جیسے قراء اور قراآن اور اگر ہمزہ تانیث کیلئے ہو تو تثنیہ بناتے وقت واؤ سے بدل جائیگی اس لئے کہ ثقالت میں واؤ ہمزہ کے قریب ہے جیسے حمراء اور حمراوان [5] قولہ والا فالوجہان الخ یعنی جب ہمزہ نہ اصلیہ ہو اور نہ تانیث کا تو اس وقت اس میں دو وجہ جائز ہیں ہمزہ کو ثابت رکھنا بھی جائز ہے اور واؤ سے بدل لینا بھی جیسے کساء ان اور کساوان [6] قولہ ویحذف نونہ للاضافۃ الخ یعنی اضافت کے وقت نون تثنیہ کو گرا دیا جاتا ہے اس لئے کہ نون تمامی کلمہ پر دلالت کرتا ہے اور اسم تام بغیر تغیر کے مضاف نہیں ہوتا [7] قولہ حذفت تاء التانیث الخ۔ خصیہ اور الیہ کی تثنیہ میں تاء تانیث کو گرا دینے میں اس لئے کہ خصیتین اور الیتین میں سے ہر ایک لازم الغیر ہے۔ پس دونوں بمنزلہ کلمہ واحد کے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ علامت تانیث وسط کلمہ میں نہیں ہوتی ۱۲

المجموع[1] ما دلّ علی احادٍ مقصودة بحروفِ مفردہٖ (ای قصدت فیہ ۱۲) بتغیّرٍ ما فنحو تمرٍ ورکبٍ[2] لیس بجمعٍ علی الاصحّ ونحو[3] فلکٌ جمعٌ وھو صحیحٌ[4] ومکسّرٌ (ای الجمع نوعان ۱۲) فالصحیح (لکون بناء واحدہ صحیحاً فیہ ۱۲) لمذکرٍ ولمؤنثٍ فالمذکر[5] (الجمع الصحیح ۱۲) ما لحق اٰخرہٗ (ای آخر مفردہ ۱۲) واوٌ (ای تلک الواو الوقتی الواو) مضمومٌ ما قبلھا او یاءٌ مکسورٌ ما قبلھا ونونٌ مفتوحۃٌ لیدلّ علی انّ معہٗ (ای مع ذلک الاسم ۱۲) اکثر منہ فان کان[6] اٰخرہٗ یاءٌ قبلھا کسرۃٌ حذفت (ای من ذلک الاسم ۱۲) مثل قاضُون وان کان[7] اٰخرہٗ مقصوراً حذفت الالفُ وبقیَ ما قبلھا مفتوحاً مثل مُصطفَون

[1] قولہ المجموع ما دل الخ. یعنی مجموع وہ اسم ہے جو اپنے حروف مفرد میں تھوڑے سے تغیر کے بعد افراد مقصودہ پر دلالت کرے. تعریف مذکور میں احاد مقصودہ کی قید سے اسماء اجناس خارج ہوگئے اس لئے کہ وہ واحد پر بھی دلالت کرتے ہیں. اور حروف مفردہ کی قید سے اسماء عدد اور قوم اور رہط وغیرہ خارج ہوگئے اس لئے کہ یہ اگرچہ احاد مقصودہ پر دلالت کرتے ہیں. مگر ان کا مفرد نہیں اور تغیر ما کی قید سے مثل رکب خارج ہوگیا اس لئے کہ اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا [2] قولہ فنحو تمر ورکب الخ یعنی پس مثل تمر اور رکب کے اصح مذہب کی بنا پر جمع نہیں ہیں بلکہ تمر اسم جنس ہے اس لئے کہ اس میں فرد مقصود نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق بعد پر بھی جائز ہے اور رکب راکب کی جمع نہیں. بلکہ اسم جمع ہے. اس لئے کہ فاعل کی جمع فعل کے وزن پر مسموع نہیں [3] قولہ ونحو فلک الخ یعنی فلک باوجودیکہ اس کا مفرد بھی فلک ہے جمع ہے اس لئے کہ تعریف جمع میں تغیر سے مراد عام ہے. تغیر حقیقی ہو یا حکمی. پس فلک میں اگرچہ تغیر حقیقی نہیں مگر تغیر حکمی ضرور ہے اس لئے کہ مفرد کی حالت میں اس کا وزن قفلٌ اور جمع کی صورت میں اس کا وزن اسدٌ ہے [4] قولہ وھو صحیح ومکسر الخ یعنی جمع کی دو صورتیں ہیں. جمع صحیح اور جمع مکسر جمع صحیح وہ ہے کہ بناء واحد کی اس میں سلامت رہے اور جمع مکسر وہ ہے کہ بناء واحد کی اس میں سلامت نہ رہے. جمع صحیح کی دو نوع ہیں. جمع صحیح مذکر اور جمع صحیح مونث [5] قولہ فالمذکر الخ یعنی جمع صحیح مذکر وہ اسم ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوح لاحق ہو تاکہ یہ لحوق اس امر پر دلالت کرے کہ مفرد کے ساتھ مفرد سے اکثر ہیں. جیسے مسلمون کہ وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ایک مسلم کے ساتھ ایک مسلم سے زیادہ یعنی دو یا چند ہیں [6] قولہ فان کان آخرہ یاء الخ یعنی پس اگر جمع صحیح کے مفرد کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو تو جمع بناتے وقت وہ یاء گر جائے گی. جیسے قاضون کہ اصل میں قاضیون تھا. پس اس تعلیل سے جو کتب صرف میں مفصل تحریر ہے. قاضون کر دیا گیا [7] قولہ وان کان آخرہ مقصورا الخ یعنی اگر جمع صحیح کے مفرد کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو وہ الف جمع میں التقائے ساکنین کی وجہ سے گر جائے گا جیسے مصطفون کہ اصل میں مصطفیون تھا. پس یاء بوجہ ماقبل مفتوح ہونے کے الف ہوگئی اور الف التقائے ساکنین کی وجہ سے گر گیا ۱۲

(بندہ مشیت اللہ دیوبندی غفرلہ)

اگر کوئی کہے کہ اس کا عکس کیوں نہیں کیا اس طرح پر کہ افعل فعلاء کی جمع تو جمع سالم آتی ہے اور افعل اسم تفضیل کی یہ جمع نہ آتی۔ جواب یہ ہے کہ اسم تفضیل میں معنی صفت کے زائد ہیں پس وہ اقوی ہے اور اشرف ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اس کی جمع بھی اشرف الجموع ہو اور وہ جمع سالم ہے ۳؎ قولہ ولا فعلان فعلی الخ یعنی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اسم صفت اس فعلان کے وزن پر نہ ہو کہ جس کا مؤنث فعلی کے وزن پر آتا ہے جیسے سکران کہ اس کا مونث سکری آتا ہے اس لئے کہ اگر اس فعلان کی جمع واؤ نون کے ساتھ آئے گی تو اس میں اور فعلان فعلانۃ میں التباس پیدا ہو جائے گا۔ پس التباس سے بچنے کے لئے فعلان فعلی کی جمع واؤ نون کے ساتھ نہ آئے گی اور اگر کوئی کہے کہ اس کا عکس کیا نہیں کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ اصل فرق میں درمیان مذکر اور مونث کے تاء ہے اور یہ فعلان فعلانۃ میں موجود ہے پس مناسب یہ ہے کہ اس کی جمع اشرف الجموع ہو۔ نیز موم عکس کی جمع واؤ نون کے ساتھ لائی جائے کہ جس کا مونث فعلی ہے تو لازم آئے گا کہ اس کے مونث کی جمع الف تاء کی ساتھ لائی جائے اس لئے کہ یہ جمع تصحیح ہے حالانکہ اس کے مونث کی جمع کا الف تاء کی ساتھ آنا لازم نہیں ۴؎ قولہ ولا مستویا فیہ مع المونث الخ یعنی چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ اسم صفت ایسا نہ ہو کہ جس میں مذکر و مونث برابر ہوں جیسے جریح و صبور اس لئے کہ اگر ایسے اسم صفت کی جمع کو واؤ نون کے ساتھ لایا جائے گا۔ تو اس کا اختصاص مذکر کے ساتھ لازم ہوگا۔ حالانکہ وہ مذکر کے ساتھ مختص نہیں ۵؎ قولہ ولا بتاء التانیث الخ۔ یعنی پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ اسم صفت تاء تانیث کے ساتھ ملتبس نہ ہو اس لئے کہ ذو التاء کی جمع اگر واؤ نون کے ساتھ لائی جائے گی تو دو صورتیں ہیں۔ واؤ نون کو تاء سے پیشتر لائیں گے یا تاء کے بعد اول صورت ممتنع ہے اس لئے کہ اس صورت میں علامت تانیث کا دوسرے کلمہ میں داخل ہونا لازم آتا ہے اور دوسری صورت بھی ممتنع ہے اس لئے کہ اس وقت علامت تانیث کا وسط کلمہ میں داخل ہونا لازم آتا ہے اور وہ ناجائز ہے ۶؎ قولہ وتحذف نونہ الخ۔ ای نون الجمع یعنی اضافت کی وجہ سے نون کو گرا دیتے ہیں۔ جیسے مسلوا القوم اور علت اس کی وہی ہے جو کہ تثنیہ میں گزری ۱۲ ۷؎ قولہ وقد شذ الخ۔ یعنی سنۃ بالفتح اور ارض کے مانند جمع کو واؤ نون کے ساتھ لانا شاذ ہے اس لئے کہ اول اسم غیر صفتی ہے اور اس میں عقل اور تذکیر اور علمیت کی شرطیں نہیں پائی جاتی ہیں اور یہی حال ثانی کا ہے پس سنین اور ارضین ان کی جمع شاذ ہیں ۱۲

(بندہ مشیت اللہ دیوبندی)

وشرطہ[1] اِن کانَ اسماً فمذکرٌ علمٌ یعقل واَن[2] کان صفۃً
خبر صفۃ ۱۲

فمذکرٌ یعقل واَنْ لایکونَ افعلَ فعلاءِ مثل احمر
ای مؤنثہ

حمراءِ ولافعلان[3] فعلیٰ نحو سکرانَ ولامستویاً[4] فیہ
ای مونثہ فعلی ۱۲

مع المؤنث مثل جریحٍ وصبورٍ ولابتاءِ[5] التانیثِ مثل
البصیر ۱۲

علّامۃٍ وتحذفُ[6] نونُہ بالاضافۃِ وقد[7] شذّ نحو سِنین و
رجل ۱۲　　ای نون الجمع ۱۲

۱؎ قولہ وشرطہ ان کان اسما الخ۔ یعنی جمع مذکر صحیح کی شرط یہ ہے کہ اگر وہ اسم ہو تو مرکب ذوی العقول کا علم ہو۔ اور مراد مذکر سے یہ ہے کہ تاء مذکور اور مقدرہ سے خالی ہو تا کہ مثل طلحۃ اور عین اس حکم سے خارج ہو جائیں اس لئے کہ ان کی جمع سالم نہیں آسکتی اور یہ شرط اس وجہ سے ہے کہ جمع تمام مجموع میں اشرف ہے اور مذکر عاقل بھی اشرف ہے پس اشرف اشرف کو دیا تا کہ تناسب باقی رہے ۲؎ قولہ وان کان صفۃ الخ یعنی جب اسم مذکور صفت ہو جیسے اسم فاعل۔ اسم مفعول وغیرہ تو اس کی جمع صحیح کے لئے چند شرطیں ہیں ایک یہ کہ وہ مذکر عاقل ہو اور اس کی علت وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اسم صفت اس افعل کے وزن پر نہ ہو کہ جس کا مونث فعلاء کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے احمر حمراء اس لئے کہ اس افعل کی جمع بھی اس وزن پر آتی ہے کہ جس کا مونث فعلی ہوتا ہے۔ پس اگر افعل فعلی کی جمع بھی اس وزن پر آئے گی تو دونوں افعل کے درمیان التباس پیدا ہو جائے گا اور

المؤنث مَا لحق آخره الفٌ وتاءٌ وشرطه ان
(ای الجمع الصحیح) (ای آخر مفردہ ۱۲)

کان صفة وله مذکر فان یکون مذکره بالواو والنون
(ای لمذکر الاسم ۱۲)

وان لم یکن له مذکر فان لا یکون مجردًا کحائضٍ والّا

جمع مطلقًا جمع التکسیر ما تغیر بناء واحده کرجالٍ

وافراسٍ جمع القلة اَفعُلٌ واَفعَالٌ واَفعِلَةٌ وفِعلَةٌ و

الصحیح وما عدا ذلك جمع کثرة المصدر اسم

للحدث الجاری علی الفعل وهو من الثلاثی المجرد
(ای المصدر ۱۲)

سماعٌ ومن غیره قیاسٌ ویعمل عمل فعله ماضیًا وغیره
(ای قیاس ۱۲) (ای سماعی ۱۲) (ای غیر الثلاثی المجرد ۱۲)

لہ قولہ المؤنث مالحق آخرہ الخ. یعنی جمع مؤنث سالم وہ ہے کہ جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء لاحق ہو جمع مؤنث سالم کی شرط جب کہ اس کا مفرد اسم صفت ہو اور اسم مفرد کا مذکر بھی ہو یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ لائی جاتی ہو۔ تاکہ مزیت فرع کی اصل پر لازم نہ آئے۔ اور جب اس کے مفرد کا مذکر نہ ہو تو اس کے جمع مؤنث سالم بنانے کی شرط یہ ہے کہ وہ لفظاً تاء تانیث سے خالی نہ ہو جیسے حائض کہ اس کی جمع حائضات نہیں آتی بلکہ ذوالتاء یعنی حائضۃ کی جمع حائضات آتی ہے۔ پس اگر حائض کی جمع بھی حائضات آئے تو التباس پیدا ہو جائیگا اور یہ معلوم نہ ہو گی۔ کہ حائضات حائضۃ کی جمع ہے یا حائض کی۔ پھر حائض اور حائضۃ کے درمیان لفظاً تو فرق اس لئے ضروری ہے کہ ان دونوں میں معنی تفریق ہے اس لئے حائض زن بالغہ کو کہتے ہیں۔ یعنی اس کو کہ جس میں حیض کی صلاحیت ہے اور حائضۃ اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الحال حیض میں مبتلا ہے۔ ۲ قولہ والا جمع مطلقاً الخ یعنی اگر وہ اسم صفتی نہ ہو بلکہ اسم محض ہو تو اس وقت بلا اعتبار شرط کے الف اور تاء کے ساتھ جمع لائی جائیگی۔ ۳ قولہ جمع التکسیر الخ یعنی جمع تکسیر وہ ہے کہ جس میں بناء واحد کی سلامت نہ ہے۔ جیسے رجال کہ رجل کی جمع ہے اور اس میں صورت رجل کی باقی نہیں رہتی ۴ قولہ جمع القلۃ الخ یعنی جمع دو قسم پر ہے جمع قلت اور جمع کثرت جمع قلت وہ ہے کہ جس کا اطلاق تین سے لے کر دس تک کیا جائے اس کے اوزان یہ ہیں (۱) اَفعُل جیسے اکلب (۲) افعال جیسے اقوال (۳) اَفعِلۃ جیسے اشربۃ (۴) فِعلۃ جیسے غلمۃ (۵) جمع مذکر سالم (۶) جمع مؤنث سالم پس مصنف نے اپنے قول والصحیح سے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جمع صحیح کے یہ دو وزن بھی جمع قلت کے اوزان سے ہیں ۵ قولہ وما عدا ذلک جمع کثرۃ الخ یعنی ان اوزان مذکورہ کے ماسوا جتنے اوزان ہیں وہ سب جمع کثرت کے ہیں۔ جمع کثرت وہ ہے کہ اس کا اطلاق دس سے لے کر الی مالا نہایۃ تک کیا جائے ۶ قولہ المصدر اسم للحدث الخ یعنی مصدر اس حدث کو کہتے ہیں جو اپنے فعل کی اصل ہے اور فعل اس سے بنایا جاتا ہے ۷ قولہ وہو من الثلاثی المجرد الخ یعنی مصادر ثلاثی مجرد کے سماعی ہیں اور مراح الارواح میں ہے کہ سیبویہ کے نزدیک اس کے اوزان تیس ہیں ۸ قولہ ومن غیرہ قیاس الخ یعنی غیر ثلاثی مجرد کے اوزان مصدر کے قیاسی ہیں ۹ قولہ ویعمل عمل فعلہ الخ یعنی مصدر اپنے فعل کا سا عمل کرتا ہے پس اگر فعل لازم ہے تو فعل لازم کا سا عمل کرے گا اور متعدی ہے تو فعل متعدی کا سا عمل کریگا خواہ مصدر بمعنی ماضی ہو یا بمعنی حال استقبال پھر ماضیا وغیرہ سے یہ تقسیم کی گئی ہے کہ کسی کو یہ توہم نہ ہو کہ مصدر اگر بمعنی ماضی ہوگا تو عمل کریگا جیسا کہ اسم فاعل اور اسم مفعول بمعنی ماضی عمل نہیں کرتا اور مصدر بمعنی ماضی عمل کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل و اسم مفعول تو مشابہت مضارع کی وجہ سے عمل کرتا ہے اور مصدر بالذات عمل کرتا ہے پس مصدر کے عامل ہونے میں حاجت معنی حال اور استقبال کی نہیں ۱۲

لہ قولہ ذالم یکن مفعولاً مطلقاً الخ یعنی مصدر مذکور اس وقت عمل کرے گا جب کہ وہ مفعول مطلق نہ ہو اس لئے کہ اس وقت عمل فعل کا ہوتا ہے نہ کہ مصدر کا جیسا کہ عنقریب آئے گا ان شاء اللہ تعالے ۔ ؎ قولہ ولا یتقدم معمولہ الخ یعنی معمول مصدر کا مصدر پر مقدم نہیں ہوتا اس لئے کہ مصدر حالل ضعیف ہے اور ضعیف العمل معمول مقدم میں عمل نہیں کرتا پس اعجبنی عمراً ضربُ زید ناجائز ہے ؎ قولہ ولا یضمر فیہ الخ یعنی مصدر میں ضمیر فاعل کی مستتر نہیں ہوتی اس لئے کہ اگر مصدر مفرد میں ضمیر فاعل کی ہوگی تو مفرد پر قیاس کر کے اس کے تثنیہ اور جمع میں بھی ضمیر ماننی پڑے گی اور اس وقت تثنیہ اور جمع میں دو تثنیہ اور جمع کا ہونا لازم آئے گا ۔ ایک فاعل کے لئے اور دوسرا مصدر کیلئے اسلئے کہ مصدر میں بلحاظ نفس ذات کے تثنیہ اور جمع ہوتا ہے ۔ بخلاف فعل کے کہ اس میں ضمیر لانا جائز اس وجہ سے ہے کہ اس میں تثنیہ اور جمع صرف باعتبار فاعل کے ہوتا ہے نہ باعتبار نفس فعل کے والتفصیل فی الرضی ارجع الیہ ؎ قولہ ولا یلزم ذکر الفاعل الخ یعنی مصدر میں ذکر فاعل کا ضروری نہیں اس لئے کہ تصور مصدر کا فاعل پر موقوف نہیں ہے علاوہ ازیں اگر ذکر فاعل کا مصدر میں ضروری ہوگا تو جب غائب کا ذکر پہلے ہو چکا مصدر میں ضمیر مستتر ماننی پڑے گی جیسا کہ فعل میں ہوتی ہے اور اضمار مصدر میں ممتنع ہے کما مر انفا وہکذا نقل الرضی عن المصنف رح ؎ قولہ واعمالہ باللام قلیل الخ یعنی عمل مصدر کا لام کے ساتھ قلیل ہے اور شرح میں وجہ اس کی طویل مذکور ہے اور مختصر توجیہ یہ ہے کہ مصدر تقدیر میں اس فعل کے ہوتا ہے جو کہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور فعل یا ان پر لام تعریف داخل ہونا جائز نہیں پس مناسب یہ ہے کہ مصدر ماول بہ پر بھی لام داخل نہ ہوں ۔ لیکن چونکہ مصدر عامل بالذات ہے اس لئے اس پر لام تعریف کا داخل ہونا بر سبیل قلت جائز ہے کما قال الشاعر ضعیف النکایۃ اعداءہ یخال الفرار یراخی الاجل ؎ قولہ فان کان مطلقاً الخ یعنی جب مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل صرف فعل کے ہی لئے ہوگا اس لئے کہ مصدر بتقدیر فعل یا ان کے عمل کرتا ہے اور تقدیر مفعول مطلق کی فعل یا ان کے ساتھ صحیح نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ معنی ضربت ضرباً کے ضربت ان ضربت کے نہیں ہو سکتے ؎ قولہ وان کان بدلاً منہ الخ یعنی اگر فعل محذوف ہو اور مفعول مطلق اس کا قائم مقام ہو تو اس وقت دو وجہ جائز ہیں ایک یہ کہ فعل کو عمل دیں اس لئے کہ وہ اصل ہے دوسرے یہ کہ مفعول مطلق کو عمل دیں اس لئے کہ قائم مقام فعل کا ہے ۔ پھر مفعول مطلق کے عمل دینے کی بھی دو صورتیں ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ فعل کا نائب ہو کر عمل کرے گا اور بعض کہتے ہیں کہ بالاصالۃ اور بالاستقلال اس کا عمل ہوگا اس لئے کہ وہ اس وقت مثل فعل کے ہے نہ بتاویل فعل کے ؎ قولہ اسم فاعل اشتق الخ یعنی اسم فاعل وہ اسم ہے کہ جو فعل یعنی مصدر سے اس ذات کے لئے مشتق ہو کہ جس کیساتھ یہ فعل بطریق حدوث اور تجدد قائم ہے پس لمن قام بہ کی قید سے اسم مفعول اور اسم تفضیل سے احتراز ہے اور بمعنی الحدوث کی قید سے صفت مشبہ سے احتراز ہے ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا صیغہ فاعل کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے ہر باب کے فعل مضارع کے وزن پر آتا ہے ۔ مگر تھوڑے سے تغیر کیساتھ اسمیں بجائے حرف مضارع کے میم مضموم ہوتا ہے اور ماقبل آخر کو کسرہ دیا جاتا ہے جیسے مدخل اور مستغفر ۱۲

اذا لم یکن [۱] مفعولاً مطلقاً ولا یتقدم [۲] معمولہ علیہ ولا
(ای معمول المصدر ۱۲ ای علی المصدر ۱۲)

یضمر [۳] فیہ ولا یلزم [۴] ذکر الفاعل ویجوز اضافتہ الی
(معمولہ ۱۲ ای فی المصدر ۱۲ فاعل المصدر ۱۲ المصدر ۱۲)

الفاعل وقد یضاف الی المفعول واعمالہ [۵] باللام قلیل
(قلیلا ۱۲)

فان [۶] کان مطلقاً فالعمل للفعل وان کان [۷] بدلاً منہ
(ای المصدر ۱۲ مفعولا مطلقا ۱۲ ای الفعل ۱۲)

فوجہان اسم [۸] الفاعل ما اشتق من فعل لمن
(مبتدا خبر ۱۲)

قام بہ بمعنی الحدوث وصیغتہ من الثلاثی المجرد

(المجرد الثلاثی)
علی فاعل ومن غیرہ علی صیغۃ المضارع بمیم

مضمومۃ وکسر ماقبل الآخر کمدخل ومستغفر

و[1] یعمل عمل فعله بشرط معنى الحال او الاستقبال و

اى حال كونه متلبسا بشرط الخ

[2] الاعتماد على صاحبه او[3] الهمزة او ما فان[4] كان للماضى

وجبت الاضافة معنى خلافا للكسائى فان[5] كان

له معمول آخر فبفعل مقدر نحو زيد معطى عمرو درهما

اى فهو متلبس بتقدير فعل مقدر دل عليه اسم الفاعل ۱۲

امس فان دخلت[6] اللام استوى الجميع وما[7] وضع

اى على اسم الفاعل ۱۲ — اى الماضى والحال والاستقبال ۱۲

منه للمبالغة كضراب وضروب ومضراب و

مبتداء ۱۲

عليم وحذر مثله والمثنى[8] والمجموع مثله

خبر ۱۲

و[9] يجوز حذف النون مع العمل والتعريف تخفيفا

---

[1] قولہ ویعمل عمل فعلہ الخ۔ یعنی اسم فاعل اپنے فعل کا سا عمل کرتا ہے خواہ وہ فعل لازم ہو یا متعدی لیکن شرط یہ ہے کہ اسم فاعل معنی میں حال یا استقبال کے ہو اس لئے کہ اسم فاعل فعل مضارع کے ساتھ صورۃً ومعنیً مشابہ ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے پس ضروری ہے کہ وہ معنی میں حال یا استقبال کے ہو تا کہ مضارع کے ساتھ مشابہت معنوی بھی متحقق ہو جائے [2] قولہ والاعتماد علیہ الخ یہ اسم فاعل کے عمل کرنے کی دوسری شرط ہے اور مطلب یہ کہ وہ اپنے صاحب پر کہ مبتدأ یا موصوف یا موصول یا ذوالحال ہے اعتماد رکھے۔ اسلئے کہ وہ عامل ضعیف ہے پس اعتماد کو چاہتا ہے [3] قولہ اوالہمزۃ اوما الخ۔ یعنی اسم فاعل اپنے صاحب پر اعتماد رکھے یا ہمزہ استفہام اور ما نافیہ پر جیسا کہ قسم ثانی مبتدا میں ہوتا ہے۔ جیسے اقائم زیدٌ [4] قولہ فان کان للماضی الخ یعنی اگر اسم فاعل معنی میں ماضی کے ہو تو اضافت معنوی واجب ہوگی اور وہ عمل نہیں کریگا اس لئے کہ اسکے عمل کرنے کی شرط یعنی معنی میں حال یا استقبال کے ہونا مفقود ہے بخلاف کسائی کے کہ اس کے نزدیک صورت مذکورہ میں بھی اضافت معنوی واجب نہیں بلکہ اسم فاعل خواہ معنی میں ماضی کے ہو یا مضارع کے ہر صورت میں عمل کرے گا۔ اور اگر اضافت کریں تو اضافت لفظی ہوگی [5] قولہ فان کان لہ معمول آخر الخ یعنی جب اسم فاعل بمعنی ماضی کا مضاف الیہ کے سوا کوئی دوسرا معمول ہو تو اس معمول کا نصب فعل مقدر سے ہوگا نہ کہ اسم فاعل سے جیسے زید معطی عمرا درہما امس ای اعطی درہما اور یہ مذہب جمہور کا ہے [6] قولہ فان دخلت اللام الخ یعنی اگر اسم فاعل پر الف ولام داخل ہو تو اس وقت ہر حال میں عمل کرے گا خواہ معنی میں مضارع کے ہو یا ماضی کے اس لئے کہ الف ولام موصول ہے اور اس کے لئے صلہ اس کے مابعد میں لازم ہے اور صلہ جملہ ہوتا ہے۔ پس گویا کہ وہ اسم فاعل خود فعل ہے۔ لہٰذا ہر معنی میں عمل کرے گا۔ جیسے مررت بالضارب ابوہ زیدا امس [7] قولہ وما وضع منہ الخ یعنی ہر وہ اسم جو اسم فاعل سے مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہے جیسے ضراب اور ضروبٌ وغیرہ عمل اور شروط عمل میں اسم فاعل کی طرح ہے [8] قولہ المثنیٰ والمجموع الخ۔ یعنی اسم فاعل اور مبالغہ کا تثنیہ اور جمع اشتراط اور عمل میں مثل اسم فاعل مفرد کی ہے [9] قولہ ویجوز حذف النون الخ یعنی اسم فاعل کے نون کا حذف کرنا جائز ہے جب کہ یہ دو شرطیں پائی جائیں۔ ایک یہ کہ وہ عامل ہو دوسرے یہ کہ معرفہ ہو اور یہ حذف تخفیف اور تقلیل تطویل کے لئے ہے۔ جیسے بالمقیمی الصلوٰۃ اس قرأت پر کہ صلوٰۃ کو منصوب پڑھا جائے اور جب اضافت کریں تو حذف نون کا واجب ہوگا ۱۲۔

[۱] قولہ اسم مفعول ما اشتق اھ اسم مفعول وہ اسم ہے کہ جو مصدر سے اس ذات کے لئے مشتق ہو کہ جس پر فعل کا وقوع ہوتا ہے اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے اس کا صیغہ اس باب کے اسم فاعل کے وزن پر ہوتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ اسم مفعول میں ماقبل آخر کو فتحہ ہوتا ہے [۲] قولہ وامرہ فی العمل والاشتراط الخ یعنی عمل نصب اور اشتراط عمل میں اسم مفعول کا حال اسم فاعل جیسا ہے پس اسم مفعول کے عمل کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ معنی میں حال یا استقبال کے ہو اور امور مذکورہ میں سے کسی ایک پر اعتماد کئے ہوئے ہو اور جب

اسمُ المفعولِ[۱] ما اشتق من فعلٍ لمن وقع علیہ (الاسم ۱۲)

وصیغتہ (ای اسم المفعول ۱۲) من الثلاثی علی مفعولٍ (غالبا المضروب والمنصور ۱۲) ومن غیرہ (ای غیر الثلاثی ۱۲)

علی صیغۃِ الفاعلِ بفتحِ ما قبلَ الاٰخرِ کمستخرجٍ و

امرُہ[۲] (اسم المفعول ۱۲) فی العملِ والاشتراطِ کامرِ الفاعلِ مثل زیدٌ

معطًی غلامُہ درھمًا الصفۃُ[۳] المشبّہۃُ (مفعول لم یسم فاعلہ ۱۲) ما اشتق من (اسم الفاعل ۱۲)

فعلٍ لازمٍ لمن قام بہ علی معنی الثبوتِ وصیغتُہا[۴] (ای صفۃ المشبہۃ ۱۲)

مخالفۃٌ لصیغۃِ الفاعلِ علی حسبِ السماعِ

کحَسَنٍ وصعبٍ وشدیدٍ وتعمل[۵] عملَ فعلِہا مطلقًا

اسم مفعول معرف باللام ہو تو بمعنی ماضی ہو کر بھی عمل کرے گا جیسے زید معطی غلامہ درہما [۳] قولہ الصفۃ المشبہۃ الخ یعنی صفت مشبہ وہ اسم ہے کہ جو فعل لازم یعنی مصدر لازم سے اس ذات کے لئے مشتق کیا گیا ہو کہ جس کے ساتھ وہ فعل بطور ثبوت قائم ہے پس قولہ علی معنی الثبوت قام کے متعلق ہے اور اس قید سے اسم فاعل خارج ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس میں معنی حدث کے ہیں کما مر [۴] قولہ وصیغتہا مخالفۃ الخ یعنی صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل کے صیغہ کے مخالف ہے تا آنکہ اوزان صفت مشبہ کے سماعی ہیں جیسے حسن اور صعب اور شدید کہ امثلہ مذکورہ میں سے ایک بھی اسم فاعل کا صیغہ نہیں بہر حال

صفت مشبہ اور اسم فاعل میں فرق ہے اور یہ کہ فرق تین طرح پر ہے ایک یہ کہ صفت مشبہ میں صفت ہوتی یعنی دائمی ہوتی ہے اور اسم فاعل میں حدوثی یعنی عارضی دوسرے یہ کہ صفت مشبہ کے صیغہ اسم فاعل کے صیغہ کے مخالف ہیں تیسرے یہ کہ صفت مشبہ کے صیغے سماعی ہیں اور اسم فاعل کے قیاسی [۵] قولہ وتعمل عمل فعلہا الخ یعنی صفت مشبہ اپنے فعل لازم کا سا عمل کرتا ہے۔ بغیر شرط زمانہ حال یا استقبال کے اس لئے کہ اس میں ثبوت کے معنی ہیں حدوث کے نہیں کہ کسی زمانہ کا اعتبار کیا جائے ۱۲ -

۱؎ قولہ وتقسیم مسائلها الخ یعنی تقسیم اقسام صفت مشبہ کی یہ ہے کہ صفت مشبہ یا تو معرف باللام ہوگا۔ یا مجرد عن اللام اور ہر تقدیر پر معمول اس کا مضاف ہوگا یا معرف باللام یا دونوں سے مجرد کہ نہ مضاف ہو اور نہ معرف باللام پس تین کو دو میں ضرب دینے سے چھ صورتیں برآمد ہوتی ہے ۲؎ قولہ والمعمول فی کل واحد الخ یعنی پھر دیکھنا چاہیے کہ اقسام ستہ میں سے صفت مشبہ کا معمول کس قسم کا ہے مرفوع یا منصوب یا مجرور پس اس وقت ان تین کو چھ میں ضرب دینے سے کل اٹھارہ صورتیں ہوئیں ۳؎ قولہ فالرفع الخ یعنی صفت مشبہ کے معمول میں رفع فاعل ہونے کی بنا پر ہوگا۔ اور اس کا نصب جب وہ معمول معرفہ ہو مفعول کی ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ہوگا نہ کہ مفعولیت کی بنا پر اس لئے کہ فعل لازم مفعول کو نہیں چاہتا اور نکرہ ہو تو نصب بنا بر تمیز ہونے کے ہوگا۔ جیسے الحسن الوجہ۔ ۴؎ قولہ وتفصیلها یعنی مفصل اقسام صفت مشبہ کے ضمن میں امثلہ جزئیہ کے یہ ہیں۔ ۵؎ قولہ حسن وجهه الخ یعنی حسن وجہہ میں تین وجوہ ہیں (۱) صفت کی تنوین اور وجہہ کا بنا بر فاعلیت کے رفع (۲) وجہہ کا نصب بنا پر تشبیہ بمفعول کے (۳) تنوین صفت کا حذف اور بنا پر اضافت کے وجہہ کا جر ۶؎ قولہ وکذالک حسن الوجہ الخ یعنی اسی طرح حسن الوجہ اور اور حسنٌ وجہٌ میں تین تین وجہ ہیں، جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہے

وَتَقْسِيمُ۱ مَسَائِلِهَا اَنْ تَكُونَ الصِّفَةُ بِاللَّامِ وَمُجَرَّدَةً
(الصفة المشبهة ۱۲ — عن اللام ۱۲)

وَمَعْمُولُهَا مُضَافًا اَوْ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدًا عَنْهُمَا فَهٰذِهِ سِتَّةٌ
(اى الصفة المشبهة ۱۲ — اى الاقسام ۱۲)

وَالْمَعْمُولُ۲ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا مَرْفُوعٌ وَمَنْصُوبٌ وَمَجْرُورٌ
(اى من الاقسام المذكورة ۱۲)

فَصَارَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ فَالرَّفْعُ۳ عَلَى الْفَاعِلِيَّةِ وَالنَّصْبُ عَلَى
(اى نصب المعمول ۱۲)

التَّشْبِيهِ بِالْمَفْعُولِ فِي الْمَعْرِفَةِ وَعَلَى التَّمْيِيزِ فِي النَّكِرَةِ

وَالْجَرُّ عَلَى الْاِضَافَةِ وَتَفْصِيلُهَا۴ حَسَنٌ وَجْهُهُ۵ ثَلٰثَةٌ وَكَذٰلِكَ۶
(مبتدا وقوله حسن وجهه الخ بتاويل هذا خبره ۱۲)

حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنٌ وَجْهٌ الْحَسَنُ وَجْهَهُ الْحَسَنُ الْوَجْهِ الْحَسَنُ وَجْهٌ

اقسام صفت مشبہ

- معرف باللام
  - معمول مضاف ہو — رفع، نصب، جر
  - معمول معرف باللام — رفع، نصب، جر
  - معمول دونوں سے خالی ہو — رفع، نصب، جر
- غیر معرف باللام
  - معمول مضاف ہو — رفع، نصب، جر
  - معمول معرف باللام — رفع، نصب، جر
  - معمول دونوں سے خالی ہو — رفع، نصب، جر

اثنان[۱] منہا ممتنعان مثل الحسن وجہہ والحسن وجہٍ

واختلف[۲] فی حسنِ وجہہ والبواقی[۳] ما کان فیہ ضمیر

واحد منہا احسن وما کان فیہ ضمیران حسن وما

لا ضمیر[۴] فیہ قبیح ومتی رفعت[۵] بہا فلا ضمیر فہی کالفعل (ای بالصفۃ المشبہۃ)

والا ففیہا[۶] ضمیر الموصوف فتؤنث وتثنی وتجمع واسما (ای فی الصفۃ ۱۲) (ای الصفت ۱۲)

الفاعل[۷] والمفعول غیر المتعدیین مثل الصفۃ فیما ذکر

---

[۱] قولہ اثنان منہا ممتنعان الخ۔ یعنی اقسام مذکورہ میں سے دو قسمیں ممتنع ہیں ایک تو الحسن وجہہ یعنی صیغہ صفت معرف باللام ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اس لئے کہ یہ بلا تخفیف کے اضافت لفظی ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ حسن کی تنوین الف ولام کی وجہ سے ساقط ہوتی ہے۔ پس ترکیب مذکورہ جائز نہ ہوگی۔ دوسرے الحسن وجہ یعنی صفت معرف باللام اپنے معمول مجرد عن اللام کی طرف مضاف ہو اور وجہ اس ترکیب کے ممتنع ہونے کی یہ ہے کہ ہر چند اس اضافت نے ضمیر کے حذف اور صفت میں اس کے مستتر ہونے کا فائدہ دیا مگر چونکہ اس میں اضافت معرفہ کی نکرہ کی طرف ہے۔

لہذا جائز نہ ہوگی اس لئے کہ مقصود یہ ہے کہ اضافت نکرہ کی معرفہ کی طرف ہو نہ یہ کہ اضافت معرفہ کی نکرہ کی طرف ہو [۲] قولہ واختلف فی حسن وجہہ الخ یعنی جب کہ صفت معرف باللام اپنے اس معمول کی طرف مضاف ہو جو کہ ضمیر موصوف کی طرف مضاف ہے تو اس صورت میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ترکیب حسن صحیح ہے اس لئے کہ اضافت سے اس میں تخفیف پائی گئی ہے تنوین محذوف ہوگئی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ صورت قبیح ہے اس لئے کہ اصل تخفیف میں یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے ہو اور یہاں مضاف الیہ میں تخفیف نہیں ہوتی اس لئے اسم سے ضمیر محذوف نہیں ہوتی [۳] قولہ والبواقی ما کان فیہ الخ یعنی اٹھارہ قسموں میں سے پندرہ قسمیں جو باقی رہ گئی ہے ان میں سے ہر وہ قسم کہ جس میں صرف ایک ضمیر ہے احسن ہے اس لئے کہ اس میں ضمیر بقدر حاجت ہے اور وہ ہر قسم کہ جس میں دو ضمیریں ہیں وہ حسن ہے اس لئے کہ وہ زائد از حاجت ضمیر پر مشتمل ہے اگرچہ مقصود کے لئے وافی ہے [۴] قولہ وما لا ضمیر فیہ الخ یعنی ہر وہ قسم کہ جس میں کوئی ضمیر نہیں ہے قبیح ہے اس لئے کہ ضمیر نہ ہونے کی وجہ سے مقصود فوت ہو جائے گا۔ اور موصوف کا صفت کے ساتھ ربط نہ ہوگا۔ [۵] قولہ ومتی رفعت بہا الخ اب یہاں سے مصنف رح ضمیر کے پہچاننے کا ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جب صفت مشبہ کے معمول کو مرفوع پڑھا جائے گا تو اس وقت اس میں کوئی ضمیر نہ ہوگی اس لئے کہ اس کا یہ معمول فاعل ہے اور صفت اس وقت مثل فعل کے ہے۔ پس جس طرح فعل کو فاعل کے مثنی اور مجموع ہونے کی حالت میں تثنیہ اور جمع نہیں لاتے۔ اسی طرح اس صفت کو فاعل کے مثنی اور مجموع ہونے کی حالت میں مثنی اور مجموع نہیں لائیں گے [۶] قولہ والا ففیہا ضمیر الخ یعنی جب صفت کے معمول کو مرفوع نہ پڑھیں تو اس وقت اس میں ضمیر موصوف ہوگی۔ پس موافق موصوف کے صفت کو مونث اور مذکر اور تثنیہ اور جمع لائینگے [۷] قولہ اسما الفاعل والمفعول الخ یعنی وہ اسم فاعل جو غیر متعدی ہو یعنی فعل لازم سے مشتق ہو جیسے قائم اور وہ اسم مفعول جو غیر متعدی ہو اور مراد عدم تعدیہ اسم مفعول سے یہ ہے کہ دوسرے مفعول کو نہ چاہے۔ پس یہ دونوں مثل صفت کے ہیں۔ اٹھارہ قسموں مذکورہ بالا میں اور اس میں کہ بعض صورتیں ان کی حسن اور بعض احسن اور بعض ممتنع اور بعض قبیح ہیں وعلیک باستخراج الامثلہ ۱۲۔

اسْمُ التَّفضِيْلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَوْصُوْفٍ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهِ وَهُوَ اَفْعَلُ وَشَرْطُهُ اَنْ يُبْنٰى مِنْ ثُلَاثِيٍّ مُجَرَّدٍ لِيُمْكِنَ مِنْهُ لَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ لِاَنَّ مِنْهُمَا اَفْعَلُ لِغَيْرِهِ مِثْلُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَاِنْ قُصِدَ غَيْرُهُ تُوُصِّلَ اِلَيْهِ بِاَشَدَّ مِثْلُ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ اسْتِخْرَاجًا وَبَيَاضًا وَعَمًى وَقِيَاسُهُ لِلْفَاعِلِ وَقَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُوْلِ نَحْوُ اَعْذَرُ وَاَلْوَمُ وَاَشْغَلُ وَاَشْهَرُ وَيُسْتَعْمَلُ عَلٰى اَحَدِ ثَلٰثَةِ اَوْجُهٍ مُضَافًا اَوْ بِمِنْ اَوْ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ

يعني الالوان والعيب ۱۲ — احتراز عن احمر واصفر ۱۲ — احتراز عن اعمی واعور — ای بغیر التفضیل ۱۲ — مثال اللون ۱۲ — مثال العیب ۱۲ — معذور تر ۱۲ — ملوم تر ۱۲ — مشغول تر ۱۲ — مشہور تر ۱۲

لے قولہ اسم التفضیل ما اشتق الخ یعنی اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل لغوی یعنی مصدر سے اس لئے مشتق ہو کہ اس ذات پر دلالت کرے جس میں باعتبار کسی دوسری چیز کے معنی مصدر سے زیادہ تر پائے جاتے ہیں ۲ے قولہ وہو افعل الخ۔ یعنی اس کا وزن افعل ہے جیسے افضل اور جاننا چاہئے کہ خیر وشر بھی اسم تفضیل کے صیغے ہیں اصل میں اخیر اور اشر تھے الف کو تخفیف کے لئے گرا دیا گیا ۳ے قولہ وشرطہ ان یبنی الخ یعنی افعل کی شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے بنایا جائے اس لئے کہ وہ اس کے غیر سے ممکن نہیں وہو ظاہر۔ اور ثلاثی مجرد بھی ایسا ہو کہ معنی میں لون وعیب کے نہ ہو اس لئے کہ جو ثلاثی مجرد لون وعیب کے معنی میں ہوتا ہے اس سے صیغہ افعل کا غیر اسم تفضیل کے لئے آتا ہے۔ پس اگر لون وعیب سے بھی افعل کا صیغہ اسم تفضیل کے لئے بنایا جائے گا۔ تو التباس پیدا ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی کہے کہ اسود وابیض اسم تفضیل بر وزن افعل ثلاثی مجرد سے باوجود معنی لون ہونے کے آئے ہیں جواب یہ ہے کہ اہل بصرہ کے نزدیک تو یہ شاذ ہیں اور کوفیوں کے نزدیک یہ جائز نہیں اس لئے کہ یہ دونوں اصل الوان کی ہیں ۴ے قولہ مثل زید افضل الناس الخ مثال اس اسم تفضیل کی ہے کہ ثلاثی مجرد سے افعل کے وزن پر ہے اور اس میں نہ معنی لون کے ہیں اور نہ عیب کے ۵ے قولہ فان قصد غیرہ الخ یعنی اگر اس ثلاثی مجرد کے غیر سے جو کہ معنی لون اور عیب سے خالی ہے اسم تفضیل بنانے کا قصد کریں تو اس وقت لفظ اشد یا اس کے ہم مثل کسی لفظ کو جو مقصود کے موافق ہو اختیار کریں گے اس کے بعد اس مصدر کو کہ جس سے اسم تفضیل کا بنانا ممتنع ہے بطور تمیز ذکر کریں گے۔ جیسے قولہ ہو اشد منہ استخراجا یہ ثلاثی مزید کی مثال ہے اور قولہ بیاضا یہ لون کی مثال ہے اور قولہ عمی یہ عیب کی مثال ہے ۱۲ ۶ے قولہ وقیاسہ للفاعل الخ یعنی قیاس اسم تفضیل کا یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہوتا ہے اس لئے کہ اگر فاعل ومفعول دونوں میں مطرد ہو گا۔ تو التباس کثیر واقع ہو گا لہذا اشرف پر اقتصار کیا گیا اور وہ فاعل ہے جیسے احسن (زیادہ اچھا) ۷ے قولہ وقد جاء المفعول الخ یعنی کبھی مفعول کی تفضیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے اعذر (معذور تر) الوم (زیادہ ملامت کیا ہوا) اشغل (زیادہ مشغول) اشہر (زیادہ مشہور) ۸ے قولہ ویستعمل علی احد ثلاثۃ اوجہ الخ یعنی اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کے ساتھ ہو گا۔ یا تو مضاف ہو کر جیسے زید افضل الناس یا من کے ساتھ جیسے زید افضل من عمرو۔ اور یا معرف باللام ہو کر جیسے زید الافضل ۱۲

فلا یجوز[1] زیدن الافضل من عمرو لا زید افضل

لجمع الوجہین ۱۲ — بترک الجمیع ۱۲

الا ان یعلم فاذا اضیف[2] فلہ معنیان احدھما

ای اسم التفضیل ۱۲

وھو الاکثر ان تقصد بہ الزیادۃ علی من اضیف

الیہ فیشترط ان یکون منھم مثل زید افضل

ای من المضیف الیہ ۱۲

الناس فلا یجوز[3] یوسف احسن اخوتہ لخروجہ

عنھم باضافتھم الیہ والثانی[4] ان تقصد زیادۃ

الاخوۃ ۱۲ — یوسف ۱۲ — ای المعنی الثانی ۱۲

مطلقۃ ویضاف للتوضیح فیجوز یوسف احسن

اخوتہ ویجوز[5] فی الاول الافراد والمطابقۃ لمن ھو لہ

۱؎ قولہ فلا یجوز زیدن الافضل من عمرو الخ۔ یعنی زید الافضل من عمرو کہنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس میں وجوہ ثلاثہ میں سے الف ولام اور من دونوں جمع ہیں اسی طرح زید افضل کہنا بھی جائز نہیں اس لئے کہ اس میں اسم تفضیل وجوہ ثلاثہ میں سے ایک کے ساتھ بھی مستعمل نہیں لیکن جب کہ مفضل علیہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے تو اس صورت میں وجوہ ثلاثہ میں سے بدون کسی وجہ کے استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے اللہ اکبر ای من کل شیئ ۲؎ قولہ فاذا اضیف الخ یعنی جب کہ اسم تفضیل مضاف ہو تو اس وقت اسکے دو معنی ہونگے ایک معنی جو اکثر مراد ہوتے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ اسم تفضیل کے موصوف کی زیادتی مضاف الیہ پر مقصود ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مفضل مفہوم مفضل علیہ میں داخل ہو جیسے قولہ زید افضل الناس پس زید مفہوم مفضل علیہ یعنی ناس میں داخل ہے جو کہ مضاف الیہ ہے ۳؎ قولہ فلا یجوز یوسف احسن اخوتہ الخ۔ یعنی اس معنی کی وجہ سے کہ اوپر مذکور ہوئے ترکیب یوسف احسن اخوتہ ناجائز ہے اس لئے کہ جب اخوت کی اضافت ضمیر یوسف کی طرف کی گئی تو معلوم ہوا کہ یوسف اخوت سے خارج ہے حالانکہ شرط اس معنی میں یہ تھی کہ مفضل مفہوم مفضل علیہ میں داخل ہو ۴؎ قولہ والثانی ان تقصد الخ یعنی دوسرے معنی یہ ہیں کہ اسم تفضیل سے مطلق زیادتی کا قصد کیا جائے یعنی اول کی طرح مضاف الیہ پر زیادتی مقصود نہ ہو پس اس صورت میں اسم تفضیل کی اضافت فقط توضیح کیلئے ہوگی نہ کہ مضاف علیہ پر تفضیل کے لئے۔ پس اس وقت ترکیب یوسف احسن اخوتہ جائز ہوگی اس لئے کہ اس میں دخول مفضل کا مفضل علیہ میں شرط نہیں ۵؎ قولہ ویجوز فی الاول الافراد الخ یعنی معنی اول میں اسم تفضیل کا مفرد لانا بھی جائز ہے اور یہ کہ اس کو مطابق موصوف کے لائیں یہ بھی جائز ہے۔ مفرد لانا تو اس لئے جائز ہے کہ یہ اسم تفضیل مستعمل بمن کے ساتھ مفضل علیہ کے مذکور ہونے میں مشابہ ہے اور اور مستعمل بمن میں ہمیشہ افراد واجب ہے لہذا مشابہت مذکورہ کی وجہ سے مشابہ میں بھی یہ جائز رکھا ہے کہ وہ بھی مفرد ہو۔ لیکن چونکہ اس کی دوسری چیز کے ساتھ بھی مشابہت ہے لہذا اس میں افراد واجب نہیں باقی اس اسم تفضیل کی موصوف کے ساتھ مطابقت سو وہ اس لئے جائز ہے کہ اسم تفضیل اور مثل ہو کہ حقیقت میں صفت اور موصوف میں مطابقت ہوتی ہے ۱۲

بندہ مشیت اللہ غفرلہ

وَاَمَّا الثَّانِيْ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْمُطَابَقَةِ وَ

اى اسم التفضيل المضاف المقصود به زيادة مطلقة ۱۲

الَّذِيْ بِمِنْ مُفْرَدٌ مُذَكَّرٌ لَا غَيْرُ وَلَا يَعْمَلُ فِيْ مُظْهَرٍ اِلَّا اِذَا

كَانَ صِفَةً لِشَيْءٍ وَهُوَ فِي الْمَعْنٰى لِمُسَبَّبٍ مُفَضَّلٍ

اى مفضل على نفسه ۱۲

بِاعْتِبَارِ الْاَوَّلِ عَلٰى نَفْسِهِ بِاعْتِبَارِ غَيْرِهِ مَنْفِيًّا مِثْلُ

مَا رَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ

موصوف ۱۲ — صفت ۱۲ — فاعل احسن ۱۲ — اى من الكحل حال كونه في عين زيد ۱۲

زَيْدٍ لِاَنَّهُ بِمَعْنٰى حَسُنَ مَعَ اَنَّهُمْ لَوْ رَفَعُوْا لَفَصَلُوْا

اى النحاة

لہ قولہ واما الثانی والمعرف باللام الخ یعنی اسم تفضیل مضاف کے معنی ثانی ہیں اور اسم تفضیل معرف باللام میں تطابق ضروری ہے اس لئے کہ اسم تفضیل اور من ہولہ موصوف اور صفت ہیں اور تطابق کے لئے کوئی مانع نہیں ۲ہ قولہ والذی بمن مفرد الخ یعنی وہ اسم تفضیل کہ مستعمل بمن ہو ہمیشہ مفرد مذکر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ علامت تانیث کی یا علامت جمع کی مثلاً جب اس پر داخل ہو تو دو صورتیں ہیں یا قبل از من داخل ہوں گی۔ یا بعد از من قبل از من داخل ہونا جائز نہیں، اس لئے کہ من شدت اتصال کی وجہ سے مثل جزو کلمہ کے ہے پس اس وقت علامت تانیث یا جمع کا وسط کلمہ میں داخل ہونا لازم آئے گا اور وہ محال ہے اور اگر علامت تانیث و جمع بعد از من داخل ہوں تو یہ بھی جائز نہیں اسلئے کہ من حقیقت میں دوسرا کلمہ ہے پس اس وقت ایک کلمہ کی علامت کا ادخال دوسرے کلمہ پر لازم آتا ہے اور قباحت اس کی اظہر من الشمس ہے ۳ہ قولہ ولا یعمل فی مظہر الخ یعنی اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرے گا اس لئے کہ وہ فعل کے ساتھ من وجہ شابہت رکھتا ہے اور من وجہ اس کے مغائر ہے مشابہت معنی حدثی میں اور مغائرت معنی تفضیل میں ہے پس ثابت ہوا کہ اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اور اسم ظاہر معمول قوی ہے لہذا وہ بوجہ اپنے ضعف کے اسمیں عمل نہیں کرے گا۔ بخلاف مضمر کے کہ وہ بھی ضعیف ہے لہذا اسم تفضیل اس میں عمل کرے گا۔ لیکن بایں ہمہ اسم تفضیل کبھی اسم ظاہر میں بھی عمل کرتا ہے مگر شروط متعددہ کے ساتھ جیسا کہ مصنفؒ فرماتے ہیں ۴ہ قولہ الا اذا کان صفۃ الخ یعنی اسم ظاہر میں اسم تفضیل کے عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ اسم تفضیل لفظاً وصورۃً کسی چیز کی صفت ہو بایں ہمہ طور کہ اس کی نعت ہو یا خبر یا حال اور حقیقت میں صفت اس کے متعلق کی ہو۔ جیسا کہ مثال ما رایت رجلا احسن فی عینہ الکحل منہ فی عین زید میں کہ احسن باعتبار ظاہر کے رجل کی صفت ہے اور حقیقت میں کحل کی صفت ہے جو کہ متعلق رجل ہے اور یہ شرط اس لئے ہے کہ اسم تفضیل کا کوئی صاحب پایا جائے کہ جس پر اعتماد کرکے وہ عمل کرے اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ متعلق ایک اعتبار سے مفضل اور دوسرے اعتبار سے مفضل علیہ ہو جیسا کہ مثال مذکور میں باعتبار عین زید کے مفضل علیہ ہے اور یہ شرط اس لئے ہے کہ اس اسم تفضیل سے کہ مظہر میں عمل نہیں کرتا مغائرت ہوجائے اس لئے کہ وہ اپنے نفس پر مفضل نہیں ہوتا۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اسم تفضیل تحت نفی میں ہو اور یہ شرط اس لئے ہے کہ جب کلام منفی مقید با قید ہوگا تو نفی حقیقت میں قید کی طرف راجع ہوگی نہ کہ مقید کی طرف چنانچہ مثال ما رایت رجلا احسن میں قید تفضیل منفی ہوگی اور احسن بمعنی حسن ہوجائے گا پس یہ اسم تفضیل معنی میں فعل کے ہوکر عمل کرے گا ۵ہ قولہ مثل ما رایت رجلا الخ یعنی مثال مذکور میں اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے دو وجہ سے ایک وجہ تو یہی جو مذکور ہوئی کہ نفی قید تفضیل منفی میں فعل کے ہوجائیگا اور کحل کو احسن کا معمول نہ بنائیں بلکہ احسن کو رفع دیگا اور دوسری وجہ اس مثال میں احسن افعل التفضیل کے کحل اسم ظاہر میں عمل کرنے کی یہ ہے کہ اگر کحل کو احسن کا معمول نہ بنائیں بلکہ احسن کو رفع بنابر خبریت دیں اور کحل کو مبتدا مؤخر ہونے کی حیثیت سے رفع دیں اور جملہ کو رجل کی صفت کہیں تو اس وقت احسن افعل التفضیل اور اسکے معمول یعنی منہ کے درمیان کحل فاصل ہوجائیگا اور وہ اجنبی ہے اور اجنبی کا فاصلہ جائز نہیں۔ لیکن جب احسن کو نصب اور کحل کو رفع دیں تو چونکہ کحل اس صورت میں احسن کا فاعل ہوگا لہذا اجنبی نہ ہوا اسم تفضیل اور اس کے معمول کے درمیان فاصلہ اجنبی کا ہو۔ ۱۲ -

لے قولہ ولک ان تقول الخ یعنی اس عبارت میں اختصار کے لئے احسن فی عینہ الکحل من عین زید کہنا بھی جائز ہے پس من عین زید کو قائم مقام منہ فی عین زید کے کر سکتے ہیں ۲ے قولہ فان قدمت ذکر العین الخ یعنی زیادت اختصار کے لئے ذکر عین کو مقدم کر کے مارائت کعین زید احسن فیہا الکحل بھی کہہ سکتے ہیں اور اس وقت معنی میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ بلکہ معنی وہی ہونگے کہ میں نے زید کی آنکھ کے مانند کوئی خوبصورت سرمگین آنکھ نہیں دیکھی ۱۲ ۳ے قولہ مثل مررت علی وادی السباع الخ اس جگہ لفظ مثل منصوب ہے اس لئے کہ وہ مصدر محذوف کی صفت ہے ای قلت مارایت کعین زید احسن فیہا الکحل قولاً مماثل قول الشاعر۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قولہ مثل حال ہو ای قلت مارائیت کعین زید مماثلاً قول الشاعر اور مطلب یہ کہ مارائیت کعین زید احسن فیہا الکحل مثل اس قول الشاعر کے ہے اس لئے کہ شاعر نے اس جگہ مفضل علیہ کو مقدم کیا ہے اور اس طرح پر کہا ہے لااری کوادی السباع الخ اور یہ اصل میں لااریٰ وادیاً اقل بہ رکب منہم فی وادی السباع تھا اس میں وادی السباع کو اسم تفضیل اقل بہ رکب پر مقدم کردیا اور دوبارہ اس کے ذکر کرنے سے مستغنی ہوگئے پھر قولہ لااری یا تو رویۃ بصر سے ہے اور یا رویۃ قلب سے بر تقدیر اول وادیاً اس کا مفعول اور کوادی السباع وادیاً سے حال مقدم ہوگا۔ اور بر تقدیر ثانی وادیاً مفعول اول اور کوادی السباع مفعول ثانی ہوگا۔ اور دونوں تقدیروں پر حین یظلم تشبیہ کا ظرف ہوگا جو کہ کاف تشبیہ سے مستفاد ہوتی ہے اور واؤ ولا اریٰ میں اعتراضیہ ہے یا حالیہ اور اقل وادیا کی صفت ہے اور لفظ بہ اقل کے متعلق ہے اور ضمیر مجرور اس میں وادی کی طرف عائد ہے اور رکبٌ اقل کا فاعل ہے اور جملہ اتوہ رکبٌ کی صفت ہے اور تائیۃ اس نسبت سے تمیز ہے جو کہ اقل کی رکب کی طرف ہے یا وہ بنا بر مصدریت کے منصوب ہے ای اتیان تائیہ اور اخوف کا عطف اقل پر ہے اور وہ اس جگہ معنی میں مفعول یعنی مخوف کے ہے اور ضمیر وادی کی طرف مسند ہے اور یہ معنی ہیں کہ وادیاً اقل بہ رکب منہم کوادی السباع واخوف منہ اور ماوقی اللہ میں ما مصدریہ ہے اور ساریاً موصوف محذوف کی صفت ای رکباً ساریاً ہو کر وقی کا مفعول ہے اور مستثنیٰ مفرغ ہے۔ ای وادیاً اقل واخوف فی کل وقت الا فی وقت وقایۃ اللہ ساریاً۔ اور معنی دونوں بیت کے یہ ہیں کہ میں اس وادی پر گذرا جو کہ کثرت درندوں کے باعث وادی سباع کے نام سے مشہور ہے درآں حالیکہ میں وادی السباع کے مانند بوقت تاریکی کے کسی وادی کو نہیں دیکھتا ہوں کہ اس میں سواروں کا توقف وادی سباع سے کمتر ہو۔ اور وہ

بینہ وبین معمولہ باجنبی وھو الکحل
(اسم التفضیل — وھو حسن ۱۲)

ولک[1] ان تقول احسن فی عینہ الکحل من عین
(فی ھذہ المسئلۃ ۱۲)

زید فان[2] قدمت ذکر العین قلت مارائیت کعین
(علی اسم التفضیل ۱۲)

زید احسن فیہا الکحل مثل ولا اری فی قطعۃ
(فاعل احسن ۱۲)

مررت[3] علی وادی السباع ولا اریٰ ٭ کوادی السباع

حین یظلم وادیا ٭ اقل بہ رکب اتوہ تائیۃ

واخوف الا ما وقی اللہ ساریا
(عطف علی اقل ۱۲)

۴ ہر وقت وادی سباع سے زیادہ خوفناک ہو۔ مگر اس وقت جبکہ حق تعالیٰ رات کے چلنے والے سواروں کو آفات سے محفوظ رکھے۔ ۱۲ (محمد شیت اللہ دیوبندی غفرلہٗ)

الفعلُ[1] ما دلّ[2] علیٰ معنیً فی نفسہٖ[1] مُقترنٍ
(ای کلمۃ دلت ۱۲) (کائن)

باحد الازمنۃ الثلٰثۃ[1] ومِن[2] خواصّہ دُخولُ[3]
(ای من خواص الفعل ۱۲)

قَدْ والسّین وسوفَ[4] والجوازمِ[5] ولحوقُ تاء
(لحوق ۱۲)

التانیث ساکنۃ ونحو تاءِ فعلتُ

[1] قولہ الفعل ما دل الخ۔ فعل کی تعریف میں لفظ ما سے مراد کلمہ ہے اس لئے کہ وہ مقسم ہے اور مقسم تعریفات اقسام میں معتبر ہوتا ہے اور ضمیر مجرور فی نفسہ میں بھی ما کی طرف لوٹتی ہے۔ اور مطلب یہ کہ فعل وہ کلمہ ہے کہ جو ان معنی پر دلالت کرے کہ ذات کلمہ میں پائے جاتے ہیں اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ مقترن ہو۔ اس تعریف میں فی نفسہ کی قید سے حرف خارج ہوگیا اور غیر مقترن کی قید سے اسم پس یہ دونوں قیدیں ما بہ الامتیاز یعنی فصل کے درجہ میں ہیں اور قول ما دل جنس ہے اور یاد رکھو کہ قولہ مقترن باحد الازمنۃ الثلاثۃ میں اقتران بازمان سے مراد اقتران وضعی ہے تاکہ تعریف فعل میں افعال منسلخ عن الزمان عسیٰ وکاد وغیرہ داخل ہوجائیں۔ اس لئے کہ ان افعال کی اصل وضع میں زمانہ ہے اور اسماء افعال رویدبلہ وغیرہ خارج ہوجائیں اس لئے کہ ان میں بحسب الوضع زمانہ نہیں اور اگر کوئی کہے کہ فعل کی یہ تعریف فعل مضارع پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ فعل مضارع میں حال یا استقبال دو زمانے پائے جاتے ہیں جواب یہ ہے کہ مضارع میں دونوں زمانے ایک ساتھ نہیں پائے جاتے بلکہ علی سبیل البدلیۃ تعدد وضع سے پیدا ہوتے ہیں۔ نیز فعل مضارع میں جب دو زمانے پائے جاتے ہیں تو ان کے ضمن میں ایک زمانہ بھی پایا جاتا ہے لہذا فعل کی تعریف مذکور فعل مضارع پر بھی صادق آئے گی اور اشکال وارد نہ ہوگا [2] قولہ ومن خواصہ الخ

خواص جمع خاصہ کی ہے اور خاصہ وہ ہے کہ جو شئی کے ساتھ مختص ہو اور اس کے غیر میں نہ پایا جائے۔ خاصہ کی دو قسمیں ہیں۔ شاملہ اور غیر شاملہ خاصہ شاملہ وہ ہے کہ جو مختص ہو کے تمام افراد میں پایا جائے۔ جیسے کاتب بالقوۃ کہ انسان کے تمام افراد کو شامل ہے اور خاصہ غیر شاملہ اس کے خلاف ہے کہ مختص ہو کے تمام افراد میں نہیں پایا جاتا جیسے کاتب بالفعل کہ انسان کے تمام افراد کو شامل نہیں۔ پھر خواص جمع کثرت کا وزن ہے اور اس پر من متصلہ داخل ہے جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ فعل کے خاصے بکثرت ہیں مگر یہاں بعض خواص ذکر کئے جائیں گے [3] قولہ دخول قد الخ یعنی خواص فعل میں سے قد کا داخل ہونا ہے اس لئے کہ قد تحقیق فعل کیلئے مستعمل ہوتا ہے اور ماضی میں تحقیق کے ساتھ تقریب کا فائدہ دیتا ہے یعنی ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے قد نصر (تحقیق مدد کی اس ایک مرد نے) اور مضارع میں تقلیل کے لئے آتا ہے اور یہ ایسے معنی ہیں کہ فعل کے سوا کسی میں متصور نہیں ہوسکتے اسی طرح سین اور سوف کا داخل ہونا بھی فعل کا خاصہ ہے اس واسطے کہ سین استقبال قریب اور سوف استقبال بعید کے لئے آتا ہے اور ظاہر ہے کہ استقبال فعل میں ہوتا ہے [4] قولہ والجوازم الخ یعنی جوازم کا دخول بھی فعل کے ساتھ مختص ہے اس لئے کہ جوازم کی وضع یا تو نفی فعل کیلئے ہے جیسے لم ولما یا طلب فعل کے لئے ہے جیسے لام امر یا نہی فعل کیلئے جیسے لائے نہی۔ یا کسی شئی کو فعل پر معلق کرنے کیلئے جیسے ادوات شرط اور یہ ایسے معنے ہیں کہ ان میں سے ایک بھی غیر فعل میں متحقق نہیں ہوسکتے [5] قولہ ولحوق تاء التانیث الخ یعنی فعل کے خواص میں سے لاحق ہونا تاء تانیث ساکنہ کا اور مثل تاء فعلت ہے اور وجہ یہ ہے کہ تاء تانیث ساکنہ تانیث فاعل پر دلالت کرتا ہے اور اگرچہ فاعل صفات میں بھی ہوتا ہے مگر چونکہ ان میں تاء تانیث متحرکہ لاحق ہوتی ہے لہذا صفات تاء تانیث ساکنہ سے مستغنی ہوگئے پس ثابت ہوا کہ تاء تانیث ساکنہ فعل کے سوا دوسری جگہ نہیں پائی جائے گی باقی رہی تاء فعلت سو اس سے مراد ضمیر مرفوع متصل بارز ہے اور ظاہر ہے کہ وہ فعل کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی پس وہ فعل کے ساتھ خاص ہوگی ۱۲ ۔

زمانے ہیں ان کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ دو زمانے ماننے پڑیں گے وعلم جرّا پس زمانے کے لئے زمانہ ہو کر تسلسل لازم آتا ہے اور وہ محال ہے اور مستلزم امر محال کا خود محال ہے لہذا تعریف مذکور ناجائز ہو گئی۔ جواب یہ ہے کہ قولہ علی زمان قبل زمانک میں جو دو زمانے سمجھے جاتے ہیں اگر گزشتہ اور حال یہ اجزاء زمان ہیں اور اجزاء زمان میں قبلیت ذاتیہ ہوتی ہے نہ کہ زمانی اس لئے کہ قبلیت زمانیہ زمانیات میں پائی جاتی ہے نہ کہ اجزاء زمان میں اور قبلیت ذاتیہ وہ ہے کہ مقدم اور موخر دونوں ایک زمانے میں پائے جائیں اور مقدم موخر کیلئے علت تامہ ہو جیسے حرکت ید اور حرکت قلم کہ دونوں ایک زمانہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور حرکت ید حرکت قلم کے لئے علت تامہ ہے پس اب مقدمہ سند کو لازم نہ آئے گا فتامل

المَاضِیْ[1] مَادَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِکَ مَبْنِیٌّ[2] عَلَی الْفَتْحِ مَعَ غَیْرِ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّکِ وَالْوَاوِ وَالْمُضَارِعُ[3] مَا اَشْبَهَ الْاِسْمَ بِاَحَدِ حُرُوْفِ نَاَیْتُ لِوُقُوْعِهٖ مُشْتَرَکًا وَتَخْصِیْصِهٖ بِالسِّیْنِ اَوْسَوْفَ

[1] قولہ الماضی مادل الخ لفظ ما سے مراد فعل ہے۔ اس لئے کہ وہ مقسم ہے اور مقسم اپنے اقسام میں معتبر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔ اور یاد رکھو کہ تعریف مذکور میں قولہ ما جنس ہے ہر فعل کو شامل ہے اور قولہ دل علی زمان الخ۔ بمنزلہ فصل کے ہے اس لئے کہ اس سے ماضی کے سوا سب فعل خارج ہو گئے الغرض ماضی وہ فعل ہے جو اس زمانہ پر دلالت کرے۔ جو تیرے زمانے سے پیشتر ہے یعنی اے مخاطب تو جس زمانے میں موجود ہے اس زمانے سے سابق زمانہ پر جس فعل کی دلالت ہو وہ ماضی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ تعریف ٹھیک نہیں اس لئے کہ اس میں زمانے کے لئے زمانہ ہو کر تسلسل لازم آتا ہے اور تسلسل باطل ہے اور مستلزم امر باطل کا خود باطل ہے لہذا تعریف مذکور باطل ہوئی تفصیل مقام کی یہ ہے کہ قولہ ما دل علی زمان قبل زمانک میں قبلیت زمانیہ ہے اور وہ وہ ہے کہ مقدم اور موخر دونوں ایک زمانے میں نہ پائے جائیں۔ بلکہ مقدم کے لئے اور زمانہ ہو اور موخر کے لئے اور پس جب کہ قولہ ما دل علی زمان قبل زمانک میں قبلیت زمانیہ ہو تو لازم آتا ہے کہ علی زمان میں جو زمانہ ہے اس کے لئے کوئی اور زمانہ ہو اور قبل زمانک میں جو زمانہ ہے اس کے لئے اور زمانہ ہو تا کہ دونوں علیحدہ زمانوں میں پائے جائیں پھر چونکہ وہ دو زمانے جو کہ زمان مقدم اور موخر کے لئے مانے گئے ہیں وہ بھی زمانے ہیں اس لئے ان میں بھی قبلیت زمانیہ ہوگی اور ان کے لئے علیحدہ علیحدہ دو زمانے ماننے پڑیں گے۔ پھر وہ بھی دو

[2] قولہ مبنی الخ ای ہو مبنی اور مطلب یہ ہے کہ ماضی مبنی بر فتحہ ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اس میں ضمیر مرفوع متحرک اور واو نہ ہو فعل ماضی کے مبنی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں معانی مختلفہ مثل فاعلیت اور مفعولیت اور اضافت کے عارض نہیں ہوتے۔ پس ماضی میں بنا ہو اصل ہے اور فتحہ پر مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے باقی رہا یہ امر کہ ماضی کے مبنی بر فتحہ ہونے کی یہ شرط کہ وہ ضمیر مرفوع متحرک اور واو سے خالی کیوں ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ ماضی ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ متلبس ہونے کے وقت مبنی بر سکون ہوتی ہے اس لئے کہ ضمیر فاعل بمنزلہ جزء فعل ہے پس اگر آخر فعل کو ساکن نہ کیا جائے تو اس میں جو کہ کلمہ واحدہ کے درجہ میں ہے توالی اربع حرکات لازم آئے گی اور وہ ناجائز ہے اسی طرح فعل کے ساتھ جب واو ہو تو مناسبت واو کی وجہ سے وہ مبنی علی الضم ہوگا۔ جیسے نصروا وغیرہ

[3] قولہ والمضارع ما اشبہ الخ مضارع اسم فاعل کا صیغہ ہے معنی میں مشابہت رکھنے والے کے مضارع کو مضارع اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اسم کے ساتھ حال۔ اور استقبال میں مشترک ہونے اور سین اور سوف کے ساتھ خاص ہونے میں مشابہت رکھتا ہے۔ گویا دونوں شمول نے ایک ہی ضرع زپستان سے دودھ پیا ہے مصنف نے مضارع کی تعریف میں معنی لغوی کی رعایت رکھی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ مضارع وہ فعل ہے کہ جو حروف نایت میں سے کسی ایک کے ساتھ متلبس ہو کہ اسم کے ساتھ حال اور استقبال میں مشترک ہونے اور سین اور سوف کے ساتھ خاص ہونے میں مشابہت رکھتا ہے پھر حروف نایت وہی حروف ہیں جن کو صرف میں حروف اتین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ترکیب میں قولہ باحد حروف نایت اشبہ کی ضمیر فاعل سے حال ہے اور قولہ لوقوعہ اشبہ کے متعلق ہے اور اس وقت معنی واضح ہیں کما مر۔ ۱۲

کہ واحد غائب معظم کے لئے فعلوا نہیں کہہ سکتے البتہ کلام مولدین میں یہ استعمال جائز ہے اور تاء فوقانیہ مخاطب کے لئے ہے عام ازیں کہ وہ مفرد یا مثنی یا مجموع اور یا مذکر ہو یا مونث ۔ نیز واحد مونث غائب اور تثنیہ مونث غائب کے لئے بھی آتی ہے [2] قولہ والیاء للغائب غیرہما الخ ۔ یعنی یا غائب کے لئے ہوتی ہے ۔ بشرطیکہ وہ غائب واحد مونث اور تثنیہ مونث کے غیر ہو پس وہ چار صورتوں میں ہو گی یعنی واحد مذکر غائب تثنیہ مذکر غائب اور جمع مذکر غائب اور جمع مونث غائب ۔ ان کے علاوہ اور کسی صیغہ میں نہ آئے گی کما ہو الظاہر الخ

فالهمزة[1] للمتكلم[2] مفردًا والنون له مع غيره والتاء
(الفاء التفسير ۱۲)

للمخاطب مطلقًا وللمؤنث والمؤنثين غيبة والياء[2]

للغائب غيرهما وحروف[3] المضارعة مضمومة في الرباعي
(اي غير المؤنث والمؤنثين ۱۲) (في صيغة المعلومة والمجهولة ۱۲)

ومفتوحة فيما سواه ولا يعرب[4] من الفعل غيره اذا
(في صيغ المعلومة فقط ۱۲) (اي غير المضارع ۱۲)

لم يتصل[5] به نون تاكيد ولا نون جمع مؤنث

[1] قولہ فالہمزۃ الخ یہ حروف اتین کا بیان ہے کہ کونسا حرف کس جگہ آتا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ ہمزہ واحد متکلم کے لئے ہے خواہ مذکر ہو یا مونث ۔ اور نون متکلم مع الغیر کے لئے ہے خواہ وہ غیر ایک ہو یا ایک سے زیادہ ۔ پس اس وقت متکلم مع الغیر تثنیہ اور جمع دونوں کو شامل ہوگا ۔ اور اس میں یہ تخصیص نہ ہو گی کہ وہ مذکر ہی ہوں یا مونث ۔ بلکہ اگر مختلف ہوں کہ بعضے مذکر اور بعض مونث تو یہ صورت بھی اسمیں داخل ہو گی ۔ واحد متکلم کی مثال جیسے اذکر ۔ اور متکلم مع الغیر کی مثال جیسے نذکر ۔ اور اگر کوئی کہے کہ بعض مواضع میں واحد متکلم کے لئے بھی نون آیا ہے ۔ جیسے نحن نقص الآیۃ میں کہ باوجودیکہ باری تعالے سبحانہ ایک ہے مگر صیغہ وہ لائے جو کہ متکلم مع الغیر کا ہے ۔ جواب یہ ہے کہ واحد معظم کے لئے استعمال صیغہ جمع کا جائز ہے اس لئے کہ وہ بوجہ اپنی عظمت و شان کے بمنزلہ جماعت کے ہے اور بجائے واحد کے مجازاً صیغہ جمع کا استعمال کرنا جائز ہے ۔ لیکن واحد غائب اور مخاطب جب معظم ہوں تو اس موقع پر ہرچند کلام قدیم میں ان کے لئے صیغہ جمع کا استعمال کرنا جائز نہیں حتی

[3] قولہ وحروف المضارعۃ مضمومۃ الخ یعنی حروف مضارع کے رباعی میں مضموم ہوں گے اور مراد رباعی سے وہ فعل مضارع ہے کہ جس کی ماضی میں چار حروف ہوں عام ازیں کہ وہ چاروں حرف اصلیہ ہوں ۔ یا زائدہ جیسے یکرم اور یعرف اور جب مضارع رباعی نہ ہو تو علامت مضارع مفتوح ہو گی اور یہاں پر مضارع کے رباعی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی ماضی چار حرفی نہ ہو بلکہ اس میں یا تو چار حرفوں سے زائد ہوں یا کم جیسے ینصر اور یستنصر [4] قولہ ولا یعرب من الفعل غیرہ الخ یعنی فعلوں میں سے کوئی فعل فعل مضارع کے سوا معرب نہیں ہوتا ۔ اور وجہ یہ ہے کہ مضارع ایک ایسا فعل ہے کہ جس کو اسم کے ساتھ مشابہت تامہ حاصل ہے پس وہ معرب ہوگا ۔ اسلئے کہ اصل اسم میں اعراب ہے پس اس کا مشابہ بھی اعراب سے خالی نہ ہوگا [5] قولہ اذا لم یتصل بہ الخ یہ ظرف قول مصنف ولا یعرب من الفعل غیرہ سے جو حصر مستفاد ہوتا ہے ای انما یعرب المضارع اس کے متعلق ہے اور مطلب یہ کہ فعلوں میں سے صرف فعل مضارع معرب ہوتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس کے ساتھ نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ اور نون جمع مونث متصل نہ ہوں اسی لئے کہ نونہائے مذکورہ کے اتصال کے وقت مضارع کے معرب اور مبنی ہونے میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک مبنی ہوتا ہے اس لئے کہ نون تاکید بوجہ شدت اتصال کے بمنزلہ جزو کلمہ کے ہے پس

اگر نون تاکید کے قبل اعراب جاری کرینگے تو اعراب کا دخول وسط کلمہ پر لازم آئے گا اور نون تاکید پر اعراب جاری کریں تو وہ چونکہ دوسرا کلمہ ہے لہذا دوسرے کلمہ پر اعراب کا داخل ہونا لازم آئے گا ، اور یہ بھی ناجائز ہے پس ثابت ہوگا کہ بوقت اتصال نون تاکید کے مضارع پر اعراب جاری نہ ہوگا اور یہی حال نون جمع مونث کا ہے ۔ اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ فعل مضارع بعد اتصال نون تاکید اور نون جمع مونث کے معرب باقی رہے گا جیسا کہ اسم تنوین کے متصل ہونے کے بعد مبنی نہیں ہوتا اس میں اعراب باقی رہتا ہے پس معلوم ہوا کہ معرب کے ساتھ اتصال حرف سے وہ معرب ہی رہتا ہے مبنی نہیں ہوتا ۱۲

واعرابہٗ رفعٌ ونصبٌ وجزمٌ فالصحیحُ[2] المجرد عن

ضمیر بارزٍ مرفوعٍ للتثنیۃ والجمع والمخاطب المؤنث

بالضمۃ والفتحۃ والسکون مثل یضربُ ولن یضربَ

ولم یضربْ والمتصل[3] بہ ذلک بالنون وحذفہا مثل

یضربان یضربون وتضربین والمعتل[4] بالواو والیاء

بالضمۃ تقدیرًا والفتحۃ لفظا والحذف والمعتل[5]

بالالف بالضمۃ والفتحۃ تقدیرا والحذف ویرتفع[6]

اذا تجرد عن الناصب والجازم نحو یقوم زیدٌ

(المضارع ۱۲ — مبتدأ — سواء کان مذکرا او مونث ۱۲ — خبر ۱۲ رفعا ۱۲ نصبا ۱۲ جزما ۱۲ — فی حالۃ الرفع ۱۲ — مبتدأ — خبر ۱۲ — ای حذف النون و ذلک فی حالۃ النصب والجزم ۱۲ — لثقل الضمۃ علی الواو والیاء ۱۲ — الاعراب اللفظی وعدم المانع بخفۃ الفتح ۱۲ — مبتدا ۱۲ خبر ۱۲ رفعا ۱۲ نصبا ۱۲ جزما ۱۲)

[1] قولہ واعرابہ رفع الخ یعنی فعل مضارع کے اعراب تین ہیں رفع اور نصب اور جزم۔ اول الذکر دو اعراب اسم میں بھی ہوتے ہیں اور فعل میں بھی۔ لیکن جزم فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے۔ جیسا کہ جر اسم کے لئے مختص ہے [2] قولہ فالصحیح الخ یہاں سے اعراب مضارع کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ مضارع جب صحیح ہو اور ضمیر بارز مرفوع سے جو کہ تثنیہ مذکر اور تثنیہ مونث اور جمع مذکر اور جمع مؤنث اور واحد مؤنث مخاطب کے لئے ہوتی ہے خالی ہو تو ایسے مضارع کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ جیسے ہو ینصر اور حالت نصب میں فتحہ کے ساتھ جیسے لن ینصر اور حالت جزم میں سکون کے ساتھ ہوگا جیسے لم ینصر صحیح سے مراد یہ ہے کہ اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔ پھر وہ صیغے مضارع کے جو ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہوتے ہیں اور جن میں اعراب مذکور لازم آتا ہے۔ کل پانچ ہیں واحد مذکر غائب واحد مؤنث غائب واحد مذکر حاضر واحد متکلم اور متکلم مع الغیر [3] قولہ والمتصل بہ الخ یعنی وہ فعل مضارع کہ جو ضمیر بارز مرفوع کے ساتھ متصل ہوتا ہے اس کا اعراب یہ ہے کہ حالت رفع میں نون کے ساتھ جیسے ہما یضربان اور حالت نصب اور جزم میں حذف نون کے ساتھ ہوتا ہے جیسے لن یضربا اور لم یضربا [4] قولہ والمعتل بالواو والیاء الخ یعنی وہ مضارع کہ جو معتل ہے خواہ واوی ہو یا یائی اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ تقدیری کے ساتھ ہوگا۔ جیسے یدعو یرمی اور حالت نصب میں فتحہ کے ساتھ ہوگا جیسے لن یدعو ولن یرمی اور حالت جزم میں حذف واو اور یا کے ساتھ ہوگا جیسے لم یدع ولم یرم ۱۲ [5] قولہ والمعتل بالالف الخ یعنی اعراب اس مضارع کا جو کہ معتل الفی ہے یہ ہے کہ حالت رفع میں ضمہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے اور حالت جزم میں الف محذوف ہوتا ہے۔ جیسے ہو یرضی ولن یرضی ولم یرض [6] قولہ ویرتفع اذا تجرد الخ جاننا چاہئے کہ فعل مضارع کے عامل رفع میں اختلاف ہے نحاۃ کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ فعل مضارع کا عامل ناصب اور جازم سے خالی ہونا اس کے رفع کا عامل ہے اور یہی مصنف کا مذہب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا کہ جب مضارع عامل ناصب اور جازم سے خالی ہوگا تو وہ مرفوع ہوگا۔ جیسے یقوم زید۔ اور نحاۃ بصرہ کہتے ہیں کہ مضارع کا اسم کی جگہ میں ہونا اس کا عامل رفع کا ہے پس زید یضرب چونکہ زیدٌ ضارب کی جگہ میں ہے لہذا اس کو اسم کا وہ اعراب دیا گیا جو کہ اسبق اور اقوی ہے ۱۲

(بندہ مشیت اللہ دیوبندی)

جیسے قولہ تعالےٰ ما کان اللہ لیعذبہم اور چونکہ یہ سب حروف جارہ ہیں اور قاعدہ ہے کہ حرف جر فعل پر داخل نہیں ہوتا لہذا ان حروف کے بعد ان مصدریہ مقدر ہوگا تاکہ فعل مضارع بتاویل مصدر ہوکر مدخول جر ہوسکے (۴) فاء کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے۔ جیسے زرنی فاکرمک (۵) واؤ کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جیسے لاتاکل السمک وتشرب اللبن (۶) او کے بعد ان مقدر ہوتا ہے۔ جیسے لالزمنک او تعطینی حقی فاء اور واؤ کے بعد تو تقدیر ان کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں حروف عاطفہ سے ہیں اور ما قبل ان حروف کا جملہ انشائیہ اور مابعد جملہ خبریہ ہوتا ہے۔ پس ان دونوں کے بعد ان مقدر کریں گے۔

وَيَنْتَصِبُ بِأَنْ وَلَنْ وَإِذَنْ وَكَيْ وَبِأَنْ مُقَدَّرَةً بَعْدَ حَتّٰى

(ای المضارع ۱۲ — المصدریۃ ۱۲ — نحو سرت حتی ادخلہا ۱۲)

وَلَامِ كَيْ وَلَامِ الْجُحُوْدِ وَالْفَاءِ وَالْوَاوِ وَأَوْ فَأَنْ مِثْلُ أُرِيْدُ

(نحو سرت کی لا ادخلہا ۱۲ — نحو ما کان اللہ لیعذبہم ۱۲ — زرنی فاکرمک ۱۲ — نحو لالزمنک او تعطینی حقی ۱۲)

أَنْ تُحْسِنَ إِلَيَّ وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَالَّتِيْ تَقَعُ بَعْدَ

(مثال النصب بالفتحۃ ۱۲ — مثال النصب بحذف النون ۱۲ — ان ۱۲)

الْعِلْمِ هِيَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ وَلَيْسَتْ هٰذِهٖ نَحْوُ

(لا الناصبۃ ۱۲ — ای ان المصدریۃ ۱۲)

عَلِمْتُ أَنْ سَيَقُوْمُ وَأَنْ لَا يَقُوْمُ وَالَّتِيْ تَقَعُ بَعْدَ الظَّنِّ فَفِيْهَا

(مبتداء ۱۲)

الْوَجْهَانِ وَلَنْ مِثْلُ لَنْ أَبْرَحَ وَمَعْنَاهَا نَفْيُ الْمُسْتَقْبَلِ

[۱] قولہ وینتصب الخ یہ نواصب مضارع کا بیان ہے کہ وہ ان اور لن اور کے اور اذن سے منصوب ہوتا ہے ان سے مراد ان ملفوظ ہے اس لئے کہ ان مقدر کا ذکر آگے مستقل طور پر کیا گیا ہے۔ [۲] قولہ وبان مقدرہ الخ یعنی جس طرح ان ملفوظ کے بعد فعل منصوب ہوتا ہے اسی طرح ان مقدرہ کے بعد بھی فعل مضارع پر نصب آتا ہے ان مقدرہ کی صورتیں یہ ہیں (۱) حتی کے بعد مقدر ہوتا ہے۔ جیسے سرت حتی ادخل البلد (۲) لام کے کے بعد مقدر ہوتا ہے۔ جیسے سرت لادخل البلد (۳) لام جحود کے بعد مقدر ہوتا ہے لام جحود وہ لام جو کہ کان منفی کی خبر پر داخل ہوکر تاکید منفی کے لئے آتا ہے

تاکہ فعل مضارع بتاویل مصدر ہوکر مصدر کا عطف مصدر پر ہو جائے پس زرنی فاکرمک کے معنی ولیکن منک زیارۃ فاکرام منی کے ہیں اور لاتاکل السمک وتشرب اللبن کے معنی لایکن منک اکل السمک وشرب اللبن کے ہیں اور دونوں جگہ عطف مفرد کا مفرد پر ہے نہ کہ عطف جملہ کا جملہ پر ہے۔ باقی رہی او کے بعد تقدیر ان کی وجہ سو وہ آئندہ آئے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ ۱۲ [۳] قولہ مثل ارید ان تحسن الی الخ یہ مثال ان ملفوظ کی ہے اور اس میں نصب فتحہ کے ساتھ ہے ۱۲ [۴] قولہ وان تصوموا خیر لکم الخ یہ مثال بھی ان ملفوظ کی ہے اور اس میں نصب حذف نون کے ساتھ ہے [۵] قولہ والتی تقع بعد العلم الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ ان ملفوظ کے بعد فعل مضارع کا منصوب ہونا قاعدہ کلیہ نہیں ورنہ مثلاً علمت ان سیقوم وان لایقوم میں بھی فعل مضارع مرفوع ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ فعل مضارع ان ناصبہ مصدریہ کے بعد منصوب ہوتا ہے نہ کہ ان مخففہ من المثقلہ کے بعد اور یہ ان چونکہ علم کے بعد واقع ہے کہ جس میں معنی ظن کے نہیں۔ مخففہ تحقیق کے لئے ہوتا ہے اور ان ناصبہ امید وطمع کے لئے پس علم کے مناسب مخففہ ہے نہ کہ مصدریہ اور یہی وجہ ہے کہ علمت ان سیقوم میں نحوی کہتے ہیں کہ یہ دراصل انہ سیقوم تھا اور ان لایقوم اصل میں انہ لایقوم تھا۔ پس اب قاعدہ مذکورہ بالا کلیہ ہی رہا۔ اس کی کلیت پر کچھ اثر نہیں پڑا [۶] قولہ والتی تقع بعد الظن الخ یعنی جو ان کے بعد ظن کے واقع ہوتا ہے اس میں دو وجہ جائز ہیں۔ ان کو مخففہ من المثقلہ بھی کہہ سکتے ہیں اور ان مصدریہ بھی اس لئے کہ ظن جانب راجح کا نام ہے پس اگر اس کی ارجحیت پر نظر کی جائے تو اس کے مناسب ان مخففہ ہے جو کہ تحقیق پر دلالت کرتا ہے اور اگر معنی ظن کا خیال کریں اور یہ کہ اس میں عدم کا احتمال ہے اس وقت اس کے مناسب ان مصدریہ ہے [۷] قولہ ولن مثل لن ابرح الخ یہ لن کی مثال ہے ۱۲ [۸] تاکیداً وتابیداً او تاکیداً فقط او تابیداً فقط علی اختلاف القولین ۱۲

میں اس کے حکما مقدم ہونے کی وجہ سے عمل نہیں کرے گا اسی لئے کہ اذن ان مصدریہ کی فرع ہے اور وہ ضعیف العمل ہے پس ضعیف العمل اپنے مقدم میں اگرچہ تقدم حکمی ہی کیوں نہ ہو عمل نہیں کرتا۔ پھر جاننا چاہیئے کہ اگر اذن کے عمل کرنے کی دوسری شرط یعنی فعل مضارع کا معنی میں مستقبل کے ہونا منتفی ہو جائے تو وہ نصب نہیں دے گا جیسے کوئی شخص اذا اظنک کاذبا کہے اسلئے کہ اذن ناصبہ جواب اور جزا کیلئے ہوتا ہے اور جواب و جزا زمانہ استقبال میں ہوتی ہے نہ کہ زمانہ حال میں ۲؎ قولہ واذا وقعت بعد الواو الخ یعنی جب اذن واؤ اور فاء کے بعد واقع ہو تو اس وقت کے مابعد میں دو وجہ جائز ہیں رفع اور نصب رفع تو اسلئے کہ اذن کا مابعد ما قبل پر اعتماد رکھتا ہے لہذا اذن کے نصب دینے کی شرط اول منتفی ہو گئی اور نصب اس لئے کہ فعل اپنے فاعل کیساتھ مل کر حرف عطف سے قطع نظر کرنے پر بھی چونکہ افادہ میں مستقل ہے لہذا گویا کہ وہ اپنے ماقبل پر اعتماد نہیں رکھتا پس نصب جائز ہوگا۔ جیسے فاذن اکرمک اس شخص کے جواب میں کہیں کہ جو انا آتیک کہے الغرض مثال مذکور میں اذن فاء کے بعد واقع ہے اور اس کے مابعد یعنی اکرمک میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں اور جیسے قولہ تعالیٰ واذن لا یلبثون خلافک الا قلیلا الآیۃ یہ مثال اذن کے واؤ کے بعد واقع ہونے کی ہے اور اس میں بھی مابعد اذن میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں کما مر ۳؎ قولہ کی مثل اسلمت الخ اور کی کے ناصب مثل اسلمت کی ادخل الجنۃ کے ہے۔ اور اسکے معنی سببیت کے ہیں یعنی کی کا ماقبل اس کے مابعد کا سبب ہوتا ہے۔ جیسا کہ مثال مذکور میں اسلام لانا دخول جنت کا سبب ہے اور یہ مذہب کوفیوں کا ہے کہ وہ کی کو جمیع استعمالات میں ناصبہ للفعل بناتے ہیں جارہ نہیں کہتے بخلاف بصریوں کے کہ وہ کی کو حرف جر کہتے ہیں اور نصب کو بتقدیر ان مانتے ہیں مصنف نے اس مقام میں کوفیوں کے مذہب کو اختیار کیا ہے اور اسکو ناصبہ بنایا ہے اور وجہ یہ ہے کہ اگر کی جارہ ہوتا تو اس پر لام جارہ داخل نہ ہوتا حالانکہ اس پر لام جارہ داخل ہوا ہے جیسے قولہ تعالیٰ لکیلا یکون ۱۲ محمد مشیت اللہ غفر لہ

وَاِذَنْ[۱] اِذَا لَمْ يَعْتَمِدْ مَا بَعْدَهَا عَلٰى مَا قَبْلَهَا وَكَانَ الْفِعْلُ مُسْتَقْبَلًا مِثْلُ اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَاِذَا وَقَعَتْ[۲] بَعْدَ الْوَاوِ وَالْفَاءِ فَالْوَجْهَانِ وَكَيْ[۳] مِثْلُ اَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعْنَاهَا السَّبَبِيَّةُ

۱؎ قولہ واذن اذا لم یعتمد الخ یہ اذن کے نصب دینے کی شرطوں کا بیان ہے اذن فعل مضارع کو دو شرطوں کے ساتھ نصب دیتا ہے ایک یہ کہ اذن کا مابعد اذن کے ماقبل پر اعتماد نہ رکھتا ہو یعنی اس مابعد ماقبل کا معمول نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ فعل میں معنی مستقبل کے ہوں نہ کہ حال کے جیسے اذن تدخل الجنۃ اس شخص کے جواب میں کہیں کہ جس نے اسلمت کہا پس مثال مذکور میں چونکہ اذن کا مابعد اس کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ نیز فعل مضارع میں معنی مستقبل کے پائے جاتے ہیں لہذا ان دو شرطوں کے پائے جانے کی وجہ سے اذن اپنے مابعد میں عمل کرے گا۔ اور فعل مضارع کو نصب دے گا۔ لیکن جب اذن کا مابعد اس کے ماقبل کا معمول ہو اور شرط اول منتفی ہو تو اس وقت وہ فعل مضارع کو نصب نہ دے گا۔ بلکہ اس وقت اس کا مابعد مرفوع ہوگا جیسے کوئی انا اذن اکرمک اس شخص کے جواب میں کہے کہ جس نے انا آتیک کہا پس اس جگہ فعل مضارع میں اگرچہ معنی مستقبل کے پائے جاتے ہیں مگر چونکہ اذن کے عمل کرنے کی شرط اول مفقود ہے لہذا وہ اپنے مابعد کو نصب نہ دے گا۔ اس لئے کہ اس کا مابعد ماقبل کا معمول ہے پس اگر وہ اپنے مابعد میں عمل کرے گا تو دو عاملوں کا ایک معمول پر لازم آئے گا۔ دوسرے اذن کا مابعد اپنے ماقبل کا معمول ہونے کی حیثیت سے اذن پر حکما مقدم ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے کہ معمول کا عامل کے ساتھ اتصال ضروری ہے۔ اور جب مابعد اذن کا اذن پر حکما مقدم ہوا تو اب اذن اپنے مابعد فعل

وحتّٰی[1] اذا کان مستقبلاً بالنظرِ الی ما قبلہا بمعنی

کَیْ او الی مثل[2] اَسلمتُ حتّٰی ادخُلَ الجنّۃَ وکنتُ[3]

سِرتُ حتّٰی ادخُلَ البلدَ واَسیرُ[4] حتّٰی تغیبَ الشمسُ

فانْ[5] اردتَ الحال تحقیقاً او حکایۃً کانتْ حرفَ ابتداءٍ

فترفعُ وتجبُ السببیّۃُ مثل[6] مرضَ حتّٰی لا یرجونہٗ

(بمعنی کے ۱۲ — بمعنی الی ۱۲ — بمعنی الی و بعدہا مستقبل تحقیقاً ۱۲ — ای حتی ۱۲ — استینافیہ ۱۲)

[1] قولہ وحتی اذا کان الخ یعنی جب حتی کا مدخول اس کے قبل کے لحاظ سے زمانہ مستقبل میں ہو تو حتی بمعنی میں کے یا الی کے ہوگا پھر ماقبل حتی کے لحاظ سے مدخول حتی کا زمانہ مستقبل میں ہونا بایں معنی ہے کہ بوقت حصول ماقبل کے اس کا مابعد مترقب الحصول ہو۔ عام ازیں کہ بوقت زمانہ تکلم اس کا مابعد ماضی میں ہو یا حال میں یا استقبال میں ترکیب قولہ حتی مبتداء اور بمعنی کے اس کی خبر ہے اور قولہ اذا کان ظرف اور ہو مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ہو اذا کان مستقبلاً اور جملہ مذکورہ درمیان حتی مبتداء اور اس کی خبر بمعنی کے کے جملہ معترضہ ہے [2] قولہ مثل اسلمت حتی ادخل الجنۃ الخ یہ حتی بمعنی کے کی مثال ہے اور اس میں حتی کا مابعد یعنی دخول جنت اس کے ماقبل یعنی اسلام لانے کے لحاظ سے بھی مستقبل میں ہے۔ اور زمانہ تکلم کے لحاظ سے بھی زمانہ مستقبل میں ہے [3] قولہ وکنت سرت حتی ادخل البلد الخ یہ مثال حتی بمعنی کے کی بھی ہو سکتی ہے اور حتی بمعنی الی کی بھی۔ حتی بمعنی کے کی مثال اس وقت ہوگی جب کہ اس سے متکلم کا قصد سببیت کا ہو اور اس صورت میں یہ معنی ہیں کہ سیر کی تھی میں

میں نے تاکہ شہر میں داخل ہوں اور حتی بمعنی الی کی مثال اس وقت ہوگی جب کہ مقصود متکلم کا غایت اور انتہاء ہو اور اس صورت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ سیر کی میں نے یہاں تک کہ میں شہر میں داخل ہوا۔ اب مثال مذکور میں حتی کا مابعد یعنی دخول شہر گو ماقبل حتی کے لحاظ سے زمانہ مستقبل میں ہے لیکن زمانہ تکلم کے لحاظ سے محتمل ہے کہ زمانہ ماضی میں ہو یا زمانہ حال یا زمانہ استقبال میں ہو اس لئے کہ اگر جملہ مذکورہ کو متکلم نے شہر میں داخل ہونے کے بعد کہا ہے تو حتی کا مابعد یعنی دخول البلد بنظر زمانہ تکلم کے ماضی میں ہوگا اور اگر شہر میں داخل ہوتے وقت کہا ہے۔ تو دخول بلد بنظر زمانہ تکلم کے حال میں ہوگا اور شہر میں داخل ہونے سے پہلے کہا ہے۔ تو دخول بلد بنظر زمانہ تکلم کے مستقبل میں ہوگا [4] قولہ واسیر حتی تغیب الشمس الخ یعنی آفتاب کے غروب ہونے تک میں سیر کر رہا ہوں۔ اس مثال میں حتی بمعنی الی ہے اس لئے کہ غیبوبت شمس سیر متکلم کی غایت اور انتہا ہے اس کے لئے سبب نہیں کہ حتی بمعنی کے ہو۔ نیز مثال مذکور میں حتی کا مابعد اس کے ماقبل کے لحاظ سے بھی زمانہ مستقبل میں ہے اور زمانہ تکلم کے لحاظ سے بھی جیسے کہ ظاہر ہے کہ لفظ اسیر فعل مضارع کا صیغہ ہے [5] قولہ فان اردت الحال الخ یعنی جب مابعد حتی سے حال کا ارادہ کریں۔ حقیقۃً یا حکایۃً تو اس وقت حتی ابتدائیہ اور استینافیہ ہوگا نہ کہ جارہ اور عاطفہ اور مابعد حتی کا کلام مستقل مرفوع ہوگا اور چونکہ اس صورت میں مابعد حتی کا ماقبل سے ارتباط لفظی فوت ہو چکا ہے لہذا ضروری ہے کہ ماقبل حتی کا مابعد کے لئے سبب ہوتا کہ ارتباط معنوی فوت نہ ہو [6] قولہ مثل مرض حتی لا یرجونہ الخ یہ حتی ابتدائیہ کی مثال ہے اس لئے کہ اس جگہ مابعد حتی سے حال حقیقۃً مراد ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ زمانہ حال بعینہ زمانہ تکلم کا ہے اس لئے کہ ناامیدی زمانہ تکلم میں پائی جاتی ہے پس مثال مذکور میں حتی کا مابعد مرفوع اور اس کا ماقبل یعنی مرض مابعد حتی (ناامیدی) کا سبب ہے اور اگر کوئی کہے کہ یہ مثال تو اس حتی کی تھی کہ جس کے مابعد سے حال حقیقۃً مراد ہے اور اس حتی کی مثال کیا ہوگی کہ جس کے مابعد سے حال بطریق حکایت مراد ہے جواب یہ ہے کہ اس کی مثال کنت سرت حتی ادخل البلد ہے بشرطیکہ عبارت مذکورہ کو متکلم نے اس وقت کہا ہو جبکہ وہ زمانہ تکلم سے پہلے شہر میں داخل ہو چکا ہے پس ظاہر ہے کہ اس جگہ فعل مذکور حال گذشتہ سے حکایت ہے اس لئے کہ اصل عبارت شہر میں داخل ہوتے وقت متکلم کو بولنی چاہیے تھی لیکن وہ اب زمانہ تکلم میں اپنے شہر میں داخل ہونے کی حکایت کرتا ہے کہ گویا اس وقت داخل ہو رہا ہے پس حال بطریق حکایت ہوگا اور جب مابعد حتی سے حال کا ارادہ کیا گیا تو اس مثال میں بھی حتی کا مابعد مرفوع اور حتی ابتدائیہ ہوگا۔

وَمِنْ ثَمَّ[1] امْتَنَعَ الرَّفْعُ فِي كَانَ سَيْرِي حَتّٰى اَدْخُلَهَا فِي النَّاقِصَةِ وَاَسِرْتَ[2] حَتّٰى تَدْخُلَهَا وَجَازَ فِي التَّامَّةِ[3]
على صيغة الخطاب والهمزة للاستفهام ۱۲
كَانَ سَيْرِي حَتّٰى اَدْخُلُهَا وَاَيُّهُمْ[4] سَارَ حَتّٰى يَدْخُلُهَا وَلَامُ[5] كَيْ مِثْلُ اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلَامُ الْجُحُوْدِ[6] لَامُ تَاكِيْدٍ بَعْدَ النَّفْيِ
اي لان ادخل الجنة ۱۲
لِكَانَ مِثْلُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَالْفَاءُ[7] بِشَرْطَيْنِ اَحَدُهُمَا السَّبَبِيَّةُ وَالثَّانِي اَنْ يَكُوْنَ قَبْلَهَا اَمْرٌ اَوْ نَهْيٌ اَوِ اسْتِفْهَامٌ اَوْ نَفْيٌ اَوْ تَمَنٍّ اَوْ عَرْضٌ

۱ قولہ ومن ثم امتنع الرفع الخ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مابعد حتی سے جس وقت حال کا ارادہ کرینگے حقیقۃً یا حکماً تو حتی ابتدائیہ ہوگا اور اسکا مابعد کلام مستانف مستقل ہوگا تو اب کان سیری حتی ادخلہا میں جب کان کو ناقصہ کہیں گے، تو مابعد حتی میں رفع ممتنع ہوگا اسلئے کہ اس کے مرفوع ہونیکی صورت میں حتی ابتدائیہ ہوگا اور مابعد حتی کا ماقبل سے انقطاع ہوگا۔ اور اسوقت کان ناقصہ بلا خبر رہ جائے گا۔ پس لامحالہ حتی کو جارہ کہیں تاکہ اسکے بعد ان مقدرہ ہو اور جار مجرور مل کر کان کی خبر بن جائیں ۲ قولہ واسرت حتی یدخلہا الخ یہ امتناع رفع کی دوسری مثال ہے اور اس میں امتناع رفع کی وجہ یہ ہے کہ اگر تدخل فعل مضارع کو مرفوع پڑھیں تو حتی حرف ابتدائیہ ہوگا اور ماقبل حتی کا مابعد کے لئے سبب ہوگا لیکن سبب ہونا متعذر ہے اسلئے کہ ماقبل حتی کا مدخول حرف استفہام ہونے کے سبب مشکوک فیہا ہے اور مابعد اس کا متیقن وقوع کی خبر دیتا ہے پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سبب یعنی سیر تو مشکوک فیہ ہو اور مسبب یعنی دخول یقینی حاصل ہو لہذا ثابت ہوا کہ یہاں ماقبل حتی کا مابعد کیلئے سبب نہیں اور جب سبب نہ ہوا تو مابعد حتی میں رفع ممتنع ہوگا ۳ قولہ وجاز فی التامۃ الخ یعنی کان تامہ ہونیکی صورت میں حتی کے مابعد کو رفع دینا جائز ہے اور یہ کہ حتی کو حرف ابتداء قرار دیں اسلئے کہ کان تامہ خبر کو نہیں چاہتا جیسے کان سیری حتی ادخلہا یعنی میری سیر یہاں تک ہوئی کہ میں اب داخل ہوتا ہوں۔ پس اس وقت مقصود متکلم کا واضح ہے اور معنی میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی ۴ قولہ وایہم سار حتی یدخلہا الخ یعنی ترکیب مذکورہ میں بھی حتی کے مابعد فعل مضارع کو رفع پڑھنا جائز ہے اسلئے کہ اس میں سبب یعنی سیر متحقق ہے اور شک صرف تعین فعل میں ہے جیسا کہ ترکیب مذکورہ کے معنی سے ظاہر ہے معنی ترکیب مذکورہ کے یہ ہیں کہ ان میں سے یہاں تک کس نے سیر کی کہ وہ شہر میں داخل ہوا پس جب سبب یعنی سیر متحقق ہے تو مسبب یعنی دخول کا متحقق الحصول ہونا بھی جائز ہوگا ۵ قولہ ولام کے الخ یعنی وہ لام کہ جس کے بعد مضارع بتقدیر ان منصوب ہوتا ہے اور معنی ہیں کے کے ہوتا ہے اس کی مثال اسلمت لادخل الجنۃ ہے یعنی اسلام لایا میں تاکہ جنت میں داخل ہوں ۶ قولہ ولام الجحود یہ لام لام تاکید ہے اور کان منفی کے بعد تاکید نفی کے لئے آتا ہے اس لام کے بعد فعل مضارع بتقدیر ان منصوب ہوتا ہے لام جحود کی مثال قولہ تعالیٰ ماکان اللہ لیعذبہم اس جگہ کان کے اسم سے مضاف محذوف ہے اصل عبارت یہ ہے ماکان صفت اللہ تعذیبہم۔ پس جب کہ اسم کان سے مضاف مقدر ہوا تو کان کے اسم و خبر کے درمیان حمل صحیح ہوگا اور یہ معنی ہوں گے کہ نہیں ہے صفت اللہ کی ان کو عذاب دینا ۷ قولہ والفاء بشرطین الخ یعنی وہ فاء کہ جس کے بعد ان مقدر ہوتا ہے دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے ایک یہ کہ فاء کا ماقبل اشیاء ستہ میں سے ایک شئی ہو اشیاء ستہ یہ ہیں امر نہی استفہام نفی تمنی عرض۔ غرض فاء کے بعد ان کے مقدر ہونے کی یہ دو شرطیں ہیں۔ شرط اول کی دلیل یہ ہے کہ رفع سے نصب کیطرف عدول سببیت پر دلالت کرنیکی وجہ سے ہوتا جیسا کہ ظاہر ہے کہ تغیر لفظ تغیر معنی پر دلالت کرتا ہے پس اگر سببیت مقصود نہ ہو تو رفع سے نصب کیطرف عدول کرنیکی حاجت نہ ہوگی اور دلیل دوسری شرط کی یہ ہے کہ جب فاء سے پیشتر اشیاء ستہ مذکورہ میں سے ایک شئی ہوگی تو سامع کو یہ توہم ہوگا۔ کہ فاء کا مابعد جملہ سابقہ پر معطوف ہے اسلئے کہ یہ اشیاء از قبیل انشاء ہیں اور خبر کا عطف انشاء پر درست نہیں امر کی مثال جیسے زرنی فاکرمک ای لیکن زیارۃ منک فاکرام منی۔ نہی کی مثال لاتشتمنی فاکرمک ای لایکن منک شتم فاکرام منی۔ استفہام کی مثال جیسے ہل عندک ماء فاشربہ ای ہل یکن منک ماء فشرب منی نفی کی مثال ماتاتینا فتحدثنا ای لیس منک اتیان فتحدیث منی تمنی کی مثال جیسے لیت لی مالا فانفقہ ای لیت لی ثبوت مال فانفاق منی عرض کی مثال جیسے الاتنزل بنا فتصیب خیرا ای لایکون منک نزول فاصابۃ خیر منی الغرض مواضع مذکورہ میں فاء کے بعد مضارع بتقدیر ان منصوب ہے اس لئے کہ معنی سببیت کے اسجگہ مقصود ہیں اور فاء اسپر دلالت کرتی ہے نیز فاء کے قبل اشیاء ستہ میں سے ایک شئی ہے پس لازماً مابعد تاویل مصدر ہو کر اس مصدر پر معطوف ہوگا جو کہ ماقبل فاء سے سمجھا جاتا ہے

والواو بشرطين[1] الجمعية وان يكون قبلها مثل ذلك

واو بشرط[2] معنى الى ان او الا ان والعاطفة[3] اذا كان المعطوف

عليه اسما ويجوز[4] اظهار ان مع لام كي والعاطفة ويجب[5] مع

لہ قولہ والواو بشرطین الخ یعنی واؤ کے بعد تقدیر ان کی بھی دو شرطیں ہیں ایک جمعیت کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ واؤ کا ماقبل اس کے مابعد کا مصاحب ہو یعنی دونوں کے حصول کا ایک زمانہ ہو۔ اور جمعیت کے معنی مصاحبت کے اس لئے کئے گئے ہیں کہ اگر یہ معنی مراد نہ ہوں۔ تو جمعیت کو واؤ کے لئے شرط قرار دینے کے معنے نہ ہوں گے اس لئے کہ واؤ ہمیشہ جمعیت کے لئے آتا ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ واؤ سے پیشتر فاء کی طرح اشیاء ستہ میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ہو۔ باقی رہی واؤ کی مثالیں سو وہ بعینہ فاء کی مثالیں ہیں۔ صرف واؤ کو فاء کی جگہ رکھنا پڑتا ہے۔ مزید کسی تصرف کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ مثال امر میں زرنی واکرمک کہیں ای لیکن منک زیارۃ واکرام منی ۱۲ کہ قولہ واو بشرط الخ یعنی واؤ کے بعد مضارع بتقدیر ان اس وقت منصوب ہوتا ہے جب کہ وہ معنی میں الی ان یا الا ان کے ہوتا ہے اور در اصل او کے معنی الیٰ یا الا کے ہیں ان او کے مفہوم سے خارج ہے ورنہ اگر ان کو بھی مفہوم او میں داخل کیا جائے گا۔ تو تکرار ان لازم آئے گا۔ اور وہ باطل ہے او کی مثال باعتبار دونوں معنی کے لالزمنک او تعطینی حقی ہے۔ پس مثال مذکور میں سیبویہ او کو بمعنی الا کہتا ہے اور اس کے نزدیک مضاف مقدر ہے تاکہ استثناء صحیح ہو۔ پس تقدیر عبارت اسی طرح پر ہوگی۔ لالزمنک فی کل وقت الا وقت ان تعطینی حقی۔ یعنی میں تیرا کسی وقت پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ مگر اس وقت کہ تو مجھے میرا حق دیدے۔ اور دیگر نحاۃ او کو مثال مذکور میں بمعنی الی لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ما بعد او کا بتاویل مصدر ہے۔ پس ان لوگوں کے نزدیک تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی لالزمنک الی عطائک حقی۔ اور اگر کوئی کہے کہ او بمعنی الیٰ یا الا کے بعد تقدیر ان کی وجہ کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ او بمعنی الی یا الا کی صورت میں فعل کا مجرور ہونا اور مستثنیٰ ہونا لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ مجرور اور مستثنیٰ ہمیشہ اسم ہی ہوتا ہے پس لامحالہ

بعد او کے ان مقدر کریں گے تاکہ فعل بتاویل مصدر ہو کر اسم تاویلی بن جائے اور اس کا مجرور اور مستثنیٰ ہونا صحیح ہو ۱۲ کہ قولہ والعاطفۃ الخ اس لفظ کو مرفوع اور مجرور دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ مرفوع پڑھنے کی صورت میں اس کا عطف یا تو حروف ناصبہ بتقدیر ان میں سے پہلے حرف یعنی حتی اذا کان مستقبلا پر ہوگا یا پچھلے حرف پر ہوگا جو کہ قولہ والعاطفۃ کے متصل ہے یعنی او بشرط معنی الی ان یا الا ان پر۔ اور جب قولہ والعاطفۃ کو جرور پڑھیں تو اس کا عطف بان مقدرۃ بعد حتی بیں حتی پر ہوگا اور تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی۔ کہ ینتصب المضارع بان مقدرۃ بعد حتی وبعد العاطفۃ۔ الغرض حرف عاطفہ کے بعد خواہ وہ حروف عاطفہ مذکورہ سے ہوں یا نہ ہوں ان مقدر ہوتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو اس لئے کہ اس وقت اگر ان کو مقدر نہ کریں گے۔ تو فعل کا عطف اسم پر اور جملہ کا عطف مفرد پر لازم آئے گا۔ اور وہ باطل ہے پس لامحالہ ان کو مقدر کریں گے تاکہ عطف مذکور صحیح ہو جیسے اعجبنی ضربک زیداً وتشتم او فتشتم او ثم تشتم ہیں ظاہر ہے کہ یہاں واو اور فاء اور ثم کے بعد ان مقدر ہے تنبیہ۔ اور اس مقام پر یہ جاننا ضروری ہے کہ معطوف علیہ جب اسم صریح ہو تو واؤ اور فاء کے بعد تقدیر ان شروط مذکورہ بالا کے ساتھ مشروط نہ ہوگا ۱۲ کہ قولہ ویجوز اظہار ان الخ مصنف رح یہاں سے ان مواضع کو بیان کرتے ہیں کہ جن میں ان مصدریہ کا اظہار جائز یا واجب ہے تاکہ بضدہا تتبین الاشیاء کے طور پر وہ صورتیں ذہن نشین ہو جائیں کہ جن میں اظہار ان جائز نہیں۔ الحاصل مصنف رح کہتے ہیں کہ ان مصدریہ کا اظہار لام کی اور ان حروف عاطفہ کے ساتھ جائز ہے جو کہ مضارع کو اسم صریح پر عطف کرتے ہیں لام کی کی مثال جئتک لان تکرمنی اور یاد رکھو کہ لام کی کے ساتھ لام زائدہ کو لاحق کیا گیا ہے جیسے اردت لان تقوم۔ لام کی کے کہنے سے لام جحود سے احتراز مقصود ہے اس لئے کہ لام جحود کے ساتھ اظہار ان جائز نہیں حروف عاطفہ کی مثال جیسے اعجبنی قیامک ان تذہب ہے اور وجہ لام کی اور لام زائدہ اور حروف عاطفہ کے ساتھ اظہار ان کے جائز ہونے کی یہ ہے کہ یہ تینوں اسم صریح پر داخل ہوتے ہیں جیسے جئتک للاکرام اور اعجبنی ضرب زید وغضبا اور اردت پس جائز ہے کہ ان کے ساتھ اس چیز کو ظاہر کریں کہ جو فعل کو اسم کی طرف منقلب کر دیتی ہے بخلاف لام جحود کے کہ وہ اسم صریح پر داخل نہیں ہوتا۔ لہذا اسم کی طرف فعل کو منقلب کرنے کے لئے اظہار نہ ہوگا ۱۲ ہ قولہ ویجب مع لا الخ یعنی ان ناصبہ کا اظہار اس صورت میں واجب ہے۔ جب کہ لام کے ساتھ لائے نافیہ بھی ہو۔ جیسے قولہ تعالیٰ لئلا یعلم تاکہ اجتماع لامین لازم نہ آئے ۱۲

مشیت اللہ دیوبندی غفرلہ

لا فی اللام ویُجزم بلمْ ولمّا ولامِ الامرِ ولا فی النهیِ وکلمِ المجازاۃ و
هی انْ ومهما واذما واذا ما وحیثما واینَ ومتی وما ومَنْ وایٌّ
وانّی وامّا مع[2] کیفما واذا فشاذٌّ وبانْ[3] مقدّرةٍ فلمْ
لقلبِ[4] المضارعِ ماضیًا ونفیِه ولمّا مثلها وتختصُّ
بالاستغراقِ وجوازِ حذفِ الفعلِ ولامُ[5] الامرِ المطلوبُ
بها الفعلُ وهی مکسورةٌ ابدًا ولا النهی المطلوبُ بها
الترکُ وکلمُ المجازاۃِ[6] تدخلُ علی الفعلینِ لسببیّةِ
الاوّلِ ومسبّبیّةِ الثانی ویسمّیان شرطا وجزاءً

[1] قولہ ویجزم بلم ولما الخ یعنی فعل مضارع لم اور لما اور لام امر اور لائے نہی اور کلم مجازات سے مجزوم ہوتا ہے۔ کلم مجازات یہ ہیں۔ ان اور مہما اور اذ ما اور اذا ما اور حیثما اور این اور متی اور ما اور من اور انی اور ان کلمات کو کلم مجازات اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں اور ایک جملہ دوسرے کیلئے جزاء ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور چونکہ ان میں سے بعض اسم اور بعض حروف ہیں لہذا مصنف علام نے اس مقام پر لفظ کلم اختیار کیا تاکہ دونوں کو شامل ہو جائے ۱۲ [2] قولہ وامامع کیفما الخ یعنی کیفما اور اذا کے ساتھ جب وہ بدون لفظ ما کے ہو مضارع کا مجزوم ہونا شاذ ہے اس لئے کہ کیفما عموم احوال پر دلالت کرتا ہے جیسے کیفما تذہب اذہب یعنی جس طرح تو چلے گا اسی طرح میں چلونگا اور یہ معنی متعذر ہیں اسلئے کہ دو شخصوں کا باہم طور چلنا کہ تمام کیفیات میں مساوی ہوں متعذر ہے اور جب مساوات متعذر ہوئی تو معنی شرط کے بھی متعذر ہوئے لہذا وہ معنی ان شرطیہ کو متضمن نہ ہوگا اور اس سے فعل مضارع کو جزم نہ آئیگا۔ باقی رہا اذا سو وہ اس لئے مجازات کے مناسب نہیں اس لئے کہ وہ تعین اور خصوص کے لئے ہوتا ہے اور شرط ابہام اور عموم کو چاہتی ہے ۱۲ [3] قولہ وبان مقدرۃ الخ باعتبار ترکیب کے اس لفظ کا عطف بلم پر ہے اور یہ معنی ہیں کہ ان مقدرہ کے ذریعہ سے فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے کما سیاتی انشاء اللہ تعالی [4] قولہ لم لتقلیب المضارع الخ یہاں سے مصنف جوازم مضارع کی تفصیل بیان کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ کلمہ لم مضارع کو ماضی منفی کیطرف منقلب کر دیتا ہے اور یہی حال لما کا ہے کہ وہ بھی مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ لما میں تو معنی استغراق کے ہوتے ہیں یعنی نفی وقت انتفاء سے لے کر وقت تکلم تک تمام ازمنہ ماضیہ کو شامل ہوتی ہے۔ بخلاف لم کے کہ وہ صرف زمانہ ماضی میں نفی فعل کا فائدہ دیتا ہے اس میں معنی استغراق کے نہیں ہوتے دوسرے لما کا استعمال اکثر اس فعل میں ہوتا ہے۔ جس کے وقوع کی توقع ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ لما کے فعل کا حذف کرنا جب کہ اس پر کوئی قرینہ موجود ہو جائز ہے جیسے کوئی شخص اس مقام میں کہ جہاں امر کے سوار ہونے کا ذکر ہو رہا جئت ولما کہے ای لما یرکب اور کبھی لما کا استعمال فعل غیر متوقع میں بھی ہوتا ہے جیسے ندم فلان ولما ینفع الندم کہیں یعنی فلاں شخص نادم ہوا اور اب تک ندامت نے اسکو فائدہ نہیں دیا تیسرا فرق لم ولما میں یہ ہے کہ لما پر ادوات شرط داخل نہیں ہوتے ان لما یضرب ومن لما یضرب نہیں کہتے جیسا کہ ان لم یضرب ومن لم یضرب کہتے ہیں [5] قولہ ولام امر الخ یعنی لام امر وہ لام ہے کہ جس کے ذریعہ فعل طلب کیا جائے اور اس لام میں لام دعا بھی داخل ہے جیسے لیغفر لنا اللہ اور یہ لام مکسور ہوتا ہے اور کبھی بعد واؤ اور فاء اور ثم کے ساکن کر دیا جاتا ہے جیسے قولہ تعالی ولتأت طائفۃ۔ فلیصلوا ثم لیقضوا اور لائے نہی وہ ہے کہ جس کے ذریعے ترک فعل طلب کیا جائے اور لاء نہی کا مضارع کے تمام صیغوں پر داخل ہوتا ہے بخلاف لام امر کے وہ امر حاضر معروف پر داخل نہیں ہوتا ۱۲ [6] قولہ وکلم المجازاۃ الخ کلمات شرط اور جزاء کے دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں اور پہلے فعل کے جب اور دوسرے کے سبب ہونے پر دلالت کرتے ہیں پہلا فعل شرط اور ثانی جزا ہوتا ہے جیسے ان تکرم اکرم یعنی اگر تو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کرونگا پس جہاں پر فعل اول تکرم شرط اور ثانی فعل یعنی اکرم جزا ہے ۱۲ ک

فَاِنْ كَانَ مُضَارِعَيْنِ اَوِالْاَوَّلُ فَالْجَزْمُ وَاِنْ كَانَ

(ای الشرط والجزاء ۱۲ — مضارعا ۱۲ — تحکم واجب ۱۲)

الثَّانِی فَالْوَجْهَانِ وَاِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ قَدْ

(مضارعا ۱۲ — جائزان)

لَفْظًا اَوْ مَعْنًى لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا

مُثْبَتًا اَوْ مَنْفِيًّا بِلَا فَالْوَجْهَانِ وَاِلَّا فَالْفَاءُ وَيَجِيْئُ اِذَا

مَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ وَاِنْ مُقَدَّرَةً (ای ان)

بَعْدَ الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّیْ وَالْعَرْضِ

۱؎ قولہ فان کان مضارعین الخ یعنی جب شرط وجزا دونوں فعل مضارع یا شرط فعل مضارع ہو تو اُس وقت فعل مضارع پر جزم واجب ہوگا اور اگر جزا فعل مضارع ہو اور شرط ماضی تو اس وقت فعل مضارع میں دو وجہ جائز ہیں۔ جزم اور رفع۔ جزم اس لئے کہ جازم داخل ہے اور وہ محل جزم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور رفع اس لئے کہ ماضی کے وسط میں آنے کی وجہ سے جازم سے اس کا تعلق ضعیف ہوگیا۔ بخلاف صورتیں اولیین کے کہ جازم سے فعل کا تعلق ان میں قوی ہے لہذا جزم واجب ہوگا ۲؎ قولہ واذا کان الجزاء ماضیا الخ یعنی جب جزا ماضی بغیر قد ہو عام ازیں کہ ماضی لفظا ہو۔ جیسے ان ضربت

ضربت یا معنی ہو جیسے ان ضربت لم اضرب تو اس صورت میں جزا پر فاء نہ لائیں گے۔ اس لئے کہ فاء کے ذریعہ جزاء کو شرط کے ساتھ ربط دیا ہوتا ہے اور واسطہ کی ضرورت اس جگہ ہوتی ہے کہ جہاں حرف شرط کی تاثیر متحقق نہ ہو اور یہاں پر چونکہ حرف شرط نے ماضی کو مستقبل کے معنے میں کر دیا لہذا حرف شرط کی تاثیر متحقق ہوگئی پس واسطہ کی ضرورت نہ ہوگی بخلاف ماضی مع قد کے کہ اس میں ماضی اپنے معنے پر باقی رہتی ہے لہذا حرف شرط کی تاثیر بالکل متحقق نہیں ہوتی پس اس وقت ربط کے لئے اس پر فاء کا لانا واجب ہوگا۔ جیسے ان دعوتنی الیوم فقد دعوتک امس ۳؎ قولہ وان کان مضارعا مثبتا الخ یعنی جب جزاء مضارع ہو مثبت یا منفی بلا تو اس وقت فاء کا لانا اور نہ لانا دونوں وجہ جائز ہیں فاء کا لانا اس لئے کہ حرف شرط کی تاثیر جیسی ماضی میں نہ تھی ویسی مضارع مثبت اور منفی بلا میں متحقق نہیں ہوتی اس لئے کہ ادوات شرط کی وجہ سے ہر چند کہ مضارع خالص استقبال کے لئے ہوگیا مگر مضارع میں معنی استقبال کے پہلے سے تھے لہذا ربط کے لئے فاء کو لایا جائے گا اور جب دیکھیں کہ فی الجملہ ادوات شرط متحقق ہیں۔ تو فاء کا نہ لانا بھی جائز ہوگا ۱۲۔ ۴؎ قولہ والا فالفاء الخ یعنی جب کہ جزا ماضی مذکور یا فعل مضارع مذکور نہ ہو تو فاء کا لانا واجب ہوگا ۵؎ قولہ ویجیئ اذا مع الجملۃ الاسمیۃ یعنی کبھی فاء کے بجائے جزا پر اذا مفاجاتیہ داخل ہو جاتا ہے بشرطیکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو۔ جیسے وان تصبہم سیئۃ بما قدمت ایدیہم اذا ہم یقنطون ای فہم یقنطون اور وجہ یہ ہے کہ اذا کے معنے معنی فاء کے قریب ہیں اس لئے کہ اذا عادۃ ایک امر کے بعد دوسرے امر کے حدوث پر دلالت کرتا ہے پس اس میں فاء تعقیبیہ کے معنے پائے جاتے ہیں۔ ۱۲ ۶؎ قولہ وان مقدرۃ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ ان شرطیہ کے مقدر ہونے کی صورتیں بیان فرماتے ہیں کہ وہ امر اور نہی اور استفہام اور تمنی اور عرض کے بعد مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو اس کے سبب جزم آتا ہے۔ امر کی مثال زرنی فاکرمک اے ان تزرنی فاکرمک اور نہی کی مثال لاتفعل الشر یکن خیرا لک ای ان لم تفعل یکن خیرا لک اور استفہام کی مثال ہل عندکم ماء اشربہ اس لئے کہ معنی ان یکن عندکم ماء اشربہ کے ہیں اور تمنی کی مثال لیت لی مالا انفقہ اس لئے کہ معنی ان یکن لی مال فانفقہ کے ہیں اور عرض کی مثال جیسے الا تنزل تصب خیرا اے ان تنزل تصب خیرا ۱۲

(بندہ مشیت اللہ دیوبندی غفرلہ)

اذا[1] قصد السببیۃ نحو اسلم تدخل الجنۃ ولا تکفر[2] تدخل الجنۃ وامتنع لا تکفر[3] تدخل النار خلافا
لان عدم الکفر لیس سببا لدخول النار ۱۲
للکسائی لان التقدیر[4] ان لا تکفر الامر[5] صیغۃ یطلب بہا
ای ان تکفر حتی یلزم المحذور ۱۲
الفعل من الفاعل المخاطب بحذف حرف المضارعۃ

[1] قولہ واذ قصد السببیۃ الخ یعنی اشیاء خمسہ مذکورہ (امر ونہی وغیرہ) کے بعد ان شرطیہ کا مقدر ہونا اور فعل مضارع کو اس سے جزم آنا اس وقت ہے جب کہ مضمون مضارع کے لئے اشیاء خمسہ مذکورہ کی سببیت کا قصد کیا جائے۔ پس اس وقت ان شرطیہ مع مضارع کے جو ما تقدم یعنی امر وغیرہ سے ماخوذ ہے مقدر ہوگا اور وہ مضارع جو اشیاء مذکورہ میں سے کسی ایک کے بعد واقع ہے ان شرطیہ مقدرہ کی وجہ سے مجزوم ہو جیسا کہ امثلہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اور اگر کوئی کہے کہ صرف اشیاء خمسہ مذکورہ کے بعد ان شرطیہ کے مقدر ہونے کی وجہ کیا ہے جواب یہ ہے کہ یہ اشیاء طلب پر دلالت کرتی ہے اور طلب غالبا ایسے مطلوب کی ہوتی ہے کہ جس پر کوئی فائدہ اس طرح پر مرتب ہوتا ہے کہ مطلوب اس کا فائدہ کا سبب اور وہ فائدہ مسبب ہو الغرض جب فعل مضارع اشیاء مذکورہ میں سے کسی شے کے بعد واقع ہو اور مضمون مضارع کے لئے اشیاء مذکورہ کی سببیت کا قصد کیا جائے تو اس وقت معنے شرط کے متحقق ہوجائیں گے اور ان شرطیہ مع فعل شرط کے جو کہ اشیاء مذکورہ سے ماخوذ ہے مقدر ہوگا اور وہ فعل مضارع جو ان اشیاء کے بعد مذکور ہے ان شرطیہ کی وجہ سے مجزوم ہوگا۔ اس لئے کہ وہ ایک فائدہ ہے جو کہ طلب فعل پر اس طرح مرتب ہوتا ہے گو فائدہ مسبب اور مطلوب اس کا سبب ہے۔ پس مضارع مذکور شرط مقدر کی جزاء ہے اور جزاء مجزوم ہوتی ہے لہذا وہ مجزوم ہوگا۔ جیسے قولہ اسلم تدخل الجنۃ کہ یہاں اسلم صیغہ امر ہے اور مطلوب اسلام ہے اور جو فائدہ کہ اس پر مرتب ہوتا ہے وہ دخول جنت ہے نیز اسلام لانا سبب اور دخول جنت مسبب ہے پس یہاں پر اسلام صیغہ امر کے بعد ان شرطیہ مع فعل شرط کے مقدر ہوگا اور تدخل مضارع مذکور جواب ہوگا اور تقدیر عبارت سے اس طرح پر ہوگی۔ اسلم ان تسلم تدخل الجنۃ اسلام لا اگر تو اسلام لے آیا تو جنت میں داخل ہوگا۔ ۱۲ [2] قولہ لا تکفر تدخل الجنۃ الخ یہ مثال نہی کے بعد ان شرطیہ کے مقدر ہونے کی ہے اور اس میں تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی لا تکفر ان لا تکفر تدخل الجنۃ۔ کفر مت کر اگر تو نے کفر نہ کیا تو جنت میں داخل ہوگا ۱۲ [3] قولہ وامتنع لا تکفر تدخل النار الخ یعنی یہ ترکیب ممتنع ہے اس لئے کہ لا تکفر صیغہ نہی فعل منفی کی تقدیر کا قرینہ ہے نہ کہ مثبت کا پس تقدیر عبارت ان لا تکفر تدخل النار ہوگی اور یہ معنی ہوگے کہ کفر مت کر اگر تو نے کفر نہ کیا تو دوزخ میں داخل ہوگا اور فساد اس معنی کا ظاہر ہے کہ عدم کفر سبب دخول جنت کا ہے نہ دخول نار کا۔ پھر ترکیب مذکور کا امتناع مذہب جمہور کی بنا پر ہے اور کسائی نحوی اس میں جمہور کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لا تکفر تدخل النار ممتنع نہیں اس لئے کہ عرف میں تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی۔ لا تکفر تدخل النار کفر مت کر اگر کفر کرے گا۔ جہنم میں داخل ہو گا پس جب عرف فعل مثبت کی تقدیر پر ہے اور عرف تمام قرائن میں اقوی ہے لہذا عرف کا اعتبار ہوگا اور بوقت قیام قرائن فعل منفی کے بعد مثبت کی تقدیر جائز ہوگی ۱۲ [4] قولہ لان التقدیر الخ یہ مذہب جمہور کی دلیل ہے ۱۲ [5] قولہ الامر صیغۃ الخ اصطلاح نحو میں ہر چند کہ صیغہ امر کا اطلاق امر غائب اور امر حاضر معروف اور مجہول دونوں پر ہوتا ہے لیکن امر حاضر معروف کو الامر بالصیغۃ اور بقیہ کو الامر بالحرف یعنی الامر باللام کہتے ہیں۔ پس مصنف نے الامر صیغۃ کہ کر اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ یہاں امر حاضر مراد ہے اس لئے کہ متبادر اطلاق امر سے امر حاضر ہوتا ہے نہ کہ امر غائب۔ پھر تعریف مذکور میں قولہ صیغۃ یطلب بہا بمنزلہ جنس ہے کہ نہی اور امر غائب اور حاضر اور متکلم سب کو شامل ہے۔ عام ازیں کہ وہ معروف ہوں یا مجہول اور قولہ الفعل الخ بمنزلہ فصل کے ہے اس لئے کہ لفظ الفعل سے نہی خارج ہوجاتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ نہی میں ترک مطلوب ہوتا ہے اور لفظ من الفاعل سے امر مجہول کے سب صیغے خارج ہوجاتے ہیں اس لئے کہ ان میں طلب مفعول سے ہوتی ہے نہ کہ فاعل سے اور لفظ المخاطب سے غائب معلوم اور متکلم معلوم سے احتراز ہوجاتا ہے اور قولہ بحذف حرف المضارعۃ سے جو قید مفہوم ہوتی ہے وہ واقعی ہے نہ کہ احترازی اور بعض شروح میں ہے کہ اس سے صہ اور مہ سے احتراز ہے ۱۲

(بندہ مشیت اللہ دیوبندی)

لے قولہ وحکم آخرہ الخ یعنی امر حاضر معروف کے آخر کا حکم مثل حکم مضارع مجزوم کے ہے حتی کہ مضارع مجزوم سے جیسا کہ بوقت جزم کبھی حرکت گرجاتی ہے اور کبھی نون اعرابی اور کبھی حرف علت گرجاتا ہے اسی طرح امر حاضر معروف سے بھی کبھی حرکت گرجاتی ہے جیسے اقتل اور کبھی نون اعرابی جیسے اقتلا اور اقتلوا اور کبھی حرف علت محذوف ہوجاتا ہے جیسے اغز اور ارم اور راخش ۱۲ ۲ے قولہ فان کان بعدہ ساکن الخ یعنی بعد حذف حرف مضارع کے دیکھو اگر مابعد اس کا ساکن ہو اور مضارع رباعی نہ ہو تو ہمزہ وصل مضمومہ زیادہ کرو جب ساکن کے بعد ضمہ ہو تاکہ ابتداء بسکون لازم نہ آئے یا ہمزہ وصل مکسور لاؤ اگر ساکن کے بعد فتحہ یا کسرہ ہے جیسے اقتل اور اضرب اور اسمع وغیرہ ۱۲

وحکم آخرہ[1] حکم المجزوم فان[2] کان بعدہ ساکن و

اى بعد حذف حرف المضارعة

لیس برباعی زدت ھمزۃ وصل مضمومۃ ان کان بعدہ

ضمۃ ومکسورۃ فیما سواہ مثل اقتل اضرب واعلم

وان کان[3] رباعیا فمفتوحۃ مقطوعۃ فعل[4] ما لم یسم

فاعلہ ھو ما حذف فاعلہ فان[5] کان ماضیا ضم اولہ

وکسر ما قبل آخرہ ویضم الثالث مع ھمزۃ الوصل

والثانی مع التاء خوف اللبس ومعتل[6] العین

حال اى مقرونا مع التاء زائدة فى اولہ ۱۲

الافصح قیل وبیع وجاء الاشمام والواو

۳ے قولہ وان کان رباعیا الخ یعنی اگر مضارع رباعی ہو تو اس کا ہمزہ مفتوح ہوگا اور مقطوع وسط کلام میں ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ ہمزہ اصلیہ ہے زائدہ نہیں کہ وسط کلام میں گرجائے بخلاف ہمزہ وصلی کے کہ وہ زائدہ ہوتا ہے اور وسط کلام میں گرجاتا ہے تنبیہ مصنف نے یہاں پر وہ صورت بیان نہیں فرمائی کہ بعد حذف حرف مضارع کے اس کا مابعد متحرک ہے اس لئے کہ اس وقت اس کے آخر کو ساکن کرنے سے امر بن جاتا ہے جیسے تعد سے عد اور ظاہر ہے کہ اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ۱۲ ۴ے قولہ فعل ما لم یسم فاعلہ الخ یعنی فعل ما لم یسم فاعلہ وہ فعل ہے کہ جس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو یہاں پر ما لم یسم فاعلہ سے مراد مفعول ہے اور فعل ما لم یسم فاعلہ کے یہ معنی ہیں فعل المفعول الذی لم یذکر فاعلہ یعنی اس مفعول کا فعل کہ جس کا فاعل مذکور نہیں ۱۲ ۵ے قولہ فان کان ماضیا الخ یعنی اگر وہ فعل کہ جس کے فاعل کو حذف کرکے اس کی جگہ مفعول کو رکھا جائے فعل ماضی ہو تو اس کے اول کو ضمہ اور ماقبل آخر کو کسرہ دیں گے جیسے فعل اور ضرب وغیرہ اور وجہ یہ ہے کہ اگر فعل ما لم یسم فاعلہ بناتے وقت اس قسم کا تصرف نہ کریں گے تو فعل معروف اور مجہول میں امتیاز نہ ہوگا نیز معلوم نہ ہوگا کہ مرفوع بعد فعل کے فاعل ہے یا نائب فاعل پھر یہ حکم اس ماضی کا ہے کہ جس کے اول میں ہمزہ وصل اور تاء نہ ہو جب ماضی کے اول میں ہمزہ وصل ہو تو اس وقت ماضی کے حرف ثالث کو مع ہمزہ وصل کے ضمہ دیں گے۔ جیسے استنصر اور انطلق تاکہ اس کا التباس نہ ہو باب امر کے ساتھ اس کا التباس نہ ہو اگر ماضی کے اول میں تاء ہو تو اس وقت دوسرے حرف کو مع تا کے ضمہ دیں گے۔ جیسے تقبل تاکہ وہ باب تفعل کے صیغہ مضارع کیساتھ ملتبس نہ ہو لیکن واضح رہے کہ ماقبل آخر ماضی کا ہر حالت میں مکسور ہوگا جیسا کہ امثلہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے ۱۲ ۶ے قولہ معتل العین الخ معتل عین واوی ہو یا یائی ثلاثی مجرد سے افصح لغت کی بنا پر قیل اور بیع ہے اور اسمیں اشمام بھی جائز ہے اور اشمام سے مراد یہ ہے کہ فاء کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کیطرف اور عین کلمہ کو یاء سے تھوڑا سا واو کیطرف مائل کرکے پڑھیں گے تاکہ اشمام سے معلوم ہو کہ اصل فاء کلمہ میں ضمہ ہے اور اس میں قول اور بوع بھی آیا ہے کہ بجائے یاء کے واو پڑھیں ۱۲۔

۱؎ قولہ ومثلہ باب اختیر الخ یعنی جس طرح ثلاثی مجرد کی ماضی میں وجوہ ثلاثہ مذکورہ بالا جاری ہوتی ہیں اسی طرح باب افتعال اور انفعال کے ماضی مجہول میں جب کہ وہ معتل العین ہوں تو وجوہ ثلاثہ مذکورہ جاری ہوں گی۔ جیسے اختیر اور انقید کہ ان کو تین طریقوں سے پڑھ سکتے ہیں اسلئے کہ ان میں تیر اور قید بدون کسی فرق کے قیل اور بیع کے مانند ہیں ۲؎ قولہ دون استخیر واقیم الخ۔ یعنی باب استفعال اور افعال کی ماضی میں جب کہ وہ معتل العین ہو۔ وجوہ ثلاثہ مذکورہ جاری نہ ہوں گی اس لئے کہ ماعتبار اصل کے ماقبل حرف علت کا ان میں ساکن ہے پس یہ قیل اور بیع کی طرح پڑھے ہوئے ۱۲:

ومثلہ[۱] باب اُختِیرَ وانُقِیدَ دونَ[۲] استُخبِرَ واُقِیمَ وان کانَ[۳]
(ای مثل باب قیل وبیع ۱۲) (الفعل ۱۲)

مُضارِعًا ضُمَّ اولُہ وفتحَ ماقبلَ اٰخرِہٖ ومعتلُ العینِ

ینقلبُ فیہ العینُ الفًا المتعدّی[۴] وغیرُ المتعدّی فالمتعدی

مایتوقف فہمہ علٰی متعلقٍ کضرب وغیرُ المتعدی[۵]

بخلافہٖ کقعد والمتعدّی[۶] یکونُ الٰی واحدٍ کضربَ
(متعدیا ۱۲) (مفعول ۱۲)

والی اثنین کاعطٰی وعلم والی ثلٰثۃ کاعلم واریٰ وانبأ
(متعدیا ۱۲) (متعدیا ۱۲) (مفاعیل ۱۲)

ونبّأ واخبر وخبّر وحدّث وھٰذہٖ[۷] مفعولُہا الاوّلُ
(الافعال المتعدیۃ ۱۲)

کمفعولِ اَعطیتُ والثانی والثالث کمفعولَی عَلِمتُ

۳؎ قولہ وان کان مضارعا الخ یعنی اگر وہ فعل کہ جس کے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کا قائم مقام کرنا چاہیں۔ فعل مضارع ہو تو اس کے اول حرف کو کہ علامت مضارع ہے ضمہ دیں گے اور ماقبل آخر کو فتحہ جیسے یقتل اور معتل العین ہو تو اس کا عین کلمہ بقاعدہ صرف الف سے بدل جائے گا جیسے یقال اور یباع وغیرہ ۱۲ ۴؎ قولہ فالمتعدی مایتوقف الخ یہاں سے فعل کی دو قسموں متعدی اور غیر متعدی کا بیان کرتے ہیں کہ متعدی وہ فعل ہے کہ اس کا سمجھنا متعلق یعنی غیر فاعل کے سمجھنے پر موقوف ہو متعلق سے مراد مفعول بہ ہے فعل متعدی کی مثال جیسے ضرب اس لئے کہ اس کو سمجھنا جیسا کہ فاعل یعنی ضارب پر موقوف ہے اسی طرح اس کا سمجھنا غیر فاعل یعنی مضروب پر بھی موقوف ہے ۱ ۵؎ قولہ وغیر المتعدی بخلافہ الخ یعنی غیر متعدی اس کے خلاف ہے اس لئے کہ اس کا تعقل غیر فاعل کے تعقل پر موقوف نہیں ہوتا جیسے قعد ۱ ۶؎ قولہ والمتعدی یکون الخ یعنی فعل متعدی کی مختلف صورتیں ہیں کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمروًا ۔ اور کبھی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اعطیت زیدًا درہما اور علمت زیدا فاضلا لیکن فرق یہ ہے کہ پہلی مثال میں تو مفعول ثانی مصداق میں مفعول اول کے مغایر ہوتا ہے اور دوسری مثال میں عین مفعول اول ہے اور کبھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسے اعلم اللہ زیدًا عمروًا فاضلا علی ہذا القیاس انباء اور نباء اور اخبار اور خبر اور حدث اعلام کے معنی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مفعول ثالث کی طرف متعدی ہوتے ہیں ۷؎ قولہ وہذہ مفعولہا الاول الخ یعنی یہ افعال جو کہ تین مفعولوں کی طرف متعدی ہیں ان کا پہلا مفعول اعطیت کے مفعول کی مانند ہے پس جس طرح پر کہ اعطیت کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اختصار جائز ہے اسی طرح ہو سکتا ہے ان افعال میں صرف مفعول اول کو ذکر کریں اور یہ بھی جائز ہے کہ اول کو حذف کر کے دوسرے اور تیسرے مفعول کو ذکر کریں بخلاف ثانی اور ثالث کے کہ وہ دونوں مثل دو مفعولوں باب علمت کے ہیں۔ پس ان میں اختصار جائز نہیں کہ ایک کو ذکر کریں اور دوسرے کو حذف کر دیں۔ پس یا تو دونوں کو ذکر کریں گے اور یا دونوں کو حذف کر دیں گے ۱۲ ؛

افعال القلوب[1] ظننت وحسبت وخلت وزعمت و
سبعة ثلثة منها للشک وثلثة لليقين وواحد منها مشترک ۱۲

علمت ورأيت ووجدت تدخل على الجملة الاسمية

لبيان ما هي عنه فتنصب الجزئين ومن خصائصها[2]
ای خصائص افعال القلوب ۱۲

انه اذا ذكر احدهما ذكر الاخر بخلاف باب اعطيت و
ای احد المفعولين ۱۲

منها جواز الالغاء[3] اذا توسطت او تأخرت لاستقلال
هذه الافعال بين جزئيها ۱۲

الجزئين كلاما ومنها انها تعلق[4] قبل الاستفهام والنفي
ای الخواص ۱۲

واللام مثل علمت ازيد عندك ام عمرو ومنها انها[5] يجوز ان يكون

فاعلها ومفعولها ضميرين لشئ واحد مثل علمتني منطلقا
افعال القلوب ۱۲　متصلين ۱۲

---

[1] قولہ افعال القلوب الخ یعنی افعال القلوب ظننت اور حسبت وغیرہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تاکہ یہ بیان کریں کہ جملہ از قبیل علم ہے یا ظن جیسے علمت زیدا قائما اور ظننت زیدا قائما پس زید قائم ایک جملہ ہے اور اس میں علمت اور ظننت کے داخل ہونے سے پیشتر احتمال ہے کہ ثبوت قیام کا زید کے لئے از قبیل علم ہو یا ظن پھر جب علمت زیدا قائما کہا تو معلوم ہوا کہ حکم مذکور از قبیل علم ہے اور جب ظننت زیدا قائما کہا تو معلوم ہوا کہ حکم مذکور از قبیل ظن ہے الغرض افعال قلوب اس چیز کے بیان کرنے کیلئے آتے ہیں کہ جس سے یہ ماخوذ ہیں۔ اور جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اس کے دونوں جزؤں کو بنا بر مفعولیت کے نصب دیتے ہیں ترکیب افعال القلوب مبتداء اور ظننت اور حسبت وغیرہ اس سے بدل ہیں اور مدخل جملہ خبر ہے تنبیہ افعال قلوب سات ہیں۔ جیسا کہ کافیہ میں مذکور ہیں ان میں تین دل کے ظننت اور حسبت اور خلت ظن کے لئے آتے ہیں اور زعمت کبھی ظن کے لئے اور کبھی یقین کیلئے ہوتا ہے باقی علمت اور رایت اور وجدت یہ تینوں یقین کے لئے ہے [2] قولہ ومن خصائصہا الخ مصنف نے یہاں سے افعال قلوب کے خصائص کو بیان کیا ہے چنانچہ کہا کہ افعال قلوب کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے دو مفعولوں میں جب ایک مذکور ہوگا۔ تو دوسرے کا ذکر کرنا بھی واجب ہوگا اس لئے کہ دونوں بمنزلہ ایک مفعول کے ہیں۔ پس اگر ایک کو ذکر کریں اور دوسرے کو حذف کریں تو بعض اجزاء کلمہ کا حذف لازم آئے گا بخلاف باب اعطیت کے کہ وہاں دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اقتصار جائز ہے [3] قولہ ومنہا جواز الالغاء الخ یعنی افعال قلوب کے بعض خواص میں سے یہ ہے کہ جب یہ افعال دونوں مفعولوں کے وسط میں ہوں یا ان سے موخر تو ان کا الغاء جائز ہے الغاء ابطال العمل لفظا اور معنی کو کہتے ہیں اور وجہ اس وقت جواز الغاء کی یہ ہے کہ یہ دونوں مفعول بوجہ اس کے کہ ان میں مبتدا اور خبر بننے کی صلاحیت ہے کلام مستقل ہیں اور افعال قلوب عمل میں ضعیف ہیں پس جب وہ دونوں مفعولوں کے درمیان میں یا ان سے موخر ہوں گے تو بوجہ اپنے ضعف عمل کے عمل نہ کریں گے [4] قولہ ومنہا انہا تعلق الخ یعنی افعال قلوب کے بعض خصائص میں سے یہ ہے کہ جب وہ استفہام یا النفی یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوتے ہیں۔ تو معلق ہو جاتے ہیں۔ یعنی لفظا بطریق وجوب ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے معنی باطل نہیں ہوتا جیسے علمت ازید عندک ام عمرو [5] قولہ ومنہا انہا یجوز الخ یعنی افعال قلوب کے بعض خصائص میں سے یہ ہے کہ جائز ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں ضمیر متصل ایک شئی کے لئے ہوں۔ جیسے علمتنی منطلقا پس ظاہر ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں اور ایک شئے یعنے متکلم کی طرف لوٹتی ہیں۔ ۱۲

ولبعضها معنى اخر يتعدى به الى واحد فظننت بمعنى اتهمت
اللفظ — اى سبب ذلك المعنى ۱۲

وعلمت بمعنى عرفت ورايت بمعنى ابصرت ووجدت بمعنى

اصبت الافعال الناقصة ما وضع لتقرير الفاعل على

صفة وهي كان وصار واصبح وامسى واضحى وظل وبات واض و

عاد وغدا وراح وما زال وما انفك وما فتئ وما برح وما دام و

ليس وقد جاء ما جاءت حاجتك وقعدت كانها حربة تدخل

على الجملة الاسمية لاعطاء الخبر حكم معناها فترفع الاول و
هذه الافعال

تنصب الثاني مثل كان زيد قائما فكان تكون ناقصة
اى كلمة كان ۱۲

۱؎ قولہ ولبعضہا معنی آخر الخ یعنی بعض افعال قلوب کے لئے اور دوسرے معنی بھی ہیں کہ جن کے سبب وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔ مثلاً ظننت کہ یہ ظننۃ بمعنی تہمت سے مشتق ہو کر معنی میں اتہمت کے ہوتا ہے اور ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے اور جیسے علمت کہ معنی میں عرفت کے ہو کر ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے علی ہذا القیاس رأیت معنی میں ابصرت کے اور وجدت معنے میں اصبت کے ہو کر ایک مفعول کیطرف متعدی ہے ۱۲۔ ۲؎ قولہ الافعال الناقصۃ الخ یہاں سے افعال ناقصہ کا بیان ہے۔ افعال ناقصہ کو ناقصہ اسلئے کہتے ہیں کہ یہ اور افعال کیطرح صرف فاعل پر کلام تام نہیں ہوتے۔ بلکہ خبر کے ملانے کی ضرورت ہوتی ہے افعال ناقصہ وہ افعال ہیں کہ جو فاعل کو کسی صفت پر ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں اور یہ کل سترہ فعل ہیں جو کان سے لے کر لیس تک مذکور ہیں ۱۲ ۔

۳؎ قولہ وقد جاء الخ یعنے افعال ناقصہ صرف یہی افعال نہیں جو کہ مذکور ہوئے بلکہ دوسرے اور افعال کبھی ناقصہ آئے ہیں۔ مثلاً ما جاءت حاجتک میں کلمہ جاءت اور قعدت کانہا حربۃ میں قعدت ناقصہ ہیں پس اول بمعنی کانت اور ثانی بمعنی صارت ہے اور دونوں میں ضمیر ہے جو کہ اسم ہے اور خبر اول میں حاجتک اور ثانی میں کاف بمعنے مثل ہے ۱۲۔ ۴؎ قولہ تدخل علی الجملۃ الاسمیۃ الخ یعنے افعال ناقصہ اپنے معنی کا حکم اور اثر خبر کو عطاء کرنے کے لئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جیسے کان زید قائما میں کان فعل ناقص ہے زید قائم جملہ اسمیہ پر اس لئے داخل ہے کہ وہ اپنے معنی یعنی ثبوت کا حکم و اثر اپنی خبر یعنے قیام کو عطا کرے ۱۲۔ ۵؎ قولہ فترفع الاول الخ یعنے افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر جزو اول کو رفع دیتے ہیں اور جزو ثانی کو نصب جیسے کان زید قائما میں کان عامل ہے اور اس کی وجہ سے زید مرفوع اور قائما منصوب ہے ۱۲۔ ۶؎ قولہ فکان تکون الخ یہ لفظ کان کی تفصیل ہے کہ وہ تین قسم پر ہوتا ہے۔ ناقصہ تامہ زائدہ۔ پھر کان ناقصہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اپنی خبر کو اپنے اسم کے لئے زمانہ ماضی میں ثابت کرتا ہے عام ازیں کہ وہ ثبوت تمام زمانہ ماضی میں دائمی ہو۔ جیسے کان اللہ عزیزا حکیما یا منقطع ہو جیسے کان زید قائما دوسرے بمعنے صار جیسے کان زید غنیا اے صار زید غنیا۔ تنبیہ باعتبار ترکیب کے بمعنے صار قولہ لثبوت خبرہا پر معطوف ہے اور یہ کان ناقصہ کی دوسری قسم ہے ۱۲ ش

(مشیت اللہ دیوبندی غفرلہ)

لثبوت خبرها ماضيا دائما منقطعا و بمعنى صار

ويكون فيها ضمير الشان وتكون تامة بمعنى ثبت

وزائدة وصار للانتقال واصبح وامسى واضحى

لاقتران مضمون الجملة باوقاتها وبمعنى صار وتكون

ای اوقات ہذہ الافعال ۱۲　　ہذہ الافعال الثلاثۃ ۱۲

تامة وظل وبات لاقتران مضمون الجملة

بوقتيها وبمعنى صار ومازال ومابرح ومافتئ وما

انفك لاستمرار خبرها لفاعلها مذ قبله ويلزمها

النفي ومادام لتوقيت امر بمدة ثبوت خبرها لفاعلها

لے قولہ وتکون تامۃ الخ یہ کان کی دوسری قسم کا بیان ہے اور مطلب یہ ہے کہ کان کبھی تامہ ہوتا ہے جو بمعنی ثبت ہوتا ہے اور اپنے اسم پر تام ہو جاتا ہے خبر کا محتاج نہیں ہوتا ۱۲ ۲ے قولہ وزائدۃ الخ یہ کان کی تیسری قسم ہے کہ کان کبھی زائدۃ ہوتا ہے اور وہ وہ ہے کہ جب اس کو عبارت سے حذف کر دیں تو معنی مقصود میں کوئی خلل نہ آئے ۳ے قولہ وصار للانتقال الخ یعنے صار انتقال کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ انتقال ایک صفت سے دوسری صفت کیطرف ہو جیسے صار زیدٌ عالما یعنی زید صفت جہل کو چھوڑ کر صفت علم کی طرف منتقل ہو گیا یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کیطرف منتقل ہو گیا جیسے صار الطین خزفا یعنی کیچڑ ٹھیکرا ہو گیا ۱۲ ۴ے قولہ اصبح وامسی واضحی الخ اصبح وامسی واضحی یہ تین فعل جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کے ساتھ مقارن کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے اصبح زید جالسا یعنی زید صبح کے وقت بیٹھ گیا اور جیسے امسی زید قائما یعنی زید شام کے وقت کھڑا ہو گیا اور جیسے اضحی زید مصلیا یعنی زید چاشت کے وقت نماز پڑھنے والا ہو گیا ۱۲ ۵ے قولہ وبمعنی صار الخ یعنی کبھی یہ افعال ثلاثہ صار کے معنی میں ہوتے ہیں اور اس وقت ان کے معنی میں اوقات کا لحاظ نہ ہوگا۔ جیسے اصبح زید غنیا ای صار زید غنیا اور کبھی یہ تینوں فعل تامہ ہوتے ہیں جیسے اصبح زید یعنی زید صبح کے وقت داخل ہوا پس اس وقت یہ خبر کے محتاج نہ ہونگے ۶ے قولہ وظل وبات الخ یعنی افعال ناقصہ میں سے یہ دو فعل جملہ کے مضمون کو اپنے اپنے وقت کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں جیسے ظل زید کاتبا یعنی زید تمام دن لکھنے والا رہا اور جیسے بات زید مضطربا یعنے زید تمام رات بیقرار رہا۔ پھر یہ دونوں فعل کبھی معنی میں صار کے ہوتے ہیں جیسے ظل زید غنیا یعنے زید مالدار ہو گیا اور بات زید فقیرا یعنے زید فقیر ہو گیا ۷ے قولہ ومازال ومابرح الخ یعنی مازال اور مابرح اور مافتئ اور ماانفک اپنی خبروں کو اپنے فاعل کے لئے استمرار کے ساتھ ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں۔ لیکن مطلقا نہیں بلکہ اس وقت سے جب کہ ان کے فاعلوں نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے مازال زید غنیا یعنی زید نے جب تونگری کو قبول کیا اس وقت سے زید میں تونگری کی صفت مستمر اور دائمی ہے اور اگر کوئی کہے کہ افعال مذکورہ کے استمرار پر دلالت ہونے کی وجہ کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ ان افعال کے معنی میں نفی پائی جاتی ہے اور جب ان پر ما نافیہ داخل ہوتا ہے تو نفی النفی ہو کر معنی استمرار اور ثبوت کے ہو جاتے ہیں اس لئے کہ نفی کی نفی استمرار اور ثبوت کو مستلزم ہوتی ہے ۸ے قولہ ویلزمہا النفی الخ یعنی افعال مذکورہ جب کہ ان سے دوام اور استمرار کا ارادہ کیا جائے نفی لازم ہے عام ازینکہ نفی لفظا ہو یا تقدیرا اول کی مثال ظاہر ہے اور ثانی کی مثال تاللہ تفتؤ تذکر یوسف ہے اس لئے کہ اصل میں لا تفتؤ تذکر یوسف تھا ۱۲ - ۹ے قولہ مادام الخ یعنی افعال ناقصہ میں سے مادام کسی امر کی توقیت کو اس مدت کی ساتھ کرنے کے لئے آتا ہے کہ جو خبر کے ثابت ہونے کی اس کے فاعل کے لئے ہے جیسے اجلس مادام زید جالسا یعنی تو اس وقت تک بیٹھ کہ جب تک زید بیٹھا ہے پس مثال مذکور میں مخاطب کے بیٹھنے کی توقیت اس مدت کے ساتھ کی گئی ہے کہ جو زید کے بیٹھنے کی ہے یاد رکھو کہ ما اسم ہے بمعنی مصدریہ ہے اور دام اپنے اسم و خبر کے بتاویل مصدر ہے اور اس سے پہلے زمان مقدر ہے پس اجلس مادام زید جالسا کی تقدیر اجلس زمان دوام جلوس زید ہے ۱۲

ومن ثم[۱] احتاج الى كلام لانه ظرف وليس[۲] لنفي مضمون

اي لاجل ان مادام للتوقيت ۱۲

الجملة حالا وقيل مطلقا ويجوز[۳] تقديم اخبارها كلها

على اسمائها وهي في تقديمها عليها على ثلثة اقسام

اي على نفس الافعال ۱۲

قسم يجوز وهو من كان الى راح وقسم لا يجوز وهو ما في

اي يجوز تقديم خبره عليه ۱۲ — وهي احد عشر افعالا ۱۲

اوله ما خلافا لابن كيسان في غير مادام وقسم مختلف

فيه وهو ليس افعال[۴] المقاربة ما وضع لدنو الخبر

مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

رجاء او حصولا او اخذا فيه فالاول[۵] عسى وهو غير

متصرف تقول عسى زيد ان يخرج وعسى ان يخرج زيد

---

[۱] قولہ ومن ثم الخ یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ مادام توقیت مذکور کے لئے آتا ہے تو اب اس سے پیشتر ایک کلام مستقل کے محتاج ہونگے اسلئے کہ وہ ظرف ہے اور ظرف اپنے افادہ میں مستقل نہیں پس کلام مستقل مثال مذکور میں اجلس ہے جو کہ مادام سے پہلے مذکور ہے [۲] قولہ ولیس لنفی مضمون الجملۃ الخ یعنی افعال ناقصہ میں سے لیس زمان حال میں مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے جیسے لیس زید ضاربا یعنی زید زمان حال میں مارنے والا نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لیس مطلقا مضمون جملہ کی نفی کیلئے آتا ہے عام ازیں کہ وہ نفی زمان حال میں ہو یا استقبال میں یا ماضی میں ۱۲ [۳] قولہ ویجوز تقدیم اخبارہا الخ یعنی افعال ناقصہ کی خبروں کا انکے اسماء پر مقدم ہونا جائز ہے اسلئے کہ یہ تقدیم منصوب کی مرفوع پر ہے اور وہ جملہ افعال میں درست ہے باقی رہی افعال ناقصہ پر ان کی خبروں کی تقدیم سو وہ تین قسم پر ہے اسلئے کہ بعض افعال ناقصہ تو ایسے ہیں کہ ان میں تقدیم مذکورہ جائز ہے اور وہ کان سے لے کر راح تک گیارہ فعل ہیں۔ اور بعض افعال ایسے ہیں کہ ان میں تقدیم مذکور جائز نہیں اور وہ فعل ناقص ہے کہ جسکے اول میں کلمہ ما ہے خواہ ما نافیہ ہو یا مصدریہ لیکن افعال مذکورہ میں تقدیم کا ناجائز ہونا جمہور کے مذہب پر ہے اور ابن کیسان نحوی مادام کے ماسوی جتنے افعال ہیں۔ مازال اور مابرح اور مافتیٔ اور ماانفک ان میں تقدیم مذکور کو جائز کہتا ہے اور لیس میں خود جمہور نحاۃ کا تقدیم مذکور کے جائز اور ناجائز ہونے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ لیس کی خبر کو اس پر مقدم کرنا ناجائز ہے اسلئے کہ لیس نفی کے لئے ہے اور نفی صدارت کلام کو مقتضی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لیس کی خبر کو لیس کا عمل نفی کی وجہ سے نہیں فعلیت کی وجہ سے ہے پس فعل میں جسطرح منصوب کو اس پر مقدم کرنا جائز ہے لیس میں بھی جائز ہے [۴] قولہ افعال المقاربۃ الخ یعنی افعال مقاربہ فعل ہیں جو خبر کو اپنے فاعل کے نزدیک کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں عام ازیں کہ یہ نزدیک کرنا خبر کا باعتبار رجاء اور امید کے ہو یا باعتبار حصول کے یا باعتبار اخذ یعنی شروع فی الخبر کے پس اس وقت عبارت میں رجاء منصوب سے پہلے دنو مصدر مقدر ہوگا اور وہ ترکیب میں مفعول مطلق ہوگا ای دنو رجاء اور دنو حصول اور دنو اخذ ۱۲ [۵] قولہ فالاول عسی الخ یعنی باعتبار امید کے خبر کو فاعل کے نزدیک کرنے کے لئے عسی آتا ہے۔ جیسے عسی زید ان یخرج یعنی امید ہے زید نکلے پس عسی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ متکلم فاعل کیلئے حصول خبر کی امید رکھتا ہے کہ عنقریب حاصل ہو اور یاد رکھو کہ کلمہ عسی کا غیر متصرف ہے کہ اس سے ماضی کے سوا اور کوئی صیغہ نہیں آتا۔ نیز عسی کا استعمال دو طرح پر ہے ایک عسی زید ان یخرج اس صورت میں فاعل عسی کا اسم صریح ہوتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بان ہوتا ہے دوسرے عسی ان یخرج زید اس صورت میں عسی تامہ ہے اور فعل مضارع یا ان محل رفع میں عسی کا فاعل ہے اور زید یخرج کا فاعل ہے الغرض عسی کے یہ دو استعمال ہیں لیکن استعمال اول میں کبھی ان مصدریہ کو فعل مضارع سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے عسی زید ان یخرج اور وجہ یہ ہے کہ عسی کو کاد کے ساتھ مقاربت میں شابہت ہے پس جسطرح بدون ان کے کاد زید یخرج کہنا جائز اسی طرح عسی زید یخرج کہنا بھی جائز ہے۔

وقد يحذف أنْ والثاني كاد تقول كاد زيدٌ يجيءُ وقد

تداخل أنْ واذا دخل النفي على كاد فهو كالافعال على

الاصح وقيل يكون للاثبات وقيل يكون في الماضي للاثبات

اي لاثبات الخبر ۱۲

وفي المستقبل كالافعال تمسكا بقوله تعالى وما كادُوا

يفعلون بقول ذي الرمة شعر اذا غيّر الهجرُ المحبّين

کہ دوری تغیر دہد ہجر و فراق دوستان را ۱۲

لم يكد رسيسُ الهوى من حبّ ميّة يبرحُ

نزدیک نیست ۱۲ — من دوستی از عشق — میہ کہ زائل شود ۱۲

والثالثُ طفق وكرب وجعل وأخذ وهي مثل

بفتح الراء من الكرب و نزدیک شدن کسی را بکارے من ضرب ۱۲

كادوا وأوشك مثل عسى وكاد في الاستعمال

ل۱ قوله والثانی کاد الخ یعنی دوسرا فعل افعال مقاربہ میں سے کاد ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقینی ہونے والا ہے جیسے کاد زید یخرج یعنی زید کے لئے حصول خروج یقینا ہونے والا ہے پس مثال مذکور میں زید کاد کا فاعل اور یخرج فعل مضارع اس کی خبر ہے جو کہ محل نصب میں ہے اور کبھی کاد کی خبر پر ان مصدریہ داخل ہوتا ہے اس لئے کہ کاد کی عسی کیساتھ مشابہت ہے پس کاد کی خبر میں بھی عسی کی خبر کی طرح ان مصدریہ لائیں گے ۱۲ ل۲ قوله واذا دخل النفی الخ یعنی جب کاد اور اس کے مشتقات پر نفی داخل ہوتی ہے تو وہ دوسرے افعال کی طرح مضمون جملہ کی نفی کا فائدہ دیتے ہیں اور یہ اصح مذہب ہے اور علاوہ اس مذہب کے دو مذہب اسمیں اور ہیں بعض کہتے ہیں کہ کاد پر نفی اثبات کیلئے ہوتی ہے مطلقا خواہ وہ ماضی پر داخل ہو یا مستقبل پر ماضی کی مثال فذبحوہا وما کادوا یفعلون. پس مثال مذکور میں ان لوگوں کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ گائے کو انہوں نے ذبح کر دیا اور وہ ذبح کرنے کے قریب تھے اور دلیل یہ ہے کہ اگر ما کادوا سے مراد نفی ہو تو تناقض لازم آئے گا. یہ نہیں ہو سکتا ذبح کرنے سے پیشتر وہ ذبح کرنے کے قریب نہ ہوں اور ذبح کر دیں اور اصح مذہب والے اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جب کہ ما کادوا یفعلون. میں نفی مراد لے جاوے گی تو کلام میں تناقض نہ ہوگا. اور یہ معنی ہوں گے کہ انہوں نے گائے کو ذبح کر دیا اور ذبح سے پیشتر اپنی نافرمانی کے سبب ذبح کرنے کے قریب نہ تھے پس ظاہر ہے کہ اس میں کچھ تناقض نہیں اس لئے کہ تناقض میں منجملہ وحدات ثمانیہ کے وحدت زمانی شرط ہے اور وہ یہاں نہیں پائی گئی اور مضارع کی مثال ذی الرمۃ کا یہ شعر ہے ع اذا غیر الہجر المحبین لم یکد رسیس الہوی من حب میۃ یبرح پس مثال مذکور میں لم یکد کے معنے چونکہ اثبات کے ہیں اس لئے شعراء نے ذوالرمۃ کا تخطیہ کیا اور کہا کہ یہ معنی کہ جب جدائی عاشقوں کو متغیر کر دے کہ میہ کی ثابت شدہ محبت میرے دل سے زائل ہو جائے. عاشقانہ نہیں یہ سن کر ذی الرمۃ شاعر نے لم یکد کو لم اجد سے بدل دیا پس اگر نفی مستقبل پر داخل ہو کر اثبات کے لئے نہ ہوتی تو نہ شعراء اس کا تخطیہ کرتے اور نہ وہ اس تخطیہ کو تسلیم کرتا اس لئے کہ نفی کی صورت میں شعر کے یہ معنی ہیں کہ جب جدائی دوستوں کی محبت کو متغیر کر دیتی ہے تو ایسی حالت میں میرے دل سے میہ کی محبت راسخ شدہ کا زائل ہونا قریب نہیں اور اس وقت معنی مذکور میں کچھ نقص نہیں کہ تخطیہ کی نوبت آئے اور اصح مذہب والے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ بعض فصحاء نے ذوالرمۃ شاعر کے تخطیہ کرنے والوں کا تخطیہ تسلیم نہیں کیا اور کہا کہ ذی الرمۃ شاعر نے ان کے تخطیہ کو تسلیم کرنے میں غلطی کی ہے اس لئے کہ لم یکد بمعنی نفی ہے بمعنی اثبات نہیں پس معنی شعر صحیح ہیں ل۳ قوله وقیل یکون الخ یعنی تیسرا مذہب یہ ہے کہ حرف نفی ماضی پر داخل ہو کر تو نفی کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ اثبات اپنے ہی حال پر رہتا ہے جیسے قوله تعالی فذبحوہا وما کادوا یفعلون اور مضارع پر داخل ہو کر حرف نفی دیگر افعال کی طرح نفی کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ ذوالرمہ کے شعر اذا غیر الہجر المحبین لم یکد الخ میں لم یکد کے معنی نفی کے ہیں باقی رہا استدلال کا طریقہ اور اسکا جواب سو وہ پہلے مذکور ہو چکا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ل۴ قوله والثالث طفق الخ یعنی افعال مقاربہ میں سے وہ فعل جو فاعل کیلئے خبر کے نزدیک ہونے کو باعتبار اخذ اور شروع بتلاتے ہیں طفق اور کرب اور جعل اور اخذ ہیں اور استعمال میں مثل کاد کے ہیں جیسے طفق وکرب وجعل اخذ زید یخرج اور ایک فعل اوشک ہے اور وہ استعمال میں عسی اور کاد کی مثال ہے پس اس کا استعمال کبھی تو عسی کے دونوں استعمالوں کی طرح ہوتا ہے جیسے اوشک زیدان یخرج اور اوشک ان یخرج زید اور کبھی اسکا استعمال کاد کی طرح بغیر ان کے ہوتا ہے. جیسے اوشک زید یخرج ۱۲

[1] قولہ فعل التعجب الخ یعنی اس مقام پر کافیہ کے نسخے مختلف ہیں۔ بعض نسخوں میں افعال التعجب اور بعض نسخوں میں فعلا التعجب بصیغۂ تثنیہ ہے اور یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ اگر کہا جائے کہ تعریف جنس کیلئے ہوتی ہے تو فعل التعجب کہنا انسب ہے اور اگر کہیں کہ ان کے افراد کثرت سے ہیں تو صیغۂ جمع کا لانا زیادہ مناسب ہے اور تثنیہ اس وجہ سے ہے کہ تعجب کے دو صیغے ہیں۔ ما افعلہ اور افعل بہ اور یہ دونوں ایسے صیغے ہیں کہ ان میں تعریف جاری نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ ان سے نہ تو مضارع آتا ہے اور نہ مجہول ۱۲ [2] قولہ ولا یبنیان الخ یعنی یہ دونوں صیغے فعل تعجب کے اسی چیز سے بنائے جاتے ہیں کہ جس سے افعل التفضیل بنایا جاتا ہے اور وہ ثلاثی مجرد ہے کہ جو لون اور عیب سے خالی ہو اور وجہ یہ ہے کہ فعل تعجب اور افعل التفضیل کو باہمی ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے کہ ہر ایک مبالغہ کے لئے ہوتا ہے اور اگر کوئی کہے کہ جس چیز سے فعل تعجب کا بنانا ممتنع ہے اس سے فعل تعجب بنانے کی کیا صورت ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ وہاں شدت یا اس کے مثل ضعیف یا حسن یا قبح سے یہ دونوں صیغے اس طرح بنائیں گے کہ وہ مصدر کہ جس کے فعل سے فعل تعجب بنانا ممتنع ہے اس کو ان کے بعد ذکر کریں گے۔ مثلاً جب استخراج غیر ثلاثی مجرد سے یہ دو صیغے تعجب کے بنانا چاہیں تو ما اشد استخراجہ کہیں گے اور یاد رکھو کہ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم و تاخیر کا تصرف نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جار و مجرور اور مفعول بہ کو ان پر مقدم نہیں کیا جائے گا پس مازیداً احسن اور بزید احسن کہنا درست نہ ہوگا علی ہذا القیاس فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فصل لانا بھی جائز نہ ہوگا اس لئے کہ ہر دو صیغے تعجب کے انشاء تعجب کی طرف منقول ہونے کے سبب قائم مقام امثال کے ہو گئے پس امثال کی طرح ان میں بھی تصرف جائز نہ ہوگا۔ اور مازنی کہتا ہے کہ فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان ظرف کے ساتھ جائز ہے اس لئے کہ ظرف میں توسع ہے جو غیر ظرف میں نہیں پس ما احسن فی الدار زیداً اور احسن الیوم بزید کہنا جمہور کے نزدیک ناجائز اور مازنی کے نزدیک جائز ہے [3] قولہ ما ابتداء الخ یعنی فعل تعجب کا صیغۂ اولیٰ میں سیبویہ کے نزدیک ما مبتداء اور نکرہ بمعنی شی ہے اور اس کا مابعد خبر ہے اور اخفش کے نزدیک یہ ما موصولہ ہے اور اس کا مابعد اس کا صلہ ہے اور موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتداء ہے اور خبر شیٔ عظیم محذوف ہے پس سیبویہ کے نزدیک ما احسن زیداً کے معنی شیٔ احسن زیداً کے ہیں اور اخفش کے نزدیک الذی حسن شیٔ عظیم کے ہیں اور جاننا چاہئے کہ اسجگہ پر ایک مذہب فراء کا ہے کہ مصنف نے ذکر نہیں کیا وہ یہ کہ ما بمعنی ای شیٔ مبتداء اور مابعد اسکا خبر ہے پس فراء کے نزدیک ما احسن زیداً کے معنی ای شیٔ احسن زیداً کے ہیں ۱۲ [4] قولہ وبہ فاعل عند سیبویہ الخ یہ فعل تعجب کے دوسرے صیغہ کا بیان ہے کہ اس میں احسن سیبویہ کے نزدیک فاعل ہے پس اس وقت احسن بہ میں اگرچہ احسن امر کا صیغہ ہے لیکن معنی میں حسن ماضی کے ہے اور بالفظ بہ میں جارہ زائدہ ہے اور ضمیر مجرور اس کا فاعل ہے اور ہمزہ صیرورت کا ہے پس معنی احسن بزید کے سیبویہ کے مذہب پر زید صاحب حسن کے ہیں ۱۲ [5] قولہ ومفعول عند الاخفش کہتا ہے کہ احسن امر کا صیغہ ہے اور بہ میں باء تعدیہ کے لئے یا زائدہ ہے اور اسوقت احسن میں ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے ۱۲۔

فِعلُ التعجّبِ[1] ما وُضِعَ لانشاءِ التعجّبِ ولهُ صيغتان

وفي بعض النسخ فعلا التعجب وهو الانسب ماسبق ۱۲ — اي للتعجب ۱۲

ما أفعلَهُ وأفعِلْ بهِ وهما غيرُ متصرّفَينِ مثلُ ما أحسنَ زيداً

وأحسِنْ بزيدٍ ولا يُبنيانِ[2] إلّا ممّا يُبنى منهُ أفعلُ التفضيلِ

وهو الثلاثي المجرد

ويتوصّلُ في الممتنعِ بمثلِ ما أشدَّ استخراجَهُ وأشدِدْ باستخراجِهِ

اي ماسوى الثلاثي المجرد ۱۲

ولا يتصرّفُ فيهما بتقديمٍ وتأخيرٍ ولا فصلٍ وأجازَ المازنيُّ

الفصلَ بالظروفِ وما ابتداءٌ[3] نكرةٌ عندَ سيبويهِ وما بعدَها الخبرُ

اي في الاصل

موصولةٌ عندَ الأخفشِ والخبرُ محذوفٌ وبهِ[4] فاعلٌ عندَ سيبويهِ فلا ضميرَ في

مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — والباء زائدة على الفاعل ۱۲

أفعِلْ ومفعولٌ[5] عندَ الأخفشِ والباءُ للتعديةِ أو زائدةٌ ففيهِ ضميرٌ

فالضمير عنده مستتر في افعل ۱۲

افعال[1] المدح والذم ما وضع لانشاء مدح او ذم

فمنها نعم وبئس شرطهما ان یکون الفاعل معرفا باللام (نحو نعم الرجل زید ۱۲)

او مضافا الی المعرف بها (نحو نعم غلام الرجل زید ۱۲) او مضمرا ممیزا بنکرة منصوبة (نحو نعم رجلا زید ۱۲)

او بما مثل فنعما ھی وبعد[2] ذلک المخصوص (بالمدح او الذم ۱۲) وھو[3] مبتدأ

ما قبلہ خبرہ او خبر مبتدأ محذوف مثل نعم

الرجل زید وشرطہ[4] مطابقة الفاعل وبئس[5] مثل القوم

الذین کذبوا وشبھہ متأول وقد یحذف[6] المخصوص

اذا علم مثل نعم العبد وفنعم الماھدون (ای نحن ۱۲) وساء[7] مثل بئس

---

[1] قولہ افعال مدح والذم الخ مصنفؒ یہاں سے افعال مدح اور ذم کو بیان کرتے ہیں کہ افعال مدح وذم وہ فعل ہیں۔ جو انشاء مدح وذم کیلئے وضع کئے گئے ہیں افعال مدح اور ذم ہی سے نعم اور بئس ہیں اور ان دونوں کے فاعل کی شرط یہ ہے کہ انکا فاعل یا تو معرف باللام ہو جیسے نعم الرجل یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نعم صاحب الرجل زید۔ یا ایسی ضمیر مستتر ہو کہ جس کی تمیز یا تو نکرہ منصوبہ ہو۔ جیسے نعم رجلا زید اور یا تمیز کلمہ ما ہو جیسے قول تعالے فنعما ہی ای نعم شیئا ہی اور نکرہ معنی میں شئی کے ہوتا ہے اور بنا بر تمیز کے محلاً منصوب ۱۲ [2] قولہ وبعد ذلک المخصوص الخ یعنی فعل مدح اور ذم کے فاعل کے بعد مخصوص بالمدح یا بالذم کا درجہ ہے جیسے نعم الرجل زید میں الرجل نعم کا فاعل ہے اور اس کے بعد زید مخصوص بالمدح ہے ۱۲ [3] قولہ وھو مبتدا الخ ترکیب کے اعتبار سے مخصوص مذکور کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مبتدا اور اس کا ما قبل جملہ ہوکر اس کی خبر۔ اور اگر کوئی کہے کہ مبتداء کا خبر جب جملہ ہوتی ہے تو اسمیں عائد ہونا چاہئے حالانکہ اس جگہ کوئی ضمیر نہیں جو مبتداء کی طرف عائد ہو جواب یہ ہے کہ عائد کے لئے فقط ضمیر ضروری نہیں بلکہ نعم الرجل زید میں الف اور لام عہدی بھی عائد ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مخصوص مذکور ہو مبتداء محذوف کی خبر اور نعم الرجل علیحدہ جملہ فعلیہ ہو اور اس وقت نعم الرجل اور دوسرا اسمیہ یعنی ہو زید۔ پس اس جملہ کا جز اول یعنی ہو محذوف ہے ۱۲ [4] قولہ وشرطہ مطابقة الفاعل الخ یعنی مخصوص کی شرط یہ ہے کہ وہ فاعل کے ساتھ تذکیر وتانیث اور تثنیہ اور جمع میں مطابق ہو۔ جیسے نعم الرجل زید اور نعمت المرأة زینب اور نعم الرجلان الزیدان اور نعم الرجال الزیدون ۱۲ [5] قولہ وبئس مثل القوم الذین الخ یہ ایک سوال کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ آیت بئس مثل القوم الذین کذبوا میں الذین کذبوا مخصوص بالذم ہے جمع ہے اور مثل القوم فاعل ہے جو کہ مفرد ہے پس مخصوص اور فاعل میں مطابقت نہ ہوئی لہذا یہ کہنا کہ فاعل اور مخصوص میں مطابقت ہونی چاہیے کیونکر صحیح ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ یہ آیت اور اس کا مثل متاول ہے بایں طور کہ مثل القوم الذین کذبوا میں الذین کذبوا سے پہلے مضاف مقدر ہے اور اصل عبارت اس طرح پر ہے مثل القوم مثل الذین کذبوا۔ پس اس وقت دونوں میں مطابقت ہوگی اسلئے کہ دونوں مفرد ہیں یا کہا جائے کہ الذین قوم کی صفت ہے مخصوص نہیں۔ مخصوص محذوف ہے ای مثلہم ۱۲ [6] قولہ وقد یحذف المخصوص الخ یعنی کبھی مخصوص کو بوقت قائم ہوئے قرینہ کے حذف کر دیتے ہیں جیسے قولہ تعالے فنعم الماہدون ای نحن اور قولہ تعالے نعم العبد ای ایوب اور قرینہ حذف کا دونوں جگہ ظاہر ہے اول میں تو والارض فرشناہا اور دوسری میں یہ ہے کہ یہ ایوب علیہ السلام کا قصہ ہے ۱۲ [7] قولہ وساء مثل بئس الخ یعنی افعال ذم ہی سے ساء حکم بئس کی طرح پر ہے۔ تمام امور میں جیسے ساء الرجل زید ۱۲

ومنها حبّذا وفاعله ذا ولا يتغير وبعده المخصوص و

اي من افعال المدح والذم ۱۲

اعرابه كاعراب مخصوص نعم ويجوز ان يقع قبل

المخصوص بعده تمييز او حال على وفق مخصوصه الحرف

ما دل على معنى في غيره ومن ثم احتاج في جزئيته كلام ۱۲

اي من اجل انه دل على معنى في غيره ۱۲

الى اسم او فعل حروف الجر ما وضع للافضاء

بفعل او معناه الى ما يليه وهي من والى وحتى وفي والباء واللام

الباء الملصقة ان الافضاء لازم اي الى مدخوله اي حروف الجر ۱۲

ورب وواوها وواو القسم وباءه وتاءه وعن وعلى والكاف و

اي واو رب ۱۲

مذ ومنذ وخلا وعدا وحاشا فمن للابتداء والتبيين والتبعيض

۱؎ قولہ ومنہا حبذا الخ یعنی افعال مدح وذم میں سے حبذا ہے اور یہ لفظ حب اور ذا سے مرکب ہے ترکیب میں حب فعل اور ذا اس کا فاعل ہے اور یہ فعل مدح ایسا ہے کہ ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے تثنیہ اور جمع اور تانیث میں اپنے مخصوص کے مطابق نہیں ہوتا جیسے حبذا الزیدان اور حبذا الزیدون اور حبذا ہند۔ پھر حبذا اس ذا کے جو بعد اسم مذکور ہوگا وہ مخصوص بالمدح ہوگا اور اس مخصوص بالمدح کا اعراب بھی نعم کے مخصوص بالمدح کی طرح ہے حتی کہ جو وجہ کہ نعم کے مخصوص میں مذکور ہوئیں وہی حبذا کے بعد مخصوص بالمدح میں جاری ہونگی ۱۲ ؎ ۲؎ قولہ ویجوز ان یقع الخ یعنی مخصوص حبذا سے پہلے یا اسکے بعد تمیز یا حال کا تذکیر وتانیث اور افراد اور تثنیہ اور جمع میں مخصوص کے مطابق ہو کر واقع ہونا جائز ہے جیسے حبذا رجلا زید اور حبذا زید رجلا وقس علی ہذا البواقی ۱۲ ؎ ۳؎ قولہ الحرف اول الخ اسم اور فعل سے فارغ ہو کر مصنف حرف کو بیان کرتے ہیں۔ کہ حرف وہ کلمہ ہے کہ جو اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے غیر میں پائے جاتے ہیں حرف کی تعریف میں ما موصولہ سے مراد کلمہ ہے اس لئے کہ وہ مقسم ہے اور مقسم تعریفات اقسام میں معتبر ہے اور قولہ فی غیرہ ثابت کے متعلق ہو کر معنی کی صفت ہے اور اس سے اسم وفعل خارج ہوجاتے ہیں اس لئے کہ ان کے معنی مستقل بالمفہوم ہیں اور تعریف مذکور میں فی غیرہ کی قید سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حرف کے معنی مستقل بالمفہومیت نہیں کہ دوسرے کلمہ کے بغیر ملائے سمجھ میں آسکیں ۱۲ ؎ ۴؎ قولہ ومن ثم احتاج الخ یعنی چونکہ معنی حرف کے مستقل نہیں اسی وجہ سے وہ کلام کے جزء ہونے میں اسم اور فعل کا محتاج ہے پس بدون اسم فعل کے ملائے نہ وہ محکوم علیہ ہو سکتا ہے اور نہ محکوم بہ۔ ۵؎ قولہ حروف الجر الخ حروف جر وہ ہے کہ جو فعل یا معنی فعل کو اس چیز تک پہنچانے کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جو اس حرف کے متصل ہے۔ جیسے مررت برجل میں باء حرف جر ہے ۶؎ قولہ فمن الابتداء الخ مصنف نے حروف جر کو شمار کرنے کے بعد یہاں سے ان کی تفصیل کو بیان کیا کہ من حرف جر ابتداء غایت کے لئے ہے خواہ ابتداء مکانی ہو یا زمانی۔ ابتداء مکانی کی مثال سرت من البصرۃ الی الکوفۃ اور ابتداء زمانی کی مثال جیسے صمت من یوم الجمعۃ بہرحال دونوں جگہ پر من کا مجرور وہ محل ہے کہ جس سے فعل کی ابتداء ہوتی ہے اور علامت من ابتدائیہ کی یہ ہے کہ اس کے بعد الی حروف جر یا اس چیز کا جو معنی میں الی کے ہوتی ہے لانا صحیح ہو ۱۲ ؎ ۷؎ قولہ والتبیین الخ یعنی تبیین کے لئے آتا ہے جیسے قولہ فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔ یعنی پلیدی سے بچو جو بت ہیں۔ پس مثال مذکور میں من بیانیہ ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کے بجائے موصول کو رکھیں تو معنے صحیح ہوجاتے ہیں ۱۲ ۸؎ قولہ والتبعیض کے لئے بھی آتا ہے جیسے اخذت من الدراہم ای بعض الدراہم ۱۲ ؎

کلام غیر موجب میں ہوتی ہے اور وہ وہ کلام ہے کہ جس میں نفی نہی اور استفہام ہوتا ہے اور اخفش اور نحاۃ کوفہ یہ کہتے ہیں کہ من کی زیادتی کے لئے کلام غیر موجب کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ کلام موجب میں بھی اس کی زیادتی ہوجاتی ہے اور وہ اپنے اس دعوے پر قول عرب قدکان من مطر سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں من زائدہ ہے اور اصل قدکان مطر ہے مگر مصنف رح قدکان من مطر کا جواب دیتے ہیں کہ یہ متاول ہے بایں طور کہ من تبعیضیہ کہا جائے یا تبیینیہ ای قدکان بعض مطر او قدکان شیء من مطر ۱۲ ۲ قولہ والی للانتہاء الخ یعنی الیٰ انتہاء غایت کے لئے ہے عام ازیں کہ انتہاء مذکورہ زمان میں ہو یا مکان یا ان دونوں کے غیر میں اول کی مثال قولہ تعالیٰ اتموا الصیام الی اللیل اور ثانی کی مثال ذھبت الی البیت اور ثالث کی مثال قلبی الیکم اور الی معنی میں مع کے بھی آتا ہے مگر قلیل جیسے قولہ تعالیٰ ولا تاکلوا اموالہم الی اموالکم ای مع اموالکم ۱۲ ۳ قولہ وحتی کذلک الخ یعنی حتی بھی الی جارہ

۱ وزائدۃ فی غیر الموجب خلافا للکوفیین والاخفش

نحو ماجاءنی من احد ۱۲ — ناظر الی قید غیر الموجب ۱۲

وقد کان من مطر وشبہہ متأول ۲ والی للانتہاء و

بتداء ۱۲

بمعنی مع قلیلا ۳ وحتی کذلک وبمعنی مع کثیرا ویختص

بالظاہر خلافا للمبرد ۴ وفی للظرفیۃ ۵ وبمعنی علی قلیلا و

الاسم ۱۲ — لا یجوز دخولہا علی الضمیر ایضا ۱۲ — ای کون مدخولہا ظرفا للشیء ۱۲

۶ الباء للالصاق والاستعانۃ والمصاحبۃ والمقابلۃ

والتعدیۃ والظرفیۃ ۷ وزائدۃ فی الخبر فی الاستفہام

والنفی قیاسا وفی غیرہ سماعا ۸ نحو بحسبک زید والقی بیدہ

۱ قولہ وزائدۃ الخ یہ مرفوع ہے اور للابتداء پر معطوف ہے اور مطلب یہ کہ من زائدہ بھی ہوتا ہے من کے زائدہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو حذف کردیں تو معنی مقصود میں خلل واقع نہ ہو جیسے ماجاءنی من احد کہ اس جگہ من زائدہ ہے پھر من کے زائدہ ہونے میں نحاۃ کا اختلاف ہے بصری یہ کہتے ہیں کہ من کی زیادتی صرف

کیطرح انتہاء غایت کے لئے ہوتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ حتی بمعنی مع کثرت سے مستعمل ہوتا ہے جیسے اکلت السمکۃ حتی رأسہا ای مع رأسہا ہے۔ دوسرے حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔ بخلاف الیٰ کہ وہ اسم ظاہر ومضمر دونوں پر داخل ہوجاتا ہے اور مبرد کہتا ہے کہ حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص نہیں ضمیر پر بھی داخل ہوجاتا ہے ۴ قولہ وفی للظرفیۃ الخ یعنی حروف جارہ میں سے کلمۂ فی جس کلمہ پر داخل ہوتا ہے اس کو کسی شئے کا ظرف بتاتا ہے جیسے زید فی البیت اور المنجی فی الکذب دونوں مثالیں ظرفیت کی ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ مثال اول میں بیت حقیقۃ ظرف ہے اور مثال ثانی میں کذب مجازا ظرف ہے ۱۲ ۵ قولہ وفی بمعنی علی الخ یعنی فی معنی میں علی کے بھی مستعمل ہوتا ہے مگر یہ استعمال قلیل ہے جیسے قولہ تعالیٰ ولاصلبنکم فی جذوع النخل ای علی جذوع النخل ۶ قولہ والباء للالصاق الخ یعنی باء حروف جارہ میں سے الصاق کے لئے ہے الصاق کے معنی اتصال الشیء بالشیء کے ہیں خواہ یہ اتصال حقیقۃ ہو جیسے بہ داء یا مجازا جیسے مررت بزید۔ اور باء استعانۃ کے لئے ہوتی ہے جیسے کتبت بالقلم اور مصاحبۃ کے لئے ہوتی ہے جیسے اشتریت الفرس بسرجہ ای مع سرجہ اور مقابلہ کے لئے ہوتی ہے جیسے اشتریت الجاریۃ بفرس یعنی میں نے باندی کو گھوڑے کے بدلے میں خریدا اور باء تعدیہ کے لئے ہوتی ہے یعنی لازم کو متعدی کے لئے جیسا ذھبت بزید ای اذھبتہ اور ظرفیت کے لئے ہوتی ہے جیسے صلیت بالدکان ای فی الدکان ۷ قولہ وزائدۃ الخ یہ باعتبار اعراب کے مرفوع ہے اور للالصاق پر اس کا عطف ہے اور قول فی الخبر زائدۃ کے متعلق ہے اور فی الاستفہام متعلق الکائن کے ہوکر الخبر کی صفت ہے اور مطلب یہ کہ باء اس خبر میں زائد ہوتی ہے جو استفہام میں ہوتی ہے یہاں استفہام سے مراد خاص وہ استفہام ہے جو ھل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کہ ھل زید بقائم اس لئے کہ دیگر استفہام میں باء زائد نہیں ہوتی علیٰ ہذا القیاس اسی نفی میں باء زائدہ ہوتی ہے جو لیس کی خبر میں ہوتی ہے جیسے لیس زید بقائم ان دونوں جگہ میں باء کا زائد ہونا قیاس کے مطابق ہے ۸ قولہ وفی غیرہ سماعا الخ یعنی اور خبر مذکور کے غیر میں باء کا زائد ہونا سماعی ہے عام ازیں کہ وہ زیادتی مرفوع میں ہو جیسے بحسبک درہم کہ یہاں باء کی زیادتی مبتداء پر ہے یا منصوب میں ہو جیسے القی بیدہ کہ اس جگہ باء کی زیادتی مفعول پر ہے ۱۲

والّلام للاختصاص والتعلیل وبمعنی عن مع القول وزائدة
وبمعنی الواو فی القسم للتعجّب ورُبّ للتقلیل ولها صدر
(ای لانشائه ۱۲) (ای تقلیل افراد ما دخلت علیه ۱۲)
الکلام مختصّة بنکرة موصوفة علی الاصحّ وفعلها ماضٍ
محذوف غالبًا وقد تدخل علی مضمر مبهم ممیز بنکرة
(ای حذفا غالبا او زمانا غالبا)
منصوبة والضمیر مفرد مذکر خلافا للکوفیین فی
مطابقة التمییز وتلحقها ما فتدخل علی الجمل وواوها تدخل
(ای رب ۱۲) (ای رب بعد لحوق ما ۱۲)
علی نکرة موصوفة وواو القسم انما تکون عند حذف الفعل لغیر السؤال
مختصّة بالظاهر والتاء مثلها مختصّة باسم اللّٰه والباء اعمّ منها
(مثل الواو ۱۲)

ا؎ قولہ واللام للاختصاص الخ یہ لام جارہ کا بیان ہے کہ وہ چند معنی کے لئے ہوتا ہے اختصاص کیلئے جیسے الجل للفرس یعنی جل خاص گھوڑے کے لئے ہے اور تعلیل کے لئے ہوتا ہے جیسے ضربتہ للتادیب اور معنی میں عن کے ہوتا ہے جبکہ وہ قول کے ساتھ ہوتا ہے جیسے قلت لزید ای عن زید اور لام زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے ردف لکم ای ردف کم اور یہ زیادتی لام جارہ کی اس صورت میں ہے جبکہ فعل متعدی بنفسہ ہو اور لام معنی واؤ کے ہوتا ہے اس قسم میں جو تعجب کے لئے ہوتی ہے قسم سے مراد بیان مقسم بہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے جیسے للّٰہ لا یؤخر الاجل یعنی خدا کی قسم اجل موخر نہ ہوگی ۲؎ قولہ رب للتقلیل الخ یعنی حروف جارہ میں سے رب انشاء تقلیل کے لئے ہے اور صدر کلام میں آتا ہے اور بنا بر اصح مذہب کے نکرہ موصوفہ کے ساتھ خاص ہے یعنی ہمیشہ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ نکرہ غیر موصوفہ پر بھی داخل ہو جاتا ہے مگر یہ مذہب اصح نہیں ۱۲ ۳؎ قولہ وفعلها ماض الخ یعنی رب جس فعل کے متعلق ہوتا ہے وہ فعل ماضی ہوتا ہے جو اکثر استعمالات میں قرائن کے پائے جانے کیوجہ سے محذوف ہوتا ہے جیسے رب رجل کریم ای لقیتہ ۱۲ ۴؎ قولہ وقد تدخل علی مضمر الخ یعنی رب کبھی ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے کہ جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوتی ہے اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے خواہ اس کی تمیز مثنی ہو یا مجموع یا مونث جیسے ربہ رجلین اور رجالا اور امراۃ اور کوفی کہتے ہیں کہ ضمیر مذکور تمیز کے ساتھ مطابق ہوگی پس ان کے نزدیک ربهما رجلین اور ربهم رجال کہیں گے ۱۲ ۵؎ قولہ وتلحقها ما الخ یعنی رب پر ما کافہ بھی داخل ہو جاتا ہے جو رب کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے اور اس صورت میں رب جملہ پر داخل ہو جاتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ ربما یود الذین کفروا کہ یہاں رب پر ما کافہ لاحق ہے اور وہ جملہ پر داخل ہے ۶؎ قولہ وواو یعنی واؤ رب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ معنی میں رب کے ہونے کیوجہ سے رب کے حکم میں ہے پس رب کیطرح یہ بھی نکرہ موصوفہ پر داخل ہوگا۔ اور اس کا متعلق فعل ماضی ہوگا۔ جو اکثر محذوف ہوتا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ واؤ رب ضمیر مبہم پر کبھی داخل نہیں ہوتا جیسے قول الشاعر ؎ وبلدة لیس بها انیس یعنے بہت ایسے شہر ہیں کہ ان میں کوئی انیس نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ اس جگہ بلدة میں واؤ بمعنی رب ہے ۱۲ ۷؎ قولہ واو القسم الخ یعنی واؤ قسم فعل قسم کے حذف کیوقت مستعمل ہوتا ہے اور سوال کیساتھ نہیں لایا جاتا اور ہمیشہ اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا جیسے واللّٰہ لافعلن کذا ۱۲ ۸؎ قولہ والتاء مثلها الخ یعنی واؤ قسم کی طرح تاء قسم ہے کہ اسمیں بھی فعل قسم محذوف ہوتا ہے اور سوال کے ساتھ نہیں لائی جاتی اور اسم ظاہر میں سے صرف لفظ اللّٰہ پر داخل ہوتی ہے اور کسی اسم ظاہر پر داخل نہیں ہوتی تاللّٰہ لافعلن کذا ۱۲ ۹؎ قولہ والباء اعم منها الخ یعنی واؤ قسم اور تاء قسم سے باء اعم ہے اسمیں فعل قسم مذکور ہوتا ہے اور محذوف بھی اور سوال کے ساتھ مذکور ہوتی ہے اور بدون سوال کے بھی اسم ظاہر پر بھی داخل ہو جاتی ہے اور اسم ضمیر پر بھی جیسے اقسم باللّٰہ اخبرنی بک لافعلن کذا ۱۲

فی الجمیع ویتلقّی[1] القسم باللام واِنّ وحرفِ النفی وقد

یحذف[2] جوابہ اذا اعترض او تقدمہ ما یدل علیہ (علی القسم ۱۲) وعن[3]

للمجاوزۃ وعلی[4] للاستعلاء وقد یکونان اسمین (ای عن وعلی ۱۲) بدخول

مِن والکاف[5] للتشبیہ وزائدۃ (نحو لیس کمثلہ شئ ۱۲) وقد تکون اسما وتختص

بالظاھر ومذ ومنذ[6] للزمان للابتداء فی الماضی و (الاسم ۱۲)

الظرفیۃ فی الحاضر نحو ما رایتہ مذ شہرنا ومنذ یومنا و

حاشا[7] وعدا وخلا للاستثناء الحروف[8] المشبھۃ

بالفعل (لفظا ومعنی) وھی اِنّ واَنّ وکاَنّ ولکنّ ولیت ولعلّ

---

[1] قولہ ویتلقی القسم الخ یعنی جواب قسم پر لام تاکید اور اِن مکسورہ اور حرف نفی ما اور لا کو داخل کیا جاتا ہے جیسے واللہ لزید قائم اور واللہ ان زیدا قائم اور واللہ ما زید بقائم اور واللہ لا یقوم زید۔ اور یاد رکھو کہ جواب قسم پر اشیاء مذکورہ بالا میں سے کسی شئی کا داخل ہونا اس وقت ہے جب کہ جواب قسم غیر سوال ہو اور سوال میں اس چیز کو داخل کیا جائے کہ جس میں معنی طلب کے ہوتے ہیں جیسے باللہ قام زید [2] قولہ قد یحذف جوابہ الخ یعنی جب کہ قسم اس جملہ کے درمیان یا اس جملہ کے بعد واقع ہو کہ جو جواب قسم پر دلالت کرتا ہے تو اس وقت جواب قسم محذوف ہو جائے گا جیسے زید واللہ قائم اور زید قائم واللہ [3] قولہ وعن للمجاوزۃ الخ یعنی عن مجاوزۃ کے لئے ہے مجاوزت تین طریقہ پر ہوتی ہے ایک یہ کہ وہ مدخول عن سے زائل ہو کر کسی دوسری شئے کی طرف چلی جائے جیسے رمیت السہم عن القوس یعنی تیر کو پھینکا کمان سے شکار کی طرف پہنچ جائے جیسے اخذت عنہ العلم یعنی میں نے اس سے علم لے لیا تیسرے وہ مدخول عن سے بغیر وصول ہوئے زائل ہو کر دوسری شئی کی طرف پہنچ جائے جیسے ادیت الدین عنہ الی زید یعنی میں نے اس کی طرف سے دین زید کو ادا کیا پس مثال مذکور میں دین بغیر مدیون کے طرف پہونچے اس سے زائل ہو کر دائن کی طرف پہنچ گیا فتامل۔ [4] قولہ وعلی للاستعلاء الخ یعنی علی استعلا کے لئے ہے خواہ استعلاء حقیقی ہو جیسے زید علی السطح یعنی زید چھت پر ہے یا مجازی جیسے علیہ دین یعنی اس پر قرض ہے اور کبھی عن اور علی اسم ہوتے ہیں اور اس وقت ان پر من داخل ہو جاتا ہے جیسے من عن یمینی یعنی میری داہنی طرف سے اور من علیہ یعنی اس کے اوپر سے [5] قولہ والکاف للتشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے زید کالاسد اور کاف زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے قولہ تعالی لیس کمثلہ شئی ای لیس مثلہ شئی اور کاف کبھی اسم ہوتا ہے جیسے یضحکن عن کالبرد ای عن اسنان مثل البرد اور یہ کاف اسم ظاہر کیساتھ خاص ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا [6] قولہ مذ ومنذ الخ یعنی حرف جارہ میں سے مذ اور منذ زمان کے لئے ہیں اور وہ اس وقت یا تو زمانہ ماضی میں زمانہ فعل کی ابتدا کے لئے ہوتے ہیں جیسے ما رایتہ مذ الشہر الماضی یعنی میں نے اس کو گزشتہ مہینہ سے نہیں دیکھا۔ اور یا زمانہ حاضر میں ظرفیت محضہ کے لئے ہوتے ہیں جیسے ما رایتہ مذ یومنا یعنی اس کو میرے نہ دیکھنے کا دن یہ آج کا دن ہے [7] قولہ وحاشا وخلا وعدا الخ یعنی حروف جارہ میں سے یہ تینوں حرف استثناء کے لئے ہیں جیسے جاء نی القوم حاشا زید اور خلا زید اور عدا زید یعنی زید کے سوا میرے پاس تمام قوم آئی ہیں حروف مذکورہ کا استثناء کے لئے ہونا ظاہر ہے [8] قولہ الحروف المشبھۃ بالفعل الخ حرف جر کے بعد حروف مشبہ بالفعل کو بیان کرتے ہیں حروف مشبہ بالفعل اِنّ اور اَنّ اور کانّ اور لکنّ اور لیت اور لعل ہیں۔ ان حروف کو مشبہ بالفعل اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی فعل کیساتھ مشابہت ہے لفظی اور معنوی۔ لفظی مشابہت یہ ہے کہ فعل ماضی جیسا کہ مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اسیطرح یہ حروف بھی مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں اور جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی اور خماسی ہوتا ہے اسیطرح یہ بھی ہیں اور مشابہت معنوی یہ ہے کہ اِنّ اور اَنّ معنی میں حققت کے اور کانّ معنی میں تشبیہ کے اور لکن معنی میں استدرکت کے اور لیت تمنیت کے اور لعل معنی میں ترجیت کے ہے ۱۲

ولها[۱] صدر الکلام سوی انّ فهی بعکسها وتلحقها[۲] ما فتلغی
اي لهذه الحروف ۱۲ اي هذه الحروف ۱۲ عملها ۱۲
علی الافصح وتدخل حینئذٍ علی الافعال فانّ لا تغیر[۳]
اي حين بمعناها
معنی الجملة وانّ مع جملتها فی حکم المفرد ومن ثمّ
وجب الکسر فی موضع الجمل والفتح فی موضع المفرد
فکسرت ابتداءً[۴] وبعد القول والموصول وفتحت فاعلةً
ومفعولةً ومبتدأً ومضافاً الیها وقالوا لولا انّک[۵] لانه مبتدأ
ولو انّک لانه فاعل وان جاز التقدیر[۶] ان جاز الامران نحو
من یکرمنی فانی اکرمه وع اذا انّه عبد القفا واللهازم

[۱] قولہ ولہا صدر الکلام الخ یعنی حروف مذکورہ سوائے ان مفتوحہ کے صدر کلام میں آتے ہیں تاکہ اول وہلہ میں یہ معلوم ہوجائے کہ کلام مثلاً از قبیل تاکید ہے یا از قبیل تشبیہ اور وجہ ان مفتوحہ کے وسط کلام میں آنے کی یہ ہے کہ ان اپنے اسم و خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہوتا ہے پس کلام تام بننے کیلئے اس کا تعلق کسی دوسری چیز کے ساتھ ہوگا [۲] قولہ وتلحقہا ما الخ یعنی حروف مشبہ بالفعل کے بعد ما کافہ آجاتا ہے اور وہ ان کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے جیسے انما انا بشر اور اسوقت بعد لاحق ہونے ما کافہ کے حروف مذکورہ فعل پر بھی داخل ہوسکتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ قل انما حرم علیکم المیتۃ یعنی جز ایں نیست کہ خدا نے تم پر میتہ کو حرام کیا [۳] قولہ فان لا تغیر الخ اس جگہ سے مصنف نے حروف مشبہ بالفعل کی تفصیل کو بیان فرمایا ہے کہ ان مکسورہ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا نہیں کرتا بلکہ اس میں معنی تاکید اور تحقیق کے زیادہ کرتا ہے اور ان مفتوحہ جملہ کے معنی کو متغیر کردیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جملہ کے موقع پر ان مکسورہ اور مفرد کے موقعہ پر ان مفتوحہ لاتے ہیں [۴] قولہ فکسرت ابتداء الخ یعنی پس شروع کلام میں ان مکسورہ کو لاتے ہیں اس لئے کہ وہ جملہ کو مقتضی ہے جیسے ان ربک یعلم۔ نیز قول اور اس کے مشتقات کے بعد ان مکسورہ لاتے ہیں جیسے قلت انہ قائم اسلئے کہ مقولہ قول کا ہمیشہ جملہ ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس موصول کے بعد بھی ان مکسورہ لاتے ہیں اسلئے کہ موصول کے بعد اس کا صلہ ہوتا ہے اور وہ جملہ ہوتا ہے لیکن جب وہ اپنے جملہ سے مل کر فاعل ہو جیسے بلغنی انک منطلق یا مفعول ہو جیسے سمعت انک ذاہب یا مبتدا ہو جیسے عندی انک تا دیا مضاف الیہ ہو جیسے اعجبنی انک قائل۔ تو ان سب صورتوں میں ان مفتوحہ پڑھا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ سب مواضع مفرد کے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ فاعل اور مفعول اور مبتداء اور مضاف الیہ کا مفرد ہونا ضروری ہے [۵] قولہ وقالوا لولا انک الخ یعنی لولا کے بعد ان مفتوحہ پڑھتے ہیں اس لئے کہ لولا کے بعد مبتداء ہوتا ہے اور مبتداء کا مفرد ہونا ضروری ہے اسی طرح لو کے بعد ان مفتوحہ پڑھتے ہیں اس لئے کہ لو شرطیہ فعل کو مقتضی ہے پس ان مفتوحہ اپنے جملہ کے ساتھ مل کر فعل محذوف کا فاعل ہوگا جیسے ولو انہم اظہروا ای لو ثبت [۶] قولہ وان جاز التقدیران الخ یعنی اگر کسی مقام پر مفرد اور جملہ دونوں کی تقدیر ہوسکتی ہو تو اس وقت ان مکسورہ اور ان مفتوحہ دونوں جائز ہونگے جیسے مثل ترکیب من یکرمنی فانی اکرمہ میں ان بالکسر اور ان بالفتح دونوں پڑھ سکتے ہیں پھر مثل اس ترکیب سے مراد یہ ہے کہ ان فاء جزائیہ کے بعد ہو جیسا کہ مثال مذکور میں اگر تقدیر کلام کی من یکرمنی فانا اکرمہ ہو تو ان مکسورہ ہوگا اور اگر تقدیر کلام کی من یکرمنی فجزائہ انی اکرمہ ہو تو اس وقت ان مفتوحہ پڑھنا واجب ہوگا۔ اسلئے کہ اس وقت ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتداء کی خبر ہوگا۔ اور خبر مفرد ہوتی ہے علیٰ ہذا القیاس قول شاعر ؎ اذا انہ عبد القفا واللہازم میں ان مکسورہ اور مفتوحہ دونوں جائز ہیں اور مراد مصنف کی اسجگہ پر یہ ہے کہ جس ترکیب میں ان مع اسم و خبر کے اذ امفاجاتیہ کے بعد واقع ہو تو مثل اس ترکیب میں دونوں وجہ جائز ہیں کسرہ بھی اور فتحہ بھی کسرہ اسوقت جبکہ تقدیر کلام کی اذا ہو عبد القفاء واللہازم ہو اور فتحہ اس وقت جب کہ کلام مذکور تقدیر میں اذا عبودیۃ القفا واللہازم ثابت کے ہو اور وجہ ظاہر ہے اس لئے کہ پہلی تقدیر اسکے جملہ اسمیہ بنانے کی ہے اور دوسری تقدیر ان کو مع اسم و خبر کے بتاویل مفرد مبتداء بنانیکی ہے پورا شعر علامہ جامیؒ نے اسطرح پر نقل فرمایا ہے ؎ کنت اری زیداً کما قیل سیداً اذا انہ عبد القفا واللہازم یعنی زید کو میں مطابق شہرت کے سردار خیال کرتا تھا مگر وہ تو یکایک گردن اور جبڑوں کا غلام ثابت ہوا۔ یعنی کھانے اور سونے والا کم ہمت انسان نکلا ۱۲ ؎

تک کہ اگر خبر معطوف سے پہلے نہ گزرچکی ہو نہ لفظاً اور نہ تقدیراً تو اس وقت محل اسم پر عطف ناجائز ہوگا۔ جیسے ان زیداً وعمرو ذاہبان۔ اسلئے کہ اگر مثال مذکور میں عطف کو جائز کہیں گے تو اسوقت ایک معمول کے اعراب پر دو عاملوں کا اجتماع لازم آئے گا۔ اور وہ ناجائز ہے۔ تشریح مقام کی یہ ہے کہ مثال مذکور میں ذاہبان معطوف اور معطوف علیہ دونوں کی خبر ہے پس اس حیثیت سے کہ وہ معطوف علیہ یعنی اسم ان کی خبر ہے ان عامل ہوگا۔ اور اس حیثیت سے کہ وہ معطوف یعنی عمرو کی خبر ہے اس میں عامل ابتداء ہوگا۔ پس اس وقت ایک معمول یعنی ذاہبان کے اعراب پر دو عاملوں کا اجتماع لازم آتا ہے اور وہ ناجائز ہے پس یہ مذہب بصریوں کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ محل اسم ان پر عطف کرنے کے لئے خبر کا پہلے گزرجانا شرط نہیں پس انکے نزدیک ان زیداً وعمرو ذاہبان میں عطف مذکور جائز ہے اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ خبر ان میں ان عامل نہیں بلکہ ابتداء ہے پس ان کے نزدیک ایک معمول کے اعراب پر دو عاملوں کا اجتماع لازم نہیں آتا۔ پھر بعد ازاں یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ مذہب جمہور میں عطف مذکور کے جواز کے لئے یہ شرط کہ معطوف سے پہلے اگر خبر گزرچکی ہو۔ ہر حال میں ہے خواہ اسم ان کا معرب ہو یا مبنی اسم ان کے مبنی ہونے کو اس میں دخل نہیں بخلاف مبرد وکسائی کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کا اسم جس وقت مبنی ہوگا تو اس کے محل پر بدون خبر کے گذرے ہوئے عطف مذکور جائز ہوگا۔ پس ان کے نزدیک ترکیب انک وزید ذاہبان جائز ہوگی اور جمہور کے نزدیک ناجائز، کسائی اور مبرد کی دلیل یہ ہے کہ خبر انّ میں ان کا عمل نالح ہے اسم ان میں عمل کرنے کے اور جب کہ اسم ان مبنی ہے تو بوجہ اس کے مبنی ہونے کے ان کا عمل ظاہر نہیں ہوا پس گویا اس نے عمل نہیں کیا۔ لہٰذا خبر میں بھی ان کو عامل نہ مانا جائے گا پس اس صورت میں خبر کے بدون گزرے عطف مذکور جائز ہوگا۔ اور اسم ان کے مبنی ہونے کی شکل میں تو اور دو عاملوں کا ایک معمول کے اعراب پر لازم نہ آئے گا ۱۲ ۳ قولہ ولکن کذلک الخ یعنی حروف مشبہ بالفعل میں سے لکن ان مکسورہ کی طرح پر ہے پس جس طرح ان کے محل اسم پر عطف مذکور جائز ہے اور اس کے لئے یہ شرط ہے کہ معطوف سے پہلے خبر گذرچکی ہو۔ اسی طرح لکن کے محل اسم پر عطف مذکور جائز ہے اور اس کے لئے بھی خبر لفظاً یا تقدیراً گزرنے کی شرط معتبر ہے اور وجہ یہ ہے کہ لکن معنی جملہ کو ان مکسورہ کی طرح متغیر نہیں کرتا۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ لکن استدراک کے لئے ہوتا ہے اور استدراک معنی جملہ کے منافی نہیں لکن کی مثال یہ ہے خرج زید لکن عمرو خارج دیکھو ۱۲

وشبهه ولذلك جاز العطف[1] على اسم المكسورة لفظاً او

حكماً بالرفع دون المفتوحة ويشترط[2] مضيّ الخبر لفظاً او

نحو ان زیداً وعمرو قائم اذالتقدیر ان زیداً قائم وعمرو قائم ۱۲ — نحو ان زیداً قائم وعمرو

تقديراً خلافاً للكوفيين ولا اثر لكونه مبنياً للمبرّد والكسائي

في مثلِ انّك وزيدٌ ذاهبانِ ولكنّ[3] كذلك

[1] قولہ ولذلک جاز العطف الخ یعنی جب یہ ثابت ہوچکا کہ ان مکسورہ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا نہیں کرتا تو اب جائز ہے کہ محل اسم ان پر کسی اسم کا رفع کے ساتھ عطف کریں اسلئے کہ انکا اسم اصل میں مرفوع بابتداء ہے پھر ان عام ہے کہ لفظاً مکسور ہو جیسے ان زیداً قائم وعمرو یا حکماً جیسے علمت ان زیداً قائم وعمرو اس لئے کہ مثال مذکور میں ہرچند کہ ان مفتوحہ ہے مگر حکماً مکسورہ ہے اور وجہ یہ ہے کہ ان علم کے بعد اگرچہ اپنے اسم وخبر سے مل کر دو مفعولوں کے قائم مقام ہے مگر تاویل میں جملہ کے ہے اس لئے کہ وہ حقیقت میں مبتدا اور خبر ہیں۔ الغرض ان مکسورہ کے اسم پر رفع کے ساتھ جب کسی اسم کا عطف کرنا چاہیں تو ان کو معدوم فرض کر کے عطف محل اسم ان پر جائز ہوگا۔ بخلاف ان مفتوحہ کے کہ اسکے محل اسم پر رفع کے ساتھ عطف مذکور جائز نہ ہوگا اس لئے کہ ان مفتوحہ معنی جملہ کو متغیر کر دیتا ہے پس ان مفتوحہ کو معدوم فرض کر کے اس کے محل اسم پر عطف مذکور جائز نہ ہوگا۔ ۱۲ [2] قولہ ویشترط مضی الخبر الخ یعنی ان مکسورہ کے محل اسم پر عطف مذکور اسوقت جائز ہوگا۔ جب کہ معطوف سے پہلے ان کی خبر آچکی ہو لفظاً جیسے ان زیداً قائم وعمرو یا تقدیراً جیسے ان زیداً وعمرو قاعد۔ اس لئے اسجگہ پر ان کی خبر پہلے تقدیراً گذرچکی ہے اور معطوف کی خبر اس پر دلالت کرتی ہے اور اسی وجہ سے غالباً اس کو حذف کر دیا جاتا ہے پس تقدیر عبارت یہ ہے ان زیداً قاعد وعمرو قاعد بہر حال صحت عطف کے لئے معطوف سے پہلے ان کی خبر کا مذکور ہونا شرط ہے یہاں

(بندہ مشیت اللہ دیوبندی غفرلہ)

ولذلك دخلت اللام مع المكسورة دونها على الخبر او الاسم اذا فصل بينه وبينها (ای بین الاسم ۱۲) او على ما بينهما (ای بین الاسم والخبر ۱۲) وفي لكن ضعيف وتخفف المكسورة فيلزمها اللام ويجوز الغاؤها ويجوز دخولها على فعل من افعال المبتداء خلافا للكوفيين في التعميم وتخفف المفتوحة فتعمل في ضمير شان مقدر فتدخل على الجمل مطلقا وشذ اعمالها في غيره (فی غیر ضمیر الشان ۱۲) ويلزمها (ای المفتوحة المخففة ۱۲) مع الفعل السين وسوف او قد

۱؎ قولہ ولذلک دخلت اللام الخ یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ ان جملہ کے معنی میں تغیر پیدا نہیں کرتا تو اب اس وجہ سے اسکی خبر پر لام تاکید داخل ہو جائیگا نہ کہ ان مفتوحہ کی خبر پر اسلئے کہ لام تاکید معنی جملہ کی تاکید کیواسطے ہوتا ہے پس وہ اس چیز کی خبر پر آئیگا جو جملہ کی حیثیت کو باقی رکھتی ہے اور اس چیز کی خبر پر داخل نہ ہوگا جو جملہ کو بتاویل مفرد کر دیتی ہے اور وہ ان مفتوحہ ہے علی ہذا القیاس لام تاکید کا ان مکسورہ کے اسم پر داخل ہو جاتا ہے جب کہ اسم اور ان کے درمیان فصل واقع ہو اور ان مفتوحہ کے اسم پر داخل نہ ہوگا نیز لام تاکید کا اس شئی پر داخل ہو جاتا ہے جو کہ ان مکسورہ کے اسم اور خبر کے درمیان متعلقات جملہ سے ہے جیسے ان زیدا لطعامک آکل ۲؎ قولہ وفی لکن ضعیف الخ یعنی لکن میں اسکی خبر پر یا اس کے اسم پر یا اس چیز پر جو لکن کے اسم وخبر کے درمیان ہے لام تاکید کا داخل ہونا ضعیف ہے اسلئے کہ لکن کو لام تاکید کیساتھ وہ مناسبت نہیں جو ان مکسورہ کو لام تاکید کیساتھ ہے ۳؎ قولہ وتخفف المکسورۃ الخ یعنی ان مکسورہ میں تخفیف کر سکتے ہیں اور اس وقت بعد تخفیف کے لام تاکید لازم ہے تاکہ ان مخففہ اور ان نافیہ میں فرق ہو جائے نیز اس وقت اسکے عامل کا الغاء یعنی باطل کرنا بھی جائز ہے اور یہ کہ ان مخففہ اس فعل پر داخل ہو سکتا ہے کہ جو فعل ان افعال میں سے ہیں کہ جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعال ناقصہ اور افعال قلوب وغیرہ اور کوفی یہ کہتے ہیں کہ ان مخففہ کا دخول تمام افعال پر جائز ہے خواہ وہ مبتداء اور خبر پر داخل ہونے والے ہوں یا نہ ہوں ۴؎ قولہ وتخفف المفتوحۃ الخ یعنی ان مفتوحہ میں بھی تخفیف کر سکتے ہیں اور وہ تخفیف کے بعد علی سبیل الوجوب ضمیر شان میں عمل کرتا ہے بایں طور کہ ضمیر شان اس کا اسم اور وہ جملہ جو کہ ضمیر شان کی تفسیر کرتا ہے اس کی خبر ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ان مخففہ کے ضمیر شان میں عمل کرنے کی وجہ کیا ہے جواب یہ ہے کہ مفتوحہ کو بہ نسبت مکسورہ کے فعل کیساتھ زیادہ مشابہت ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ مکسورہ تو تخفیف کے بعد نثر کلام میں عمل کرتا ہے اور مفتوحہ عمل نہیں کرتا پس مفتوحہ کے بعد ضمیر شان کو مقدر مانیں گے تاکہ مکسورہ کی مفتوحہ پر فوقیت لازم نہ آئے ۵؎ قولہ فتدخل علی الجمل الخ یعنی ان مخففہ سب جملوں پر داخل ہو جاتا ہے برابر ہے کہ وہ اسمیہ ہوں یا فعلیہ اور فعلیہ عام ہے اور اس میں فعل ایسا ہو کہ جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوتا ہے یا ایسا فعل نہ ہو ۶؎ قولہ وشذ اعمالہا فی غیرہ الخ یعنی ان مفتوحہ کا عمل تخفیف کے بعد غیر ضمیر شان مقدر میں شاذ ہے مگر ہاں ہم شعر میں اس کا عمل غیر ضمیر شان مقدر میں ثابت ہے کما قیل ؎ ولو انک فی یوم الرخاء سالتنی فراقک لم ابخل وانت صدیق۔ یعنی اگر تو غیر ایام فراق میں کچھ ہے ہجر کا سوال کرتی تو میں تیری رضا جوئی کے سبب بخل نہ کرتا حال یہ ہے کہ تو میری محبوبہ ہے تیری جدائی مجھ پر شاق ہے الغرض اس شعر میں ان مفتوحہ بعد تخفیف کے غیر ضمیر شان مقدر میں عامل ہے ۷؎ قولہ ویلزمہا مع الفعل الخ یعنی ان مفتوحہ بعد تخفیف کے جب فعل پر واقع ہوگا تو اس وقت فعل پر سین یا سوف یا قد یا حرف نفی لازم ہوگا۔ سین کی مثال قولہ تعالیٰ علم ان سیکون منکم مرضی اور سوف کی مثال قول الشاعر ؎ واعلم فعلم المرء ینفعہ۔ ان سوف یاتی کل ما قدرا اور قد کی مثال قولہ تعالیٰ لیعلم ان قد ابلغوا رسلت ربہم اور حرف نفی کی مثال قولہ تعالیٰ اولا یرون ان لا یرجع الیہم ہے پھر امور مذکورہ کا لزوم اس وجہ سے ہے کہ ان مخففہ اور ان مصدریہ کے درمیان فرق ہو جائے لیکن حرف نفی چونکہ ان مفتوحہ اور مصدریہ دونوں کیساتھ جمع ہو جاتا ہے اسلئے دونوں میں فرق کرنے کیلئے حرف نفی کے ساتھ کسی اور چیز کا اعتبار کرنا پڑے گا۔ اور وہ یہ کہ اگر وہ فعل کہ جس پر نفی عامل ہے منصوب ہو تو ان مصدریہ ہے ورنہ ان مخففہ۔ پھر یہ حکم فعل متصرف کا ہے اور جب غیر متصرف فعل پر داخل ہو تو اس امور مذکورہ میں سے کوئی شئی نہیں آئیگی جیسے قولہ تعالیٰ وان لیس للانسان الا ما سعی ۱۲

او حروف النفی وکانّ[1] للتشبیہ وتخفف فتلغی[1] علی الافصح

ولکنّ[2] للاستدراک تتوسط بین کلامین متغایرین معنیً

(ہی رفع توہم الناشئی من الکلام السابق ۱۲)

(ای المطلب درک السامع بدفع ماعسیٰ ان یتوہم ۱۲)

وتخفف[3] فتلغی ویجوز معہا الواو ولیت[4] للتمنی واجاز

الفراء لیت زیدًا قائمًا ولعلّ[5] للترجی وشذّ[6] الجر بہا الحروف

(بعض)

العاطفۃ[7] وہی الواو والفاء وثم وحتّی واو واما وام ولا و

(عشرۃ ۱۲)

بل ولکن فالاربعۃ الاول للجمع فالواو[8] للجمع مطلقا

[1] قولہ وکان للتشبیہ الخ حروف مشبہ بالفعل میں سے کان ہے اور وہ ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ تشبیہ دینے کے لئے ہوتا ہے اور کبھی اس میں تخفیف کرلی جاتی ہے اور بعد تخفیف کے وہ ملغی ہوجاتا ہے یعنی عمل نہیں کرتا اور یہ اصح مذہب ہے جیسے کہ قول شاعر سے کان ثدیاہ حقان میں ثدیا تثنیہ ہے اور مرفوع ہے اور وجہ تخفیف کے بعد اس کے عمل نہ کرنے کی یہ ہے کہ اسوقت اسکی مشابہت فعل کی ساتھ جاتی رہی [2] قولہ ولکن للاستدراک الخ یعنی لکن حروف مشبہ بالفعل میں سے استدراک کے لئے ہے استدراک کے معنی کلام سابق سے وہم دور کرنے کے ہیں اور لکن ایسے دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جو باعتبار معنی کے

نفی اور اثبات میں متغائر ہیں برابر ہے کہ لفظ کے اعتبار سے بھی وہ متغائر ہوں یا نہ ہوں اول کی مثال جاءنی زید لکن عمروالم یجئی یعنی اس لئے کہ اس جگہ دونوں کلاموں میں تغائر معنوی کے ساتھ تغائر لفظی بھی ہے جب کہ ظاہر ہے کہ کلام اول مثبت اور کلام ثانی منفی ہے اور ثانی کی مثال زید حاضر لکن عمرو غائب ہے اس لئے کہ ان دونوں کلاموں میں لفظی تغائر بالکل نہیں دونوں مثبت ہیں تغائر صرف معنوی ہے [3] قولہ وتخفف فتلغی الخ یعنی لکن میں تخفیف ہوجاتی اور وہ اس وقت ملغی ہوجاتا ہے عمل نہیں کرتا اس لئے کہ تخفیف کے بعد اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ضعیف ہوجاتی ہے اور یہ جائز ہے کہ لکن کے ساتھ واو کو ذکر کریں برابر کہ لکن مشددہ ہو یا مخفف ۱۲ [4] قولہ ولیت للتمنی الخ یعنی حروف مشبہ بالفعل میں سے لیت تمنی کے لئے ہے جیسے لیت الشباب یعود یعنی کاش جوانی لوٹ آئے اور فراء کہتا ہے کہ لیت کے بعد دونوں جزوؤں کو نصب دینا جائز ہے اس لئے کہ لیت بمعنی اتمنی ہے پس لیت کے بعد دونوں جزو بنا بر مفعولیت منصوب ہوں گے اور لیت زیدا قائما کہنا صحیح ہوگا [5] قولہ ولعل للترجی یعنی لعل ترجی کے لئے ہے تمنی اور ترجی میں فرق ہے تمنی ہر شے کی ہوسکتی ہے ممکن ہو یا محال اور ترجی اس چیز کی ہوتی ہے کہ جس کا ہونا ممکن ہو پس لیت الشباب یعود کہہ سکتے ہیں اور لعل الشباب یعود نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں [6] قولہ وشذ الجر بہا الخ یعنی لعل کی وجہ سے جر شاذ ہے جیسے قول شاعر لعل ابی المغوار منک قریب یعنی ابی المغوار تیرے نزدیک ہے پس اس مثال میں ابی المغوار لعل کی وجہ سے مجرور ہے لیکن ہوسکتا کہ شعر میں ابی المغوار لعل کی وجہ سے مجرور نہ ہو بلکہ اس پر اعراب حکائی ہو یا وہ ابی المغوار کے نام سے مشہور ہو پس قول شاعر سے استدلال صحیح نہ ہوگا [7] قولہ الحروف العاطفۃ الخ حروف مشبہ بالفعل سے فارغ ہوکر مصنفؒ نے حروف عاطفہ کو بیان کیا کہ حروف عطف واؤ اور فاء اور ثم اور حتی وغیرہ ہیں اور چار اول کے معطوف اور معطوف علیہ کو حکم واحد میں جمع کرنے کے لئے آتے ہیں حتی کہ جو حکم معطوف علیہ کا ہوتا ہے وہ ہی معطوف کا بھی ہوتا ہے [8] قولہ فالواو للجمع الخ یہ واو کا بیان ہے کہ حروف عاطفہ میں سے واو مطلق جمع کیلئے ہے جیسے جاءنی زید وعمرو یعنی زید وعمرو میرے پاس آئے پس مثال مذکور میں واؤ نے معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مطلق جمع کا فائدہ دیا اور یہ نہ بتایا کہ دونوں ایک ساتھ آئے یا آگے پیچھے مہلت کے ساتھ یا بدون مہلت کے بخلاف فاء اور ثم کے کہ یہ دونوں مطلق جمع کے لئے نہیں بلکہ فاء بغیر مہلت کے ترتیب کے لئے ہے جیسے جاءنی عمرو فزید یعنی عمرو میرے پاس پہلے آیا پھر زید۔ پس مثال مذکور میں فاء نے اس امر کا فائدہ دیا کہ عمرو پہلے آیا اور اسکے بعد زید فی الفور بغیر مہلت کے آیا اور ثم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں ترتیب مہلت کیساتھ ہے جیسے جاءنی زید ثم خالد یعنی زید میرے پاس آیا اور دیر کے بعد پھر خالد آیا پس اس جگہ ترتیب مہلت کے ساتھ ہے ۱۲

لا ترتيب فيها والفاء للترتيب[۱] وثم مثلها بمهلة وحتى مثلها[۱]
(اي مثل الفاء ۱۲ — من غير تقييد بترتيب او قران او تراخ او تدريج ۱۲ — اي الترتيب مع المهلة ۱۲ — اي مثل ثم ۱۲)

ومعطوفها جزء من متبوعه ليفيد قوة او ضعفا واو
(نحو اكلت السمكة حتى راسها ۱۲ — نحو قدم الجيش حتى الامير ۱۲)

واما[۲] وام لاحد الامرين مبهما وام المتصلة لازمة لهمزة

الاستفهام يليها احد المستويين والآخر الهمزة بعد

ثبوت احدهما لطلب التعيين ومن[۳] ثم لم يجز أرأيت زيدا

ام عمروا ومن[۴] ثم كان جوابها بالتعيين دون نعم او لا
(اي لاجل انما لطلب التعيين بعد العلم بثبوت احد المستويين عند المتكلم ۱۲)

والمنقطعة[۵] كبل والهمزة مثل انها لابل ام شاة و
(اي للاضراب عن الاول مع الشك في الثاني ۱۲)

إما[۶] قبل المعطوف عليه لازمة مع اما جائزة مع او

---

[۱] قولہ وحتی مثلہا الخ۔ یعنی افادہ ترتیب اور مہلت میں حتی ثم کے مثل ہے مگر فرق یہ ہے کہ حتی میں مہلت کم ہوتی ہے اور ثم میں زیادہ دوسرے حتی میں معطوف اپنے متبوع کا جزء ہوتا ہے برابر ہے کہ جزء ضعیف ہو جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ پس سب حاجی آگئے یہاں تک کہ پیادہ ہر لوگ تھے وہ بھی آگئے یا جزء قوی ہو جیسے مات الناس حتی الانبیاء یعنی سب لوگ مر گئے یہاں تک کہ انبیاء نے بھی وفات پائی۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ حتی میں جز معطوف علیہ کا عطف معطوف علیہ پر کیا جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ مصنف اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ عطف سے معطوف میں قوۃ اور ضعف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے تیسرے حتی میں مہلت ذہنی ہوتی ہے اور ثم میں مہلت خارجی جیسا کہ ظاہر ہے مات الناس حتی الانبیاء میں تمام آدمیوں کی موت کے بعد انبیاء کی وفات ایک ذہنی ستے ہے خارج میں یہ ترتیب نہیں بلکہ انبیاء کی وفات دیگر انسانوں کی موت کے درمیان ہے [۲] قولہ او واما الخ یہاں سے مصنف ان حروف عاطفہ کو بیان کرتے ہیں کہ جو دو امروں میں سے کسی ایک امر مبہم کے لئے آتے ہیں اور وہ او و اما اور ام ہیں۔ ام کی دو قسمیں ہیں ایک متصلہ اور دوسرا منقطعہ۔ ام متصلہ کو ہمزہ استفہام لازم ہے اور یہ کہ مستوین یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک کا اتصال ام کے ساتھ ہو اور دوسرے کا ہمزہ استفہام کے ساتھ اور یہ اس لئے کہ ذہن میں سے کسی ایک امر کی جو لا علی التعیین ثابت ہے تعیین طلب کی جائے جیسے ازید عندک ام عمرو یعنی تو بتا کہ تیرے پاس زید ہے یا عمرو پس مثال مذکور میں بعد ثبوت اس امر کے کہ مخاطب کے پاس زید اور عمرو میں سے لا علی التعیین ایک ہے متکلم تعیین چاہتا ہے کہ وہ زید ہے یا عمرو ۱۲ [۳] قولہ ومن ثم لم یجز الخ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا کہ مستوین میں سے ایک کا اتصال ام کے ساتھ اور دوسرے کا ہمزہ کے ساتھ ضروری ہے تو اب اس وجہ سے ترکیب ارایت زیدا ام عمروا ناجائز ہو جائے گی اس لئے کہ اس میں دو مستوی زید و عمرو میں سے گو ایک ام کے ساتھ متصل ہے مگر دوسرا ہمزہ سے متصل نہیں۔ بلکہ فعل اس کے ساتھ متصل ہے ۱۲ [۴] قولہ ومن ثم کان جوابہا الخ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا کہ ہمزہ اور ام سے احد الامرین کی تعیین مطلوب ہوتی ہے تو اب اسی وجہ سے ام کا جواب احد الامرین کی تعیین ہوگی نہ نعم اور لا [۵] قولہ والمنقطعۃ الخ یہ ام کی دوسری قسم کا بیان ہے جسے ام منقطعہ کہتے ہیں یہ ام معنی میں بل اور ہمزہ کے ہوتا ہے چنانچہ جس جگہ ام منقطعہ ہوگا۔ وہاں پہلے کلام سے اعراض اور اس کلام سے استفہام ہوگا جو ام منقطعہ کے بعد واقع ہے پھر یاد رکھو کہ ام منقطعہ کے استعمال کی دو صورتیں ہیں کبھی بعد خبر کے واقع ہوتا ہے جیسے کسی نے دور سے جانوروں کو دیکھ کر کہا انہا لابل یقینا یہ اونٹ ہیں پھر اسکو شک ہوا اور اس نے کہا ام شاۃ ای بل ہی شاء یعنی کیا یہ بکریاں ہیں پس ظاہر ہے کہ اسجگہ ام کے بعد والے کلمہ سے استفہام اور پہلے کلام سے اعراض ہے اور کبھی بعد استفہام کے واقع ہوتا ہے جیسے ازید عندک ام عمرو [۶] قولہ اما قبل المعطوف علیہ الخ جب کسی اسم پر بذریعہ اما کے عطف کرنا چاہیں تو لازم ہے کہ معطوف علیہ سے پیشتر ایک اور اما لائیں بخلاف او کے کہ اس کے ذریعے جب کسی چیز کا کسی چیز پر عطف کرنا چاہیں تو اسجگہ معطوف علیہ سے پہلے اما کا لانا ضروری نہیں بلکہ جائز ہے۔

وَلَا وَبَلْ[۱] وَلٰكِنْ لِاَحَدِهِمَا مُعَيَّنًا وَلٰكِنْ لَازِمَةٌ لِلنَّفْيِ حُرُوْفُ

التَّنْبِيْهِ[۲] اَلَا وَاَمَا وَهَا حُرُوْفُ النِّدَاءِ[۳] يَا اَعَمُّهَا وَاَيَا وَ

هَيَا لِلْبَعِيْدِ وَاَيْ وَالْهَمْزَةُ لِلْقَرِيْبِ حُرُوْفُ الْاِيْجَابِ[۴]

نَعَمْ وَبَلٰى وَاِيْ وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَاِنَّ فَنَعَمْ مُقَرِّرَةٌ لِمَا

سَبَقَهَا وَبَلٰى مُخْتَصَّةٌ بِاِيْجَابِ النَّفْيِ وَاِيْ لِلْاِثْبَاتِ بَعْدَ

الْاِسْتِفْهَامِ يَلْزَمُهَا الْقَسَمُ وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَاِنَّ تَصْدِيْقٌ

لِلْمُخْبِرِ حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ[۵] اِنْ وَاَنْ وَمَا وَمِنْ وَالْبَاءُ

وَاللَّامُ فَاِنْ مَعَ مَا النَّافِيَةِ وَقَلَّتْ مَعَ مَا الْمَصْدَرِيَّةِ وَلَمَّا

---

[۱] قولہ ولا وبل الخ یعنی حروف عاطفہ میں سے لا اور بل اور لکن یہ تین ایسے حروف ہیں کہ ان کے ذریعہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک طرف بلا تعیین کے نسبت حکم کرتے ہیں لا کی مثال جیسے جاءنی زید لا عمرو پس لا عاطفہ نے اس جگہ معطوف سے اس حکم کی نفی کر کے کہ جو معطوف علیہ کے لئے ثابت ہے اس امر کا فائدہ دیا کہ حکم مذکور صرف معطوف علیہ کے لئے ثابت ہے بل کی مثال جیسے جاءنی زید بل عمرو یعنی میرے پاس زید آیا پھر اس سے اعراض کر کے کہا نہیں عمرو آیا پس ظاہر ہے کہ اس جگہ تعیین کے ساتھ حکم معطوف کے لئے ہے اور معطوف علیہ حکم میں مسکوت عنہ کے ہے مگر یہ حال اس وقت ہے کہ جبکہ بل کلام مثبت میں واقع ہوا اور اگر کلام منفی میں واقع ہو جیسے ماجاءنی زید بل عمرو تو اس میں اختلاف ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بل کلام منفی میں حکم منفی کو معطوف علیہ سے معطوف کیطرف پھیر دیتا ہے چنانچہ ان لوگوں کے نزدیک مثال مذکور میں یہ معنی ہیں ماجاءنی زید بل ماجاءنی عمرو پس اس وقت حکم منفی صرف معطوف کیلئے اور معطوف علیہ حکم میں مسکوت عنہ کے ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بل معطوف علیہ سے معطوف کیطرف اس حکم کو پھیرتا ہے جو کہ معطوف علیہ سے منفی ہے چنانچہ ان لوگوں کے نزدیک مثال مذکور میں یہ معنی ہیں کہ ماجاءنی زید بل عمرو جاءنی پس اس وقت بھی حکم معطوف کے لئے ہوا اور معطوف کے لئے جو حکم ثابت کیا گیا ہے وہ معطوف علیہ سے منتفی ہے اور لکن کی مثال جیسے ما قام زید لکن عمرو۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لکن کو نفی لازم ہے برابر ہے کہ وہ نفی لکن سے پہلے ہو یا اس کے بعد پھر لکن میں دو صورتیں ہیں یا تو اس سے جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا جیسے ماجاءنی زید لکن عمرو قد جاء اور یا مفرد کا مفرد پر جیسا کہ ماقبل مثال میں گزرا اور جب لکن کو نفی لازم ہے تو اب لکن کے ذریعہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک کیلئے تعیین کیساتھ حکم ہونا ظاہر ہے۔ [۲] قولہ حروف التنبیہ الخ یعنی حروف تنبیہ کہ جن کے ذریعہ مخاطب کو متنبہ کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ غفلت کو اختیار نہ کرے کل تین ہیں الا اور اما اور ہا۔ یہ تینوں حروف جملہ کے اول میں آتے ہیں خواہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ لیکن صرف ہا ایسا لفظ ہے کہ مفردات میں سے صرف اسماء اشارہ پر داخل ہو جاتا ہے جیسے ہذا۔ [۳] قولہ حروف النداء الخ حروف تنبیہ سے فارغ ہو کر حروف نداء کو ذکر کیا کہ وہ پانچ ہیں یا اور ایا اور ہیا اور ای اور ہمزہ۔ لیکن یا ان میں بہ نسبت دیگر حروف نداء کے استعمال میں عام ہے اسلئے کہ وہ ندا۔ قریب اور بعید دونوں میں مستعمل ہوتا ہے بخلاف ایا اور ہیا کے کہ وہ ندا بعید میں اور ای اور ہمزہ کہ وہ ندا قریب میں مستعمل ہوتے ہیں علاوہ ازیں یا کا استعمال ندبہ اور استغاثہ میں بھی ہوتا ہے بخلاف ادلیہ مذکورہ باقیہ کے وہ صرف ندا میں مستعمل ہوتے ہیں۔ [۴] قولہ حروف الایجاب الخ حروف ایجاب نعم اور بلی اور ای اور اجل اور جیر اور ان ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے کہ نعم مضمون سابق کی تقریر کیلئے آتا ہے جیسے کوئی شخص اقام زید کہے اور اس کے جواب میں نعم کہا جائے ای نعم قام زید۔ اور بلی ایجاب نفی کے ساتھ مختص ہے یہاں تک کہ کلام منفی کے جواب میں آتا ہے اور اس کو مثبت کر دیتا ہے خواہ نفی استفہام کے ساتھ ہو جیسے قولہ تعالیٰ الیس اللہ بکاف عبدہ کے جواب میں بلی کہیں ای بلی اللہ بکاف عبدہ یعنی ہاں اللہ بندہ کو کافی ہے یا بدون استفہام ہو جیسے کسی نے لم یرکب زید کہا اور اس کے جواب میں بلی کہیں ای بلی رکب زید اور حروف ایجاب میں سے ای اثبات کے لئے ہے اور استفہام کے بعد آتا ہے اور قسم اس کو لازم ہے جیسے کوئی ہل رکب زید کہے اور اس کے جواب میں ای واللہ کہیں اور اجل اور جیر اور ان یہ تین کلمے ایسے ہیں کہ خبر دینے والے کی تصدیق کیلئے آتے ہیں نہ کہ استفہام کرنیوالے کی تصدیق کیلئے جیسے کسی نے قد رکب الامیر کہا اور اس کے جواب میں اجل اور جیر اور ان کہیں یعنی ہاں امیر سوار ہو گیا۔ [۵] قولہ وحروف الزیادۃ الخ حروف ایجاب کیساتھ مصنف حروف زیادۃ کو بیان کرتے ہیں کہ وہ ان اور ان اور ما اور من اور با اور لام ہیں اور ان حروف کو حروف زیادۃ اسلئے کہتے ہیں کہ اگر ان کو اس کلام سے ساقط کیا جائے کہ جس میں یہ زائد ہیں

وَاَنْ[1] مع لمّا وبين لو والقسم وقلّت مع الكاف وَمَا[2] مع
اِذَا ومتى واَيّ واَين واِنْ شرطا وبعض حروف الجر و
قلّت مع المضاف ولا[3] مع الواو بعد النفي واَن المصدرية وقلّت
قبل اُقسم وشذّت مع المضاف ومن والباء واللام تقدّم
(زیادۃ لا ۱۲ — ای در بحث حروف جر ۱۲)
ذكرها حرفا التفسير[4] اَيْ واَنْ فَاَنْ مختصّة بما في معنى
(موصوف ۱۲)
القول حروف المصدر[5] ما واَنْ واَنَّ فالاوّلان للفعلية
(صفت ۱۲ — مبتداء ۱۲ — خبر ۱۲ — ان ما وان ۱۲ — ای بجعل الجملۃ الفعلیۃ مصدر ۱۲)
واَنَّ للاسمية حروف التحضيض[6] هلّا واَلّا ولولا
(مبتداء — برائے تحضیض ۱۲ — خبر ۱۲)
ولوما لها صدر الكلام ويلزمها الفعل لفظا او تقديرا
(اول ۱۲ — ای حروف التحضیض ۱۲)

[1] قولہ وان مع لما الخ۔ یعنی ان مفتوحہ لما کے ساتھ اور واو قسم کے درمیان اکثر زائد ہوتا ہے اور کاف کے ساتھ اس کا زائد ہونا قلیل ہے
[2] قولہ وما مع اذا الخ۔ یعنی کلمہ ما اذا اور متی اور ای اور این اور ان کے ساتھ جب کہ یہ شرطیہ ہوں زائد ہوتا ہے وعلیک باستخراج الامثلۃ اور بعض حروف جر کے ساتھ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے قولہ تعالےٰ فبما رحمۃ من اللہ ای برحمۃ من اللہ اور مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان کبھی زائد ہوتا ہے مگر قلت کے ساتھ جیسے اسر زید من غیر ما جرم [3] قولہ ولا مع الواو الخ یعنی کلمہ لا واو کے ساتھ بعد نفی کے زائد ہوتا ہے برابر ہے کہ نفی لفظا ہو جیسے لم یقل زید ولا عمرو اور یا معنی ہو جیسے قولہ تعالےٰ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ کہ یہاں لفظ غیر معنی میں نفی کے ہے اور اس کے بعد لا زائد ہے۔ نیز لا ان مصدریہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے جیسے قولہ تعالےٰ ما منعک ان لا تسجد ای ان تسجد اور لفظ اقسم سے پہلے بھی لا زائدہ ہوتا ہے مگر قلت کے ساتھ جیسے لا اقسم بھذا البلد مگر مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان لا کا زائد ہونا شاذ ہے جیسے قول شاعر فی بیر لا حور سریٰ وما شعر میں لا زائدہ ہے باقی رہے حروف زیادت میں سے من اور باء اور لام سو ان کا ذکر حروف جر کی بحث میں گزر چکا ہے [4] قولہ حرف التفسیر الخ یعنی وہ حروف جو تفسیر مبہم کے لئے وضع کئے گئے ہیں دو ہیں ای اور ان ان میں سے ای ہر مبہم کی تفسیر کرتا ہے برابر ہے کہ وہ مبہم جملہ ہو یا مفرد۔ مفرد کی مثال جیسے جاءنی ای عمرو۔ اور جملہ کی مثال جیسے قتل زید عمرا ای ضربہ شدیدا باقی کلمہ ان وہ ہمیشہ اس فعل کے مفعول کی تفسیر کرتا ہے جو بمعنی قول ہے۔ پھر وہ مفعول ہوتا ہے۔ جیسے قولہ تعالےٰ وناديناه ان یا ابراہیم کہ یہاں ندا بمعنی قول ہے اور ان یا ابراہیم اس کے مفعول مقدر کی تفسیر ہے ای نادیناہ بلفظ ہو۔ قولنا یا ابراہیم [5] قولہ حروف المصدر ما وان الخ یہ حروف مصدر کا بیان ہے حروف مصدر تین ہیں ما اور ان اور ان جن میں سے ما اور ان صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو معنی میں مصدر کے کر دیتے ہیں جیسے قولہ فضاقت علیہم الارض بما رحبت ای برحبہا اور جیسے اعجبنی ان ضربت زیدا۔ اور ان جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اس کو بتاویل مفرد کر دیتا ہے جیسے اعجبنی انک ساحر ای اعجبنی ساحر یتک [6] قولہ حروف التحضیض الخ یعنی حروف تحضیض چار ہیں ہلا اور لولا اور لوما ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں برابر ہے فعل لفظا ہو یا تقدیرا اور صدارت کلام کو مقتضی ہیں پس جب ماضی پر داخل ہوتے ہیں تو گزشتہ فعل پر ندامت کا فائدہ دیتے ہیں جیسے ہلا ضربت اور جب مضارع پر داخل ہوتے ہیں تو فعل کرنے کیلئے برانگیختہ کرتے ہیں جیسے ہلا تضرب یعنی تو کیوں نہیں مارتا ۱۲ ۔

لـ قولہ حرف التوقع الخ یعنی حرف التوقع قد ہے جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو وہ تحقیق اور تقریب کے معنی کے ساتھ توقع کا فائدہ دیتا ہے ۔ جیسے کوئی شخص امیر کے سوار ہونے کی امید رکھے اور اس کو قد رکب الامیر کہیں اور کبھی توقع کا فائدہ نہیں دیتا جیسے کوئی قد رکب الامیر اس شخص سے کہے جو امیر کے سوار ہونے کی امید نہیں رکھتا اور مضارع پر جب داخل ہوتا ہے تو اکثر تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے قد یکون ۱۲ ۲ـ قولہ حرف الاستفہام الخ یعنی حرف استفہام دو ہیں ہمزہ اور ہل اور دونوں صدارت کلام کو مقتضی ہیں جیسے ازید قائم اور اقام زید مثال اول جملہ اسمیہ پر ہمزہ استفہام کے داخل ہونے کی یہ ہے اور مثال ثانی جملہ فعلیہ پر ہمزہ استفہام کے داخل ہونے کی ہے پھر جس طرح پر ہمزہ استفہام دونوں قسم کے جملوں اسمیہ اور فعلیہ پر داخل ہوتا ہے اسی طرح ہل بھی جملہ اسمیہ و فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے ہل زید قائم اور ہل قام زید لیکن فرق یہ ہے کہ ہمزہ تو ہر جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے خواہ خبر اس میں فعل ہو یا اسم اور ہل اس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے کہ جس میں خبر فعل نہیں اور وجہ یہ ہے کہ اصل ہل میں یہ ہے کہ وہ معنی میں قد کے ہو اور قد لوازم فعل سے ہے پس جب ہل اپنے مابعد جملہ میں فعل کو دیکھے گا تو یہ چاہے گا کہ فعل کے متصل ہو لہذا یہ قبیح ہوگا کہ فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل ہو ۳ـ قولہ الہمزۃ اعم تصرفا الخ یہاں سے مصنف نے ہمزہ اور ہل کے مابین فرق کو بیان کیا اور کہا کہ ہمزہ استعمال میں ہل سے زیادہ ہے یہاں تک کہ ازیدا ضربت کہنا جائز ہے اور ہل زیدا ضربت کہنا ناجائز ہے اس لئے کہ ہل فعل لفظی کو چاہتا ہے فعل مقدر سے خوش نہیں ۔ اسی طرح اتضرب زیدا وہو اخوک کہنا جائز ہے اور ہل تضرب زیدا وہو اخوک کہنا ناجائز ہے اس لئے کہ معنی اس کلام کے استفہام انکاری کے ہیں اور استفہام انکاری کے لئے ہمزہ ہے نہ ہل ایسے ہی ازید عندک ام عمرو کہنا جائز ہے اور ہل زید عندک ام عمرو کہنا جائز نہیں اس لئے کہ اوپر گذر چکا ہے کہ ام متصلہ مقابلہ میں ہمزہ کے آتا ہے نہ ہل کے ۔ اسی طرح حروف عاطفہ ثم اور فاء اور واو پر ہمزہ استفہام کو داخل کر کے اثم اذا ما وقع اور افمن کان اور اومن کان کہنا جائز ہے ۔ اور حروف عاطفہ مذکورہ پر ہل کو داخل کر کے ہل ثم وغیرہ کہنا جائز نہیں اور وجہ یہ ہے کہ ہل استفہام میں اصل نہیں لہذا وہ ہمزہ کی طرح صدارت کلام کو متقاضی نہ ہوگا بلکہ حروف عاطفہ سے موخر ہوگا ۔ ۴ـ قولہ حروف الشرط الخ یہاں سے مصنف نے حروف شرط کو بیان کیا کہ وہ تین ہیں ان اور لو اور اما ۔ اور یہ تینوں صدارت کلام کو مقتضی ہیں مگر کلمہ ان استقبال کے لئے ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے ان شتمتنی شتمتک یعنی اگر تو مجھے گالی دے گا تو میں تجھے گالی دوں گا اور کلمہ لو کا اس کے برعکس ہے اس لئے کہ وہ زمانہ ماضی کے لئے ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے لو اکرمت اکرمت یعنی اگر تو اکرام کرتا تو میں بھی اکرام کرتا ۔ پھر ان و لو فعل کو لازم ہیں برابر ہے کہ فعل لفظا ہو یا تقدیرا جیسے قولہ تعالے ولو انتم تملکون ای لو تملکون انتم اور جیسے قولہ تعالے وان احد من المشرکین استجارک ای وان استجارک احد من المشرکین ۱۲

حرف التوقع قد وهي في المضارع للتقليل حرفا

مبتدأ ۱۲ — خبر ۱۲

الاستفهام الهمزة وهل لهما صدر الكلام تقول ازيد

خبر ۱۲ — فی الاسمیۃ ۱۲

قائم واقام زيد وكذلك هل والهمزة اعم تصرفا

فی الفعلیۃ ۱۲ — نحو ہل زید قائم وہل قام زید ۱۲ — ای اکثر تصرفا فی الاستعمال ۱۲

تقول ازيدا ضربت واتضرب زيدا وهو اخوك و

من ہل داخل فی باب الاستفہام ۱۲ — حال ۱۲

ازيد عندك ام عمرو واثم اذا ما وقع وافمن كان

وامن كان حروف الشرط ان ولو واما لها

مبتدأ ۱۲ — خبر ۱۲

صدر الكلام فان للاستقبال وان دخل على الماضي

متصل ۱۲

ولو عكسه وتلزمان الفعل لفظا او تقديرا

ای عکس ان ۱۲

لے۱ قولہ ومن ثم قیل الخ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا کہ ان اور لو کو فعل لازم ہے لفظا یا تقدیرا. تو اب اس وجہ سے لو انک جیسی ترکیب میں ان کو فتح ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہیں نہ ان مکسورہ اس لئے کہ ان اپنے مابعد جملہ سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر فعل مقدر کا فاعل ہے ای لو ثبت انک نیز دقیقہ مذکورہ یا لا کی بنا پر اس جگہ کو جہاں لو کے بعد انّ مفتوحہ ہے انّ کی خبر کو بجائے اسم فاعل کے فعل لاتے ہیں تا کہ یہ فعل مذکور عوض میں اس فعل کے ہو جائے کہ جو لو کے بعد مقدر ہے نیز لو انک انطلقت کہتے ہیں اور لو انک منطلق نہیں کہتے مگر جب ان کی خبر اسم جامد ہو تو چونکہ اس وقت اسم جامد سے بوجہ تعذر اشتقاق خبر کو لانا متعذر ہے لہذا یہ اسم جامد ہی ان کی خبر ہو گا جیسے قولہ تعالٰی ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام میں اسم جامد ہے اور وہ ان کی خبر ہے لے۲ قولہ واذا تقدم القسم الخ یعنی جب ابتداء کلام میں قسم شرط سے پہلے واقع ہو تو شرط کو ماضی لانا لازم ہے. برابر ہے کہ ماضی لفظا ہو یا معنی تا کہ شرط مذکور عدم عمل حرف شرط میں جواب قسم کے مطابق ہو. الحاصل، حرف شرط نے چونکہ جواب میں لفظا بوجہ اس کے جواب قسم ہونے کے عمل نہیں کیا. لہذا شرط کو ہمیشہ فعل ماضی لائیں گے تا کہ اس میں بھی حرف شرط عمل نہ کرے اور وہ عدم عمل حرف شرط میں جواب کے موافق ہو جائے. لے۳ قولہ وکان الجواب للقسم الخ یعنی وہ جواب کہ قسم اور شرط کے بعد واقع ہے لفظوں میں جواب قسم ہے شرط اور قسم دونوں کا جواب نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ جواب شرط ہونے کے اعتبار سے وہ مجزوم ہو اور جواب قسم ہونے کے اعتبار سے غیر مجزوم ہو اور یہ یعنی ایک شئی کا مجزوم اور غیر مجزوم ہونا باطل ہے. باقی رہا معنی اس کا جواب ہونا. سو وہ شرط اور قسم دونوں کا جواب ہے قسم کا اس حیثیت سے کہ وہ مشروط ہے لے۴ قولہ مثل واللہ الخ مصنف نے یہ مثالیں ذکر فرمائی ہیں ان میں سے یعنی واللہ ان اتیتنی لاکرمتک ماضی لفظا کی مثال ہے اور دوسری یعنی واللہ ان لم تاتنی لاکرمتک لفظا جواب قسم ہے لے۵ قولہ وان توسط بتقدیم الشرط الخ یعنی جب کہ قسم ابتداء کلام میں نہ آئے بلکہ شرط یا غیر شرط کے مقدم ہونے کے سبب درمیان کلام میں مذکور ہو تو اس وقت دونوں امر جائز ہیں یہ کہ شرط کا اعتبار کیا جائے اور جواب کو جزاء کیا جائے اور یہ کہ قسم کا اعتبار کیا جائے اور جواب کو جواب قسم کیا جائے. پس مصنفؒ نے اپنے قول جاز ان یعتبر و ان یلغٰی سے ان ہی دونوں صورتوں کی طرف اشارہ کیا ہے

وَمِنْ ثَمَّ[۱] قِيلَ لَوْ أَنَّكَ بِالْفَتْحِ لِأَنَّهُ فَاعِلٌ وَانْطَلَقْتَ
ای من اجل لزوم الفعل ۱۲

بِالْفِعْلِ مَوْضِعَ مُنْطَلِقٍ لِيَكُونَ كَالْعِوَضِ فَإِنْ
من المحذوف ۱۲

كَانَ جَامِدًا جَازَ لِتَعَذُّرِهِ وَإِذَا[۲] تَقَدَّمَ الْقَسَمُ أَوَّلَ
ای لتعذر وقوع الفعل ۱۲ — شرط ۱۲ — اول زمان فی

الْكَلَامِ عَلَى الشَّرْطِ لَزِمَ الْمَاضِي لَفْظًا أَوْ مَعْنًى فَيُطَابِقُ
ای القسم ۱۲

وَكَانَ[۳] الْجَوَابُ لِلْقَسَمِ لَفْظًا مِثْلُ[۴] وَاللّٰهِ إِنْ أَتَيْتَنِي
مثال الماضی لفظا ۱۲

أَوْ لَمْ تَأْتِنِي لَأَكْرَمْتُكَ وَإِنْ[۵] تَوَسَّطَ بِتَقْدِيمِ الشَّرْطِ أَوْ
مثال الماضی معنی ۱۲ — جواب القسم ۱۲ — ای القسم ۱۲

غَيْرِهِ جَازَ أَنْ يُعْتَبَرَ وَأَنْ يُلْغٰى كَقَوْلِكَ[۶] أَنَا وَاللّٰهِ
ای یعتبر القسم او الشرط ۱۲ — ای القسم او الشرط ۱۲

إِنْ تَأْتِنِي آتِكَ وَإِنْ أَتَيْتَنِي وَاللّٰهِ لَآتِيَنَّكَ

لے۶ قولہ کقولک الخ یہاں بھی مصنفؒ نے دو مثالیں ذکر فرمائی ہیں. مثال اول یعنی انا واللہ ان تاتنی اتک قسم پر غیر شرط کے مقدم ہونے کی ہے اور یہ کہ اس میں قسم کا اعتبار ہے ۱۲ منہ

کہ انکم لمشرکون لفظاً جواب قسم ہے اور قسم مقدر ہے واللہ ان اطعتموہم نیز شرط اس جگہ ماضی ہے باقی دلیل اس امر پر کہ قولہ تعالےٰ انکم لمشرکون جواب قسم ہے جزاء شرط نہیں یہ ہے کہ یہ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ پر جب کہ وہ جزاء ہو فاء کا آنا لازم ہے پس ثابت ہوا کہ لفظاً یہ جزاء شرط نہیں بلکہ جواب قسم ہے ورنہ اس پر فاء داخل ہوتی ۱۲ [۲] قولہ واما للتفصیل الخ یہ اما شرطیہ کا بیان ہے کہ وہ نتیجہ مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے برابر ہے کہ وہ مجمل لفظاً ہو یا تقدیراً اول کی مثال جیسے لقیت اخوتک اما زید فاکرمنی واما عمرو فنبستی اور ثانی کی مثال جیسے اما زید فاکرمنی واما عمرو فنبستی جب کہ یہ کلام ایسے مخاطب سے کریں کہ جو اپنے بھائیوں کی نسبت یہ علم رکھتا ہو کہ وہ متکلم سے ملے ہیں۔ پس اس جگہ لقیت اخوتک مقدر ہے اور یہاں مجمل تقدیراً مذکور ہے پھر جاننا چاہیے کہ کثرت استعمال کے سبب ہمیشہ اما کے فعل شرط کو حذف کر دیتے ہیں اور بجائے اس کے اما اور فاء جزائیہ کے درمیان اس چیز کو لاتے ہیں جو فاء کی حیز میں ہے تاکہ بعد حذف فعل شرط کے علامت اور علامت جزاء کا اجتماع بلا فصل لازم نہ آئے پھر وہ جزاکہ اما اور اس کی فاء کے درمیان بعوض محذوف لایا جاتا ہے ہر حال میں حیز فاء کا جز ہوگا خواہ اس کی تقدیم سے فاء جزائیہ کے علاوہ کوئی اور چیز مانع ہو یا نہ ہو۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو جز بعوض محذوف فاء اور اما کے درمیان لایا جاتا ہے۔ حیز فاء کا جزو نہیں بلکہ وہ فعل محذوف کا معمول ہے خواہ ماقبل فاء میں عمل ما بعد سے کوئی مانع ہو یا نہ ہو [۳] قولہ مثل اما یوم الجمعۃ الخ یہ اما شرطیہ کی مثال ہے مذہب اول کی بنا پر اما یوم الجمعۃ فزید منطلق کی اصل مہما یکن من شئی فزید منطلق یوم الجمعۃ ہے یکن من شئی شرط کو حذف کر کے اما کو قائم مقام مہما کے کیا گیا اور جزاء کے معمول یوم الجمعۃ کو اما اور فاء کے درمیان بعوض محذوف لائے اور مذہب ثانی پر اس کی اصل مہما یکن من شئی یوم الجمعۃ فزید منطلق ہے پس اس وقت یوم الجمعۃ شرط کا معمول ہوگا۔ جیسا کہ ظاہر ہے اور اس جگہ تیسرا مذہب اور ہے اور وہ یہ کہ جزء مذکور اگر جائز التقدیم ہو یعنی فاء جزائیہ کے علاوہ اس کی تقدیم سے کوئی اور مانع نہ ہو تو وہ قسم اول سے ہے یعنی وہ حیز فاء کا جزء ہے جو فاء پر مقدم کیا گیا جیسا کہ اوپر گزرا۔ اور اگر جزء مذکور جائز التقدیم نہ ہو بلکہ سوائے فاء کے اس کے تقدیم سے کوئی مانع ہو تو وہ قسم ثانی سے ہے جیسے اما یوم الجمعۃ فانک مسافر۔ پس مثال مذکور میں یوم الجمعۃ کی تقدیم سے علاوہ فاء کے ان حروف مشددہ مانع ہے اس لئے کہ ما بعد ان کا اس کے ماقبل میں عامل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جزء مذکور یعنی شرط کا معمول ہے ۱۲ [۴] قولہ حرف الردع کلا الخ یعنی حرف ردع جو زجر اور منع کے لئے مستعمل ہوتا ہے کلا ہے اور یہ معنی حقا کے بھی آتا ہے جیسے کلا ان الانسان لیطغی ۱۲ ر

وتقدیرُ القسم[۱] کاللفظِ مثل لئن اُخرِجوا لا یخرجون (جواب القسم ۱۲)
وَاِنْ اَطعتموھم واَمّا للتفصیل[۲] والتزم حذفُ
فعلها وعُوِّض بینها وبین فائها جزءٌ مما فی حیّزھا (مثلاً جزو الی بین حرفی الشرط والجزاء ۱۲)
مطلقاً وقیل ھو معمول المحذوف مطلقاً مثل اَمّا[۳]
یوم الجمعة فزیدٌ منطلقٌ وقیل ان کان جاز التقدیم فمِن
الاول والا فمِن الثانی حرف الردع[۴] کلا وقد جاء بمعنی حقا
(وھو ان یکون متوسطاً جزاء الشرط المحذوف ۱۲)

[۱] قولہ وتقدیر القسم کاللفظ الخ یعنی شروع کلام میں جب قسم مقدر ہو تو اس کا حکم مثل ملفوظ کے ہوگا یہاں تک کہ جو شرط کہ کلام میں اس کے بعد مذکور ہے وہ فعل ماضی ہوگی۔ اور جو جواب کہ بعد شرط کے مذکور ہے باعتبار لفظ کے جواب قسم ہوگا۔ اور باعتبار معنی قسم اور شرط دونوں کا جواب ہوگا۔ جیسے قولہ تعالےٰ لئن اخرجوا لا یخرجون۔ پس مثال مذکور میں قسم مقدر ہے اور تقدیر عبارت واللہ لئن اخرجوا لا یخرجون اور ظاہر ہے کہ شرط مذکور ماضی ہے اور لا یخرجون جواب قسم ہے نہ جواب شرط ورنہ جواب شرط ہونے کی صورت میں نون حذف ہو جاتا ہے اور جیسے قولہ تعالےٰ وان اطعتموہم انکم لمشرکون پس ظاہر ہے

(حشمت اللہ دیوبندی عفرلہ)

۱؎ قولہ تاء التانیث الساکنۃ الخ - یعنی تاء تانیث ساکنہ کو ماضی کے آخر میں لاحق کرتے ہیں تاکہ وہ تانیث مسندالیہ پر دلالت کرے جیسے ضربت ہند اور ساکنہ کی قید اس لئے ہے کہ تاء تانیث متحرکہ اسماء مشتقہ کے ساتھ خاص ہے پھر اگر فعل کا مسندالیہ اسم ظاہر مونث غیر حقیقی ہو تو اسوقت اختیار ہوگا خواہ فعل میں علامت تانیث کی لائیں یا نہ لائیں جیسے طلع الشمس اور طلعت الشمس ۲؎ قولہ واما الحاق علامۃ التثنیۃ الخ یعنی یہ جو اوپر مذکور ہوا الحاق تاء تانیث کا حال تھا باقی فعل کے ساتھ علامت تثنیہ اور جمع کا الحاق جب کہ مسندالیہ اسم ظاہر ہو مسندالیہ کی حالت پر تنبیہ کرنے کیلئے ضعیف ہے

تاءُ التانيثِ الساكنةُ[۱] تلحقُ الماضيَ لتانيثِ المسندِ
بالمرفوع صفة ۱۲

اليهِ فانْ كانَ ظاهرًا غيرَ حقيقيٍّ فمخيرٌ واما[۲] الحاقُ علامةِ
مبتدأ ۱۲ — المسند اليه ۱۲ — في الحاق التاء وعدمه ۱۲

التثنيةِ والجمعينِ فضعيفٌ التنوينُ[۳] نونٌ ساكنةٌ
خبر ۱۲ — مبتدأ ۱۲ — خبر ۱۲

تتبعُ حركةَ الآخرِ لا لتاكيدِ الفعلِ وهو للتمكنِ والتنكيرِ
صفت ۱۲

والعوضِ والمقابلةِ والترنمِ ويحذفُ[۴] من العلمِ موصوفًا
تخفيفا لكثرة الاستعمال ۱۲ — حال من العلم ۱۲

بابنٍ مضافًا الى علمٍ آخرَ نونُ التاكيدِ[۵] خفيفةٌ ساكنةٌ
حال من ابن ۱۲ — مبتدأ ۱۲ — خبر ۱۲ — صفت ۱۲

ومشددةٌ مفتوحةٌ مع غيرِ الالفِ تختصُّ بالفعلِ المستقبلِ
متعلق بالمفتوحة فيه بخلاف نحو اضربان فانها مكسورة ۱۲

في الامرِ والنهيِ والاستفهامِ والتمني والعرضِ والقسمِ وقلّتْ في النفيِ

جیسے ضربا الرجلان اور ضربوا الرجال ۳؎ قولہ التنوین الخ یہ تنوین کا بیان ہے کہ تنوین اصطلاح میں اس نون ساکنہ کو کہتے ہیں جو آخر کلمہ کی حرکت کے تابع ہو اور تاکید فعل کے لئے نہ ہو۔ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں ایک تنوین تمکن جو اسم کے معرب اور منصرف ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے زیدٌ۔ دوسرے تنوین تنکیر جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرتی ہے تیسرے تنوین عوض جو مضاف الیہ کے عوض میں آتی ہے۔ جیسے یومئذ کہ اس میں تنوین عوض میں مضاف الیہ اذ کان کذا کے ہے چوتھے تنوین مقابلہ جو جمع مونث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں آتی ہے۔ جیسے مسلمات کی تنوین پانچویں تنوین ترنم جو تحسین صوت کے لئے آخر ابیات میں آتی ہے جیسے ؎ وقولی ان اصبت لقد اصابن ۴؎ قولہ ویحذف من العلم الخ یعنی اس علم سے جو لفظ ابن کی ساتھ موصوف ہے تنوین کو وجوبا حذف کر دیتے ہیں بشرطیکہ لفظ ابن دوسرے علم کی طرف مضاف ہو پس اگر لفظ ابن دوسرے علم کی طرف مضاف نہ ہو یا موصوف علم نہ ہو تو تنوین محذوف نہ ہوگی ۵؎ قولہ نون التاکید الخ یہ نون تاکید کا بیان ہے کہ وہ دو قسموں پر منقسم ہے خفیفہ اور مشددہ۔ نون خفیفہ نون ساکن ہوتا ہے اور یہ اپنی اصل پر ہے اسلئے کہ مبنی میں سکون اصل ہے نون مشددہ متحرک ہوتا ہے۔ فتحہ اس لئے کہ وہ اخف ہے اور متحرک ہونا اسلئے کہ التقاء ساکنین لازم نہ آئے اور جب نون مشددہ کے ساتھ الف ہو تو اس پر کسرہ آتا ہے۔ جیسے اضربان اور اضربنان نون تاکید اس فعل مستقبل کے ساتھ مختص ہے کہ جو ضمن میں یا تو امر کے پایا جائے جیسے اضربن اور اضربن یا ضمن میں استفہام کے جیسے ہل تضربن اور ہل تضربن یا ضمن میں تمنی کے جیسے لیتک تاکلن یا ضمن میں عرض کے جیسے الا تنزلن بنا یا ضمن میں قسم کے جیسے واللہ لاکلن اور وجہ یہ ہے کہ امور مذکورہ میں طلب ہوتی ہے اور نون تاکید طلب حصول شئی کی تاکید کے لئے آتا ہے پس اس فعل مستقبل پر نون تاکید داخل ہوگا۔ جو ضمن میں امور مذکورہ کے پایا جاتا ہے اور ماضی اور حال پر داخل نہ ہوگا اس لئے کہ وہ معنی طلب سے خالی ہیں باقی رہی نفی سو نون تاکید کا اس کے ساتھ لاحق ہونا قلیل ہے اور وجہ لاحق ہونے کی یہ ہے کہ اسکی مشابہت نہی کے ساتھ ہے جیسے لاتضربن ۱۲ ۔

ولزمت[1] فی مثبت القسم وکثرت فی مثل اما تفعلنّ

نون تاکید ۱۲

وما قبلها[2] مع ضمیر المذکرین مضموم ومع المخاطبة

ای نون التاکید مطلقا ۱۲ — المدلالۃ علی الواو ۱۲ — المحذوفۃ لالتقاء الساکنین ۱۲

مکسورة وفیما عداه[3] ذلک مفتوح وتقول فی التثنیة

المدلالۃ علی الیاء ۱۲ — بالمخففۃ ۱۲

وجمع المؤنث اضربانّ واضربنانّ ولا تدخلهما

الخفیفة[4] خلافاً لیونس وهما[5] فی غیرهما مع الضمیر

ای نون التاکید — ای غیر التثنیۃ وجمع المؤنث ۱۲

البارز کالمنفصل فان لم یکن فکالمتصل

لہ قولہ ولزمت فی مثبت القسم الخ یعنی جو جواب قسم کہ مثبت ہے اس میں نون تاکید کا ہونا لازم ہے جیسے واللہ لاکلن اور اس فعل شرط میں کہ جس کے حرف شرط میں تاکید کے لئے ما زائدہ لایا گیا ہے نون تاکید کثرت سے آتا ہے جیسے اما تفعلن کہ اس جگہ ان شرطیہ کے ساتھ تاکید کے واسطے ما زائدہ ہے لہذا نون تاکید لایا گیا ۲ قولہ وما قبلہا الخ یہاں سے مصنف رح نون تاکید کے ماقبل کا حال بیان کرتے ہیں کہ وہ ضمیر جمع مذکر یعنی واؤ کے ساتھ مضموم ہوتا ہے جیسے ہل یاکلن اور تاکلن اور ضمیر مونث مخاطبہ کے ساتھ مکسور ہوتا ہے جیسے اقتلن۔ اور وجہ یہ ہے کہ ضمہ اول میں حذف واؤ اور کسرہ ثانی میں حذف یاء پر دلالت

کرتا ہے ۳ قولہ وفیما عداہ ذلک الخ یعنی جمع مذکر اور مونث مخاطبہ کے ماسوا میں ماقبل نون تاکید کا مفتوح ہوتا ہے کہ وہ مفرد مذکر مخاطب یا غائب ہو اور یا مفرد مونث غائب اور یا متکلم کے دونوں صیغے تین چون کہ تثنیہ اور جمع مونث کا یہ حکم نہ تھا اس لئے مصنف کو بلفظ تقول فی التثنیہ سے ان کا حکم علیحدہ بیان کرنا پڑا۔ تاکہ قول وفیما عداہ ذلک مفتوح سے کوئی ان کے ماقبل کو مفتوح نہ سمجھ لے۔ بہرحال مصنف کہتے ہیں کہ تثنیہ اور جمع مونث میں اضربان اور اضربنان کہیں گے یعنی الف کو اول میں ثابت رکھیں گے اور جمع مونث میں نون جمع اور نون تاکید کے درمیان الف فاصل لائینگے تاکہ توالی نونات لازم نہ آئے نیز تثنیہ اور

جمع مونث میں نون خفیفہ لاحق نہ ہوگا کہ اس سے التقاء ساکنین علی غیر حدہ لازم آتا ہے اور وہ ناجائز ہے ۴ قولہ خلافا لیونس الخ یعنی یونس نحوی اس مسئلہ میں جمہور کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ التقائے ساکنین علی غیر حدہ جائز ہے لہذا تثنیہ اور جمع مونث میں نون خفیفہ لاحق ہو سکتا ہے ۵ قولہ وہما فی غیرہما الخ یہاں سے مصنف رح ان افعال کا حال بیان کرتے ہیں کہ جو معتل الاواخر ہیں کہ بعد لحوق نون تاکید کے ان کا حکم کیا ہے مگر تثنیہ اور جمع مونث معتل کا حکم بیان نہیں فرمایا چنانچہ کہا وہما فی غیرہما الخ اور وجہ یہ ہے کہ تثنیہ اور جمع مونث معتل کا حال جیسا کہ صحیح میں بیان ہوا ویسا ہی ہے پس ان کو چھوڑ کر کہا کہ نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ تثنیہ اور جمع مونث کے غیر میں جب کہ ان کے ساتھ ضمیر بارز واؤ جمع مذکر اور یاء مخاطبہ متصل ہو کلمہ منفصل جیسا ہے یعنی جس طرح پر کہ فعل معتل کے آخر میں کلمہ منفصل لاحق ہوتے وقت کہیں واؤ اور یاء محذوف ہو جاتے ہیں اور کہیں ان پر ضمہ

اور کسرہ ہوتا ہے اسی طرح ان کے آخر میں جب نون تاکید لاحق ہوتا ہے کہیں واؤ اور یاء گر جاتے ہیں اور کہیں ان پر ضمہ اور کسرہ ہوتا ہے جیسے اغزن اور اخشون اور جب ضمیر بارز متصل نہ ہو بلکہ مستتر ہو تو اس وقت نون تاکید کلمہ متصلہ کی طرح پر ہوگا۔ اور مراد کلمہ متصلہ سے الف ہے پس جیسا کہ معتل کے آخر میں الف تثنیہ لاحق ہونے سے واؤ اور یاء کو مفتوح ذکر کرتے ہیں۔ جیسے اغزوا اور ارمیا۔ اسی طرح بعد لحوق نون تاکید کے واؤ اور یاء محذوفہ کو رد کرینگے اور فتحہ دینگے۔ جیسے اغزون اور ارمین ؎

نہیں اور مطلب یہ کہ اغزون میں نون تاکید مثل کلمہ متصل یعنی الف تثنیہ ہے پس اغزوا کیطرح اس میں بھی واؤ محذوف رہ کیا جاتا ہے اور اغزن میں نون تاکید مثل کلمہ منفصلہ ہے پس اغزوا القوم کی طرح واؤ اس میں محذوف ہوگا اور ما قبل اس کے ضمہ ہوگا اور اغزن میں نون تاکید مثل کلمہ منفصلہ ہے پس اغزی القوم کیطرح یا اس میں محذوف ہوگی اور ما قبل اس کے کسرہ ہوگا ۲ قولہ والمخففۃ تحذف الخ یعنی نون خفیفہ کے بعد جب کوئی ساکن آئے گا۔ تو نون خفیفہ بوجہ التقاء ساکنین کے گر جائیگا جیسے لاتہین الفقیر میں نون خفیفہ محذوف ہوگیا

وَمِنْ ثَمَّ[1] قِيْلَ هَلْ تَرَيِنَّ وَتَرَوُنَّ وَتَرَيِنَّ وَاغْزُوُنَّ وَ[عہ] اغْزُنَّ وَاغْزِنَّ وَالْمُخَفَّفَةُ[۲] تُحْذَفُ لِلسَّاكِنِ[عہ] وَفِي الْوَقْفِ[۳] فَيُرَدُّ مَا حُذِفَ وَالْمَفْتُوحُ مَا قَبْلَهَا تُقْلَبُ أَلِفًا فَقَطْ

تَمَّ بِالْخَيْرِ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ

۱ قولہ ومن ثم الخ یعنی جب یہ معلوم ہوچکا کہ نون تاکید فعل معتل کے آخر میں ضمیر بارز کیساتھ مثل کلمہ منفصل کے اور بغیر ضمیر بارز کے ساتھ کلمہ متصل کے مانند ہے تو اب اس وجہ سے ہل ترین اور ترون اور ترین اور اغزون اور اغزن اور اغزن کہا جائے گا۔ اول مثال اس نون تاکید کی ہے جو کہ متصل کی مثل ہے اس لئے کہ اس جگہ نون تاکید کا اس کے فعل کے ساتھ لاحق ہے کہ جس میں ضمیر بارز ہے پس مثل تریان کے اس کی یا مفتوحہ ہے اور دوم مثال اس نون تاکید کی ہے جو مثل کلمہ منفصل کے ہے اس لئے کہ اس جگہ ضمیر بارز ہے پس یہ والقوم کے اس کا واؤ مضموم ہے۔ سوم مثال اس نون تاکید کی ہے جو مانند کلمہ منفصل کے ہے اس لئے کہ اس میں نون تاکید اس فعل کے ساتھ لاحق ہے کہ جس میں ضمیر بارز ہے پس مثل لم تری الناس کی یا اس میں مکسور ہے پھر یہاں اغزون کا عطف ہل ترین پر ہے اور معطوف علیہ سے پہلے جو قید ہے وہ معطوف کی طرف لوٹتی ہے۔ ای من ثم قیل الخ پس یہ تینوں مثالیں ایسی ہیں کہ ان پر لفظ ہل داخل

اس لئے کہ وہ اصل میں لاتہین تھا ۱۲ ۳ قولہ وفی الوقف الخ یہ نون خفیفہ کے محذوف ہونے کی دوسری صورت ہے اور مطلب یہ کہ نون خفیفہ حالت وقف میں گر جاتا ہے اور وہ حرف جو نون خفیفہ کے لاحق ہونے کے سبب ساقط ہوگیا تھا عود کر آتا ہے جیسے اغزن میں وقف کرتے وقت اغزوا کہیں۔ نیز نون خفیفہ کا ما قبل جب مفتوح ہوگا تو اس کو حالت وقف میں الف سے بدل لیں گے اس لئے کہ اس کو تنوین کے ساتھ مشابہت ہے پس جسطرح تنوین کو حالت وقف میں جب اس کا ما قبل مفتوح ہو الف سے بدل لیتے ہیں اسی طرح نون خفیفہ کو بھی جب اس کا ما قبل مفتوح ہو حالت وقف میں الف سے بدل لیں گے۔ تم ھذا الشرح و للّٰہ الحمد ولہ الاسماء الحسنٰی والنعوت ولہ العزۃ والجبروت وبیدہ الملک والملکوت ربنا محمد مشیت اللہ غفرلہ دیوبندی ۱۲ اللھم اغفر لمصححہ والناشرہ ولکاتبہ مغفرۃ کملۃ لاتغادر ذنبا۔ عہ ای لاجل ان نون التاکید مع غیر ضمیر البارز کالمتصل ومع ضمیر البارز کالمنفصل ۱۲ عہ اللام فی قولہ للساکن بمعنی الوقت ای نون الخفیفۃ یحذف وقت الملاقات الساکن بعدھا بدلیل عطف الظرف علیہ ۱۲

هٰذِهٖ

القصيدة

جَمَعَ فِيهَا الشَّيْخُ ابْنُ حَاجِبٍ

المُؤَنَّثَاتِ السَّمَاعِيَّة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِسَائِلٍ وَافَانِي	بِمَسَائِلٍ فَاحَتْ كَغُصْنِ الْبَانِ
أَسْمَاءُ تَأْنِيْثٍ بِغَيْرِ عَلَامَةٍ	هِيَ يَا فَتَى فِي عُرْفِهِمْ ضَرْبَانِ
قَدْ كَانَ مِنْهَا مَا تُؤَنَّثُ ثُمَّ مَا	هُوَ فِيْهِ خُيِّرَ لِاخْتِلَافِ مَعَانِ
أَمَّا الَّتِي لَا بُدَّ مِنْ تَأْنِيْثِهَا	فَسِتُّوْنَ مِنْهَا الْعَيْنُ وَالْأُذُنَانِ
وَالنَّفْسُ ثُمَّ الدَّارُ ثُمَّ الدَّلْوُ مِنْ	أَعْدَادِهَا وَالسِّنُّ وَالْكَفَّانِ
وَجَهَنَّمُ ثُمَّ السَّعِيْرُ وَعَقْرَبُ	وَالْأَرْضُ ثُمَّ الْإِسْتُ وَالْعَضُدَانِ
ثُمَّ الْجَحِيْمُ وَنَارُهَا ثُمَّ الْعَصَى	وَالرِّيْحُ مِنْهَا وَاللَّظَى وَيَدَانِ
وَالْغُوْلُ وَالْفِرْدَوْسُ وَالْفُلْكُ الَّتِي	فِي الْبَحْرِ تَجْرِي وَهِيَ فِي الْقُرْآنِ
عَرُوْضُ[1] شِعْرٍ وَالذِّرَاعُ وَثَعْلَبُ	وَالْمِلْحُ ثُمَّ الْفَأْسُ وَالْوَرِكَانِ
وَالْقَوْسُ ثُمَّ الْمَنْجَنِيْقُ وَأَرْنَبُ	وَالْخَمْرُ ثُمَّ الْبِيْرُ وَالْخَدَّانِ
وَكَذَاكَ فِي ذَهَبٍ[2] وَتِبْرٍ[3] حُلْمُهَا	أَبَدًا وَفِي ضَرَبٍ[4] لِكُلِّ مَكَانِ

[1] عروض کرانہ چیزے و میزان شعر و او مونث ست و نام مکہ و مدینہ و ناقہ کہ ریاضت نیافتہ باشد ١٢

[2] ذہب زر خالص بے مہر زدہ ١٢

[3] تبر و زر و سیم ناگداختہ ١٢

[4] ضرب بالتحریک العسل الابیض والغلیظ یذکر ویؤنث ہکذا فی الصحاح وہذا ینافی لما فی النظم بیان الاسماء للازمۃ التانیث والضرب لیس منہا کما عرفت ولم یثبت عند الناظم الا مونثا لازما ١٢ فافہم

وَالعَيْنُ وَاليَنْبُوعُ وَالدِّرْعُ الَّتِيْ ... هِيَ مِنْ حَدِيْدٍ قَطُّ وَالقَدَمَانِ

وَكَذَاكَ فِيْ كَبِدٍ وَكَرْشٍ ثُمَّ فِيْ ... اَفْعَى وَمِنْهَا الشَّمْسُ وَالعُقْبَانِ

وَكَذَاكَ فِيْ فَرَسٍ وَكَأْسٍ ثُمَّ فِيْ ... سَقَرٍ وَّمِنْهَا الحَرْبُ وَالثَّدْيَانِ

وَالعَنْكَبُوْتُ تُؤَنَّثُ المُوْسٰى مَعًا ... ثُمَّ اليَمِيْنُ وَاِصْبَعُ الاِنْسَانِ

وَالرِّجْلُ مِنْهَا وَالسَّرَاوِيْلُ الَّتِيْ ... فِي الرِّجْلِ كَانَتْ زِيْنَةَ العُرْيَانِ

وَكَذَا الشِّمَالُ مِنَ الاِنَاثِ وَمِثْلُهَا ... ضُبْعٌ وَمِنْهَا الكَتِفُ وَالسَّاقَانِ

اَمَّا الَّتِيْ قَدْ كُنْتَ فِيْهِ مُخَيَّرًا ... هُوَ كَانَ سَبْعَةَ عَشَرَ فِي التِّبْيَانِ

اَلسِّلْمُ ثُمَّ القِدْرُ ثُمَّ المِسْكُ فِيْ ... لُغَةٍ وَّمِنْهَا الحَالُ كُلَّ اَوَانِ

وَالبَيْتُ مِنْهَا وَالطَّرِيْقُ وَكَالثَّرٰى ... وَيُقَالُ فِيْ عُنُقٍ كَذَا وَلِسَانِ

وَكَذَا السَّمَآءُ وَالسَّبِيْلُ مَعَ الضُّحٰى ... ثُمَّ الصَّلَاحُ مُقَابِلُ الطُّغْيَانِ

وَالحُكْمُ هٰذَا فِي القَفَا اَبَدًا وَفِيْ ... رَحِمٍ وَفِي السِّكِّيْنِ وَالسُّلْطَانِ

وَقَصِيْدَتِيْ تَبْقٰى وَهَا اَنَا اَلْتَسِيْ ... ثَوْبَ الفَنَاءِ وَكُلُّ شَيْءٍ فَانِ

(والغوارن) (السلطان)

تمت